

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی نادر و ننگار
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

کلیدِ مثنوی

حکیمُ الامّت مجددِ الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ علیہ

12

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس کو چسپی لیتے ہیں مگر
مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض
اوقات نوبت السامع و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے حضرت حکیمُ الامّت نے اشعارِ مثنوی
کو واضح کر کے اور مسائلِ تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت
یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و ادب رکھ کر مضامین کو حل
کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

اِنَّ اِلٰهَنَا لَيَقَاتِلُ اَشْرَفِيَا

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی نادر و نادر گار
اور معرکہ آراء کتاب مثنوی معنوی کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

وز:

حکیم الامتہ مجدد الملتہ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ رحمہ اللہ

جلد ۱۲

یہ وہ مقبول خاص تمام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے
دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی محنت
پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندہ تک پہنچ جاتی ہے۔
حضرت حکیم الامت نے شہار مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام
فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس معتبر اور
شرعیہ طریقت کا پاس ادب لکھ کر مضامین کو عمل کرنے والی اور کوئی شرح
نہیں لکھی گئی

ادارہ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ . ملتان

قَالَ تَعْلَمُونَ كَمَا أُرْسِلْتُمْ تَسْمِعُونَ عَلَىٰ الْأَرْضِ وَيُعَلِّمُكُمُ
الْعِلْمَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مِّمَّا تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

چون در کرمیه صدر قوله تسمعون اولیٰ علم الکتاب بفضل علم نظم و معنی و قوله یعلّمکم بر شرف علم کلام
و عقائد و علم سلوک قوله و الحکمة بر فریت علم اسرار و علم اصول و ان وضع بیان داران خود بود
تسمعون که مشتمل بر سلوک اسرار است از علم دین نیک عیان است باتفاق اهل مذاق شریف با کتب
این فن خاشاکان است لکن اغلاطش محتاج تبیان است و بناؤ علیہ بن شرح اردو که منقوش

کتابتیں

عنوان است و این ربیع چهارم از دفتر ثالث از ان است (یا الفاظ و عبارات) (مولوی اشیر علی
و مولوی حبیب احمد سلمیٰ صاحب الدار کہ ہر یک از ایشان برائے صاحبان فی تفسیر حکیم الامت حضرت
مولانا اشرف علی صاحب دایم ظہر بمنزلت لسان و ترجمان است) در و اصل متن
را چنان حل کرده کہ غایت امکان است و مسائل را بطورے تقریر نموده کہ ہم
موانع تحقیق اہل اتقان و ہم مطابق حدیث و قرآن است و اشکالات و اغلاط را بطورے
دوستانہ کہ مورش اطمینان و امان است و جہاں موقوفات سیدنا الحاج محمد امجد الادب
کہ مطرب آذان و منشد اذان است ہم مطاوعش سپردہ

حسب فرمایش

محمد شبیر علی اللہ شریف مطابع قحمانہ جھون ضلع مظفر نگر طبع شد

حَامِداً اَوْ مَصلِیّاً و مَسْلمًا

ربیع چہارم دفتر ثالث کلیشہ نوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرح جیلپی

گر چہ حیوان ست الا نادرا
خود بداند از نشان و از اثر
شب برون آید چو دروان جبرید
کہ عدوئے آفتاب فاش بود
نہ بنفریں تانندش بہجور کرد
بر نہ در اندر ز قبرش تار و پود
از برائے غصہ و قہر فاش
ور نہ خفاشش کج مانع شود
تا بود ممکن کہ گردانی اسیر
اہل است او ریش خود بہر میکند
حجر و حلق قمر چون بر درد

اسپ داند بانگ بوئے شیر را
بل عدوئے خویش بہر جا جانور
روز خفاشک نیاید بر پرید
از نہ محسوس تر خفاش بود
نہ تواند در مصافش زخم خورد
انکہ آن خود شیدا از احسان خود
آفتابے کہ بگرداند قفاش
غایت لطف و کمال او بود
دشمن اگر گیری محسوس خویش گیر
قطرہ با قلزم کہ استیزہ کند
جلیت او از سبالش نگذرد

باعد و آفتاب این بدعتاب
 اے عدو آفتابے کز فرش
 تو عدو او نہ خصم خودی
 اے عجب از سوزشت او کم شود
 رحمتش نے رحمت آدم بود
 رحمت مخلوق باشت غصہ ناک
 رحمت بیچون چنین دان ایلیس
 ظاہرست آثار میوہ رحمتش
 بیچ ماہیات اوصاف کمال
 طفل ماہیت نداند ملت را
 طفل را نبود زو طے زن خبر
 کے بود ماہیت ذوق جماع
 لیکن سبت کرد از روئے خوشی
 تا بداند کودک آنرا از مثال
 پس اگر کوئی بدانم دور نیست
 گر کسے گوید کہ دانی نوح را
 اگر بگوئی چون ندانم کان قمر

اے عدو آفتاب آفتاب
 می بلزد آفتاب و اخترش
 چہ غم آتش را کہ تو ہنرمندی
 یا ز درد و غصہ ات در ہم شود
 کہ مزاج جسم آدم غم بود
 رحمت حق از غم و غصہ است پاک
 ناید اندرو ہم دروے جز اثر
 لیک کہ داند جز او ماہیتش
 کس نداند جز با ثار و مثال
 جز کہ کوئی بہت چو حلوا ترا
 جز کہ کوئی بہت آن خوش چون شکر
 مثل ماہیات حلوا اے مطاع
 با تو آن عاقل کہ تو کودک وشی
 گر نداند ماہیت را عین حال
 وریگوئی کہ ندانم زور نیست
 آن رسول حق و نور روح را
 بہت از خورشید و مہ شہر تر

کو و کان خسرد در کتابها
 نام او خوانند در قرآن صریح
 راست گو داند ترا از روی وصف
 و رچه گوئی من چه دانم نوح را
 مورا لنگم من چه دانم فیل را
 این سخن بهم راست است از زبان
 عجز از ادراک مابیت عمو
 زانکه مابیات و سر آن
 در وجود از سر حق و ذات او
 چونکه او مخفی نماید از محرمال
 عقل بخشی گوید این دورست و
 قطب گوید مبرا کاؤست حال
 واقعاتی که کنونت بر کشود
 چون رہا بندت ز دوزخ و نلال کم
 چون خلاصی یافتی از صد بلا
 سهل گیرش تا نگردد مشکلات
 سوئے بحث خویش تا ز اے بوا حسن

وان اما مان جمله در محرابها
 قشش گویند از منی فصیح
 گر چه مابیت نشد از نوح کشف
 همچو اوئے داند او را اے فتی
 پشہ کے داند اسرافیل را
 کہ مابیت ندانی اے فلان
 حالت عامہ بود مطلق مگو
 پیش چشم کا ملان باشد عیان
 دور تر از وہم و استبصار کو
 ذات و صفیست کان باند نہاں
 بے زتا و یلے محالے کم شنو
 انچه فوق حال تست آید محال
 نے کہ اول ہم محالت می نمود
 تیرا بر خود مکن جس از ستم
 فقر را بر خود مکن رنج و عنا
 در نہ شد شکر چو زہر قاتلت
 کا بن سخن پایاں ندارد دجان من

نسبت اثبات با نفی از نخست
 نفی آن یک چیز و اثباتش دو است
 ما رمیت از رمیت از نسبت است
 آن تو افکندی که بر دست تو بود
 زور آدم زاده را حکر بود
 مشت مشت تست افکندی است
 یعرفون الانبیاء اضدادهم
 همچو فرزندان خود دانستند
 لیک از شک حسد پنهان کنند
 پس چو یعرف گفت چون جامد گر
 انهم تحت قبائی کا منون
 هم به نسبت گیر این مفتوح را
 زمین نسق بسیار آمد در خبر
 گفت قائل در جهان درویش نیست
 هست از روی بقا آن ذات او
 چون زبانه شمع پیش آفتاب
 هست باشد ذات او تا تو اگر

گر بیانش می کنی برگرد دست
 چون جهت مختلف نسبت است
 نفی و اثبات ست هر دو مثبت است
 تو نیفکندی که حق قوت نمود
 مشت خاک اشکست لشک که شود
 زمین دو نسبت نفی ثباتش رو است
 مثل لایشته او لا دهم
 منکران باطل و روشن شدن
 خویشان را بر ندانم می زنند
 گفت لا یعرفهم غیر فذر
 جز که یزدان شان نداند از مومن
 که بدانی و ندانی نوح را
 کان به نسبت باشد ای جان معتبر
 در بود درویش آن درویش نیست
 نیست گشته وصف او در وصف بود
 نیست باشد هست باشد در حساب
 بر نهی پنبه بسوزد زان شر

کرده باشد آفتاب اور افنا
چون در افگندی و در گشت حل
ہست آن وقیہ فزون چون می کشی
ہستیش در ہست اور و پوش شد

نیست باشد روشنی نہ ہر ترا
گرد و صد من شہد یک قیہ خل
نیست باشد طعم خل چون می چشی
پیش شیر را ہوئی بہوش شد

اور پر بیان کیا تھا کہ حق سبحانہ کی گرمی سے پشیمانی ہی پیدا نہ ہوگی کیونکہ حق سبحانہ پشیمانی کے دشمن ہیں اور پشیمانی اُنکو جانتی ہے اُسکے کچھ پر مثالین بیان کرتے ہیں جنہیں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہر جانور اپنے دشمن کو پہچانتا ہے تفصیل اسل حال کی یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں دیکھو گھوڑا شیر کی آواز اور لو کو باوجود دور ہوئیے بھی پہچانتا ہے اور اگر نہیں پہچان سکتا تو شاذ و نادر بلکہ ہمتویہ کہتے ہیں کہ ہر جانور اپنے دشمن کو اُسکی خاص علامات اور خاص آثار سے پہچانتا دیکھو خفاش تک بھی اپنے دشمن کو پہچانتا ہے اسی لئے دن میں نہیں اُڑ سکتا بلکہ چورون کی طرح رات کو نکلتا ہے اب بیان سے ایک دو سہ مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ محروم خفاش ہے کہ وہ آفتاب ظاہر کا دشمن ہے کیونکہ یہ جنگ میں اس کا زخم کھا سکتا ہے اور نہ اپنی بد گوئی اور نفرت سے اُسکو اپنے سے الگ کر سکتا ہے باوجود اسکے وہ آفتاب اپنے احسان و کرم سے اپنے تہر سے اُسکے پرزے نہیں اُڑا دیتا اور یہ جو آفتاب خفاش کی ناخوشی اور رنج کے سبب اپنا رخ بدل دیتا ہے یہ اسکی انتہائی ہربانی اور اس کا کمال ہے ورنہ خفاش کی یہ حال نہیں ہے کہ وہ اسکو طلوع ہونے سے روک دے۔ اس سے کوئی کہے کہ احمق دشمن اپنی حکمت اندر بناتا کہ کسی وقت تو اُسکو اپنے قبضہ میں لاسکے۔ دیکھو اگر تو آفتاب سے مخالفت کرے گا تو اسکا نتیجہ ہجر اپنے ضرر کے اور کچھ نہ ہوگا۔ چنانچہ اگر قطرہ قلم سے مخالفت کرے تو وہ احمق ہے کہ اپنی ڈاڑھی اُکھاڑ رہا ہے۔ اُس کی تدبیر خود اسی تک محدود رہے گی اور وہ موحیوں پر تاؤ دیکر خوش ہوئے گا کہ میں نے یہ کیا۔ آفتاب پر اُس کی مخالفت کا کچھ اثر ہوگا

آفتاب کی تو یہ نشان ہے کہ کس سے ظلم کیا جائے جس کی گردن اتار سکتا ہے اور اس کا گلا پھانسی سکتا ہے یعنی اس کو بے قوت کر سکتا ہے پھر خاصش کی کیا حقیقت ہے یہ عتاب تو دشمن آنتا ظلمی پر ہے۔ پس آفتاب آفتاب یعنی حق سبحانہ کے دشمن اور اے اس آفتاب کے دشمن جسکی شوکت سے آفتاب ستارے لرزتے ہیں۔ یاد رکھ کہ تو اس کا دشمن نہیں ہے بلکہ خود اپنا دشمن ہے کیونکہ تیری مخالفت سے اُس کو پھیر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خود تم کو ضرر ہو گا۔ اور اس ضرر کی بھی اُس کو کچھ پروا نہیں کیونکہ اگر تو اندھن ہو جاوے تو آگ کو کیا پروا وہ بے تامل پھونک ڈالیگی تیرے جلنے سے اُس میں کچھ کمی آجاوے یا تیرے درخ اور تکلیف سے وہ آشفہ ہو جاوے ناممکن ہے۔ حق سبحانہ کی رحمت آدمیوں کے رحم کا مثل نہیں ہے کیونکہ آدمی کو رحم میں غم کی آمیزش ہوتی ہے اور مخلوق کی رحمت درخ سے بڑھتی ہے اور حق سبحانہ کی رحمت غم و درخ سے پاک و صاف ہے اُسکی رحمت بے کیف ہے اُس کو ایسا سمجھو کہ وہ خود وہم میں نہیں آسکتی ہاں اُسکے آثار سمجھ میں آسکتے ہیں اُسکی رحمت ایک میوہ ہے جسکے آثار ظاہر ہیں مگر اُس کی ماہیت کو کوئی نہیں جان سکتا۔ ایک رحمت ہی پر کیا خضر ہے اُسکے جملہ اوصاف کمال کو بجز آثار و مثال کے کوئی نہیں جان سکتا۔ اُسکے اوصاف کے لحاظ سے لوگوں کی ایسی مثال ہے جیسے جماع کے لحاظ سے بچہ کی۔ بچہ جماع کی ماہیت سے واقف نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ تم اُس سے کہو کہ وہ حلوی کی طرح مزیدار ہے۔ نیز بچہ کو وطن کی خبر نہیں ہو سکتی بجز اسکے کہ تم اُس سے کہو کہ وہ شکر کی طرح لذیذ ہے مگر تم سمجھتے ہو لذت جماع کی ماہیت ماہیت حلوی کے حامل نہیں ہو پھر جو اس مائل نے تم سے اُس کو حلوی کی مثل کہا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ تم ابھی بڑے ہو اسلئے اُس نے لذت شش ہو نیکیے لحاظ سے ایسا کہا ہے تاکہ بچہ اُس کو مثال سے فی الجملہ جان لے اگرچہ اسکی ماہیت کو نہ جان سکے جو کہ عین حال ہے اس لحاظ سے اگر تم یہ کہو کہ میں جماع کو جانتا ہوں تو یہ عجیب نہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ میں نہیں جانتا تو بھی جھوٹ نہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ تم نوح کو جانتے ہو جو کہ خضر کے راہ رسول اور نور روح تھو پس اگر تم یہ کہو کہ میں نہیں جانتا وہ ماہیتاب تو اس آفتاب و مہتاب کے بھی زیادہ مشہور ہیں مجھوٹے بچے مکتبوں میں اور امام محرابوں میں قرآن میں اُن کا صاف صاف نام اور اُن کا گذشتہ فصیح تقبیہ پڑھتے ہیں تو اس وصف سے تم کو ہر سچا

سمجھے گا۔ اگرچہ اس سے نوح علیہ السلام کی مابیت منکشف نہیں ہوتی اور اگر یہ کہو کہ میں انکو کیا جان سکتا ہوں۔ انکو تو وہی جانے جو ان کا سا ہو۔ میں ایک چھوٹی چھوٹی ہون پھر مانتی کو کیا جان سکتا ہوں۔ اور پھر اسرافیل کو کیا جان سکتا ہے یعنی مجھ میں اور ان میں جو المشرقیین ہے پھر میں انکو کیا جان سکتا ہوں۔ تو یہ بات بھی ٹھیک ہے کیونکہ تم انکو حقیقت کے اعتبار سے نہیں جانتے۔ بس یہی حالت اوصاف حق سبحانہ کی ہے کہ انکو لوگ آثار کے ذریعے جانتے ہیں اور مابیت لحاظ سے نہیں جانتے۔ پس یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ وہ جانتے ہیں اور یہ بھی کہ نہیں جانتے۔ مگر مابیت کا نہ جانتا یہ عام لوگوں کی حالت ہے نہ کہ خواص کی کیونکہ کاملین پر تو مابیتات ممکنات اور ان کو باطن (اسماء باہیہ) کے باطن (صفات باہیہ) سب منکشف ہیں مگر اجمالاً دیکھو عالم وجود میں سر حق یعنی ذات حق سے زیادہ تفضل۔ سینس سے دور کوئی چیز نہیں بس جبکہ وہ بھی اہل اللہ سے غنی نہیں اور وہ اسکا بھی محتساوہ کرتے ہیں تو کھ کوئی وصف کیسے پوشیدہ ہو سکتا ہے عقل جبرائیل پسند ہستی ہے کہ ذات و صفات حق سبحانہ کا دراک بنہیا محال ہے بس جو نفوس سے ایسا معلوم ہو وہ خلاف عقل اور محال ہونیکے سبب قابل تاویل میں عارت کامل اسکے جواب میں کہتا ہے کہ یہ محال بھی نہیں۔ بات یہ ہے کہ جو تیری حسد یا ہر وہ تیرے نزدیک محال ہے مگر یہ اصول ہی غیر مسلم ہے بہت سے ایسے واقعات ہیں کہ جو پہلے تجھے محال معلوم ہوتے تھے اور اب وہ تجھے منکشف ہو گئے ہیں جبکہ حق سبحانہ نے تجھے جہالت کے گاؤں کے قید خانہ سے نکال کر علم استدلالی کے میدان وسیع میں پھونچا یا ہے تو اتنا اسکو اپنے اوپر ظلم کر کے جیل خانہ نہ بنالے اور جبکہ حق سبحانہ نے تجھے سیکڑوں مصیبتوں سے نکالا ہے تو ویرانہ میں رہ کر فقر کی تکالیف نہ اٹھا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر شہر کشف و شہود میں پھونچے اور اسکو آسان سجایا نہ کہ وہ باوجود فی نفسہ آسان ہونیکے تیرے خیالی اشکال سے تیرے لئے مشکل ہو جاوے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو گا تو جو چیز واقع میں شکر کی طرح مفید اور خوشگوار اور لذت بخش تھی وہ تیرے لئے سم قابل کی طرح مضر ہو جاوے گی۔ اچھا گفتگو کو چھوڑو اور وہی کہو جو کہہ رہے تھے۔ کیونکہ یہ گفتگو ختم ہونیوالی نہیں ہے اور اگر تم پہلے سے اثبات و نفی کا آپس کا تعلق بیان کر رہے جیسا کہ واقع ہے تو اسکیو ٹھیک طور پر بیان

کہو۔ پہا سہ سہات یہ ہے کہ جب جہات مختلف ہوں اور نسبتیں دو ہوں تو ایک شے کا
 اثبات اور اس کی نفی ہر دو جائز ہیں چنانچہ مادیت اور میت اختلاف نسبت ہی کی بنا پر ہے
 اور نفی و اثبات دونوں صحیح ہیں کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تھنے مارا یعنی تھسے اس کا صدر رہا
 اور تھنے نہیں مارا یعنی جو آثار اس پر مرتب ہوئے ان کا تعلق تمہاری قدرتِ حادثہ سے نہیں بلکہ ہماری
 قدرت سے ہے کیونکہ انسانی قدرت محدود ہے اس میں یہ قوت نہیں کہ ایک شے کو ایک خاک کی
 مٹھی سے شکست دیدے۔ پس مٹھی تو تمہاری ہی تھی اور بحیثیت خاصہ پھینکنا جھیرا ہزارم لشکر
 مرتب ہو یہ ہمارا فعل تھا پس جہات مختلف ہو گئیں اور اختلاف جہات و نسبت سے نفی و اثبات
 ہر دو جائز ہیں اور سنو فرمایا گیا ہے کہ معاندین انبیاء کو پہچانتے ہیں اور یوں پہچانتے ہیں کہ انکو
 اصلاً شبہ نہیں جیسا کہ انکو اپنی اولاد دیکھنے پہچانتے ہیں کوئی شبہ نہیں ہوتا اور وہ انکو
 اسی طرح سیکڑوں علامات اور دلائل سے پہچانتے ہیں جس طرح کہ وہ اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں
 لیکن رشک و حسد سے اس علم کو چھپاتے ہیں اور اپنے کو انجان بناتے ہیں۔ پس جبکہ حق سبحانہ
 ایک جگہ یہ فرماتے ہیں کہ معاندین جانتے ہیں تو دوسری جگہ یہ کیسے فرماتے ہیں کہ انکو میرے
 سوا کوئی نہیں جانتا تم ان کی معرفت کا خیال چھوڑ دو کیونکہ وہ میرے قبائے ستر میں مستور
 ہیں اور میرے سوا انکو اپنی تحقیق و تفتیش سے کوئی نہیں جان سکتا سو بات وہ ہی ہے کہ
 یہ امر بھی اختلاف جہات سے ہے جیسا کہ نور علیہ السلام کا جاننا اور نہ جاننا یعنی مخفی فیض
 انکے نبی ہو نیکو جانتے ہیں مگر انکے کالاتِ عالیہ سے میرے سوا کوئی واقف نہیں اسی قسم
 کی بہت سی باتیں احادیث میں ہیں جنہیں نفی و اثبات اختلاف نسبت کی طرف راجع ہے
 اور سنو ایک شخص کہتا ہے کہ کوئی درویش عالم میں نہیں اور اگر ہو بھی تو بھی نہیں اب دیکھو
 کہ وہ کہتا ہے کہ ہو بھی تب بھی نہیں ہے پس اسے ایک شے کیلئے وجود و عدم دونوں ثابت
 کر دئے۔ اور یہ فی نفس صحیح ہے کیونکہ ذاتاً وہ موجود ہے اور اس کے اوصاف و اوصاف
 حق میں فنا ہو چکے ہیں مثلاً شعلہ شمع آفتاب کے سامنے موجود بھی ہوتا ہے اور معدوم
 بھی۔ ذاتاً تو وہ موجود ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر تم اس پر روئی رکھ دو تو وہ جل جاوے گی اور
 اس لحاظ سے وہ معدوم ہے کہ اس کی روشنی آفتاب کی روشنی میں فنا ہو گئی ہے اور سنو

دو شیریں بین ایک اوقیہ کہ ملا دیکھ کر اسکو ڈال دو گے اور وہ اس میں بھجائیگا تو جب چکے گے
تو سرکہ کا مزہ نہ پاؤ گے دیکھو مزہ اس کا فنا ہو گیا اور جب تو لوگ تو ایک اوقیہ زائد ہو گا۔ پس
دیکھو کہ ذات موجود ہے اور دیکھو شیریں کو دیکھ کر ہر شیریں ششدر ہو گیا پس اسکی ہستی شیر
کی ہستی میں چھپ گئی۔ کیونکہ گو اس کی ذات موجود ہے مگر آثار حیوۃ سب فنا ہو گئے اور اس
در حرکت سب جاتی رہی۔

شرح شبیری

ہر حیوان کا اپنے دشمن کو پہچاننا اور اس شخص کے خسران کا
بیان کہ ایسے شخص سے دشمنی کرے کہ اس سے حذر ممکن نہ ہو اور
نہ اس سے الگ ہونا ممکن ہو۔

اسپ دا ندیا ننگ و بوڑ شیرا
یعنی گھوڑا اگرچہ حیوان ہے مگر شیریں کی بو اور اسکی آواز کو جاننا ہے مگر نادر یعنی شاذ و
نادر یا بوتا ہے کہ وہ نہ پہچان سکے ورنہ اکثر پہچان لیتا ہے۔

بل عدوئے خویش را ہر جانور
یعنی بلکہ اپنے دشمن کو ہر جانور خود نشان دافر سے جان لیتا ہے۔

روز خفاش نکبار و بر پرید
یعنی خفاش دنگو نہیں اڑ سکتی ہے ہاں رات کو چروں کی طرح باہر آتی ہے۔ یعنی دیکھو
خفاش نے بھی اپنی خدا اور خلعت کو پہچان لیا آگے اس سے انتقال فرماتے ہیں کہ۔
از ہمہ محروم تر خفاش بود
یعنی سب سے زیادہ محروم خفاش ہے کہ وہ دشمن آفتاب ظاہر کی ہے۔

تواند در مصافحہ زخم خورد
یعنی نہ تو اسکی مصافحہ میں زخم کھا سکتی ہے اور نہ نفرت سے اسکو چوڑھٹ سکتی ہے یعنی اس نے

ایسے سے مخالفت کی کہ دوسرے غالب آسکے اور نہ اس سے متفرق ہو کر اسکو کہیں نکال سکے۔ بلکہ بیماری خود ہی اس سے محروم رہتی ہے۔

انکہ آن خود شیدا از احسان وجود بر نہ قلند ز قہر شش تار و بود
یعنی اس وقت وہ خود شیدا احسان وجود کی وجہ سے اس کا تانا بانا اپنے غصہ کی وجہ سے الگ ہو کر تار تار یعنی اسکا
حلم دیکھنے کہ باوجود اس کی نفرت اور مخالفت کے وہ اسکو کچھ بھی نہیں کہتا۔

آفتاب کے گرد اندھ خفاش از برائے غصہ و قہر خفاش
یعنی آفتاب اپنی تھا کو خفاش کے غصہ اور قہر کی وجہ سے کب پہنچتا ہے۔ (بلکہ)
غایت لطف و کمال او بود و رد خفاش کجا مانع بود

یعنی یہ اس کا غایت لطف و کمال ہے و رد خفاش اسکو کہاں مانع ہو۔ یعنی آفتاب غروب
و رد پوشش ہوتا ہے یہ اسلئے نہیں کہ وہ اس خفاش سے کوئی نفرت رکھتا ہے یا وہ اس کا
دشمن ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اپنی لطف و کرم کی وجہ سے الگ ہو جاتا ہے تاکہ یہ بھی باہر نکل کر پھر
پہرائے ورنہ کہاں خفاش اور کہاں آفتاب۔

دشمن اگر گیری بخد خویش گیر تا بود ممکن کہ گردانی اسیر
یعنی دشمن اگر اختیار کرے تو اپنی حد کے موافق اختیار کرے تاکہ یہ ممکن ہو کہ تم اسکو قید کر لو۔
قہر با قلم کہ استیزہ کند ابلہ است از دشمن خود برمی کند
یعنی قہر دیا ہے قلم کی ساتھ جو لڑائی کرے تو وہ بیوقوف ہے اپنی دائرہ ہی اُٹھاتا ہے
یعنی یہ بیوقوف خود ہی ہلاک ہوگا۔

جیلت اول اسبالش نگزدو حنجر و حلق قمر چون بر درد
یعنی اس کا حیلہ اسکی مونچھ سے تھامنا نہیں کرتا۔ تو حنجرہ اور حلق قمر کا کیونکر بہاڑ لگا۔ یعنی جیسے کہ
مثل مشہور ہے کہ بہیر کی لات بگٹنے تک۔ اسطرح ان کا حیلہ ان ہی تک ہے آگے یہ آفتاب
یا قمر تک کیا پھونچ سکتے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ

باعد و آفتاب این بدعتاب لے عدد و آفتاب آفتاب
یعنی عدد و آفتاب سے (ہمارا) یہ عتاب تھا تو لے آفتاب آفتاب کے عدد دیر کیا حال ہوگا

یعنی توجہ و جدوجہد ہے تیر کیا حال ہوگا جبکہ آفتاب ظاہری کے مدد کی یہ حالت ہے۔

اے عدو آفتابے کز فرشش می بلرز آفتابے اخرشش
یعنی اے عدو اُس آفتاب کے کہ اُس کے دب و بست سے آفتاب اور اُس کے ستارے سب کانپتے ہیں
تو عدو او نہ خصم خودی چہ غم آتش را کہ تو ہمیزم شدی
یعنی تو اس کا عدو نہیں ہے اپنا دشمن ہے اگ کو کیا غم اگر تو لڑائی ہو جاوے یعنی اگر تو اُس کا دشمن
ہو جاوے اور اپنے کو ہلاک کرنے لگے تو اس کو کیا غم ہے۔

اے عجب از سوز شت او کم شود یا ز درد و غصہ ات پر غم شود
یعنی تعجب ہے کہ تمہاری سوزش سے وہ کم ہو یا تمہارے درد و مصیبت سے وہ پر غم ہو مطلب
یہ کہ اُس کو اصل میں تو کوئی پرواہ نہ تھی مگر اُسکی رحمت اُسکو متقاضی ہے کہ وہ تمہاری درد و مصیبت
پر رحم کرے مگر اُس کا رحم ایسا نہیں ہے جیسا کہ آدمی کا ہوتا ہے کہ اُس کے اندر افعال ہوتا ہے
ہرگز نہیں حق تعالیٰ کے یہاں فضل تو ہے مگر افعال نہیں ہے۔ وہ خود متاثر نہیں ہوتے آگے
خود فرماتے ہیں کہ

رحمتش نے رحمت آدم بود کہ مزاج رحم آدم غم بود
یعنی اُس کی رحمت آدمی کی رحمت نہیں ہوتی کیونکہ آدمی کے رحم کا مزاج تو غم ہوتا ہے۔ یعنی انسان
کی رحمت تو بعد افعال کے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہیں۔

رحمت مخلوق با شد غصہ ناک رحمت حق از غم و غصہ است پاک
یعنی مخلوق کی رحمت تو غصہ ناک ہوتی ہے اور رحمت حق غم و غصہ سے پاک ہوتی ہے۔ یعنی مخلوق کی
رحمت کا اثر تو جب ہوتا ہے جبکہ خود یہ متاثر اور منفصل ہوں اور حق تعالیٰ تاخر سے پاک ہے بلکہ
وہاں صرف اثر اور فعل ہے افعال و تاثر نہیں ہے۔

رحمت بیخون چنین دان ای لیسر نایب اندر وہم ازوے جز اثر
یعنی اے صاحبزادے رحمت بیخون کو اسی طرح جانو اُس سے سوائے اثر کے کچھ وہم میں نہیں آتا
یعنی اُس کا اثر تو ظاہر ہو تا ہے باقی اُس سے رحم کو کوئی تاثر یا افعال نہیں ہوتا۔ تو بس حق تعالیٰ کی
رحمت کو آثار اور مقالوں سے تو معلوم کر سکتے ہو۔ باقی اُس کی کنہ کو کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ آگے

اسکو فرماتے ہیں۔

ایک چیز کو مثال سے اور تقلیداً جان لینے میں اور اسکی ماہیت کے
معلوم کرنے میں فرق

ظاہر است آثار میوہ رحمتش لیک کہ داند جز او ماہیتش
یعنی اسکی رحمت کے میوے کے آثار تو ظاہر ہیں لیکن اسکے سوا انکی ماہیت کو کون جانتا ہے
بیچ ماہیات اوصاف کمال کس نداند جز بآثار و مثال
یعنی اوصاف کمال کی ماہیات کو کوئی بجز آثار و مثال کے نہیں جانتا ہے آگے مثال ہے کہ
طفل ماہیت نداند طشت را جز کہ گوئی بہت چون حلوا ترا
یعنی بچہ صباغ کی ماہیت کو نہیں جانتا سوائے اسکے کہ تم کہو حلوی کی طرح ہے
طفل را بنود زو طے زن خبر جز کہ گوئی بہت آن خوش چون شرک
یعنی بچہ کو عورت کی وطی کی خبر نہیں ہوتی سوائے اسکے کہ تم کہو کہ وہ شرک کالج اچھی ہوتی ہے
کے بود ماہیت ذوق جماع مثل ماہیات حلوا اے مطاع
یعنی ذوق جماع کی ماہیت حلوی کی طرح کب ہوتی ہے اے مطاع۔
لیکن بہت کردار روئے خوشی ہا تو آن عاقل کہ تو کو دکوشی
یعنی لیکن اُس عاقل نے باعتبار عمدہ ہونیکے (حلوی سے) نسبت کر دی۔ اسلئے کہ تو کو دکوشی ہے
لہذا تجھے امثلہ سے سمجھایا جاتا ہے۔

تا بداند کودک آواز مثال گر نداند ماہیت با عین حال
یعنی تاکہ بچہ کو مثال سے جان لے اگرچہ ماہیت کو عین حال سے نہ جانے یعنی اسکو بجز مثال
حلوی وغیرہ سے دیتے ہیں تو اسلئے تاکہ بچہ اگر ماہیت کو نہ سمجھ سکے تو بجز مثال سے کچھ تو سمجھ لے
اسی طرح حق تعالیٰ کی کہ نہ ذات کو تو کوئی جان نہیں سکتا تو امثلہ سے سمجھاتے ہیں کہ اسی سے
کچھ پتہ چلے۔

پس اگر گوئی بدنام دور نیست ورنہ کی کہ ندانم روز نیست

یعنی پس اگر تم کہو کہ میں جانتا ہوں تو بھی غیب نہیں ہے کیونکہ مثال سے تو جانتے ہی ہو (اور اگر کہو کہ میں نہیں جانتا تو یہ جھوٹ نہیں ہے) (اس لئے کہ اسکی ماہیت سے ناواقف ہو) آگے اور مثال ہے کہ۔

گر کہے گوید کہ ذاتی نوح را آن رسول حق و نور روح را
یعنی اگر کوئی کہے کہ تم نوح کو اس رسول حق اور نور روح کو جانتے ہو۔

گر بگوئی چون ندامت کان قمر ہست از خورشید و مہ مشہورتر
یعنی اگر تم کہو کہ میں کیونکر نہ جانوں گا کیونکہ وہ قمر خورشید و مہ سے بھی زیادہ مشہور ہیں
کو دکان خورد در کتابہا دان امان جملہ در محرابہا
یعنی چھوٹے بچے مکتبہ میں اور وہ سارے امام لوگ محرابوں میں۔

نام او خوانند در تشران مرج قضا شس گویند از مانی فصیح
یعنی اُن کا نام قرآن شریف میں مرج پڑھتے ہیں اور اُن کا ماضی کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

راست کو دینیش تو از روی وصف گر چہ ماہیت نشر از نوح کشف

یعنی سچ ہے کہ اُس کو تم از روئے وصف جانتے ہو اگرچہ نوح کی ماہیت نہ کشف نہ ہوئی یعنی
تمہارا یہ کہنا کہ میں نوح کو جانتا ہوں صحیح ہے اس لئے کہ اوصاف سے تو جانتے ہی ہو اور لوگوں کا
اُن کا ہونا سنا تو ہے تو یہ بھی صحیح ہے۔

در بگوئی من چہ دائم نوح را آن گزیرہ حق و محض روح را
یعنی اور اگر کہو کہ میں نوح کو کیا جانوں اُس پر گزیرہ حق اور محض روح کو۔

من کجا دانستن او از کجا ہنچو اوئے داند او را لے فتی
یعنی کہاں میں اور کہاں اُن کا جانتا رہے میان انکو اُن جیسا ہی کوئی جانے (اور تم کہو کہ)

مور لنگم من چہ دائم فیصل را پشہ کے داند اسرافیل را
یعنی میں تو مور لنگ ہوں میں بالکل کو کیا جانوں اور ایک چہر اسرافیل کو کیا جانے۔

ان سخن ہم راست است از و حقان کہ ماہیت ندامتیش و ظنان
یعنی یہ بات بھی سچ ہے اس سبب کہ اے شخص تو انکو ماہیت سے نہیں جانتا۔

یعنی اگر تم کہو کہ میں نوح علیہ السلام کو نہیں جانتا یہ بھی صحیح ہے اس لئے کہ تم اُن کی ماہیت سے بیخبر ہو تو دیکھ لو ایک شے کو مثلہ سے اور تقلیداً تو جانتے ہو اور اُسکی ماہیت کی خبر نہیں۔ اس طرح حق تعالیٰ کی کئی ذات کو تو کوئی نہیں جانتا ہاں مثلہ سے اور تقلیداً کچھ معلوم کر لیتے ہیں۔

عجز از ادراک ماہیت عمومی حالت عامہ بود در باب تو
یعنی ادراک ماہیت سے عاجز ہونا یہ حالت عوام کی ہے تو اسکو خوب سمجھ لے۔

زانکہ ماہیات و کسیر اُن پیش چشم کا ملان باشد عیان
یعنی اس لئے کہ ماہیات اور کسیر اُن کا کمال تو کلی آنکھ کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں (ماہیات ہر ادا ماہیات حوادث اور سر سے سر اور صفات) مطلب یہ ہے کہ اشیاء کی ماہیات و صفات اولیاء اللہ کے سامنے سب منکشف ہیں آگے آسکے استیجاب کو دور فرماتے ہیں کہ۔

در وجود از سر حق و ذات او دور تر از فہم و استبصار کو
یعنی موجودات میں صفات حق اور اُسکی ذات سے زیادہ فہم و استبصار سے کون بصیر ہو
چونکہ او مخفی ماند از حیران ذات وصفی چیست کان ماند زمان
یعنی جیکہ (ذات) ہی محرموں سے مخفی نہ رہی تو ذات وصفی تو کیا ہے جو پوشیدہ رہے گی۔
(شعر عجز از ادراک الخ سے شعر چونکہ او مخفی ماند تک کی شرح خود حضرت والا صاحب ابراہاک نے تحریر فرما کر دی ہے اُسکو بعینہ درج ذیل کیا جاتا ہے وہ ہونا)

ف شرح اس مقام کی یہ ہے کہ یہ امر تو مقرر ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی کئی قسم ممکن کو معلوم نہیں پس ان اشارت میں انکشاف کئے ذات عند الحارف کا حکم کرنا مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر چند ذات و صفات حق کیساتھ جو علم متعلق ہوتا ہے وہ بوجہ انکشاف بواسطہ صورت ذہنیہ کے علم حصولی ہے عامہ کو بھی خواص کو بھی۔ مگر دونوں میں یہ فرق ہے کہ خواص کا یہ علم حصولی تو مشابہ علم حصولی کے ہے اور عامہ کا اُسکے مشابہ نہیں وجہ مشابہت یہ کہ علم حصولی میں خود ذات مدرک کی بلا واسطہ صورت کے حاضر عند المدرک ہوتی ہے جیسے نفس کو اپنے ذات و صفات کا علم پس خواص کی ذات و صفات کو بوجہ فناء کے چونکہ ذات و صفات حق کیساتھ ایک گو نہ اتحاد اصطلاحی ہے اس لئے ذات و صفات حق اُسکے نزدیک گویا اس طرح حاضر ہیں جیسے اپنی ذات و صفات اور اپنی ذات

خبر از

وصفات اُسکے نزدیک بذواتہا وحقائقہا حاضر ہیں پس ذات و صفات حق بھی اُسکے نزدیک گویا باقیاتہا
 وحقائقہا حاضر ہیں اسیکو مولانا نے مجازاً انکشاف ذات سے تعبیر کر دیا بخلاف عامہ کے کہ اُنکو یہ
 اتحاد حاصل نہیں پس اُن کا علم حصولی مشابہ علم حضوری کے نہیں بلکہ اُس میں محض صورتِ حاضر ہی
 حقیقتِ حاضر نہیں اور خود علم حضوری میں بھی درک کی کُنہ معلوم ہونا لازم نہیں چنانچہ نفس کو اپنی کُنہ
 معلوم نہیں چنانچہ عقلا کا اختلاف اُس کی حقیقت میں معلوم ہے سو اُسکے مشابہ میں تو انکشاف
 کُنہ کا کیسے لازم ہوگا پس محذور انکشاف کُنہ کا بھی لازم نہ آیا اور توجیہ انکشاف ذات کی بھی ہو گئی اور
 احسن کم کے مجاز میں کیا قرینہ سابق میں ہے کہ شعر زانکہ ماہیات الحق میں ماہیات کے انکشاف
 کا حکم کیا ہے حالانکہ یقینی ہے کہ بہت اشیاء و حادثہ کماہمیت یعنی جنس فصل حقیقی عارفین کو معلوم نہیں
 چنانچہ ظاہر ہے پس یہاں بھی اُن کا امتیاز عامہ سے بیان کرنا مقصود ہے کہ خواص کو ان اشیاء کا
 نظر اسرما ہونا معلوم ہے جو عامہ کو معلوم نہیں۔ پس دونوں جگہ صرف امتیاز عوام و خواص کا حکم کرنا
 مقصود ہے نہ کہ انکشاف تام بالمعنی المتبادر اور ایک قرینہ سابق میں ہے قطب گوید الخ کہ
 اُس میں اس انکشاف کو حال قرار دیا ہے اور جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انکشاف عقلی
 نہیں ہے حال ہے اور یہ وہی حال ہے حی کو فنا کہتے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حال میں انکشاف
 تام ضروری نہیں۔ البتہ غیر اہل حال سے اُس میں امتیاز لازم ہے اور مراد اس حال سے وہی خدا
 ہے حسین اصطلاحاً اتحاد کا حکم کیا جاتا ہے انتہی بلفظ سلمہ اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ۔
 عقل بخشی گوید این دورست و کہ بے ز تاویل محالے کم شنو
 یعنی عقل بخشی کہتی ہے کہ یہ دور ہے اور کہاں ہے بے کسی تاویل اور محال کے کم شنو۔ یعنی
 عقل ظاہر کہتی ہے کہ ماہیت حق کا انکشاف تو بالکل محال ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے
 قطب گوید مرترا لے سست حال انچہ فوق حال تست آید محال
 یعنی قطب کہتا ہے کہ لے سست حال جو شے کہ تیرے حال سے زیادہ ہے تجھے محال معلوم
 ہوتی ہے۔ آگے اُسکو اور قرینہ فہم فرماتے ہیں کہ۔

واقعاتی کہ کنونت بر کشود نے کہ اول ہم محالت می نمود
 یعنی جو واقعات کہ اب تیرے کھل گئے ہیں کیا اول محال نہ معلوم ہوتے تھے۔ مطلب یہ کہ بہت

سی یا توں کو تم اول محال سمجھتے تھے اور اب وہی باتیں ممکن الوقوع ہیں تو اسطرح تم مہمیت
ذات کے انکشاف کو محال سمجھتے ہو مگر جو تیسرے حال ہو جاوے تو تم اُس کو ممکن سمجھنے لگو گے
اُگے فرماتے ہیں کہ

چون رہا نیدت زردہ زندان کرم تیر را بر خود مکن حبس زستم
یعنی جبکہ سخت زندان سے ٹکوکرم نے چڑا دیا ہے تو تم جنگل کو اپنے لئے ستم کی وجہ سے
حبس مت کرو یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے ٹکوک مشکلات سے چڑا دیا ہے تو اب تم اس فراخی کی
قدر کرو اور اُس کو اپنے لئے تو خونہ مت بناؤ۔

چون خلاصی یافتی از صدد بلا فقر را بر خود مکن رنج و عناء
یعنی جبکہ تو نے سیکڑوں بلاؤں سے خلاصی پائی تو فقر کو اپنے اوپر رنج و مصیبت مت کرو
یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تجھ کو خلاصی عنایت فرمائی ہے تو پھر تو کیوں خود مصیبت میں پڑتا ہو
سہل گیرش تا نگردد مشکلات ورنہ شد شکر جو زہر قاتلت
یعنی تو اُس کو سہل فرض کر تا کہ تجھے مشکل نہ ہو جاوے ورنہ شکر تیرے لئے زہر قاتل ہو جاوے گی
یعنی ہی کشف ذات جو کہ اس قدر سہل ہے اور شکر کی طرح شیریں و گوارا ہے اگر تو اُس کو مشکل
سمجھے گا تو ہی سخت مشکل ہو جاوے گا اُگے فرماتے ہیں کہ۔

سوئے بحث خویش تا ز احوال اس کا این سخن پایان ندارد جان من
یعنی اے بواحسن اپنی بحث کی طرف چلو کہ یہ بات کہیں انتہا نہیں رکھتی اے جان من یعنی تم نے
جو شروع میں کہا تھا کہ ایک شے کو ایک وقت میں موجود اور معلوم اور غیر موجود اور غیر معلوم کہہ
سکتے ہیں اُس بحث کو دوبارہ بیان کرو اس لئے کہ ذات حق کا بیان تو کہیں انتہا ہی نہیں رکھتا
تو اُس کو ہمیں تک رہنے دو۔

نسبت اثبات بانفی از نخست گریہا نش میکنی بر گودست
یعنی اثبات کی نفی کیسا تھ اول سے جو نسبت ہے اگر تم اُس کو بیان کرو تو پھر ٹھیک ٹھیک کہ دو
یعنی پوری طرح بیان کر دو کہ وہ کیا ہے۔ اب اُگے اُس کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

ایک چیز میں اندرونی نسبت کے اختلاف کے نفی و اثبات میں تفریق ہونا

نفی آن ایک چیز و اثباتش رواست چون جہت شد مختلف نسبت دو تاست
یعنی ایک شے کی نفی اور اثبات (دو دونوں) جائز ہیں جبکہ جہت مختلف ہو گئی تو نسبت دو
ہو گئیں۔ مطلب یہ کہ جہت کے اختلاف سے احکام بدل جاتے ہیں اسکو منطقین نے بھی تناقض
کی و حرات ثانیہ میں سے ایک بیان کیا ہے بلکہ بعض نے تو آٹھ کی جگہ اسکو یہ کہا ہے کہ اگر
صرف نسبت اور جہت مختلف ہو تو تحقق تناقض کا ہو جاوے گا تو فرماتے ہیں کہ نسبت اور جہت
کے اختلاف سے نفی و اثبات شے کا بدل جاتا ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں۔

مارمیت اور میت نسبت است نفی اثبات است ہر دو مثبت است

یعنی مرمیت اور میت نسبت کی وجہ سے ہے۔ نفی اور اثبات دو دونوں ثابت ہیں یعنی
دیکھو مرمیت بھی فرماتے ہیں اور اور میت بھی تو یہ دو دونوں نفی و اثبات نسبت سے ہیں کہ
نسبت کے بدل جانے سے نفی بھی ثابت اور اثبات بھی آگے اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ

آن تو افگندی کہ دوست تو بود تو نیفگندی کہ قوت حق نمود
یعنی آپ نے تو نہیں کیا جو آپ کے دوست مبارک میں تھا (یہ معنی تو مرمیت کے ہو گئے) اور آپ نے
نہیں نہیں کیا اسلئے کہ قوت حق تعالیٰ نے ہی دی (یہ معنی مرمیت کے ہیں)

زور آدم زادہ را حدی بود مشت خاک لشکست لشکر شود

یعنی آدم زادہ کے زور کی تو ایک حد ہوتی ہے تو ایک مٹی خاک ایک لشکر کی شکست
کب ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ قوت حق اس شے ظاہر ہوتی ہے کہ آدمی کی قوت تو یہ ہو
کہ بہت سے بہت دو تین چار پانچ بس اتنے آدمیوں پر وہ خاک پڑ سکتی تھی یہ جو ایک لشکر
کا لشکر اندھا ہو گیا یہ کہ نہ دیا معلوم ہوا کہ قوت حق تھی تو بس معلوم ہوا کہ باعتبار ظاہر کے تو
زی حضور سے ہوئی اور قوت حق تعالیٰ کی تھی تو نسبت کی وجہ سے حکم بدل گیا۔ آگے اور تشریح
فرماتے ہیں کہ۔

مشت مشت تست افگندی زین و نسبت نفی و اثباتش رواست

یعنی مٹھی تو آپکی مٹھی تھی اور یہ سینگنا ہماری طرف سے تھا تو ان دونوں نسبتوں کی وجہ سے
اُس کا نفی و اثبات (دونوں) جائز ہیں۔ آگے دوسری مثال ہے کہ

یعرفون الانبیاء و اصداؤہم مثل لالیشتبہ اولادہم
یعنی انبیاء کو انکے اصدا و ایسا پہچانتے ہیں جیسے کہ نہیں مشتبہ ہوئیں اولاد اُن کی یعنی حسب طرح
کہ اُن پر اُن کی اولاد کو کبھی تشابہ نہیں ہوتی اس طرح انبیاء علیہم السلام بھی کبھی تشابہ نہیں
ہوتے بلکہ بالکل صاف طہرہ پہ پہچانتے ہیں۔

بہچو فرزند ان خود و انشدان منکر ان باہت و منکر ان
یعنی منکر لوگ انکو اپنے بچوں کی طرح سو علامتوں اور نشانیوں سے پہچانتے ہیں۔
لیک از رشک حسد نہان کنند خویشتن را بر ندامت می زنند
یعنی لیکن رشک و حسد کی وجہ سے چھپاتے ہیں اور اپنے کو ندامت پر مارتے ہیں۔ یعنی باوجود
پہچاننے کے جاہل اور انجان بنتے ہیں۔

پس چو یعرف گفت چون جائد و گف لالیعرف ہم غیر فذر
یعنی پس جبکہ یعرف فرمایا تو کیوں دوسری جگہ لالیعرف ہم غیر فرمایا ہے۔ پس چھوڑ دے۔
مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں لیرفونہ صما لیرفون ابنا ہم اور دوسری جگہ حدیث
میں ہے کہ اولیاء تحت قبایع لیرفہم سوائی۔ تو دیکھ لو معرفت کو ثابت بھی فرما رہے ہیں
اور اُس کی نفی بھی فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ

انہم تحت قبائی کامنون جز کہ یزدان شان ندادند از مومن
یعنی وہ اولیاء میری قبائع کے نیچے پوشیدہ ہیں اور سوائے حق تعالیٰ کے اُنکو کوئی آزمائش
سے نہیں جانتا یعنی دیکھو یہاں اُنکے پہچاننے کی نفی فرما رہے ہیں تو بس معلوم ہو کہ نفی ہے
اُن کی حقیقت کے پہچاننے سے اور اثبات اُن کی صورت کے پہچاننے کا ہے۔ آگے
فرماتے ہیں کہ۔

ہم بہ نسبت گیر این مفتوح را کہ بدانی و ندانی نوح را
یعنی اس مفتوح کو بھی نسبت ہی سے فرض کرو کہ تم نوح کو جانتے ہو اور نہیں بھی جانتے

یعنی او پر جو کہا تھا کہ ایک صورت ہو کہ تم نوح کو جانتے بھی ہو اور جانتے بھی نہیں ہو تو یہ معرفت اور عدم معرفت بھی نسبت ہی کی وجہ سے ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

زین لائق بسیار آمد و خبر
کان یہ نسبت باشد از جان معتبر
یعنی اس طریق سے خبر میں بہت آیا ہے کہ وہ نسبت سے ہی معتبر ہوتا ہے یعنی ایسا بہت ہو تا ہے کہ تبدل نسبت سے حکم بدل جاوے۔ آگے اسی مضمون سے فنا و بقا کے مسئلہ کو بیان فرماتے ہیں کہ ایک ہی شخص کو ایک حیثیت سے فانی اور دوسری حیثیت سے باقی کہہ سکتے ہیں۔

درویش کامل کے فنا و بقا کا مسئلہ

گفت قائل در جہان درویش نیست
و ر بود در درویش آن درویش نیست
یعنی ایک کہنے والے نے کہا کہ جہاں میں درویش نہیں ہے اور اگر کوئی درویش ہے تو وہ درویش نہیں ہے (اسئلہ کہ)

ہست اندر و بقائے ذات او نیست گشتہ وصف اور در وصف ہو
یعنی ہست تو اندر و بقائے ذات کے ہے اور اُس کا وصف و صف حق میں نیست ہو گیا ہے۔ مطلب یہ کہ درویش کامل اپنی ذات کے اعتبار سے تو باقی ہے کہ اُسکی ذات اور اُس کا جثہ جسم موجود ہے لیکن اوصاف کے اعتبار سے وہ فانی ہے اسلئے کہ اُسکے اوصاف اوصاف حق میں فنا ہو چکے ہیں۔ پس از ایک حیثیت سے موجود اور باقی ہے اور دوسری حیثیت سے معدوم و فانی ہے۔ آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون زبانہ شمع پیش آفتاب
نیست باشد ہست باشد در صبا
یعنی جیسے کہ شمع کی لو آفتاب کے سامنے کہ نیست ہوتی ہے اور حساب میں ہست ہوتی ہے۔
یعنی آفتاب کے سامنے روشنی کے اعتبار سے تو نیست ہے مگر جو حساب لگاؤ تو کہو کہ ایک یاد و یا تین مثلاً شمعیں جل رہی ہیں تو ہست و نیست دونوں ہیں۔

ہست باشد ذات او تا تو اگر
بر نہی پنبہ لبوز در زان شرر

یعنی اس کی ذات تو ہست ہوتی ہے یہاں تک کہ تو اگر وہی ایک دودھ اُسٹر سے چلجائے
(لیکن)

نہیں ہست و ہستی نہ ہر تیرا کردہ باشد آفتاب اور افنا
یعنی نیست ہوتی ہے کہ تجھے رخصتی نہیں دیتی آفتاب اُسکو فنا کئے ہوئے ہوتا ہے آگے اُسکی
ایک مثال ہے کہ۔

دو صمدن شہد یک اوقیہ خل چون در اقلندی در و گشت حل
یعنی دو صمدن شہدین ایک اوقیہ سر کہ جب تمنے ڈال دیا اور وہ اس میں حل ہو گیا۔
نہیں ہست و ہستی چون می چشتی ہست یک و قیہ فزون چون میکشتی
یعنی جب تم چکھو تو سر کہ کا مرزہ نیست ہے اور جب (تراز وین) چکھو تو ایک اوقیہ زیادہ ہے
(تو یہ ہست و نیست ایک ہی جگہ دونوں موجود ہیں کہ ایک حیثیت سے ہست اور دوسری سے نیست
و معدوم ہے۔)

پیش تیرے ہوئے یہ ہوش شد ہستیش در ہست اور پوش شد
یعنی کشمیر کے سامنے کوئی آہو یہ ہوش ہو گیا اور اُسکی ہستی اُسٹری کی ہستی میں رو پوش
ہو گئی۔ (تو دیکھو ظاہر حتم موجود نہ رہا اُسکو نیست کہتے ہیں) آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

این قیاسن اقصان ابر کار رب	جو شش عشقت و ترک ادب
نبض عاشق بے ادب بر می چہد	خویش را در کفہ شرمی نہد
بے ادب نیست زو کس در جہان	با ادب نیست زو کس در نہان
ہم بہ نسبت دان وفاق و انتخاب	این دو ضد با ادب با بے ادب
بے ادب باشد چو ظاہر ہر نگری	کہ بود در عوے عشقش ہمیری

اوود دعویٰ پیش کن سلطان فاست
لیک فاعل نیست کو عاقل بود
ورنہ او مقتول و مو قتل است
فاعلیہا جملہ ازوے دور شد

چون بباطن بنگری دعویٰ کجاست
مات زید زید اگر فاعل بود
او زروے لفظ نحوی فاعل است
فاعلیہا چہ کو چنان مقہور شد

ان ناہیین مشیر و ہرن وغیرہ کی حالت کو حق سبحانہ کی حالت پر قیاس کر نیکو کوئی گستاخی نہ سمجھے بلکہ یہ جوش عشق ہے۔ عاشق کی نفس گستاخانہ ہر کہتی ہے کیونکہ اُس کا دعویٰ عشق بظاہر حق سبحانہ کی گونہ ہمسریکا دعویٰ کرنا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بظاہر حال تو اُس سے زیادہ گستاخ کوئی نہیں اور باطن میں اُس سے زیادہ باادب کوئی نہیں یہ موافقت ضدین یعنی باادب اور بے ادب کا جمع ہونا بھی اختلاف جہت سے ہے۔ جب تم اس کی ظاہری حالت کو دیکھو تو تم اُسے بے ادب کہو گے کیونکہ وہ حق سبحانہ کے عشق کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے مگر جب تم اُس کے باطن پر نظر کرو تو تو محو علوم ہو گا کہ کیسا دعویٰ وہ خود اور اس کا دعویٰ دونوں حق سبحانہ کے سامنے فنا ہیں اُس کی مثال ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ مات زید بین زید فاعل ہے لیکن وہ حقیقت میں فاعل نہیں ہے کیونکہ وہ تو معطل ہے وہ نحویوں کے اعتبار سے فاعل ہے ورنہ حقیقت کے لحاظ سے دیکھو تو وہ مقتول و مفعول ہے اور موت اُس کی قاتل اور فاعل موثر بہلا وہ کیا فاعل ہو سکتا ہے جو اس قدر مغلوب ہو کہ ساری فاعلیتیں اُس سے منفک ہو جائیں

شرح شبیری

این قیاس ناقصان بر کار رب جوشش عشقت نہ ترک ادب

یعنی یہ ناقصوں کو ادب پر قیاس کرنا جوش عشق ہے نہ کہ ترک ادب کی وجہ سے یہ مطلب کہ حق تعالیٰ کی صفات کو اور خود ذات کو جو ہم مسئلہ ناقص بیان کرتے ہیں یہ عرف جوش عشق ہے کہ دل چاہتا ہے معلوم کر نیکو اور کہ نہ معلوم ہونا حال پر لیا اکی طرح کام چلاتے ہیں ورنہ یہ اس طرح مثالیں دینا خدا کی استہزاء کی وجہ سے نہیں ہے۔

نبض عاشق بے ادب می جہد خویش را در کفہ ششمی نهد
یعنی عاشق کی نبض بے ادب کو دتی ہے اور اپنے کو دست شاہ میں رکھتی ہے۔ یعنی عاشق ظاہر حالت میں
بے ادب معلوم ہوتا ہے اور اُنکی ظاہری حرکات و کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ سخت بے ادب ہو
مگر اصل اور باطن میں اُس سے زیادہ با ادب کوئی نہیں ہوتا آگے خود فرماتے ہیں۔

بے ادب تر نیست ز کس در جہاں با ادب تر نیست ز کس در زبان
یعنی اُس سے زیادہ کوئی جہاں میں بے ادب نہیں ہے اور اُس سے زیادہ با ادب باطن میں کوئی نہیں
ہے مطلب یہ کہ ظاہر تو وہ بے ادب ہوتا ہے مگر باطن میں بے حد با ادب ہوتا ہے۔

ہم بہ نسبت دان وفاق لے منتخب اس دو ضد با ادب با بے ادب
یعنی اے منتخب اس موافقت ضدین با ادب اور بے ادب کو بھی نسبت ہی سے جانو مطلب یہ کہ ایک
شخص میں جو چھنے دو حقیقتیں بتائی ہیں کہ وہ با ادب بھی ہے اور بے ادب بھی ہے یہ بھی اُنسی نسبت
اور حقیقت کے لحاظ سے ہے۔

بے ادب باشد چو ظاہر بنگری کہ بود دعویٰ عشقش ہمہ سری
یعنی بے ادب ہوتا ہے جبکہ تم ظاہر کو دیکھو کیونکہ اُسے عشق کا دعویٰ کرنا تو ہمہ سری ہے یعنی عشق خدا کا
دعویٰ کرنا بھی تو بہت بڑی بات ہے تو اگر اسکو دیکھو کہ دعویٰ عشق حق کرتا ہے تو بہر عاشق سخت گستاخ
معلوم ہوتا ہے۔

چوں بباطن بنگری دعویٰ کجاست اوو دعویٰ پیش اکس سلطان خناست
یعنی جب باطن کو دیکھو تو دعویٰ کہاں ہے وہ اور دعویٰ اُس سلطان کے سامنے فنا ہے یعنی
ظاہر تو مدعی عشق حق ہوتا ہے لہذا گستاخ معلوم ہوتا ہے اور باطن میں اگر دیکھا جاوے تو دعویٰ عشق
تو کہاں تو اُنکی ہستی بھی حق تعالیٰ کے سامنے فنا ہو چکی ہے۔ اس حقیقت سے با ادب بدلتا کل
معلوم ہوتا ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

مات زید زید اگر فاعل بود لیک فاعل نیست کو عاقل بود
یعنی مات زید (میں) زید اگرچہ فاعل ہے لیکن فاعل نہیں کیونکہ وہ تو عاقل ہے۔

اوز روئے لفظ نحوی فاعل است در نہ او مقتول و موش قاتل است

یعنی وہ لفظ نحوی کے اعتبار سے تو فاعل ہے ورنہ وہ مفعول ہے اور موت اُسکی قاتل ہے مطلب یہ کہ مات زید میں زید کو فاعل کہتے ہیں مگر وہ فاعل تو کیا وہ تو خود مفعول ہو چکا ہے وہ تو اصل میں مفعول موت ہے مگر ظاہری الفاظ کے اعتبار سے فاعل ہے تو اسی طرح ظاہر حالت کے اعتبار سے بہر عاشق گستاخ و بے ادب ہے ورنہ اصل میں نہایت باادب ہے۔

فالے چہ کو چنناں مقہور شد فاعلیہا جملہ ازوے دور شد

یعنی فاعلی تو کیا وہ تو ایسا مقہور ہوا ہے کہ تمام فاعلیتیں اُس سے دور ہو گئی ہیں یعنی زید فاعل کیا بن سکتا ہے وہ تو ایسا مفعول بنا ہے کہ ساری فاعلیت ختم ہو گئی مگر ظاہر الفاظ کے اعتبار سے فاعل ہی ہے تو ایک شخص ایک حیثیت سے مفعول اور دوسری سے فاعل۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ بخارا میں غلام سے کوئی خطا سرزد ہوئی تو آقا اُس سے سخت ناراض ہوا وہ غلام خوف جان کی وجہ سے وہاں سے بہاگ گیا لیکن آقا سے اُسکو محبت زیادہ تھی اسلئے اُس سے جدا نہ رہ سکا لہذا پھر بے باکانہ اگر سامنے بڑا ہو گیا

قتل کر ڈالو ہمیں یا جرم الفت بخشو لو کہڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارا سامنے

تو اسکا یہ کہڑا ہونا ظاہر تو سخت گستاخی پر حال ہے مگر اندر دیکھو کہ اُسے دل میں اُس آق کی اس قدر وقعت تھی چونکہ یہاں اس مضمون کو بیان کیا تھا اس مناسبت سے آگے اُس حکایت کو لاتے ہیں

شرح حبیبی

منہم شد گشت از صدرش بہان
کہ خراساں گہ قہستان گاہ دشت
گشت بری طاقت ز ایام فراق
صبر کے دانہ خلاعت را نشانند
آب زر دو گندہ و سیرہ بود

وز بخارا بندہ صدر جہان
مدت دہ سال سرگرداں بگشت
از پس دہ سال او از اشتیاق
گفت تاب فرقم زیں پس نمائد
از فراق ایں خاکہا شورہ بود

آتے خاک ترے گرد و ہبا
 زرد و یزراں برگ او اندر حوض
 چھو تیر انداز بشکستہ کماں
 بید از فرقت چنان لرزاں بدہ است
 تا قیامت یک بود از صد ہزار
 رب سلم رب سلم گوی و بس
 از فراق او بیندیش آن زماں
 آخر ازوے حبت پھول باد شد
 پیش از ازاں کو بچید از تو تو مجبہ
 نفس کا عوذ بالرحمن منک

باد جان افزا خم گرد و با
 باغ چوں جنت شود دار المرص
 عقل دراک از فراق دستاں
 دوزخ از فرقت چنان سوزاں شد
 گر جویم از فراق چوں شرار
 پس ز شہر سوزاں کم زن نفس
 ہر چہ ازوے شاد گشتی و جہاں
 زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد
 از تو ہم بچد تو دل بروے منہ
 پھو مریم گوئے پیش از فوت ملک

دیکھو بخارا میں صدر چمان کا ایک غلام تھا وہ کسی معاملہ میں متہم ہوا اور اپنے آقا سے چھپ گیا
 دس برس تک سرگردان پہر کیا کہی خراسان میں کبھی قستان میں اور کبھی جنگل میں دس سال کے بعد
 قضا شنایاں اور طول زمانہ فراق سے بے طاقت ہو گیا اور کہا کہ اب مجھ میں جدائی کی طاقت نہیں
 واقعی بات یہی ہے کہ صبر مفارقت کو کب پاس بیٹھنے دیتا ہے اور صبر و فراق کہاں جمع ہو سکتے ہیں
 مفارقت ہی سے خاک ثورہ بنجائی ہو کر جو کج بوی نامیہ وغیرہ اس سے جدا ہو جاتی ہیں تو ثورہ بنجائی ہے
 اور مفارقت ہی سے آب گندہ زرد اور میلا ہوتا ہے کیونکہ جب صفائی اور خلوص اس سے جدا ہوا
 یہ باتیں پیدا ہو جاتی ہیں مفارقت ہی سے روح افزا ہو گندہ اور دبا کا سبب بنجائی ہے اسلئے کہ

جب معرفت ایسی جدا ہو گئی یہہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور مفارقت ہی سے آگ خاکستر اور دفن ہو جاتے ہیں کیونکہ جب ہوا وغیرہ اسشیار مشعلہ سے اسے انفکاک ہوتا ہے تو وہ بچہ جاتی ہے مفارقت ہی سے بہشت کی مانند سرسبز و شاداب باغ و دار المسدض نجاتا ہے کیونکہ جب بہر بار بجلی گئی تو پتے زرد ہو کر گرنے لگتے ہیں غرض میں فراق کے مصائب کہاں تک بیان کروں اگر اس چنگاری کی مانند فراق کے اوصاف بیان کروں تو قیامت تک بیان کرنے پر بھی لاکھواں حصہ نہ بیان ہو لہذا اسکی شورش کے بیان کو چھوڑ کر یہہ دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ تو ہمیں اس مصیبت سے بچا اب سنو کہ جس چیز سے تمکو خوشی ہو اسکی مفارقت کے رنج کا بھی خیال کر لیا کرو کیونکہ جس چیز سے تم خوش ہو تم سے پہلے بھی بہت خوش ہو چکے ہیں لیکن آخر وہ نشے اُن سے بھی ہوا کی طرح جدا ہو گئی پھر تمہارے پاس کیسے رہ سکتی ہے ضرور تم سے بھی علیحدہ ہوگی لہذا تم اس سے دل ہی نہ لگاؤ اور قبل اسکے کہ وہ تم سے جدا ہو تمہیں اس سے جدا ہو جاؤ اور اس اپنے ملک کے زوال سے پہلے ہی تم مریم علیہا السلام کی طرح انخود بالرحمن منک کہہ دو۔
تفصیل واقعہ مریم حسب ذیل ہے۔

شرح شیری

قصہ درجہان کے وکیل کا کہ متہم ہوا تھا اور بخارا سے خوف جانکی وجہ سے بھاگ گیا تھا پھر عشق نے اُس کا گریبان پکڑا (اور بخارا میں لگیا) کیونکہ جانبازی کرنا جانان کے لئے سہل ہوتی ہے

در بخارا بندہ صدر جہاں متہم شد گشت از صدرش نہاں

یعنی بخارا میں صدر جہاں کا غلام متہم ہو گیا تو اپنے صدر سے پوشیدہ ہو گیا۔

مدت دہ سال سرگرداں بگشت کہ خراساں کہ قستان گاہ و دشت

یعنی دس برس کی مدت تک وہ سرگرداں پھر کبھی خراسان میں اور کبھی قستان میں اور کبھی جگمگ میں۔

از پس وہ سال او از اشتیاق گشت بے طاقت ز ایام فراق

یعنی بعد دس برس کے وہ اشتیاق کی وجہ سے ایام فراق سے بے طاقت ہو گیا۔

گفت تاب فرقم زیں پس نمائد صبر کے داند خلاعت را نشانند

یعنی کہنے لگا کہ اسکے بعد مجھے فرقت کی تاب نہ رہی اور صبر کب جانے خلاعت کو بظہان۔ (خلاعت مرض وغیرہ سے گھلنا) مطلب یہ کہ صبر اور غم خوری یکجا کب جمع ہو سکتے ہیں جب اس کو اسکی فرقت میں اندوہ و الم تھا تو پھر صبر کہاں ہو سکتا تھا آگے فراق سے اشیاء کے خراب ہونے کی نظائر فرماتے ہیں کہ۔

از فراق ایں خاک ہا شورہ شود آب زرد و گندہ و تیسرہ شود

یعنی فراق کی وجہ سے یہ خاک شورہ ہو جاتی ہیں اور پانی زرد اور گندہ اور تیسرہ ہو جاتا ہے یعنی خاک کو اگر پانی سے مفارقت ہو۔ یا پانی کو پانی سے مفارقت ہو تو وہ خراب ہو جاتے ہیں۔

باو جان افراد و خسم گردد و با آتشے خاکسترے گردد و ہبا

یعنی جو ابوجان افراد ہو وہ ناگوار اور دبا ہو جاتی ہے اور آگ خاکستر اور ہبا ہو جاتی ہے۔ یعنی جب ہو ابند ہو جاوے اور دوسری ہوا اس تک نہ پہنچے تو وہ خراب ہو جاتی ہے علیٰ ہذا آگ بھی بجھ جاتی ہے۔

باغ و چوں جنت شود دارالمرض زرد و ریزاں برگ و اندر حرض

یعنی جنت جیسا باغ (بارش کی مفارقت سے) دارالمرض ہو جاتا ہے زرد اور ریزاں کے پتے گر نیلے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں یعنی اگر باغ کو بارش نہ پہنچے تو وہ سوکھ سا کہہ کر خراب و خستہ ہو جاتا ہے۔

عقل در اک از فراق دوستان ہجو تیر انداز خشکے کمان

یعنی عقل مدرک دوستوں کے فراق کی وجہ سے مثل تیر انداز کے ہے جو خشکے کمان ہو یعنی فراق دوستان میں عقل انسان بیکار ہو جاتی ہے

دوزخ از فرقت چنان سوزاں شدہ بیدار فرقت چنان لرزاں شدہ است

یعنی دوزخ فرقت کی وجہ سے اسقدر سوزاں ہو رہی ہے اور بید فرقت کی وجہ سے اسقدر کانپ رہا ہے یعنی دوزخ میں تو اسقدر شورش ہے یہ اس فرقت کی وجہ سے ہے جو کہ اس کو بظاہر

حق تعالیٰ سے ہے علیٰ ہذا یہ بھی اپنے معشوق کی یاد میں کانپ رہا ہے یہ مضامین اکثر شاعرانہ ہیں
جیسے کہ مشہور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فرقت میں اکثر اشیاء غراب ہو جاتی ہیں تو اسی طرح فرقت
صدر جہان میں وہ غلام غراب دھستہ تھا آگے فرماتے ہیں۔

گر بگویم از فراق چوں شرار تاقیامت یک بود از صد ہزار
یعنی اگر میں فراق کو جو مثل شرر کے ہے بیان کروں تو قیامت تک لاکھ میں سے ایک ہو گا۔ یعنی
لاکھوں حصہ بھی اسکے خاص اور اسکے افعال کا قیامت تک بیان نہیں ہو سکتا۔

پس از شرح سوزا دم ذن نفس رب سلم رب سلم گوتے بس
یعنی پس اسکی سوز کی شرح سے کم دم نہاد بس رب سلم رب سلم کہتے رہو یعنی اسکی سوز کو زیادہ مت
بیان کرو اور رب سلم رب سلم کہتے رہو اسکا بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

ہر چہ از دے شاد گردی در جہاں از فراق او بندیش اں زماں
یعنی جہاں میں جس چیز سے کہ تم شاد ہو تو اس وقت اسے فراق سے بھی ڈرو۔

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد آخر از دے جست بہچوں باد شد
یعنی جس چیز سے تم شاد ہو تے بہت لوگ شاد ہو چکے ہیں آخر ان سے نکل کر نوا کی طرح چلی گئی۔

از تو ہم بچید تو دل بروے منہ پیش ازاں کو بچید از تو تو بچہ
یعنی تجھ سے بھی نکل جاوے گی تو اس پر دل مت رکھ اس سے قبل کہ وہ نکلے تو اس سے نکلی یعنی قبل
از اس کہ وہ تمہیں چھوٹے تم ہی اسکو چھوڑ دو۔

ہمچو مریم گوی پیش از فوت ملک نفس را کہ اعوذ بالرحمن منک
یعنی ملک کے فوت ہونے سے پہلے مریمؑ کی طرح نفس سے کہہ دو کہ اعوذ بالرحمن منک۔

مطلب یہ کہ اس سے قبل کہ نفس تم پر قابو پاوے اور تمہارے ملک کو تباہ و برباد کرے
تم مریمؑ کی طرح اس سے پناہ مانگو کہ جب ان کے پاس جبریلؑ آئے تو انہوں نے بوجہ
عدم شناخت کے کوئی مفیدہ سمجھ کر اعوذ بالرحمن منک کہا تھا تو یہاں تو مفیدہ ظاہر
ہے تم اس نفس سے پناہ مانگو آگے جبریلؑ کا مریمؑ کے پاس آنے اور ان کے پناہ مانگنے
کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

<p> جانفزاے دلربائے درخشا چوں مہ وخورشید آں بوح الایں آچنخاں کوثر شرق روید آفتاب کوہ برہنہ بود تر سید از فساد دست از میرت بریدے چوں زناں چوں خیالے کہ برآرد سر زول گفت بچم در پناہ لطف ہو وز ہر میت بخت بردن سوئے غیب حازمانہ ساخت ز آنحضرت حصار کہ نیابد خصم راہ مقصدش یورنگہ نزدیک آن دژ برگزید کہ ازومی شد جگر ہاتیر دوز خسروان عقل بے ہوشش ہمہ صد ہزاراں بدر را دادہ بدق عقل کلش چوں بہ بیند کم زند دیکھم را دنگہ رو سوخت است </p>	<p> دید مریم تصور تے پس جانفزا پیش او بر رست از روتے زمیں از زمیں بر رست پوے بے نقاب لرزہ براعضائے مریم اوفتاد صورتے کہ یوسف اردیدے عیان ہچو گلچیشش برو تید او ز گل گشت مریم یخود و بے خویش او زانکہ عادت کردہ بود آں پاک حبیب چوں جہان را دید ملکہ بے قرار تابگاہ مرگ حصنہ باشدش از پناہ حق حصارے بہ ندید چوں بدید آں غمزہ ہائے عقل سوز شاہ و لشکر حلقہ در گوشش ہمہ صد ہزاراں شاہ ملوکش برق زہرہ نے مرزہ را اتحادم زند من چہ گویم چوں مرابردن است </p>
---	--

دور از اں شہ باطل ما عبرا	دو د اں نار و دیلم من برو
غیر نور آفتاب مستطیل	خود نباشد آفتابے رادلیل
ایں سستش کہ دیلم او بود	سایہ کہ بود تا دیلم او بود

مریم علیہا السلام نے غلوت میں ایک نہایت جعفر اور دلربا صورت دیکھی یعنی جبرئیل علیہ السلام اُنکے سامنے ہی زمین میں سے پیدا ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ زمین سے ایک بے نقاب خوب صورت شخص یوں برآمد ہوا جیسے کہ مشرق سے آفتاب نکلتا ہے اُن کو دیکھتے ہی مریم علیہا السلام کا جسم تہہ تر ہو کر کانپنے لگا کیونکہ وہ برہنہ تھیں اور اُن کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کوئی نثرانی واقع ہو کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ ایک ایسا خوبصورت شخص جس کو اگر یوسف علیہ السلام بھی دیکھ لیتے تو زمانِ مصر کی طرح وہ بھی حیرت سے اپنے ہاتھ کاٹ لیتے۔ پہول کی طرح اُنکے سامنے زمین سے یوں پیدا ہوا جیسے کہ دل سے خیال ظاہر ہوتا ہے یہہ دیکھ کر مریم علیہا السلام بدحواس ہو گئیں اور کہا کہ اب کوئی چاہ وہ نہیں بجز اسکے کہ میں حق سبحانہ سے پناہ لوں کیونکہ اُن غیفہ کی یہہ عادت تھی کہ جب کبھی کسی مصیبت سے مغلوب ہوتی تھیں تو اپنے کو حق سبحانہ کے والہ کر دیتی تھیں اور اُن سے پناہ لیتی تھیں کیونکہ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ عالم فانی ہے تو غایت حزم سے انہوں نے حضرت حق کو اپنا پناہ و دہندہ بنایا اور بہت ہی خوب کیا کیونکہ وہ اُنکے انتقال کے وقت تک اُن کا یوں پناہ دہندہ رہے گا کہ کوئی دشمن اُن پر قابو نہ پاسکے گا۔ پس جب انہوں نے دیکھا کہ اس شخص کے غمڑے عقل کو فنا کر دینے والے اور جگر کے پار ہو جانے والے ہیں گو اب تک مجھ پر آنکا کچھ اثر نہیں ہوا لیکن نفس و شیطان انسان کے دشمن ہیں کیا عجب ہے کہ مجھ پر نفس و شیطان کا جادو چل جاوے۔ تو انہوں نے خلی پناہ سے بہتر کوئی قلعہ نہ دیکھا لہذا اسی کے قریب چوکی بنائی اور اُسکی پناہ میں آگئیں۔ اور سمجھا کہ یہاں کسی کا قابو نہیں چل سکتا اسلئے کہ شاہان دنیا اور اُن کے لشکر سب اُسکے حلقہ بخش ہیں اور بڑے بڑے عقلا اُنکے سامنے بے ہوش ہیں لاکھوں بادشاہ اُنکے غلام ہیں اور لاکھوں حسین اُنکے فراق میں مدوق ہیں زیہرہ کی کیا طاقت ہے کہ اُنکے سامنے دم مار سکے اُسکی تو یہہ حالت ہے کہ عقل کل بھی اُسے دیکھ کر

اپنے نقص کا اعتراف کرتی ہے۔ پس نہ وہاں کسی کا زور چل سکتا ہے نہ تدبیر اور نہ وہ حسن سے متاثر ہو سکتا ہے لہذا کوئی تدبیر نہیں جس سے کوئی مجھ پر قبضہ حاصل کر سکے۔ یہ توجیہ تو اس وقت ہے جبکہ چون شرط مؤخر ہو اور از پناہ حق الہ جزائے مقدم اور شاہ و لشکر الہ علت مضمون مستنبط از حسنہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ چون بیدار اور اشعار بالحد شرط مؤخر ہوں اور از پناہ حق الہ جزائے مقدم اس وقت حاصل یہ ہوگا کہ حضرت مریم علیہا السلام نے جب دیکھا کہ حضرت حق خود محبوب حقیقی اور شہنشاہ حقیقی ہیں نہ اُنکے سامنے کسی کا زور چل سکتا ہے نہ تدبیر نہ حسن اسلئے اُنکے پناہ میں آگئیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں اُنکے کمالات کیا بیان کروں اُنسنے تو میرا منہ سی دیا ہے اور اُسکی گویائی نے میرے بیان کو فنا کر دیا ہے کیونکہ میں ہوں ہی کیا چیز میں تو اُس آگ کا دھواں اور اُس علت کا معلول اور اُسکی وجود کی دلیل ہوں تو بہ توبہ حاشا عن ذلک میں نے جو کچھ کہا سب غلط ہے۔ آفتاب کی دلیل تو خود اُسکا پھیلنے والا نور ہے۔ سایہ کی کیا مجال ہے کہ وہ اُسکی دلیل بن سکے اُس کے لئے تو یہ ہی کافی ہے کہ وہ اُسکا ایک ذلیل وابستہ ہو۔

شرح شبیری

روح القدس کا آدمی کی صورت میں مریم کے سامنے اُنکے غسل اور
اور برتنگی کی حالت میں ظاہر ہونا اور اُنکا خدا تعالیٰ سے پناہ مانگا
دید مریم صورتے بس جانفزا جانفزائے دلربائے در خلا

یعنی مریم نے غلط میں ایک صورت بہت ہی جانفزا اور دلربا دیکھی۔

پیش او بر رست از روئے زمین چوں مہ و خورشید آں روح الامیں
یعنی مریم کے سامنے وہ لوح الامیں مثل ماہ و خورشید کے نکل آئے یعنی زمین میں سے پیدا ہو گئے۔
از زمین بر رست خوبے بے نقاب آں چناں کز شرق روید آفتاب
یعنی زمین سے ایک خوب صورت بے نقاب نکل جیسے شرق سے آفتاب نکلتا ہے۔

لرزه بر اعضائے مریم افتاد کو بر مہ بود و تیر سید از فساد

یعنی اعضاء مریم پر لرزہ پڑ گیا کیونکہ وہ برہنہ تھیں اور فساد سے ڈریں۔ یعنی چونکہ وہ برہنہ تھیں تو انہوں نے
انکو سچا نا نہیں لہذا سمجھیں کہ کوئی مفسد ہی لہذا وہ کانپنے لگیں۔

صور نے کہ یوسف اردید عیاں دست از حیرت بریدہ چوں زناں
یعنی ایسی صورت کہ اگر یوسف بھی عیاں دیکھ لیں تو سار (مصر) کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ لیں۔
ہمچو گلن پیشش برو تید او ز گل چوں خیالے کہ بر آرد سر ز دل
یعنی پھول کی طرح اٹکے سامنے وہ مٹی سے پیدا ہو گئے مثل ایک خیال کے جو کہ دل سے سر نکالے۔ یعنی
وہ اس طرح نکل آئے جیسے کہ پھول مٹی سے نکل آتا ہے اسی طرح وہ زمین سے نکل آئے۔
گشت مریم بخود و در بے خودی گفت بجہم در پناہ ایزدی
یعنی مریم (انکو دیکھ کر) بخود ہو گئیں اور بخودی میں بولیں کہ میں تو پناہ حق میں جاتی ہوں یعنی میں خدا کو
پناہ مانگتی ہوں۔

زانکہ عادت کردہ بوداں پاک حیب در ہزیمت رخت بردن سوئے غیب
یعنی چونکہ وہ پاک دامن ہزیمت میں رخت کو غیب کی طرف لہجائی عادت ڈلے ہوئے تھیں یعنی ناگی
عادت تھی کہ جب کوئی ایسی بات ہوتی تھی تو غیب کی طرف متوجہ ہوتی تھیں اُس حالت میں بھی وہ اسطرن
متوجہ ہوئیں اور بولیں کہ اعوذ باللہ عن مک۔

چوں جہانرا دید ملکہ بے قرار حازمانہ ساخت آنحضرت حصار
یعنی جبکہ مریم نے (اس) جہان کو ایک ملک بے قرار (وزائے وفائی) دیکھا تو حازم کی طرح اُس
درگاہ میں قلعہ بنا لیا یعنی جب اس دنیا کو فانی دیکھا تو بس وہ ہر کام میں حضرت حق کی طرف متوجہ
ہوتی تھیں۔

تا بجاہ مرگ حصنہ باشدش کہ نیابد خضم راہ مقصدش
یعنی وقت موت تک اُس نے ایک حصن ہو گا کہ کوئی خضم اُسے مقصد پر نہ آوے گا۔ مطلب یہ کہ یہ
وہ حصن ہو کہ اُس حصن میں اُسے مقصد تک کسی دشمن کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔

از پناہ حق حصار بہ نہ دید یورنگہ نزدیک آں در برگزید
یعنی پناہ حق سے کوئی حصار بہتر نہ دیکھا تو گہر اُس قلعہ کے نزدیک اختیار کر لیا یعنی انہوں نے

حق تعالیٰ سے پناہ مانگی اور کہا کہ اے غوثِ عالمِ حق منک۔

چوں بدید اُن غمِ بے عقل سوز کہ از وی شد جگر ہا تیسر دوز
یعنی جب کہ اُن غمِ بے عقل سوز کو دیکھا جن سے کہ جگر تیر دوز ہوتے تھے (تو اُن ہی کی پناہ میں چلی گئیں
اور غمروں سے مراد افعال ہیں) یعنی جب انہوں نے حق تعالیٰ کے افعال و قدرۃ کو ایسا دیکھا کہ وہ
تمام عقول پر غالب ہیں اور اُن پر کسی کا بس نہیں چلتا۔ تو بس وہ اُن ہی کی پناہ میں آگئیں اور اُن کی
تو یہ قدرت اور وہ شان ہے کہ۔

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش شدہ خسرواں ہوش بہوش شدہ
یعنی شاہ اور لشکر سب اُسکے حلقہ بگوش ہیں اور خسرواں ہوش اُسکے بے ہوش ہیں یعنی تمام
شاہان و دنیا اور اُنکے لشکر اور بڑے بڑے عقلاء سب اُسکے سامنے زبون ہیں اُسکے آگے کسیکی
نہیں جلتی لہذا اُس ہی کی پناہ ایسی ہے کہ جہاں کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

صد ہزاراں شاہ ملوکش برق صد ہزاراں بدر را دادہ بدق
یعنی لاکھوں بادشاہ غلامی کی وجہ سے اُسکے ملوک اور لاکھوں بدر کو وہ گھٹنے میں دے ہوئے ہیں
یعنی اُسکے سامنے سب زبون اور کم ہیں کوئی اُسکی برابر کا نہیں۔

زہرہ نے مرزہ را تا دم زند عقل گش چوں بہریند گم زند
یعنی زہرہ کو طاقت نہیں ہے کہ دم مارے اور عقل کل اُسکو جب دیکھ لے تو پوشیدہ ہو جاوے یعنی
اُسکی قدرت اور اُسکے جمال کے آگے سب ہیچ ہیں اسلئے حضرت مریمؑ اپنی پناہ میں آگئیں۔ آگے
مولانا فرماتے ہیں۔

من چہ گویم چوں مرا بر دوخت است دگم را دگم او سوخت است
یعنی میں کیا بیان کروں جبکہ مجھے اُسنے سی دیا ہے اور میرے نطق کو اُسکے نطق نے جلا دیا ہے یعنی میں
حق تعالیٰ کی شان کیا بیان کر سکتا ہوں مجھے توفیق تعالیٰ کے جلال نے چپ کر دیا ہے اور میں اُس میں
فنا ہو چکا ہوں۔

دوداں نامہ سلیم من برو دور از ان شہ باطل ماعبروا
یعنی میں اُسی آگ کا دھواں ہوں اور میں اُسپر دلیل ہیں اُس شاہ سے دور اور باطل ہے جو لوگ

تعبیر کرتے ہیں یعنی میں تو اسکا ظل ہوں اور اُس پر وال ہوں تو میری ہستی ہی اُسکے وجود پر دلیل ہو سکتی ہے
اسلئے کہ مصنوع سے صاحب پر استدلال ہوتا ہے باقی جو صفات کہ لوگ بیان کرتے ہیں وہ بالکل باطل
میں اور اُنکی شان سے سجدہ عید ہیں۔

خود نباشد آفتابے را دلیل جز کہ نور آفتاب مستطیل

یعنی خود آفتاب کی کوئی دلیل سوائے نور آفتاب کے جو کہ مستطیل ہو نہیں سکتی یعنی آفتاب کے وجود
کی دلیل خود اسکا وہ نور ہی ہے اسپر کسی دوسری دلیل کے قائم کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ تو
اسی طرح حق تعالیٰ کے وجود پر کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ خود ہی دلیل ہے۔

سایہ کہ بود تا دلیل او بود این مستش کہ ذلیل او بود

یعنی سایہ کون ہے کہ اُسکی دلیل ہو گا یہی کافی ہے کہ وہ اسکا ذلیل ہو جاوے۔ یعنی سایہ بجا اصل
کی دلیل کیا بن سکتا ہے وہ اگر اسکا عاجز اور اسکا ذلیل رہے یہی کافی ہے ورنہ کہاں سایہ اور
کہاں اصل تو ہمارا وجود وجود حق پر کیا دلیل ہو سکتا ہے کہاں ہم اور کہاں وہ

شرح تمیسی

جملہ ادراکات پس او سابق است
او سوار بادِ پراں چوں خدنگ
ورگر یزد او بگیرد پیش رہ
وقت می دانست وقت جام نے
واں یکے چوں تیغ مغفر می درد
واں دگر اندر ترا جمع ہر زماں
جملہ حملہ می نمایند آن طیور

ایں جلالت در دالت صادق است
جملہ ادراکات بر خربائے لنگ
گر گر یزد کس نیابد گردش
جملہ ادراکات را آرام نے
آں یکے و سیمے چو باز می پرد
واں دگر چوں کشتے بابا دباں
چوں شکارے می نماید شان دور

چونکه ناپیدا شود حیراں شوند
 منتظر چشمی بهم یک چشم باز
 چو بماند ویرگوبیند از ممال
 مصلحت آنست تا یک ساعت
 اگر نبود شب همه خلقال ز آرز
 از بهوس و ز حرص سود اند و ختن
 شب پدید آید چو گنج رحمت
 چونکه قبضه آیدت اسے را برو
 زانکه در خزجی از اں بسط و کشاد
 گر بهماره فصل تابستان بدے
 منبتش را سوخته از بنخ و بن
 اگر ترش روی است آں و شفقت
 چونکه قبض آمد تو دروے بسط ہیں
 کو دکاں خنداں و دانا یاں ترش
 چشم کو دک همچو خرد آخر است
 او در آخر چرب می بیند ز لطف
 آں علف تلخ است کال قصاب داد

همچو چن داں سوئے هر دیراں روند
 تا که پیدا گردد آں صید نیاز
 صید بود آں خود عجب یا بد خیال
 قوتے گیرند و زور از راحته
 نویشتن را سوختندے ز بهتر از
 هر کسے دادے بدن را سوختن
 تا رهند از حرص خود یک ساعت
 آں صلاح تست آیس دل مشو
 خرج را داخلے باید زاعت داد
 سوزش خورشید در بستان زوے
 که دگر تازه نه گشته آں که سن
 صیف خندانست اما محرق است
 تازه باش و چیس میفن جربیس
 غم جگر را باشد و شادی ز شش
 چشم ماعقل در حساب آخر است
 وین ز قصاب آخرش بیند تلف
 بهر لحم او ترازوئے نه ساد

روز حکمت خور علف کاں را خدا
 فهم ناکردی نه حکمت ای روی
 رزق حق حکمت بود در مرتبت
 ایس دهاں بستی دهاں باز شد
 گرز شیر دیوتن را و ابرے
 ترک جوشه کرده ام من نیم خام
 در اہی نامہ گوید شرح ایس
 غم خور و نان غم افزایاں مجور
 قند شادی میوه باغ غم است
 غم چو بینی در کنارش کش عشق
 عاقل از انکوری بیند ہی
 جنگ می کردند حمالاں پیر
 زانکہ در آں رنج میدیدند سود
 مزد حق کو مزد آں بیسایہ کو
 گنج زرے کہ چو چسی زیر ریگ
 پیش پیش آں جنازہ میرود
 بہر روز مرگ ایندم مردہ باش

بے عوض دادست از محض عطا
 چونکہ حق گفتت کلو من رزق
 کاں گلو گیت نگر دد عاقبت
 کو خورندہ لقمہائے راز شد
 در فطام او بے حلوا خوری
 از حکیم غزنوی بشنو تمام
 آں حکیم غیب فخر العارفین
 زانکہ عاقل غم خور دودک شکر
 ایس فرح زخم است آں غم مرہم است
 از سر بر بویہ نظر کن در دمشق
 عاشق از معدوم شے بیند ہی
 تو مکش تا من کتم حملش چو شیر
 حمل راہر یک زد دیگرے ربود
 ایس دہد گنجیت مزد و آں تسو
 با تو باشد آں نماں مردہ ریگ
 مونس گور و غریبی مے شود
 تاشوی با عشق سرمد خواہ تاش

روئے چوں گلزار و زلفیں مراد
کاند راں ضدینماید روئے ضد
رو دہد یعنی کشاد و کرو فر
بعد قبض مشقت بسط آید یقین
یا ہمہ بسط او بود چوں مبتلا
چوں پر مرغ ایں دو حال اور اہم

صبر می بیند ز پرده اجتهاد
علم چو آئینہ است پیش مجتہد
بعد ضد رنج آں ضد دگر
ایں دو وصف از پنجہ دستن ہیں
پنجہ را اگر قبض باشد دائم
زین دو وصفش کار و کسب تنظیم

پس اسکی عظمت ہی اسکی سچی دلیل ہے رہے اور اکات و مدرکات سوائے میں سے اُس تک کسی کی بھی
رسائی نہیں لہذا وہ پیچھے ہیں اور حق سبحانہ وراہ بلکہ دراء الوراہ تمام اور اکات اُس تک پہنچنے سے
یوں عاجز ہیں جس طرح کہ کوئی لنگڑے گدھے پر سوار ہو اور حق سبحانہ اُن سے یوں دراء الوراہ ہیں
جیسے کوئی تیر کی طرح ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو اور سوار خرننگ سے آگے ہو اگر حق سبحانہ چاہیں
کہ کسی اور اک کی رسائی ان تک نہ ہو تو کسی کو بھی ان کی معرفت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ممکنات چاہیں
کہ حق سبحانہ کے علم و قدرت وغیرہ کی رسائے ہم تک نہ ہو۔ تو ناممکن ہے جس طرح کہ سوار خرننگ تو سوار
باد کو نہیں پکڑ سکتا۔ لیکن اگر سوار خرننگ بھاگے تو سوار باد اُسکا اٹار رک سکتا ہے جبکہ سلسلہ لنگڑو
اور اکات کی حالت تک پہنچا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے مناسب ایک اور مضمون بھی بیان
کو دیا جاوے وہ یہ کہ تمام اور اکات کچھ نہ کچھ کام کرنے رہتے ہیں۔ وقت اُن کیلئے وقت میدان
یعنی دوڑ و دوپ کا وقت ہے وقت جام یعنی وقت راحت و آرام نہیں اسلئے ایک اور اک تو
باز کی طرح تیز جاتا ہے اور بہت جلد مقصد تک پہنچ جاتا ہے اور دوسرے اتوار کی طرح خود کو توڑتا
اور عقد ہائے لایخل کو حل کرتا ہے (ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اول سے سرعت انتقال ظاہر
ہوتی ہے اور دوسرے سے دقیقہ رسی و بینہا فرق) تیسرا ابدیان والی کشتی کی طرح ہے یعنی
اُسکی رفتار اول کی رفتار کو کم ہے۔ چوتھا ان تینوں کے خلاف آگے سے پیچھے کو ہٹتا ہے علی ہذا القیاس
علی حسب مراتب تمام اور اکات اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں اور جب کسی مقصد کی جھلک

آنکو نظر آتی ہے تو اس تک پہنچنے کے لئے شکاری جانوروں کی طرح اسپر حملہ کرتے ہیں اور جب کہ وہ انکی نظر سے غائب ہو جاتا ہے تو تیران رہ جاتے ہیں اور الوؤں کی طرح ہر طرف ٹلک ڈالتے مارتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کہاں گیا۔ اور سب ایک آنکھ کھولے شکاری کی طرح منتظر ہوتے ہیں کہ کسی طرح وہ پھر نظر آجائے۔ جب دیر تک اسی حالت میں رہتے ہیں اور انکو کچھ پتہ نہیں چلتا تو تھک کر کہتے ہیں کہ ارے وہ کوئی واقعی شکار تھا یا کوئی خیال اور بے اصل سے تھا۔ اچھا اسوقت یہی بہتر ہے کہ کچھ دیر آرام کریں اور دہلیں نے سرے سے قوت حاصل کر کے پھر دھونڈیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس پر کلال و دلال طاری ہوتا ہے اور انکو آرام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے پس اس مقصد کیلئے قی سبحانہ نے رات بنائی۔ کیونکہ اگر رات نہ ہوتی تو تمام مخلوق اپنی حرص کے سبب حرکات جسمانیہ و دماغیہ میں مصروف رہ کر اپنے کو فنا کر ڈالتے اور منفعت حاصل کر نہ سکتے ہوس اور حرص سے ہر شخص اپنے جسم کو فنا کر ڈالتا۔ اسلئے رات خزانہ رحمت کی طرح مخلوق پر طاری ہوتی ہے تاکہ وہ کچھ دیر کیلئے اپنی حرص سے چوٹ جا دیں۔ اس سے تم کو ایک ضروری نتیجہ بھی نکالنا چاہئے وہ یہ کہ جب تم کو قبض پیش آوے تو اس سے تمکو نا اُمید نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ بسط و کشادہ میں قوی وادراکات وغیرہ کا صرف ہوتا ہے۔ اور خرچ کیلئے معتد بہ آمدنی کی ضرورت ہے۔ پس اس آمدنی کیلئے قبض طاری کیا گیا۔ دیکھو گرمی کا زمانہ درختوں کیلئے بہار کا زمانہ ہے لیکن اگر یہی زمانہ ہمیشہ رہے و قباب کی تابش درختوں کو پھونک ڈالے اور اسکی جڑ تک کو یوں ہون ڈلے کہ پھر وہ کبھی تازہ ہی نہ ہو سکے اور سردی کا زمانہ گودرختوں کیلئے ناگوار ہے لیکن ایک اعتبار سے وہ مشفق بھی ہے کیونکہ آنکو ہلاک عارضی میں مبتلا کر کے ہلاک ابدی سے بچاتا ہے اور گرمی گویا بہار کا زمانہ ہے لیکن بہ صورت دوام پھونک دینے والی ہے پس نہ گرمی سراسر مفید ہے اور نہ سردی سراسر مضر بلکہ دونوں میں منفعتیں ہیں پس قبض کو بھی تم سردی ہی کی مثل سمجھو اور جبکہ تم کو قبض پیش آئے تو تمہیں بسط مآلی کو دیکھ کر خوش رہو اور پیشانی پر بل نہ ڈالو۔ اب ہم اسکے مناسب ایک اور مضمون سناتے ہیں وہ یہ کہ خوشی لڑکوں کا کام ہے۔ اور حزن عقلاء کا۔ نیز غم کا تعلق جگر سے ہے جو ایک عضو رئیس ہے اور خوشی کا پھیپڑے سے جو اسکا خادم ہے۔ پس اس سے بھی تم کو قبض و بسط کا تفاوت معلوم ہو سکتا ہے۔

اجباب یہ سنو کہ لڑکوں کو خوشی اور عقلاء کو حزن کہوں ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ لڑکے کی نظر تو کدھ کی طرح صرف کہانے اور کہیلنے میں ہے اور عاقل کی نظر حساب آخرت میں ہے اُسکو یہ ہنسکا لگا ہوتا ہے کہ ہمارا مقدمہ حق سبحانہ کی عدالت میں پیش ہو گا دیکھئے اُس کا کیا نتیجہ ہوا سنے لڑکا خوش رہتا ہے اور عاقل محزون۔ کیونکہ لڑکے کو تو صرف اپنے سامنے فریدار کہانے ہی دکھلائی دیتے ہیں پھر اُسکو رنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے اور عاقل کو تو نفس کو شیطان کے ہلاک کر نیک خطرہ ہوتا ہے پھر وہ کیونکر مطمئن ہو سکتا ہے۔ اب سمجھو کہ جو غذا اُمین نفس کو شیطان دیتے ہیں وہ حقیقت میں تلخ ہیں گو تم کو فساد مزاج کے باعث تلخ نہیں معلوم ہوتیں۔ کیونکہ ان کا نتیجہ نہایت تلخ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہکو یہ غذا اُمین کہلا کر مارنا چاہتا ہے۔ اور اس پر وہ یوں تیار ہے جیسے کہ قصائی نے گوشت تو لے کیلئے ترازو بھی تیار کر رکھی ہو۔ پس اس غذا کو چھوڑو۔ اور غذائے حکمت کہاؤ۔ جو خدا تکو بلا محاضہ اور محض عنایت سے دیتا ہے۔ اور اُس میں اُس کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہوتی بلکہ صرف تمہارا نفع مد نظر ہوتا ہے۔ اس مقام پر ایک غلطی کا ازالہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جب حق سبحانہ نے کلو امن رزق فرمایا تو تم اُس سے یہ سمجھ بیٹھے کہ صرف یہ ہی روٹیاں مراد ہیں نہ کہ حکمت۔ حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ ان روٹیوں کے کہانیکی اجازت بھی محض غذائے حکمت ہی کیلئے ہے۔ کیونکہ وہ لقا کا سبب عادی ہیں۔ اور اصل مقصود غذائے حکمت ہے۔ پس اجازت کو صرف روٹیوں تک محدود کرنا سخت غلطی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ رزق حکمت روٹیوں سے بہتر ہے اور وجہ بہتری یہ کہ رزق حکمت تمہارے گلے کا پھندا بنکر تم کو ہلاک نہیں کر سکتا۔ اور متعارف روٹیاں جس طرح من وجہ مفید ہیں (جبکہ اُنکو عبادت کا ذریعہ بنایا جاوے) یوں ہی ہنسک بھی ہیں (جبکہ اُنکو خواہشات نفسانیہ کا آلہ بنایا جاوے) پس جبکہ ایک ایسی شے کا حکم کیا گیا جو من وجہ مفید اور من وجہ مضر ہے گو بنائے حکمت جہت افادہ ہی ہے تو ایک ایسی شے جو سراسر مفید ہے اور جس میں مضرت ہے ہی نہیں کیونکہ مامور بہ نہ ہوگی۔ جب یہ ثابت ہو کہ غذائے حکمت اصالتہ مامور بہ ہے اور غذائے نان بوجہ اُس کا وسیلہ ہوئیگے تو اسی سے معلوم ہوا کہ تم کو بقدر ضرورت غذائے جسمانی پر اکتفا کرنا لازم ہے لان الضار وری یتقدی یبقی الضار وری۔ پس جبکہ تم غذائے ضروری

پر اتفاق کر کے زیادہ سے منہ بند کر لو گے اسوقت ایک دوسرا منہ غذائے روحانی کیلئے کھلیگا جو کہ اسرار الہیہ کا لقمہ کہا نیوالا ہے۔ اور اگر شیطان کے دودھ سے تم جسم کو علیحدہ کر دو گے تو اس دودھ چہڑانے کی صورت میں تمکو بہت سی مٹھائیاں کھانے کو ملیں گی۔ اب مولانا اس مضمون کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کو شروع کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ مجھ ناقص نے خوشی و غم کے مضمون کو ناقص بیان کیا ہے اور ایسا کر دیا ہے جیسا کچھ کچا اور کچھ پکا گوشت مگر حکیم ستانی غزنوی سے اسکو پورا سنو۔ وہ قطب العارفین اور حکیم غیبی اپنے الہی نامہ میں اس کی یوں شرح فرماتے ہیں کہ تم غم کہاؤ اور غم افزاؤں کی روٹیاں نہ کہاؤ اسلئے کہ عاقل کی غذا غم ہے۔ اور نادانوں کی غذا لذت۔ یاد رکھو کہ باغ غم کا میوہ قدر خوشی ہے اور خوشی اکیس غم ہے اور غم اسکا مرہم (اور راز اس کا یہ ہے کہ یہ تو مسلم ہے کہ آدمی کیلئے نفع و نقصان دونوں ہیں چونکہ خوشی میں صرف منافع پر نظر ہوتی ہے اور مضر توں سے غفلت ہوتی ہے اسلئے اسکو ان کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور غم میں مضر توں پر نظر ہوتی ہے۔ لہذا وہ ان سے بچنے کی امکانی کوشش کرتا ہے اور بچنے کے بعد وہ خوشی حاصل کرتا ہے واللہ اعلم)

پس جب تم غم دیکھو تو اسکو نہایت محبت سے آغوش میں لیلو۔ اور سیلون پر سے دمشق کو دیکھو یعنی غم میں خوشی کو دیکھو۔ کیونکہ مال اس کا خوشی ہے۔ عقلاؤ کی نظر مال پر ہوتی ہے چنانچہ وہ انگور میں شراب دیکھتے ہیں۔ نیز عاشق شے معدوم میں اپنے مطلوب کو دیکھتا ہے۔ دیکھو پرسوں پلہ دار بوجھ کیلئے لڑ رہے تھے ایک کہتا تھا کہ اس کا بوجھ میں لیجاؤں گا دوسرا کہتا تھا کہ میں لیجاؤں گا اس کی وجہ کیا تھی وہ یہی کہ اُکو تکلیف میں منفعت دکھائی دیتی تھی اور اسی مالی منفعت کیلئے ایک دوسرے سے بوجھ چھینتا تھا۔ اب تم خیال کرو کہ کہاں حق سبحانہ کی ضروری اور کہاں اس مفلس بوجھ والے کی ضروری حق سبحانہ تمکو اس تکلیف کے معاوضہ میں خزانہ دینگا اور وہ مالک یار چند ہے۔ اور خزانہ بھی ایسا نہیں جیسا کہ دنیا کا خزانہ ہوتا ہے بلکہ وہ خزانہ زر جو اسوقت جبکہ تم مر جاؤ تمہارے ساتھ رہے اور وارثوں کی ملک ہو جاوے۔ اور تمہارے جنازہ کے آگے آگے چلے۔ اور قبر اور یکسی کی حالت میں تمہارا مولس اور تمہارا سرو کار ہو پس جبکہ معمولی منفعت کیلئے تم خوشی اور رغبت کیساتھ تکالیف برداشت کرتے ہو تو ایسے عظیم الشان نفع کیلئے تو

بالا دی تمکو تکالیف بڑھانت کرنی چاہئیں جبکہ یہ امر محقق ہو گیا تو تمکو چاہئے کہ موت کے دن کی رحمت کیلئے ابھی مرجاؤ۔ تاکہ عشق ابدی تمکو حاصل ہو۔ یاد رکھو کہ تمہارا صبر مجاہدہ کی آرٹ میں مقصود کا چہرہ ہلکوں اور اُس کی زلفین دیکھ رہا ہے صاحب مجاہدہ کے سامنے غم ایک آئینہ کی مثل ہے کہ اُسی میں اُسکو خوشی نظر آتی ہے جب غم کا زمانہ گزر جاتا ہے اُسوقت انبساط اور شان و شوکت حاصل ہوتی ہے۔ اگر آپ بھی تسکین نہوئی ہو تو اپنے ہاتھ کے قبض و بسط کو دیکھو اور دیکھو کہ قبض کے بعد بسط یقیناً ہوتا ہے اور اُسکے لئے ان دو وزن و صفوں کی ضرورت ہے کیونکہ ہاتھ کیلئے ہمیشہ قبض ہو یا ہمیشہ بسط تو وہ بیمار ہو گا اور اُسکے کاموں میں خلل آجائے گا۔ اُسکی کمائی اور اُسکے کام ان ہی دو وزن و صفوں سے باقاعدہ ہیں اور اسکے لئے یہ دو وزن و صف یوں ہی ضروری ہیں جس طرح جانور کے بازو کیلئے ان کی ضرورت ہے۔ اچھا اس مضمون کو ختم کر کے اب اصل قصہ کو پورا کرنا چاہئے۔

شرح شبیری

این جلالت در دالت صادق است جملہ دراکات پس و سابق است
یعنی یہ جلیل ہونا دالت کرنے میں صادق ہے۔ تمام قویٰ مدرکہ پیچے ہیں اور وہ سابق ہے
یعنی اُس کا جلیل و عظیم ہونا یہی اُسکے وجود پر دلیل کافی ہے ورنہ جقدر قویٰ مدرکہ ہیں سارے
اُسکے کنہ کے دریافت کرنے میں پس ہیں اور وہ سب سے سابق ہے۔

جملہ دراکات بر خرمائے تنگ اوسوار باد پیران چون خدنگ
یعنی تمام قویٰ مدرکہ خرمائے تنگ پر (سوار) ہیں اور وہ باد پیران پر جو مثل خدنگ کے ہے سوار ہے
گر گریریزد کس نیاید گرد شہ در گریریزد او بگردیش رہ
یعنی اگر بہاگے تو کوئی شخص گرد شاہ کو یا نہیں سکتا۔ اور وہ بھاگے تو راستہ کا آگاہ رہے
یعنی اور قویٰ مدرکہ اگر اُس کا ادراک کرنا چاہیں تو اُس تک کیا اُس کی گردنگ رسانی نہیں ہو سکتی۔
اور اگر وہ ادراک کرنا چاہے تو کوئی ٹھکر جا نہیں سکتا۔ قرآن شریف میں موجود ہے ولا یخبطون
بنی من علہ الا بما شاء۔ توجیب تمام قویٰ مدرکہ اُسکے آئے عاجز ہیں تو پھر اُس کی کنہ کو کیا بیان
کر سکتے ہیں آگے قویٰ کے افعال کو کہ یہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتے ہیں اور کسی وقت بیکار

ہیں رہتے مگر بعض مرتبہ بعض اشیاء کے ادراک میں ٹھک جاتے ہیں تو میں جب اس دنیاوی مدرکات کے ادراک میں اُن کا یہ حال ہے تو پھر ادراک حق میں تو کیون نہ تہکین گے۔ فرماتے ہیں کہ
 جملہ ادراکات را آرام نے وقت میدانست وقت جام نے
 یعنی تمام قوی مدرک کو آرام نہیں ہے (بلکہ اُنکے لئے) وقت میدان ہے وقت جام نہیں ہے۔ یعنی
 جس طرح کہ میدان میں ہر وقت کام میں رہتے ہیں اسی طرح یہ بھی کام میں لگے رہتے ہیں اور جام نوشی
 بیکاری میں ہوتی ہے تو یہ بیکاری نہیں ہیں کہ جو جام نوشی کر میں بلکہ یہ حالت ہے کہ۔

آن یکے وہے چو بازے می پردہ وان یکے چون تیر مغفر می درد
 یعنی وہ ایک دہم تو باز کی طرح اُڑتا ہے اور وہ ایک (نگاہ) تیر کی طرح مغفر کو پہاڑی ہے یعنی
 جس طرح کہ تیر خود کو پہاڑ دیتا ہے اسی طرح نگاہ اجسام کو چیرتی ہوئی نکل جاتی ہے
 وان دگر چون کشتے بآباد بان وان دگر اندر ترا ج ہر زمان
 یعنی اور وہ دوسرا (شامہ و سامہ) مثل کشتی کے مع آباد بان کے ہے اور وہ دوسرا (عقلیہ)
 ترا ج میں ہے ہر وقت۔ یعنی ایک بات کو سوچا پھر اُسکو سوچتا ہے تو یہ ہر وقت ترا ج میں ہے
 کہ اُلٹ پھیر کرتی رہتی ہے۔

چون شکارے می نماید شان زدور جملہ حملہ می فراہیند آن طیور
 یعنی انکو جب دور سے کوئی شکار دکھائی دیتا ہے تو یہ سارے طیور حملہ کرتے ہیں یعنی جب کوئی
 مدرک انکو معلوم ہوتا ہے تو یہ سارے اُس طرف کو اُسکے ادراک کیلئے چلتے ہیں
 چونکہ ناپیدا شود حیران شوند ہمچو چندان سولے ہر ویران روند
 یعنی جب وہ مدرک غائب ہو جاتا ہے تو سارے حیران رہ جاتے ہیں اور چند دن کی طرح دیراً
 کی طرف جاتے ہیں یعنی بس پھر ان کی کچھ نہیں چلتی اور حیران رہ جاتے ہیں
 منتظر چشمے ہم یک چشم باز تاکہ پیدا گرد آن صید نیاز
 یعنی منتظر ہیں ایک آنکھ اُٹھائی ہوئی اور ایک بند تاکہ وہ صید نیاز ظاہر ہو جاوے (چشمے ہم یک
 چشم باز کنایہ ہے غایت انتظار سے) یعنی بے انتہا اُسکے ظہور کے منتظر رہتے ہیں۔
 چو ان بماند دیر گویند از ملال صید بود آن خود و بخت خود خیال

یعنی جب وہ دیر تک (غائب) رہتا ہے تو طال کی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ صید تھا یا کوئی خیال تھا
یعنی اُکٹا کر کہتے ہیں کہ میان یہ مدرک صرف وہم ہی تھا یا کوئی واقعہ میں شکی بھی اب مولانا فرماتے
ہیں کہ

مصلحت آنست تا یک ساعت قوت گیرند و زور از راحۃ

یعنی مصلحت وہ ہے کہ ایک گھڑی کیلئے قوت اور زور راحت سے لیں۔ یعنی وہ تھک جائیں
اور آگے کام نہیں دیتے اس میں بھی مصلحت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس ادراک سے اُن میں جو
لال پیدا ہو گیا ہے اُدوہ تھک گئے ہیں اس راحت سے سب زائل ہو جاوے اور وہ بہتر تازہ
دم ہو کر ادراک میں مشغول ہوں۔ لہذا اُنکو ایک حد پر بھونچا کر بیکار کر دیتے ہیں کہ جس سے
وہ راحت حاصل کرتے ہیں۔ اس مضمون سے مولانا کورات کی مصلحت کی طرف انتقال ہوا کہ
جیسے اُنکو راحت دیجاتی ہے اسی طرح رات سے بھی سب اعضا کو راحت ملتی ہے لہذا
آگے رات کے مصالح ہی کو بیان فرمانا شروع کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ۔

گزینوی شب ہم خلقان ز آرزویش تن را سوختندی ز آہتر از

یعنی اگر رات نہوتی تو تمام مخلوق حرص کی وجہ سے اپنے کو جلانے سے جلا لیتے۔ یعنی اگر رات
نہ آئے یا کہ رات تو حرص مال کی وجہ سے چوبیس گھنٹہ گمانے ہی میں لگے رہتے تو آخر ہلاک ہو جاتے
تورات کے ہونے میں یہ مصلحت ہے کہ دن بھر کے کام کے تھکے ہوئے آرام کرتے ہیں
اور پھر کام کیلئے تازہ دم ہو جاتے ہیں۔

از ہوس و حرص سود اندوختن ہر کسے دادی بدن را سوختن

یعنی نفع کی جمع کرنے کی ہوس اور حرص کی وجہ سے ہر شخص بدن کو جلا لیتا۔ یعنی اپنے کو
ہلاک کر لیتا اور کسی وقت آرام نہ کرتا۔ مگر اب یہ ہوتا ہے کہ۔

شب پدید آید چو گنج رحمتے تا رہند از حرص خود یک ساعتے

یعنی رات ایک گنج رحمت کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے تاکہ یہ اپنی حرص سے ایک گھڑی کیلئے چھوٹ
جاوین۔ اب رات کے مصالح کو بیان کرنے سے مولانا کا ذہن قبض باطن کی طرف منتقل ہوا
کہ جس طرح کہ را۔ میں ایک قسم کی بے نوری اور ظلمت ہوتی ہے اسی طرح قبض میں بھی حوال

وغیرہ نہیں ہوتے۔ اور واردات بند ہو جاتے ہیں جو مشابہ ظلمت کے ہے لیکن جس طرح کہ رات کے بعد دن ہوتا ہے اور رات دن کے کام کو نیکے لئے نہیں ہوتی ہے اور دن میں جو کسل ہو گیا تھا اُس کی منزل ہوتی ہے۔ اسی طرح بسط میں جو بعض مرتبہ کسل ہو جاتا ہے اور انسان حقائق و معارف کے بیان سے تھک جاتا ہے تو قبض سے وہ کسل دور ہو جاتا ہے اور علوم و معارف و واردات نمود کرتے ہیں بلکہ اور زبانی کی ساتھ نمود کرتے ہیں۔ لہذا آگے قبض کے فوائد بیان فرماتے ہیں کہ

چونکہ قبضے آیدت اور اہر و آن صلاح تست الیس دل مشو
یعنی اے سالک جبکہ تجھے قبض ہو تو وہ تیری صلاح ہے تو نا امید مت ہو یعنی اُس میں تیرے لئے بہت سے منافع ہیں۔ تو اس قبض سے محرومی مت سمجھ اور نا امید مت ہو بلکہ کام میں لگا رہ
زانکہ در خرچے دران بسط و کشا خراج را دخلے بیا بد را عند او
یعنی اس لئے کہ تو بسط و کشادگی میں تو خرچ میں ہے اور خرچ کیلئے ایک معتبر آمدنی کی ضرورت ہو
مطلب یہ کہ سالک کو جب بسط ہوتا ہے تو قاعدہ ہے کہ علوم و معارف کو زیادہ بیان کرتا ہے
تو فرماتے ہیں کہ بسط میں تو معارف و حقائق کا خرچ ہی خرچ ہے آمدنی نہیں ہے تو اگر آمدنی نہ ہو
تو سب فنا ہو جاوے۔ لہذا بعد بسط کے قبض ہوتا ہے تاکہ اُس خرچ کی جگہ اب آمدنی ہو۔ اور
پھر آمدنی اور خرچ سب برابر ہو جاوے اور یکساں حالت رہنے میں نقصان ہے آگے یکساں
حالت سے نقصان ہونی کی نظر فرماتے ہیں کہ۔

گر ہمارہ فصل تابستان دیدے سوزش خوردشید در بستان زدے
یعنی اگر تمام فصل گرمی کی ہوتی تو خوردشید کی سوزش باغ میں اثر کرتی۔
منبتش را سوختے از بیخ و بن کہ دگر تازہ نہ گشتے آن کہن
یعنی اُس (باغ) کی نسبت کو بیخ و بن سے جلادتی کہ وہ پُرانا پھر تازہ نہ ہوتا۔

گر ترش و نیست آن دے مشتق است صیف خذالست و اما محرق است
یعنی خزان اگر چہ ترش و ہے لیکن مشتق ہے اور گرمی خذال ہے مگر جلانے والی ہے۔ مطلب
یہ کہ دیکھو اگر تمام فصلوں میں گرمی رہا کرتی جو کہ موسم بہار ہے تو نتیجہ ہوتا کہ تمام درخت اور

اور تمام پودے جل بہکے خاک ہو جاتے لیکن اس سردی آجاتی ہے اور وہ کسری اور وہ موسم بہار نہیں رہتا جو کہ ظاہراً ناگوار معلوم ہوتا ہے مگر یہ تو دیکھو کہ یہ خزان اور یہ سردی ان تمام چیزوں کو کسری کے قابل بنارہی ہے کہ ان اشیاء میں جو حرارت آفتاب لیت کر گئی تھی سردی نے اگر اسکو معتدل کر دیا تو اسے سطح لسط کے بعد جو قبض ہوتا ہے وہ بھی تکو علوم و معارف کے قابل بنارہا ہے اور تمہارے اندر ایک ملال اور سل ہو گیا ہے اسکو دور کر کے تازہ بنانا ہے کہ پھر جو لسط ہو تو پہلے سے زیادہ علوم و معارف حاصل ہوں گے خود فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ قبض آمد تو دور و لسط بین تازہ باش و چین میفکن بر چین

یعنی جبکہ قبض آیا تم اس میں لسط دیکھو اور تازہ رہو چین پر شکست ڈالو۔ یعنی قبض سے پریشان مت ہو بلکہ اس کے اندر بھی تم لسط کو دیکھو اور یہی سمجھو کہ انشاء اللہ یہ قبض خود آئے ہے لسط کا تو اس سے تغلغل مت ہوا سئلے کہ۔

کو دکان خندان و دانایان ترش غم جگر را باشد و شادی ترشش

یعنی بچے جو خوش ہوتے ہیں اور دانالوگ ترش ہوتے ہیں اور غم جگر میں ہوتا ہے اور خوشی بہ بیڑے میں مطلب یہ کہ دیکھو بچے تو ہمیشہ خوش رہتے ہیں انکو کوئی غم ہی نہیں ہے اسلئے کہ نادان ہیں اور جو دانائین وہ ہمیشہ متفکر اور غلین رہتے ہیں اور دیکھو جگر جو ایک عضو رئیس ہے اس سے تو خلق غم کو ہے اور بہیڑہ جو ایک عضو رئیس ہے اس کا تعلق خوشی سے ہے تو اس طرح تکو اگر قبض کا غم ہو تو یہ خوش ہونیکلی بات ہے کہ معلوم ہو کہ تم دانا اور رئیس ہو۔

چشم کو دک بھیخو خرد را آخر است چشم عاقل در حساب آخر است

یعنی ابرو کی نگاہ تو گدھے کی طرح آخر میں ہے اور عاقل کی نگاہ حساب آخر میں ہے یعنی بچہ کا تو صرف یہ کام ہے کہ کہا لیا اور کہل لیا اسے کچھ بھی غم نہیں اور جو عاقل و دانائین وہ سیکڑوں تفکرات میں رہتے ہیں تو ہمارا رنج اور قبض کی حالت میں رہنا بتا رہا ہے کہ تم عاقل ہو یہ پریشان ہونیکلی کوئی بات ہے۔

اور در آخر چرب می بیند علف دین ز قصاب خرس بیند تلف

یعنی وہ (بچہ) تو آخر میں غذا کو چرب دیکھ رہا ہے اور یہ آخر کار قصاب اس کا تلف ہونا

دیکھ رہا ہے۔ یعنی نادان تو عہدہ غذائین دیکھ کر خوب کہا کرتا ہے اور عاقل سمجھتا ہے کہ انکو کہا کر قصائی کے ہاتھوں ذبح ہونا ہے تو وہ انکو جین کہا تا۔ اسطرح بسط میں نادان تو خوش رہتا ہے اور جو نادانین وہ جانتے ہیں کہ صرف بسط کا انجام بہتر نہیں ہے لہذا وہ قبض سے بھی خوش ہو تو ہیں ان علف تلخ است کین تصاباد بہرہم مائرازوئے نہاد

یعنی وہ غذا تلخ ہے جو کہ اس تصاب نے دی اُس نے ہمارے گوشت کیلئے ترازو رکھی ہے یعنی چونکہ اس غذا سے اُسکو ہمارا گوشت کہنا مقصود ہے کہ وہ مٹا کر کے کاٹے لہذا اُسکی یہ غذا عاقل کیلئے تو تلخ اور ناگوار ہوگی اور جو نادان ہے وہ خوب مزہ اڑا دیگا تو اسطرح بسط کو جو ضرر میں عاقل تو انکو سمجھ کر قبض سے خوش ہوگا اور جو نادان ہے وہ اس بسط ہی میں رہ کر اپنے اوقات ضائع کرے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

روزِ حکمت خور علف کا نرا خدا بے عوض داوست وار محض عطا

یعنی جا حکمت کی غذا کہا کہ اُسکو خدائے بے عوض کے دیلے اور محض عطا سے (دیا ہے تو میں) خدائے حکمت کو حاصل کرو کہ وہی اصل غذا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ

چونکہ حق گفت کلو امن رزقہ ہم نان کردی نہ حکمت لے رہی

یعنی جسکے پاس حق ہے کہ کلو امن رزقہ تو خودی مسیحی کہ حکمت اور آداب ہیں کلو امن رزقہ فرمایا تو ہم سمجھے کہ روٹی کے کہنا کا حکم ہو مولا فرماتا ہیں کہ روٹی ہی کے کہانے کا صرف کم نہیں ہو بلکہ اس کا اصل حکمت بھی مراد ہے اور اسی بنا پر فیضی نے دمسار من قناہم ینفقون کی تفسیر میں کہا ہے کہ من انوار المعرفة لیعوضون تو دیکھو ایک تفسیر کی بنا پر رزق میں انوار معرفت بھی داخل ہیں تو اُنکے حصول اور اکل کا بھی حکم ہے

رزق حق حکمت بود در مرتبت تا کلو گیرت نباشد عاقبت

یعنی مرتبہ میں رزق حق حکمت ہے کہ وہ انجام میں تمہاری گلو گیر نہ ہوگی مطلب یہ کہ رزق و میراوی تو بعض مرتبہ گلو گیر ہو جاتا ہے مگر حکمت وہ رزق حق ہے کہ یہ کبھی تمہاری گلو گیر نہ ہوگی۔

این دہان بستی دہانے باز شد کہ خوردہ لقمہ ہائے راز شد

یعنی تھے اس سُنہ کو بند کر لیا تو ایک (اور) منہ کھل گیا کہ وہ لقمہ ہائے راز کا کہنا نہ لایا ہو گیا مطلب یہ کہ اگر تھے اس سُنہ کو لڑا نہ دیا دیکھ کر بند کر لیا تو ایک اور سُنہ جو کہ غذا و روحانی اور حکمت کا کہنا نہ لایا تھا وہ کہنا لیا اور یہ سُنہ حاصل ہو گیا

گزر شیریں دیوتن را و ابری در نظام او بسے نعمت فوری
یعنی اگر دودھ سے اس دیوتن کو تم قطع کر دو تو اس دودھ چھڑائیے تم بہت نعمتیں کھاؤ گے شیر سے
مراد لذت دنیاوی یعنی اگر تم لذت دنیاوی کو ترک کر دو تو اس ترک سے تم کو آخرت کی نعمتیں میسر
ہونگی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شیرک جو شے کردہ ام من نیم خام از حکیم غزنوی بشنو تمام
یعنی مجھ نیم خام نے تو ادھ کچرا بیان کیا ہے حکیم غزنوی سے تم پوری طرح سنو (شرک لوگوں کا
قاعدہ ہے کہ وہ گوشت کو پوری طرح نہیں پکاتے بلکہ نیم پخت کر کے کھاتے ہیں لہذا ادھ کچری
بات کو شرک جو شے کہنے لگتے ہیں) مطلب یہ ہو کہ میں نے تو اس مضمون بالا کو ادھ اور بیان کیا ہے
پوری طرح بیان نہ کر سکا تم حکیم غزنوی (یعنی حکیم سنائی) سے سنو وہ پوری طرح سے بیان کرتے ہیں۔

در الہی نامہ گوید شرح این آں حکیم غیب فخر العارفین
یعنی الہی نامہ میں اسکی شرح وہ حکیم غیب فخر العارفین فرماتے ہیں (الہی نامہ حکیم سنائی کی ایک کتاب
کا نام ہوا اسمیں انہوں نے اس مضمون کو پوری طرح بیان کیا جو جس کو مولانا نقل فرماتے ہیں کہ
غم خوردان غم افزایاں مخور زانکہ عاقل غم خورد کو دک شکر
یعنی غم کھاؤ اور غم افزائیوں کی روٹی مت کھاؤ۔ اسنے کہ عاقل غم کھاتا ہے اور بچہ شکر۔ یعنی غم دین
کھاؤ اور دنیا کی فرحت کو حقیر و ذلیل سمجھو اسنے کہ جو دانا ہیں وہ تو ہمیشہ تفکرات و غموں ہی میں رہتے
ہیں اور جو نادان ہیں وہ بیشک اسمیں پھرتے ہیں کہ ہر وقت خوشی ہی رہے مگر یاد رکھو کہ۔

قند شادی میوہ باغ غم ست این فرح ز خم ست آں غم مرہم ست
یعنی قند شادی باغ غم کا میوہ ہے اور یہ فرح ز خم ہو اور وہ غم مرہم ہے یعنی اول غم ہوتا ہے تب
سرور و فرحت دائمی میسر ہوتی ہے یاد رکھو کہ باغ غم کا میوہ خوشی ہی ہے اور یہاں غم سے مراد
قبض اور خوشی سے مراد بسط ہے تو مطلب یہ ہو کہ بعد قبض کے بسط ہوتا ہے اور اس بسط میں جو بعد
قبض کے ہو زیادہ سرور اور فرحت ہوتی ہے لہذا فرماتے ہیں کہ

غم جوینی در کنارش کنش عشق از سر ربوہ نظر کن در دمشق
یعنی جب غم کو دیکھو تو اسکو محبت سے کنار میں لیو اور ٹیکہ سے دمشق میں نظر کرو جو نوک دمشق اونچائی

پر ہے اسلئے کہا کہ از سر روضہ نظر کن) مطلب یہ ہے کہ جب قبض وارد ہو تو اُس سے متنفر مت ہو بلکہ اُسکو شوق محبت سے قبول کرو۔ اور پھر اس مجاہدہ سے جو تمکو اسکے قبول کرنے میں ہوگا علوم و معارف حاصل کرو۔ جیسا کہ دمشق میں علوم و فنون بہت زیادہ ہیں مگر چونکہ بلندی پر ہے تھوڑی تکلیف کر کے اوپر چڑھنے کی ضرورت ہے پھر جب چڑھ جاؤ گے تو انشاء اللہ علوم و معارف کے دروازے کھل جاویں گے۔

عاقل از انگوڑی بیند ہے عاشق از معدوم شے بیند ہے

یعنی عاقل انگوڑی میں شراب کو دیکھتا ہے اور عاشق معدوم میں سے شے کو دیکھتا ہے مطلب یہ کہ جو عاقل ہیں وہ تو انجام کو سوچ لیتے ہیں تو جس امر کا انجام اچھا ہوتا ہے اگرچہ تمہیں بالفعل کلفت ہو اُسکو اختیار کرتے ہیں اور جو عاشق ہیں وہ معدوم میں سے شے کو دیکھ رہے ہیں کہ ابھی تک محبوب کی طرف سے بظاہر کچھ ظاہر نہیں ہے مگر وہ اُس نہ ملنے کو بھی ملنا کہہ رہے ہیں تو بس جب قبض بڑھو عقل و عشق دونوں کا مقتضائے قبول کرنا اور اُس سے متوحش نہ ہونا ہے کیونکہ اُسکا انجام بخیر ہے اور اگرچہ بظاہر سلب علوم ہے مگر اس عدم میں اشیاء کا مشاہدہ کرنا چاہئے اسلئے کہ اسکا انجام بہتر ہوگا۔ انشاء اللہ آگے اس پر مثال کے طور ایک چھوٹی سی حکایت لاتے ہیں کہ۔

جنگ میگردند حلالاں پرہیز تو مکش تا من کشم حملش پوشیز

یعنی پرسوں حمال لڑ رہے تھے کہ تو مت کھینچ تا کہ میں اُسکا بوجھ مثل شیر کے کھینچوں۔ یعنی حال کسی اسباب پر لڑ رہے تھے کہ تو مت اٹھا اُسکو تو میں اٹھاؤنگا۔ تو دیکھو باوجودیکہ اُس بوجھ کا اٹھانا ایک مشقت تھی مگر ہر ایک اُس مشقت کے برداشت کر نیکی موجود تھا اسلئے کہ

زاکہ زان پنجش ہے دیند سود حمل راہر یک زد دیگر می ربود

یعنی اسلئے کہ اس تکلیف سے وہ نفع دیکھ رہے تھے تو ہر ایک بوجھ کو دوسرے سے اچکتا تھا یعنی چونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ اسوقت مشقت ہے مگر انجام میں پیسے ملیں گے لہذا ہر شخص متنی تھا کہ اس بوجھ کو میں اٹھاؤں اور اس مشقت کو میں برداشت کروں اب فرماتے ہیں کہ۔

مزدوق کو مزداں بے مایہ کو ایں دہ گنجیت مزد و آں تسو

یعنی مزدوری حق کہاں اور اُس بے مایہ کی مزدوری کہاں یہ (حق تعالیٰ) تجھے مزدوری ایک خطہ

دیں گے اور وہ ایک تسوہ مطلب یہ کہ جبکہ حتمال ایک انسان بے مایہ کی مزدوری پر اس قدر بوجھ کے متحمل ہو نہ سکا تو اسے کہتے ہیں حالانکہ عیسہ و دوسرے ہی ملیں گے تو بھلا جہاں کہ موقوف تعالیٰ کی امید ہو جو کہ ذرا سے کام پر ایک عظیم الشان خزانہ عطا فرمادیں گے وہاں تو کیوں طلب نہ کرنا چاہئے تو جب قبض میں علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں تو اس تھوڑی سی مشقت کو گوارا کر لینا کیا مشکل ہے۔

گنج زرے کہ پوشی زیر ریگ با تو باشد آن نمائد مردہ ریگ

یعنی ایسا گنج زر کہ جب تو زیر خاک سوویگا تو وہ تیری ساتھ ہوگا۔ وہ میراث میں نہ رہے گا۔ یعنی جو خزانہ کہ مزدوری میں ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے گا وہ وہ خزانہ ہوگا کہ قبر میں بھی تمہاری ساتھ ہوگا اور دوسری چیزوں کی طرح دنیا میں الٰہی میراثی ہو کر نہ رہے گا۔

پیش پیش آن جنازت می رود مونس گور غیبی سے شود

یعنی تمہارے جنازہ کے آگے آگے چلے گا اور مونس گور اور مسافرت کا ہوگا یعنی جنازہ کی ساتھ ساتھ بھی وہی چلے گا قبر میں اور اس جہاں سے سفر کرتے بھی وہی ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ انسان کے ساتھ نیکے اعمال ہی جاویں گے۔ اور اعمال ہی پر جزا ملتی ہے تو بس انسان کیساتھ اصل میں تو وہ انعامات حق ہی ہیں لہذا چاہئے کہ اس نعمت کو حاصل کرو اور اس قبض سے دل پریشان نہ ہو کہ اس سے انعامات حق تمہارے فائدے ہو گئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

بہر روز مرگ ایسدم مردہ باش عاشوی با عشق سرمد خواجہ تاش

یعنی روز مرگ کی واسطے اسدم مردہ ہو جاتا کہ عشق دائمی کیساتھ تو خواجہ تاش ہو۔ یعنی موت سے پہلے فنا حاصل کر دتا کہ پھر وہ عشق دائمی اور حیات دائمی ٹھکو نصیب ہو۔

صبری بید ز پرہ اجتہاد و روتے چوں گلزار زلفیں مراد

یعنی صبر بردہ مجاہد سے دیکھ رہا ہے۔ روش گلزار کے ہے اور زلفیں مراد ہیں مطلب یہ کہ صبر مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہوتا ہے اور پھر اس کے بھل بے حد شیریں اور لذیذ ہوتے ہیں لہذا اگر کوئی مشکل یا مجاہدہ ہو تو اس سے غمگین مت ہوا سنے کہ

غم چو آئینہ است پیش مجتہد کاندراں ضدی نماید روتے ضد

یعنی غم مجاہدہ کرنے والے کے آگے مثل آئینہ کے ہے کہ اُس میں ایک ہند روتے ضد کو دکھائی دیتی ہے یعنی

جس طرح کہ آئینہ میں جیسی شے ہوتی ہے ویسی نظر آجاتی ہے اور اخلاص و سب ممتاز ہو جاتے ہیں لہذا اسی طرح غم سے بھی پوری حالت و کیفیت معلوم ہو جاتی ہے۔

بعد ضد رنج آس ضد دگر رو دہد یعنی کشادہ و کروفہ

یعنی ضد رنج کے بعد دوسری ضد منہ دکھاتی ہے یعنی کشادگی اور کروفہ یعنی اس رنج اور غم کے بعد کشادگی اور کروفہ سامنے ہوتا ہے۔ اور اس قبض کے بعد بسلط نصیب ہوتا ہے آگے اس

قبض و بسلط کے مفید ہونے کی اور صرف قبض یا صرف بسلط رہنے کی مضرت بیان فرماتے ہیں کہ

ایں دو وصف از پنجہ دوستت ہیں بعد قبض مشت بسلط آید نقیض

یعنی ان دونوں وصف (قبض و بسلط) کو اپنے پنجہ اور ہاتھ سے دیکھ لو کہ بعد مٹھی بند کرنے کے یقیناً بسلط آتا ہے یعنی جب مٹھی بند کر لیتے ہو تو اُسکے بعد پھر مٹھی کھلتی ہے۔

پنجہ را گر قبض باشد دائمی یا ہمہ بسلط او بود چوں مبتلا

یعنی مٹھی کو اگر قبض دائمی ہو جائے یا بالکل اسکو بسلط ہو جاوے تو وہ مثل مبتلا کے ہو جاوے یعنی اگر ہمیشہ مٹھی بند ہی رہے یا کھلی ہی رہے تو دیکھو علامت مرض ہے یا نہیں اسکے لئے بسلط و قبض دونوں ہوتے رہیں جب ہی صحت معلوم ہوتی ہے۔

ایں دو وصفش کار و کسب تنظیم چوں پر مرغ ایں دو حال اور اہم

یعنی یہ اسکے دونوں وصف کام اور کسب تنظیم کیلئے مثل جانور کے پروں کے دونوں حال ضروری ہیں یعنی کار و بار کرنے کیلئے ان دونوں حالتوں کی ضرورت ہے کہ کبھی کھلیں اور کبھی بند ہوں جیسا کہ جانور کہ اگر اسکے بازو کھلے رہیں تو وہ کسی جگہ بیٹھ کر آرام نہیں کر سکتا۔ ہر وقت اڑا کرے اور اگر بند رہیں تو اڑ نہیں سکتا ایک جگہ پڑا پڑا سڑ جاوے۔ تو دونوں حالتیں ضروری ہیں تو پس پرواز باطنی اور کار و بار باطن کیلئے بھی دونوں حالتوں کی ضرورت ہے کہ کبھی بسلط ہے تو کبھی قبض ہے اور جب دونوں حالتیں ضروری ہیں تو جس طرح کہ بسلط سے خوش ہوتے ہو قبض سے بھی خوش ہونا ضروری ہے۔ اور اُس سے دل تنگ ہونا سخت غلطی ہے لیکن طبعی تنگی تو یقیناً ہوگی کہ دل گھبراوگا مگر تنگی نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اُس سے پریشان ہو کر شکایت و حکایت نہ شروع کر دے یا اُسکی وجہ سے کام نہ چھوڑ بیٹھے کہ جب حالات و واردات ہی نہیں تو پھر کام ہی چھوڑ دے اگر طبعی تنگی بھی

نہ ہوتی تو بجلادہ قبض ہی کیا ہوا لہذا اگر طبعی تنگی ہو اسکا مضائقہ نہیں اس سے پریشان نہ ہو۔
بلکہ کام میں لگا رہے کہ یہی مطلوب ہے۔ انشاء اللہ یہ سب حالات موصل الی المقصود ہونگے قبض ہو
یا بسط سبب کسی طرف سے ہو یا در کھوکہ اسمیں لاکھوں مصلحتیں ہیں جن میں سے کچھ بیان کی گئی ہیں
اور باقی بعض معلوم ہیں اور بعض معلوم بھی نہیں ہیں۔ پس تم اپنا شعار تقویٰ کر لو جس حال میں
رکھیں رہو۔ خوب کہا ہے

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب کہ حیف باشد از دغیر او تمنائے
بس اصل مقصود قرب ہے وہ جس حال میں بھی میسر ہو اور جس طرح بھی حاصل ہو اسی میں لگے
رہو انشاء اللہ کامیاب ہو گے۔ آگے پھر قصہ مریم کی طرف خود ہو۔

شرح حبیبی

چونکہ مریم مضطرب شدید نماں	ہچنانکہ بر زمین آں ماہیاں
بانگ بروے ز دغیر وار کرم	کہ امین حضرت تم از من مرم
از سرافرازان عزت سرکش	از چنین خوش مہربان دم درکش
ایں ہی گفت و ذبالہ نور پاک	از لبش می شد پیالے بر سماک
از وجود می گریزی در عدم	در عدم من شاہم و صاحب علم
خود بہنہ و بتگاہ من در نیستی است	یک سوارہ نقش من پیش سستی است
مریم با سنگر کہ نقش مشکلم	ہم ہلام ہم خیال اندر دلم
چوں خیالے در دلت آند نشست	ہر کجا کہ می گریزی باتو ہست
جنر خیال عارضے باطلے	کہ بود چوں صبح کاذب آفے
من چو صبح صادقم از نور رب	کہ نگر دگر دروزم ہر صبح شب

ہیں گولا حول عمران زادہ ام من زلا حول این طرف افتادہ ام
مر مراصل وغذا حول بود نور لا حولے کہ پیش از قول بود
تو می گیری پناہ از من بحق من نگاریدہ پناہم در سبق
آن پناہم من کہ مخلصہات بود تو اعوذ آری ومن خود آں اعوذ

جب مریم علیہا السلام کچھ دیر تک یوں مضطرب رہیں جس طرح زمین پر پھلیاں بے قرار رہتی ہیں تو اس نمونہ کرم حق سبحانہ نے آواز دی کہ آپ پریشان نہ ہوں اور مجھ سے بھاگیں نہیں میں لین خدا جبریل ہوں آپ مجھ سے بھاگ کر عالم غیب میں پناہ لیتی ہیں حالانکہ عالم غیب میں تو میری سلطنت ہے اور میں وہاں نہایت شان و شوکت رکھتا ہوں۔ آپ کے سامنے تو صرف میرا وجود ہی ہے باقی سارا ساز و سامان تو میرا عالم غیب ہی میں ہے۔ آپ خیال رکھیں کہ میں ایک نقش مشکل ہوں اور میری مثال ایسی ہے جیسے چاند یا دل کا خیال یعنی جس طرح چاند آدمی کیساتھ ساتھ رہتا ہے اور اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اور جس طرح خیال کا قاعدہ ہے کہ جب دل میں آتا ہے تو بس گھروی کر لیتا ہے۔ اور جہاں تم جاتے ہو تمہاری ساتھ جاتا ہے یوں ہی میں بھی تم سے الگ نہیں ہو سکتا۔ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ خیال جدا نہیں ہوتا اس سے وہ خیال مستثنیٰ ہو جو عارضی اور باطل ہو اور جو صبح کاذب کی طرح فنا ہو جائیو لا ہو۔ مگر میں صبح کاذب کی طرح آفل نہیں ہوں بلکہ حق سبحانہ کے نور سے صبح صادق کی طرح ہوں کہ کوئی تاریکی میرے پاس نہیں پھٹک سکتی پس اے عمران زادی آپ مجھ پر لا حول نہ پڑھیں کیونکہ میں آپ کی لا حول ہی کی بدولت یہاں آیا ہوں کیونکہ جب آپ نے خدا پر بھروسہ کیا تو مجھے حق سبحانہ نے آپ کے پاس بھیجا نیز لا حول اور اعتماد برحق تو میری اصل غذا ہے اور تکلم لا حول سے پہلے سے میں نور لا حول کھا رہا ہوں۔ آپ اعوذ بالقرن منک فرماتی ہیں اور مجھ سے بھاگ کر پناہ حق میں جانا چاہتی ہیں لیکن میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ میں پیشتر ہی سے حق سبحانہ کی پناہ کی زندہ تصویر ہوں اور میں وہی پناہ ہوں جس کو آپ رہائی کا ذریعہ بنانا چاہتی ہیں۔ آپ اعوذ بالتر حسن منک کہتی ہیں حالانکہ میں خود اعوذ پناہ

ہوں۔

شرح شبیری

جبریل علیہ السلام کا مریم علیہا السلام سے کہنا کہ میں رسول حق

ہوں مجھ سے پریشان اور پوشیدہ مت ہو

چونکہ مریم مضطرب و شکیلاں، چنانکہ بر زمین آں ماہیاں

یعنی مریم علیہا السلام جبکہ کچھ دیر اس طرح مضطرب ہوئیں جیسا کہ شکی پر مھلیاں۔

بانگ بروے زرد نمودار کرم کہ امین حضرت م از من سرم

یعنی انکو نمودار کرم نے آواز دی کہ میں امین حضرت حق ہوں مجھ سے بھاگو مت یعنی ہوا کہ کریم تھے انہوں نے

کہا کہ میں امین اللہ یعنی جبریل ہوں مجھ سے بھاگو مت اور پریشان مت ہوا در کہا کہ

از سر افران عزت سرکش از چنین خوش محرم دم درکش

یعنی حضرت حق کے سر بلندوں سے سرکشی مت کہ وادرا ایسے اچھے محرموں سے دم مت کھینچو۔

مطلب یہ ہے کہ میں تو اس عالم سے ہوں اور درگاہ الہی کا مقرب ہوں تو مجھ سے فساد و فتنہ کا خوف نہیں

نہیں ہے لہذا تم ڈرو مت اب یہاں شبہ ہوتا ہے کہ جب مریم علیہا السلام کو شبہ ہوا اور اس کے بعد

حضرت جبریل علیہ السلام نے خود ہی یہ کہا کہ میں فرشتہ ہوں تو انکو صرف سے کھینچنے سے کیسے

یقین آیا انکو یہ شبہ کیوں نہ ہوا کہ کھینچ کر غلط کہتے ہوں اور کوئی مفسد ہو مولانا لکھے اُن کے اس قول کے

صدق پر ایک علامت بیان فرماتے ہیں کہ

ایں بھی گفت و ذبال نور پاک از لبش می شد سپا پے بر سماک

یعنی وہ (جبریل) یہ فرما رہے تھے اور نور پاک کی لوائے لب سے برابر سماک پر جا رہی تھی مطلب

یہ کہ وہ جو یہ گفتگو کر رہے تھے تو اُن کے ان الفاظ کیساتھ برابر ایک نور اُن کے منہ سے ظاہر ہوتا تھا جس سے

صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیشک ملکہ تھے میں ماسوتے اور مفسد نہیں ہیں اور بات یہ ہے کہ مریم کو انکو دیکھ کر

درجہ علم ضروری میں تو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ کوئی مفسد وغیرہ نہیں ہیں باقی جب انہوں نے کہا اور بتایا کہ

میں فرشتہ ہوں اسوقت انکو پوری طرح معلوم ہو گیا اور یہ سمجھ گئیں کہ بیشک یہ فرشتہ ہیں اور کوئی مفسد

نہیں ہیں آگے پھر حضرت جبریل کا قول ہے فرماتے ہیں کہ

از وجودمے گر بیزی در عدم در عدم من شاہم و صاحب علم

یعنی میرے وجود سے تم عدم میں بھاگتی ہو اور عدم میں تو میں بادشاہ اور صاحب علم ہوں (عدم سے مراد عدم اضافی یعنی عالم غیب ہے) مطلب یہ کہ تم مجھے پناہ مانگی ہو اور عالم غیب کی طرف متوجہ ہوتی ہو تو وہاں تو میری اور خوب سلطنت ہے وہاں تو تم مجھ سے بچ ہی نہیں سکتیں۔

خود بنہ و بنگاہ من در نیستی است یک سوارہ نقش من پیش سستی است۔

یعنی خود سامان اور خیمہ میرا نیستی میں ہے اور ایک تنہا نقش میرا لبی بی کے سامنے ہو۔ مطلب یہ کہ یہاں تو میں صرف ایک تنہا ہوں باقی عالم غیب میں تو میری سلطنت ہے فوج بلش ہے لہذا تمہارا مجھ سے پناہ مانگ کر اس طرف متوجہ ہونا فضول ہے کہ وہاں تو میں موجود ہوں۔

مر کا بسنگر کہ نقش مشکلم ہم ہلام ہم خیال اندر دم

یعنی اے مریم دیکھ کہ میں نقش مشکل ہوں میں ہلال ہوں اور دلیں خیال بھی ہوں مطلب یہ کہ میں ایک عجیب نقش ہوں۔ کہ دو جگہ اور دو طرح میرا وجود ہو سکتا ہے کہ میں ظاہر میں بھی موجود ہوں کہ مجھ تمہارے سامنے کھڑا ہوا ہوں اور تمہارے دل میں بھی موجود ہوں کیونکہ ناسوتے نہیں ہوں بلکہ ملکوتے ہوں کہ جسکا ادراک خیال سے ہوتا ہو۔

چوں خیالے در دولت آمد نشست ہر کجا کہ میگر بیزی باتو ہست

یعنی جیسے کہ کوئی خیال تمہارے دل میں آیا اور بیٹھ گیا تو تم جہاں کہیں جاؤ گی وہ تمہارے ساتھ ہو گا اسی طرح میں بھی چونکہ خیال میں ہوں لہذا جہاں تم ہو گی وہیں میں بھی ہوں گا اگر عالم غیب میں جاؤ گی تو وہاں موجود ہوں گا اور اگر دنیا میں رہو گی تو یہاں ساتھ ہوں۔

جز خیالے عارضی باطلے کو بود چوں صبح کاذب آفٹے

یعنی سوائے اس خیال کے کہ جو عارضی اور باطل ہو کہ وہ مثل صبح کاذب کے آفل ہوتا ہے (مگر)

من چو صبح صادق از نور رب کہ نگر دو گرد روزم ہر سچ شب

یعنی میں نور رب سے مثل صبح صادق کے ہوں کہ میرے دن کے گرد کوئی شب نہیں پھرتی یعنی میں ان کو کوئی طرح نہیں ہوں جو کاذب ہوئے ہیں اور جن کا خیال کاذب تھا بلکہ میں مثل صبح صادق کے ہوں کہ میری پاس کوئی کٹی نقصان پہنچنے والا

ہین مگو لاول عمران زادہ ام کہ ز لاول نی طرف افتادہ ام
یعنی لے عمران زادی مجھ سے لاول مت کہو کہ لاول سے میں اس طرف پڑا ہوا ہوں۔
مرمر اصل غذا لاول بود نور لاولے کہ پیش از قول بود
یعنی میری اصل اور غذا لاول ہی تھی۔ نور اُس لاول کا جو پہلے قول کے تھی۔ مطلب یہ ہے کہ تم جو
لاول پڑتی ہو اور تو خود کرتی ہو تو یہ چیزیں تو میری غذا اور اصل ہے اسلئے کہ فرشتوں کی غذا تو
تشیع و تحمید ہی ہے تو پھر جب ہماری غذا ہے تو ہم کو اُس سے کیا خوف ہو گا۔ تم شوق سے تعوذ وغیرہ
کرو۔ بلکہ اس سے کوئی گزند وغیرہ نہیں ہے

تو بھی گیری پناہ از من نحتی من نگاریدہ پناہ ہم از سبق
یعنی تم مجھ سے حق تعالیٰ سے پناہ مانگتی ہو اور میں سابق سے نگاریدہ پناہ کا ہوں۔ یعنی جس سے کہ تم پناہ
مانگ رہی ہو میں تو خود وہ پناہ ہوں اور جس سے کہ پناہ مانگ رہی ہو اُسی کا بنایا ہوا ہوں پھر مجھ
کہاں پناہ مانگتی ہو۔

آن پناہم من کہ مخلصہات بود تو اعوذ آری و من خود آن اعوذ
یعنی میں وہ پناہ ہوں جو تیری مخلص تھی تو اعوذ لاتی ہے اور میں خود وہ اعوذ ہوں۔ مطلب یہ کہ تم جو مجھ
سے پناہ مانگتی ہو اور خود پڑھ رہی ہو تو میں خود وہ اعوذ ہوں جو کہ تم کو شر شیطاں اللہ والجن سے
بچاتا تھا اسلئے کہ حق تعالیٰ جو کام لیتے ہیں وہ فرشتوں ہی کے ذریعے سے لیتے ہیں تو وہ بولے کہ تم جو چیز
سے پناہ مانگا کرتی ہو اُن سے نجات دینے والا تو میں ہی ہوں پھر مجھ سے کیا پناہ مانگتی ہو غرض کہ جبریل علیہ السلام
نے فرمایا کہ تمہارا پناہ مانگنا بیسو رہے اسلئے کہ میں کوئی مفسد وغیرہ تو ہوں نہیں جس سے کہ تم کو خوف
ہے میں تو ایک ملک ہوں۔ اب آگے مولانا ایک عام مضمون فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

تو بر یار و ندانے عشق بہخت
شاوی را نام بہنہادہ غمی

آفتہ نبود ترا نا شناخت
یار را انگیار پنداری ہمے

تو گر یزانی از دای بی وفا
چونکہ ما دزدیم نخلش دارا است
چونکہ بے عقلم آن زنجیر است
چونکہ فرعونیم بر ما خون شود
یوسفم گرگ از تو ام لے پرستیز
چونکہ با او ضد شوی گرد و چو مار
بر قرار اول ست انسان کہ بُد
کہ بخارامی رود آن سوختہ

این چنین لطفے کہ دارد یار ما
این چنین نخلے کہ دست یار ما است
این چنین مشکین کہ زلف میر ما است
این چنین لطفے کہ نیلے می رود
خون ہی گوید من آمم ہین مریر
تو نمی بینی کہ یار برود بار
لحم او و لحم او دیگر نہ شد
شمع مریم را بہل فروختہ

ابک مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مریم علیہا السلام کو جتھدر پر نشانی لاحق ہوئی وہ جبریل
علیہ السلام کو نہ پہچانتے سے پس سمجھ لو کہ کوئی آفت اپنے دوست کو نہ پہچانتے سے بڑا ہر نہیں ہے
غضب کی بات ہے کہ تم اپنے محبوب کے پاس ہو اور اُس سے عاشقانہ برتاؤ نہیں کر سکتے بلکہ یار کو غیر
سمجھتے ہو اور تنے اُس شے کا نام جو حقیقت میں خوشی ہے غم رکھ چھوڑا ہے محبوب حقیقی اس قدر توقعات
کرتے ہیں جو بھی تم اُس سے یو فایا نہ پہل گئے ہو خلاصہ یہ کہ مولانا ان لوگوں کی شکایت اور اُن کی حالت
سے تعجب کرتے ہیں جن کا تعلق حق سبحانہ کیساتھ اچھا نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ فریر اور مہربان
اور محبوب حقیقی ہیں مگر تم اُس سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ اُس کے ساتھ غیر و ن کا معاملہ کرتے ہو اُس کے
ایک شبہ کا جواب دیتے ہیں تقریر شبہ یہ ہے کہ تم تو حق سبحانہ کو مہربان کہتے ہو مگر اُس کو تو دیکھتے ہیں کہ
وہ تکلیف دینا ہے اور حاصل جواب یہ کہ وہ تو مہربان ہی ہے مگر ہماری ملاحقی سے ہلکو نقصان پھونچ رہا ہے
چنانچہ حق سبحانہ خود فرماتے ہیں مَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَمَا أُكْسِبَتْ أَيْدِيكُمْ وَلَعُفُو عَنْ كَثِيرٍ جَبَّ يَهُرُ امْرُؤٌ
ہو گیا تو اب حال شمار سنو فرماتے ہیں کہ باوجودیکہ ہمارے محبوب کا قداسیائے اعلیٰ درجہ کا درخت خراہی
عشاق کو بہت کچھ نفع پہونچا ہوا ہے لیکن چونکہ ہم لوگ چور و ن کی طرح مجرم ہیں اسلئے وہ بھائے اس کے

کہ ہمارے لئے نافع ہو تا سولی کی طرح ہماری ہلاکی کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اور باوجودیکہ ہمارے محبوب کی زلف اس قدر مشکین اور شام عشاق کو معطر کرنے والی ہے مگر ہماری بے عقلی کے سبب ہمارے لئے نہ خیر ہو گئی ہے اور باوجودیکہ اُس کا دیئے لطف نیل کی طرح ہر باسے مگر چونکہ ہم فرعون ہیں اس لئے وہ ہمارے لئے دریا کے خون ہو گیا ہے وہ خون کہتا ہے کہ میں حقیقت میں خون نہیں بلکہ پانی ہوں تیرے لئے خون ہو گیا ہوں۔ پس تو مجھے مت گرا اور مجھے نفرت مت کر دیکھ اپنی حالت کو بدل لے اور میں واقع میں یوسف کی طرح مرغوب ہوں تیری مالاتقی سے تیرے لئے ہیٹرے کی طرح قابل نفرت ہو گیا ہوں۔ پس تو مجھے مت بہاگ بلکہ اپنی اصلاح کر۔ اب اگر کوئی شبہ کرے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شے خاص میں پانی یا یوسف ہو اور دوسرے کیلئے وہ خون یا ہیٹرے ہو جاوے۔ تو یہ شبہ یوں دور ہو سکتا ہے کہ دیکھو ایک دوست ہوتا ہے لیکن جبکہ تم اُس سے مخالفت کر لیتے ہو تو وہ تماری نظر میں سانب ہو جاتا ہے۔ اب دیکھو کہ باوجودیکہ نہ اُس کا گوشت بدلا ہے نہ چربی اور نہ ہی آدمی ہے جو پہلے تھا مگر تمہاری نسبت سے بدل گیا ہے۔ لیس طرح خون اور ہیٹرے کو سمجھ لو۔ اچھا اب مریم علیہا السلام کی شمع کو تو روشن چھوڑا اور یہ بیان کر د کہ وہ جلا ہونا عاشق بخارا روانہ ہوتا ہے۔

شرح شبیری

آفتہ بنود بتر از ناشناخت تو بر یار و نذرانے عشق باخت

یعنی ناشناسی سے زیادہ کوئی آفت نہیں ہوتی۔ کہ تم یار کے نزدیک ہو اور عشق بازی کرنا نہیں جانتے یعنی تم دوست کے پاس ہو اور وہ تمہارے پاس موجود ہے مگر چونکہ پہچانتے نہیں ہو لہذا اُس سے بالکل الگ ہو۔ تم اُس سے محبت کرنا جانتے ہو نہ کچھ جانتے ہو تو پھر ہلانا شناسی سے زیادہ بہتر اور کیا شے ہوگی اور یہ مہم نے پناہ وغیرہ مانگی یہ بھی سب ناشناسی کی وجہ سے تھا اور ناشناسی کے وقت یہ حالت ہوتی تھی

یار را اغیار پسنداری ہے شادے را نام نہاد می غمی

یعنی یار کو اغیار سمجھتا ہے اور خوشی کا نام غم رکھتا ہے (اس لئے کہ ٹکڑے نہ خیر ہی نہیں ہوتی کہ یہ خوشی ہے لہذا اُس کو غم سمجھتے ہو اور یار کو بوجہ ناشناسی کے غم سمجھ کر اُس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے)

ابن چنین لطفے کہ دار و یار ما تو گریزانی از دِلے بی وفا

یعنی ایسا لطف کہ جو ہمارا یار کہتا ہے تو اُس سے پہاگتا ہے لے بیوفا۔ یعنی ہمارا یار تو ایسے ایسے الطاف کرتا ہے اور تو بوجہ شناسی کے اُس سے پہاگ رہا ہے اور اُن الطاف کی قدر نہیں کرتا۔

ابن جنین نخل کے لطف یا راست چونکہ ماہر و نیم نخلش دار راست

یعنی ایسا نخل کہ ہمارے یار کا لطف ہے جبکہ ہم چورین تو اُس کا نخل ہماری دار ہے مطلب یہ کہ لطف دوست جو مثل نخل کے ہے کہ اُس سے سب پہل کہاتے ہیں مگر چونکہ ہم چورین تو پہلو اُس میں پہانسی بجاتی ہے تو اس طرح وہ لطف ہمارے لئے عذاب جان ہو جاتا ہے

ابن جنین مشکین کہ زلف میر ماست چونکہ بے عقلم اُن زنجیر ماست

یعنی ایسی مشکین کہ ہمارے میر کی زلف ہے جبکہ ہم بیعتل ہیں تو وہ ہماری زنجیر ہے یعنی ایک یار کی زلف مشکین ہو مگر جبکہ انسان اُس کی قدر نہ جانے تو وہی اُس کے لئے زنجیر ہو جاتی ہے۔ یہ ساری باتیں اپنی ناشناسی اور ناقابلیت کی بدولت ہیں۔

ابن جنین لطفے چو نیلے می رود چونکہ فرعونیم بر ما خون شود

یعنی ایسا لطف جو کہ مثل دریا کے نیل کے چلتا ہے جبکہ ہم فرعون ہیں تو وہ ہم پر خون ہو جاتا ہے یعنی بوجہ ہماری بقدری اور ناشناسی کے وہی شے جو کہ بہت لطیف اور عمدہ تھی وہی ہمارے لئے خراب ہو جاتی ہے جیسا کہ فرعون پر آب دریا کے نیل خون ہو جاتا تھا۔ تو دیکھو وہ شے جو کہ ایسی لطیف اور پاک و صاف تھی وہی اُن پر آفت جان ہو گئی تو یہ خرابی اُس کی طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ کمی اور خرابی خود ہماری طرف سے ہے۔

خون بھی گوید من آبم بن مرید یوسفم گرگ از تو ام ای پرستیز

یعنی خون کہتا ہے کہ ارے میں تو پانی ہوں گرامت + میں یوسف ہوں گرگ تو تیری وجہ سے ہو گیا ہوں لے پرستیز یعنی وہ چیز کہتی ہے کہ میرے اندر جو خرابی آگئی ہے یہ تو صرف تمہارے اندر خرابی ہونے کی وجہ سے ہے کہ میں نکو ایسی معلوم ہوتی ہوں ورنہ میں تو اچھی خاصی ہوں تو یہ بھی اُسی ناشناسی کی وجہ سے ہے بلکہ ناشناسی میں یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

توخی بینی کہ یار برود بار چونکہ یا وضد شدی گرد چو مار

یعنی کیا تو دیکھتا نہیں ہے کہ یار برود بار جبکہ اُس کی ساتھ تو ضد ہوا تو وہ سانپ کی طرح ہو جاتا ہے

لحم او و شحم او دیگر نشد او چنان بد جز که از منظر نشد
یعنی اُس کا لحم و شحم تو دور اُنہیں ہوا وہ تو اُسی طرح ہے (مگر اُس کا مثل مار ہو جانا) بحرِ تنہاری نظر گاہ
کے بین ہوا۔ یعنی وہ جو تنہا رہے لئے مثل مار کے ہو گیا ہے یہ صرف اس لئے کہ تم اُس کی ضد ہو گئے ہو اور
تنہاری نظر میں ایسا ہو گیا ہے ورنہ اُس کی طرف سے کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہے تو دیکھو یہ بھی اُسی
ناسناسی کی وجہ سے کہ تھے اُس کی قدر نہ جانی۔ آگے اُسی نوکرِ عاشق بخاری اور صدرِ جہان کے
قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

اُس کیل کا عشق کی وجہ سے قصہ کرنا کہ بخارا کو رجوع ہو

شمع مریم را بہل افروختہ کہ بخار می رود آن سوختہ
یعنی شمع مریم کو جلتی ہوئی چھوڑ دواسلئے کہ وہ سوختہ بخار کی طرف جارہا ہے (شمع را افروختہ
گذاشتن کنایہ از چیزے را ناتمام گذاشتن) مطلب یہ کہ مریم کے قصہ کو ہمیں تک پہنچے دو
اسکو ناتمام ہی رہنے دو چنانکہ وہ جلاہنا عاشق بخارا کو جاتا ہے تو اس کا قصبہ ان کرو اس کی
یہ حالت تھی کہ

شرح مسیہی

سخت در صبر و در آتش دان تیز
 این بخارا منبع دانش بود
 پیش شیخ در بحار اندرے
 لے خاک آنرا کہ ذلت نفہ
 وقت صدر جهان در جان او
 گفت برخیزم ہما نجا واروم

رو سوئے صدر جهان کن می گیر
پس بخارائیت هر کانش بود
نا بخاری در بنار انگرے
دائے آنکس را که میردی رن
پاره پاره کرده بود ارکان او
کافر اگر شتم دگر ره بگرم

عہد ہر لاش بودے ہر کہ آنش اولے دالت بودای عالمیس خبر آئیم فیمہ خیزون دست کر ایست

واردم آنجا بقیتم پیش او
گویم افگندم بہ پیش جان خویش
کشتہ و مردہ بہ پیش ای قمر
آرمودم صدر از ان بار پیش
غن لی یا منیتی لحن النشور
ابلی یا ارض و معی قد کفی
عدت یا عیدی الینام حبا
گفت ای یاران روان گشتم وداع
و مبدم در سوز بریان می شوم
گر چہ دل چون سنگ خارامی کند
مسکن یارست و شہر شاہ من

پیش آن صدر نکو اندیش و
زندہ کن با سر بہر مارا چو پیش
بہ کہ شاہ زندگان جائے دگر
بے تو شیرین می نہ بینم کار خویش
ابر کے یا ناقتی تم السرور
اشربنی یا نفس و ردا قد صفا
نغم مار وحت یا سبج الصبا
سوئی آن مسکر کہ میرست مطاع
ہر چہ بادا بادا آنجامی روم
جان من غم بخارامی کند
پیش عاشق این بود حب الوطن

اچھا اے عاشق تم نہایت بے بصری اور اضطراب کیساتھ بھاگو اور صدر جہان کے پاس چلو۔ یہ فرما کر
مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو بخارا علم کا چشمہ ہے پس جو شخص صاحب علم ہوگا
وہ بھی بخارا ہی ہے لہذا جبکہ تم اپنے شیخ کے پاس ہو تو بخارا ہی میں ہو پس دیکھو اس بخارا کی نہایت
وقت کرنا اور اسکو بغیر حقارت نہ دیکھنا اور اپنے کو اُسکے سامنے ذلیل کرنا کیونکہ اُس کی شکل جزر
وہ تمکو اُسکے بخارائے دل میں نہ چھوچنے دے گی اور بدولت کے تم اُسکے دل میں گہر نہ کر سکو گے وہ
شخص نہایت مزہ میں ہے جبکہ نفس اپنے شیخ کے سامنے ذلیل ہو۔ اور اُس کی حالت نہایت قابل
افسوس ہے جو ٹھوکر مار کر یعنی گستاخی کر کے ہلاک ہو جاوے۔ یہاں تک اس مضمون کو بیان کر کے
بہر مضمون سابق کی طرف مٹو دہاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اُسکی جان میں جو صدر جہان کی فرقت کا
رنج جاگزین تھا اُسنے اُسکے ارکان جسم کو پارہ پارہ کر رکھا تھا اُسنے کہا کہ میں تو اٹھکروں جلاوطن

اور اگر میں اُس سے بہاگ کر کا فر عشت ہو گیا ہوں تو پھر نئے سرے سے مسلمان ہوتا ہوں۔ اب تو میں
 وہیں جاتا ہوں اور اُسکے سامنے پڑھتا ہوں یعنی اپنے نیک خیال صدر جہان کے سامنے اور وہاں جا کر
 کہہ لگا کہ میں نے تو اپنے کو حضور کے قدموں میں لا ڈالا ہے اب حضور کو اختیار ہے خواہ مجھے زندہ کرے
 یا ذبح کر ڈالیں۔ میرا آپکے سامنے مرجانا اور مارا جانا اس سے بہتر ہے کہ کہیں اور دیکھ کر میں زندوں کا
 بادشاہ ہوں۔ میں اس سے قبل لاکھوں مرتبہ تجربہ کر چکا ہوں کہ آپکی بحر کسی کام میں لطف نہیں۔
 پس اے میری آرزو میرے لئے زندہ کن گیت گا اور اے میری ناقہ خوشی تمام ہو چکی اور میں منزل
 مقصود تک پہنچ گیا۔ اب تو بیٹھ جا۔ اور اے زمین رونا ہو چکا اب تو آنسو پی لے۔ اور اے
 نفس اک پن گہٹ صاف ہے تو پی لے۔ اور اے عید مر جا کہ تو واپس آئی اور اے باد صبا تو
 مجھے ہماہیت ہی خوش کیا۔ اُسے اپنے دل سے یہ گفتگو کی اور کہا کہ اے دوستو! جہاں وضعت میں
 تو اُس صدر جہان کی طرف جلد یا جو میر آقا اور واجب الاماعت ہے کیونکہ میں ہر وقت سوز و قراق
 سے کباب ہوتا ہوں مجھے یہ تکلیف برداشت نہیں ہوتی پس کچھ بھی ہو میں تو دین جاتا ہوں اگرچہ
 میری طبیعت مجھے پتھر بنانے دیتی اور جانے سے منع ہوتی ہے مگر میری جان بخارا ہی کا غم کرتی
 ہے کیونکہ وہ میرے یار کی رہنے کی جگہ اور میرے یاد شاہ کا شہر ہے اور عاشق کیلئے جنتِ مطن
 یہی ہے کہ وہ وطن محبوب سے محبت کرے۔

شرح شبیری

سخت یہ صبر و در آتش دل تیز
 رو سوئے صدر جہان کن میگہ ریز
 یعنی سخت یہ صبر تھا اور آتش دل تیز میں صدر جہان کی طرف منہ کئے ہوئے بہاگ رہا تھا مطلب یہ کہ
 وہ بیحد یہ صبری کیسا تھا تیزی سے صدر جہان کی طرف کو جا رہا تھا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ
 این بخارا منبع دانش بود
 پس بخارا نیست ہر کانش بود
 یعنی یہ بخارا منبع دانش ہوتا ہے بخارا میں بخاری ہر کو کوہ (یعنی صاحب دانش) ہو مطلب یہ ہے کہ بخارا سے
 مراد شیخ کامل ہے جو کہ منبع دانش ہوتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ شخص بخارا کی طلب میں
 تھا تو جس طرح کہ بخارا منبع علوم و فنون تھا اسی طرح اصل بخارا وہ ہے جو کہ منبع علوم و فنون ہوتا ہے

یعنی شیخ کامل تو مستفیدین اُسکو اسی طرح تلاش کرتے اور اُس کی طرف اسی طرح دوڑتے ہیں
بخارا سے شیخ کو صرف اسلئے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح کہ بخارا میں علوم و فنون کا زور ہے اسی طرح
شیخ کامل بھی منبع علوم و فنون ہوتا ہے تو بس جو اُس کا متلاشی ہے وہی بخاری ہے یعنی وہی
طالب صادق ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

بیش شیخ در بخارا اندرے تا بخواری در بخارا ننکرے

یعنی تم بخارا میں ایک شیخ کے آگے ہو تو بخارا میں خواری سے ہرگز نگاہ مت کرنا۔ یعنی بخارا جو کہ منبع
علوم ہے ایسی جگہ پر تم کسی شیخ کامل کے پاس ہو تو اُسکے بخارائے دل میں خواری سے نظرت کرو
اور اُسکو حقیر و ذلیل مت سمجھو اسلئے کہ یہ علامت خسران کی ہے۔

جز بخواری در بخارائے دلش راہ ندہ جز رو مد مشکش

یعنی بحر خواری کے اُسکے بخارائے دل میں اُس کی مشکل کا جزو و مدراہ نہیں دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ
جب تک کہ تم خواری اور واضح اور عجز اختیار نہ کرو گے اُسوقت تک تکو شیخ کے دل میں راہ نہو گی
اور اُس کا جو آثار جزو یا وہ ہے اُس سے کبھی بھی واقف نہو گے تو بس اُسکو حقیر نہ سمجھو اور اپنے کو حقیر
بناو تب اُسکے قلب کے اسرار تک رسائی ہو سکتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے خنک آنرا کہ ذلت لفس وائے آنکس را کہ یردی ففس

یعنی خوش ہے وہ کہ ذلیل ہو گیا نفس اُس کا اور افسوس ہے اُس شخص پر کہ اُسکے قدم رکھنے نے اُسکو
ہلاک کیا (یہاں قدم رکھنے سے مراد بے ادبی کرنا ہے) مطلب یہ ہے کہ جس نے کہ اپنے نفس کو ذلیل بنالیا
اور شیخ کامل کی قدر کی وہ تو فائز المرام ہو گیا اور جس نے کہ شیخ کی بے ادبی کی اور اُس کی قدر نہ جانی
اُس نے اپنے کو ہلاک کر لیا تو بس شیخ کامل کی تلاش اور اُسکے بعد اُس کی قدر اور اُس کا ادب ضروری
ہے کہ اُس سے فلاح و تارین میسر ہوگی۔ اب آگے پھر اسی غلام کا قصیدہ فرماتے ہیں کہ۔

فرقت صدر جهان در جان ہاو پارہ پارہ کہ وہ بودار کان او

یعنی صدرِ جهان کی فرقت نے اُس کی جان میں اُسکے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا یعنی ہر
اعضاء ظاہر و باطن دونوں خراب ہو چکے تھے اور قریب بہ ہلاک تھے۔

گفت بر خیزم ہما بخا داروم کافر گشتم دگر رہ بگروم
یعنی کہنے لگا کہ میں اٹھتا ہوں اور وہیں جاتا ہوں اگرچہ نافرمان ہو گیا ہوں (مگر) دوبارہ چرے مطیع ہوتا ہوں
داروم آنجا بیفتم پیش او پیش آن صدر نکو اندیش او
یعنی میں جاتا ہوں اور اُس کے سامنے جا پڑتا ہوں۔ سامنے اُس صدر نکو اندیش کے یعنی بس جا کر
اُس کے سامنے جا پڑوں گا جو کچھ بھی کرے

گویم افگندم بہ پیشت جان خویش زندہ کن یا سر بر مارا چو میش
یعنی کہوں گا کہ میں نے اپنی جان کو تیرے سامنے ڈال دیا (اب تو) زندہ کر یا ہیر کی طرح سر کاٹ
دے یعنی وہ غلام بولا کہ بس اُس کے سامنے جا کر کہہ دوں گا کہ قتل کر ڈالو بین یا جرم الفت بخشد و۔
لو کہڑے ہیں ہاتھ باندھ ہم تمہارے سامنے۔ اور بولا یوں کہو لگا کہ۔

گشتہ و مردہ بہ پیشت لے قمر بہ کہ شاہ زندگان جلتے دگر
یعنی لے قمر تیرے اُسے مردہ اور مقتول بہتر ہے کہ دوسری جگہ زندوں کا بادشاہ ہوں۔ (اور بولا کہو لگا کہ)۔

آزمو دم من ہزاران بار پیش بے تو شیر من می نہ بینم عیش خویش
یعنی میں نے پہلے ہزاروں بار آزمایا ہے کہ بے تیرے اپنی زندگی شیریں نہیں دیکھتا (اب آگے
جو خوش ہیں اگر کہتا ہے کہ)

غن لی یا مٹی لمن النشور ابر کے یا ناقی تم السردور
یعنی اے میری آرزو میرے لئے لمن نشور کو گا + اور لے میری ناقہ بیٹھ جا کہ سرد کا مل ہو گیا
مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ جب میں وہاں چھوٹیوں گا تو اس وقت کہوں گا کہ لے میری آرزو جاگ اٹھ
اور ایسے لمن کا جس سے حیات ابدی حاصل ہوا اور لے میری ناقہ اب بیٹھ جا اس لئے کہ سرد وصل
محبوب کا تو پورا ہو چکا ہے۔ لہذا اب تلاش سے بیٹھ جا اس لئے کہ اب تلاش کی ضرورت نہیں ہے
اور کہتا ہے کہ۔

البعی یا ارض و سعی قد کفی اشتر بی یا نفس و واق صفا
یعنی لے زمین میرے اشک کو پی لے کہ وہ سو کہہ گیا اور لے نفس محبت کو پی لے کہ وہ صاف ہو گیا

یعنی اب بوجہ سرور کے میرے آنسو بھی بند ہو گئے ہیں تو اب لے زمین تو ان آنسوؤں کو خشک کر لے
اور لے نفس راں دوستی مصفا کو پی لے اسلئے کہ اتو اس کے اندر سے کام لے دو رات ختم ہو چکی ہیں۔

عدت یا عید دی الیت امر حبا نعم مار وحت یا ریح الصب

یعنی لے میری عید تو ہماری طرف لوٹ آئی ہے مر جا ہے اور اچھی ہے وہ شے کہ جو لے ریح صبا تو نے
چلائی ہے مطلب یہ کہ وہ خوش بین اگر کہہ رہا ہے کہ میں وہاں جا کر اس طرح عرض کروں گا پھر ان
عاذ لون سے مخاطب ہوتا ہے کہ۔

گفت اے یاران رواں گشتم وواع سوئے آن صمد کہ میرست و مطاع

یعنی کہنے لگا اے یاروین روانہ ہوتا ہوں رخصت طرف اُس صمد کے جو کہ میر ہے اور مطاع ہے یعنی
لوگوں سے کہا کہ لو اب رخصت میں تو وہاں صمد جہاں کے پاس جاتا ہوں۔

دبدم در سوزیر یان می شوم ہرچہ بادا باد آنجی رومی روم

یعنی میں دمدم سوز میں جل رہا ہوں اب جو کچھ بھی ہو میں تو وہاں جاتا ہوں۔

گرچہ دل چون سنگ خارا می کند جان من عزم بخارا می کند

یعنی اگرچہ (وہ صمد جہاں) دل کو سنگ خارا کی طرح کرتا ہے (لیکن) میری جان بخارا کا ارادہ کرتی ہے
مطلب یہ کہ اگرچہ وہ میری طرف مائل نہیں ہے بلکہ اُسے مجھے مردود کر رہا ہے مگر میں تو اب بخارا کا
ارادہ کرتا ہوں اور وہاں جاتا ہوں میرا دل نہیں مانتا اسلئے کہ۔

مسکن طارست و شہر یار من پیش عاشق این بود حب الوطن

یعنی (وہ بخت لارا) میرے یار کا مسکن ہے اور میرے دوست کا شہر ہے۔ اور عاشق کے آگے ہی
حب الوطن ہوتی ہے مطلب یہ کہ اُسے کہا کہ میں بخارا جاؤں گا اسلئے کہ وہ میرے محبوب کا مسکن
اور شہر ہے اور عاشق کے نزدیک حب الوطن ہی ہوتی ہے کہ جہاں اُس کا محبوب ہو۔ پس جہاں کہیں
وہ ہو گا اسی جگہ سے اس کو محبت ہوگی آگے ایک عاشق و معشوق کی حکایت لاتے ہیں کہ معشوق نے
پوچھا کہ کوئی شہر سب میں اچھا ہے تو عاشق بولا کہ وہ شہر حسین کہ تو موجود ہو تو دیکھو عاشق کیلئے
حب الوطن ہی ہے کہ اُس کا محبوب وہاں رہتا ہو۔ اب حکایت نو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

<p>تو بغیرت دیدہ بشش ہر ہا گفت آن شہر کہ درود دلبر است ہست صحر اگر بود سم الحیاط جنت است آن گر چہ باشد قعر چاہ باتو زندان گلشن است اے طربا بے تو شد ریحان و گل ناز جمیم در بود در قعر گورے من زلم کہ مرا باتو سر و سودا بود عاشق صبر در جهان شد اشکار</p>	<p>گفت معشوقے ب عاشق کائے قتی پس کہ این شہر از انہا خوشتر است ہر کجا باشد شہ مارا بساط ہر کجا یوسف رخنے باشد چو ماہ باتو دوزخ جنت است ای جانفرا شد جہنم باتو رضوان و نعیم ہر کجا تو با منے من خوشدل خوشتر از ہر دو جہان آنجا بود پس در از ست این سخن در انتظار</p>
---	--

کسی معشوق نے اپنے عاشق سے کہا کہ آپ سفر میں بہت سے شہر دیکھے ہیں ان میں کوئی شہر سب سے
اچھا ہے اُسے جواب دیا کہ وہ شہر سب سے اچھا ہے کہ جہیں دلبر ہے۔ جہاں کہیں ہمارے بادشاہ کی
بساط ہو وہ اگر سوئی کا ناکا بھی ہو تب بھی وہ صحرائی ہے اور جہاں کہیں یوسف رخ اور ماہ تابان کی
مثل حسین ہو وہ اگر قمر چاہ بھی ہو تب بھی وہ جنت ہے (یہ مقولہ یا تو اسی عاشق کا ہے اور مراد
معشوق مجازی ہے اور یا مولانا کا مقولہ ہے اور مراد معشوق حقیقی ہے علیہ السلام آئندہ میں بھی ہر
دو احتمال ہیں) تیرے ہوتے دوزخ بھی جنت ہے اور قید خانہ بھی گلشن ہے اور جہنم بھی مرغوب اور
نعمت ہے اور تیرے بغیر گل و ریحان بھی آتش دوزخ ہے۔ جہاں تو میرے ساتھ ہو میں نہایت
خوش ہوں خواہ گوری میں میرا مسکن ہو۔ دونوں عالم سے میرے لئے وہ جگہ بہتر ہے جہاں مجھے
تجسّے واسطہ ہو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو تو بہت طویل ہے اسکو چھوڑ دو کیونکہ صدر جہان کا
عاشق انتظار کرتے کرتے رونے لگا ہے اُسے اُسکے معشوق تک پہنچنا چاہئے۔

شرح شہری

ایک معشوق کا عاشق سے دریافت کرنا کہ شہر و قریں کو کونسا شہر بہتر ہے

گفت محتوے عاشق کاے فتی تو بغیر بت دیدہ لبس شہر ہا

یعنی ایک معشوق نے عاشق سے کہا کہ ارے میان تھے سفر میں بہت سے شہر دیکھے ہیں۔

پس کد این شہر ز انہا خوشتر است گفت آن شہر کہ درودی دلبہر است

یعنی پس کونسا شہر ان میں زیادہ عمدہ ہے اُس عاشق نے کہا کہ وہ شہر جہین کہ دلبہر ہو۔

ہر کجا باشد شہر مار البساط بہست صحرا گر بود رسم الحیا ط

یعنی جس جگہ کہ ہمارے بادشاہ کی بود و باش ہو وہ صحرا ہے اگرچہ سوئی کا نا کہ ہو یعنی اگرچہ وہ کتنی ہی تنگ و تاریک جگہ ہو مگر جب وہاں محبوب ہو وہ بھی کشادہ اور فراخ صحرا معلوم ہو گا۔

ہر کجا یوسف نے رخ باشد چو ماہ جنت است آن ارچہ باشد قمر چاہ

یعنی جہاں کہیں ایک یوسف رُخ مثل ماہ کے ہو وہ جنت ہے اگرچہ قمر چاہ ہو مطلب یہ کہ اگرچہ وہ کسی ہی تکلیف دہ شے ہو مگر جب محبوب وہاں ہو گا تو اُس کی معیت کی وجہ سے ساری کلفت خوشی سے مبدل ہو جاوے گی اور وہ ہی عاشق کہتا ہے کہ۔

باتو در رخ جنت است ای جانفزا باتو زندان گلشن است لے دلہرا

یعنی لے جانفزا تیری ساتھ تو در رخ جنت ہے اور لے دلہرا با تیری ساتھ زندان گلشن ہے۔

شہو جنم باتو رضوان و نعیم بے تو شد ریحان دگل نارحمیم

یعنی تیری ساتھ تو جہنم رضوان اور نعیم ہو گیا اور بے تیرے ریحان دگل نارحمیم ہو گیا ہے۔

ہر کجا تو با منی من خوشتر لم در بود در قمر گورے منتر لم

یعنی تو جہاں کہیں میری ساتھ ہو میں خوشتر ہوں۔ اگرچہ قمر گورے میں میری منزل ہو۔

خوشتر از ہر وہ جاں آنجا بود کہ مرا باتو سودا بود

یعنی وہ جگہ دونوں جہاں سے خوشتر ہوتی ہے کہ مجھے تیری ساتھ رازداری اور خیال ہو حاصل

یہ کہ عاشق نے کہا کہ اے محبوب اگر تو ساتھ ہے تو ساری کلفتیں راحتیں ہیں ماد اگر تیری جُرائی ہی

تو ساری راحتیں کلفتیں ہیں تو اسی طرح وہ غلام کہتا ہے کہ مجھے تو بس بخاوا ہی پسند ہے اگرچہ

مجھے وہاں جان کا خطرہ ہے مگر محبوب کی معیت تو حاصل ہوگی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

لبس دراز است این سخن از انتظار عاشق صدر جہاں شد بمقرار

یعنی یہ بات تو بہت دراز ہے اور انتظار کی وجہ سے مجھ میں کاشق بقیہ اور ہوا ہے مطلب یہ کہ اب وہ عاشق چونکہ بقیہ اور ہوا ہے لہذا ان باتوں کو ترک کر کے اس کا نصبیان کرو۔ آگے لوگوں کا اسکو سمجھانے کا نصبیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

عاقبت اندیش اگر داری ہنر
ہمچو پیر و نہ مسوزاں خویش را
لا ائن زنجیر و زندان خانہ
او بھی جوید ترا با بیست چشم
او سگ قحط است و توانبان رود
سوئے زنداں می روی چونت فدا
عقل بالیستہ کز ایشان کم زدے
از چہ بستہ گشت بر تو پیش و پس
آن موکل را نمی دید آن ندیر
ورنہ او در بند سگ طبعی ز حبست
بر عوانے وسیہ و پیش بست
زان عوانان نہان افغان من
گر چہ نہ با عوانے مے رود
پیش آن سلطان سلطاناں شد

گفت اور انا صحرے کا بیخبر
در نگر پس را بعقل و پیش را
چوں بخارامی روی دیوانہ
اود تو آہن ہی خایذ زخشم
می کند او تیز از ہر تو کار د
چون رہیدی و خدایت راہ داد
بر تو گردہ گوں موکل آمدے
چوں موکل نیست بر تو ہیچکس
عشق پنہان کردہ بود اور اسیر
ہر موکل را موکل مختلفہ است
خشم شاہ عشق بر جان نشست
می زند آنرا کہ میں این را بن
ہر کہ بینی در زیانے مے رود
اگر از واقف بدے افغان زدے

<p>ریختی بر سر بہ پیش شاہ خاک میر دیدے خویش راے کم ز مود غہ گشتی زین دروغین پر وبال پرسبک دار درہ بالا کند جہد کن پر را گل آلودہ مکن</p>	<p>تا امان دیدے زدو بہمناک زان ندیدے آن موکل را تو کور پرو باے کو شد سحے وبال چون گل آلود شد گم اینہا کند لیک گوشت کر شد رویند مکن</p>
--	--

ایک نصیحت کرنے اُس سے کہا کہ بیوقوف اگر تجھ میں کچھ بھی لیاقت ہے تو نتیجہ کو سوچ اور عقل سے آگاہیچھا دیکھ پروانہ کی طرح دیدہ و دانستہ اپنے کو مت جلا۔ ارے تو بخار اکیون جاتلہ ہے تو پاگل بہا ہے اور اس قابل ہے کہ تجھے پاگل خانہ بھیج دیا جاوے۔ وہ تجہر نہایت ہی غضبناک ہے اور بہت ہوشیاری سے تیرا متلاشی ہے۔ وہ تیرے لئے چہری تیز کر رہا ہے اور تیری ضرر رسائی پر اس وجہ جرح ہے کہ اُس کی مثال بھوکے کتے کی ہے اور تو اُسکے لئے آٹے کا تھیلا ہے جبکہ خدا نے تجھے اُسکے پنجے رہائی دی ہے تو تجہر کیا مصیبت پڑی کہ تو اپنے پاؤں چلیخانہ جاتا ہے اگر دوس طرح کے پہرہ تجہر مسلط ہوتے تو بھی عقل کا یہ مقضے اٹھا کہ اُن سے بچتا۔ پھر جبکہ کوئی پہرہ بھی نہیں ہے تو پھر تیری اگاڑی چھاڑی کیون بندہ گئی۔ اور تو کیونکر صدر جہان کے پاس حاضری کیلئے مجبور ہو گیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دھمکیاں دینے والا اُس پہرہ دار کو نہیں دیکھتا اسلئے اسے طاعت کر رہا ہے ورنہ واقع میں اس پہرہ دار مسلط ہے اور وہ عشق ہے پہرہ دار کچھ ظاہری ہی نہیں بلکہ خفیہ بھی ہیں۔ اور ہر ظاہری پہرہ دار پر ایک خفیہ پہرہ دار مقرر ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ ظاہری پہرہ دار حرص اور اذیت و خلق میں کیون مجبوس ہوتے۔ اصل بات یہ ہے کہ اُس حاکم کا غضب اُس کی جان پر مسلط ہے جو عشق پر بھی حکومت کرتا ہے اور اُس نے اُسکو پہرہ داری اور دن رات اپنا منہ کالا کرنے میں مجبوس کر رکھا ہے جب سچائی کیسکو مارتا ہے تو وجہ یہی ہے کہ وہ خفیہ پہرہ دار اُسے مار رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اُسے مار۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ خفیہ پہرہ دار بڑے سخت ہیں ان سے خدا کی پناہ۔ یہ مضمون بطور جملہ معترضہ کے بیان کر کے پھر اصل مقصد کی

طرف غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حکومت دیکھو کہ نقصان کی طرف جارہا ہے گو لفظ ہر تہما معلوم ہو مگر حقیقت میں کوئی خفیہ پہرہ دار اُسپر مسلط ہے اور وہ اسے لئے جارہا ہے مگر یہ جانے والا اس سے واقف نہیں ہے کیونکہ اگر واقف ہوتا تو زیادہ کرنا اور شہنشاہ حقیقی کے دربار میں فریاد کرتا کہ اے الشریعہ اس پہرہ دار سے چھڑ اور خدا کے سامنے سر پر خاک ڈالتا جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ اس خوفناک دیو کے پنجے سے چھوٹ جاتا اب ہم یہ دکھلاتے ہیں کہ تم اُس خفیہ پہرہ دار کو کیوں نہیں دیکھتے اسکی وجہ یہ ہے کہ تم نے باوجود نہایت ضعیف ہونیکے اپنے کو خود مختار سمجھ رکھا ہے اور تم اس جھوٹے پر دیوار یعنی قدرت و اختیار ضعیف سے جو کہ تمکو مصیبت میں پھنسانے والے ہیں دبوکہ کھاؤ گئے ہو۔ قاعن یہ کہ جب کسی جانور کے بازو ہلکے ہوتے ہیں تو وہ اوپر اڑتا ہے اور جب گارے میں لتھر جاتے ہیں اُسوقت وہ بہاری ہو کر کابل ہو جاتا ہے اور اوپر نہیں اڑ سکتا پس اسطرح تم نے اپنے اُن ضعیف پر دیوار کو علائق ناسوتی میں پھنسا رکھا ہے اسلئے عروج روحانی سے محروم ہو پس اگر عروج روحانی چاہتے ہو تو کوشش کرو اور اپنے پردن کو گارے میں نہ سونو مگر لیجئے کہ تہہ کاں بہرے ہو گئے اور میری نصیحت پُرانی ہو گئی ہے۔

شرح شبیری

دوستوں کا اُسکو بخارا میں لوٹنے سے منع کرنا

۱۔ گفت اور انا صبحے کائے بخیر عاقبت اندیش اگر داری ہنر
یعنی ایک ناصح نے اُس سے کہا کہ اے بخیر اگر تو کچھ ہنر رکھتا ہے تو انجام کو سوچ۔

درنگر پس را بعقل و پیش را ہنر پیر و نہ مسوزاں خویش را

یعنی عقل سے پس و پیش کو دیکھ لے اور ہر دانہ کی طرح اپنے کو جلا مت۔ یعنی بے سوچے سمجھے جانا ہیک نہیں ذرا سوچ سمجھ لو کہ وہاں جانیکیا انجام ہوگا۔

چوں بخارا می روی دیوانہ لایق زنجیر و زنداں خانہ

یعنی تو بخارا کیوں جاتا ہے کیا دیوانہ ہے تو خود زنجیر اور جیل خانہ کے لائق ہے یعنی تو بخارا جارہا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ عقل میں کچھ غور آگیا ہے۔ لہذا ضرور ہے کہ تجھے بند کر کے رکھیں اسلئے کہ وہاں

جا کر بجز اسکے کہ تو اپنی جان کہو دیگا اور کیا ہوگا کیونکہ اُس کی یہ حالت ہے کہ۔

اور تو آہن ہی خایہ زخمشم او بھی جوید تر با بامیت چشم
یعنی وہ تیری وجہ سے غصے سے بوجا ہوا ہے اور وہ تجھے بیس آنکھوں سے ڈبو نہ دھ رہا ہے مطلب
یہ کہ بس وہ تیرا منتظر ہی بیٹھا ہے اور اسے غصے کا دانت پیستتا ہے تو گیا اور اُسے مروایا۔
میں کنداؤ نیز از بہر تو کارو او سگ خط است و تو انبان آرد
یعنی وہ تیرے لئے چہری تیز کر رہا ہے اور وہ قحط کا (ہو کا) کتا ہے اور تو اُسے کا ڈبیر ہے یعنی تم
دونوں کی ایسی مثال ہے ہذا وہ تجھے دیکھتے ہی کہا جا دیگا۔

چوں رہیدی و خدایت راہ دار سوئے زندان می روی چونت فتاد
یعنی جبکہ تو چھوٹ گیا اور خدا نے تجھے راہ دیدی تو (اب) زندان کی طرف جاتا ہے۔ تجھے کیا پڑا ہے
یعنی سبے کہا کہ تو بھاگ آیا اُسکے بند گران سے چھوٹ گیا اب خود دیاں پھنسنے کو جا رہا ہے۔ تو بھلا
تجھے ہو کیا گیا ہے۔ کیون پیر جاتا ہے بلکہ تیری تو یہ حالت ہوئی چاہئے تھی کہ۔
بر تو گردہ گون موکل آمدے عقل لیتے کر ایشان کم زدے
یعنی تجھ پر اگر قسم کے سپاہی آتے تو عقل چاہئے کہ تو اُن سے کم مارنا مطلب یہ کہ اگر تجھے
پکڑا نیکو سپاہی بھی آتے تب بھی عقل کا مقتضا تو یہ تھا کہ اُن کو بھی پتہ نہ دیتا اور اُن سے بھی الگ رہتا
اور اب جبکہ کوئی سپاہی بھی نہیں ہے پھر کیا ہو گیا کہ موت کے منہ میں جاتا ہے۔

چوں موکل نیست بر تو ہر کس از چہ گشتہ بر تو پیش و پس
یعنی جبکہ تجھ پر کوئی موکل نہیں ہے تو تجھ پر پیش و پس کیوں بستہ ہو گیا یعنی تجھے انجام کیوں نہیں سوچنا تجھ پر آخر کو
زبردستی کر رہا ہے کہ تو وہاں چل رہا ہے انجام کو سوچ کہ وہاں جان کا خطرہ ہی ہذا وہاں مت جا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ
عشق پنہان کردہ بود اور اسیر آن موکل راخی دید آن نذریر
یعنی عشق پوشیدہ نہ اسکو قید کر رہا تھا تو وہ ڈرا نہوا اُس موکل کو نہ دیکھتا تھا یعنی وہ ملامت اگر چاہتا تھا کہ
تجھ پر کوئی موکل وغیرہ بھی مسلط نہیں ہے پھر تو کیوں اپنے کو ہلاکت میں ڈالتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اُسکے اوپر
عشق ہیقتہ مسلط تھا کہ وہ اسکو کشان کشان دیار محبوب کی طرف لے جا رہا تھا اگر اُس ملامت کر کہ اُس موکل کی
بخیر تھی وہ تو صحت ظاہر کو دیکھ رہا تھا کہ ظاہر اُس پر کوئی سپاہی وغیرہ مسلط نہیں ہے آگے مولانا اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ہر موکل را موکل محتفی است ورنہ اور بند سگ طبعی نہایت
یعنی سپاہی کیلئے ایک پوشیدہ سپاہی ہے ورنہ وہ سگ طبعی کی قید میں کسلے ہے یعنی سپاہی
وغیرہ جو ظلم کرتے ہیں تو یہ اسلئے ظلم کے اندر پھنسے ہوئے ہیں کہ انبر ایک اور پوشیدہ
سپاہی ہے جو کہ ان سے یہ کام لے رہا ہے ورنہ کون شخص اس خیانت کو اپنے لئے گوارا
کرتا ہے یہ سارے اُس موکل ہفتہ کے تقاضے ہیں۔

خشم شاہ عشق بر جانش نشست بر عوانی و سیہ رویش بست
یعنی شاہ عشق کا غصہ اُس کی جان پر بیٹھ گیا تو اُس کو ظلم و سیہ روئی پر باندھ دیا یعنی خشم
ظلم پر مسلط ہے پس اُسے اُس سے ظلم کر رہا ہے اور اسے اُس کو اس ظلم و سیہ روئی میں
لگا کر کہا ہے ورنہ اور کون شے ہے کہ جو اس کو اس طرح پہنچ رہی ہے۔

می زند آئرا کہ مین اور ابن زن عوانان نہان افغان مین
یعنی وہ اُس (ظالم) کو مارتا ہے کہ ہاں اُس (مظلوم) کو مارتا تو ان پوشیدہ سپاہیوں سے
میرا افغان ہے مطلب یہ کہ وہ پوشیدہ سپاہی تقاضا کرتا ہے کہ اس پر ظلم کر اس کو مار
تب یہ ظالم کچھ کام کرتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اس پوشیدہ سپاہی سے اللہ بچاوے
اور خدا اپنا مین رکھے اسلئے کہ یہ ایک ایسی شے ہے کہ جو چاہے کر لے۔ اگر فرماتے ہیں کہ
بہر کہ مینی در زیانے می رود گر چہ تنہا با عوانے می رود

یعنی تم جسکو دیکھو کہ کسی نقصان میں چل رہا ہے تو اگرچہ وہ تنہا ہے (مگر) ایک سپاہی
کیساتھ جا رہا ہے یعنی اُس کیساتھ ایک سپاہی ہے کہ جو اُس کے اندر تقاضا پیدا کر رہا ہے کہ اس
کام کو کہ ورنہ کون ایسا ہو کہ جو اپنے نقصان کا طالب ہو گا لہذا جب دیکھو کہ وہ اپنے نقصان
کام کا مرتکب ہوتا ہے تو سمجھو کہ اس پر ایک سپاہی پوشیدہ مسلط ہے کہ اُس کو کشاں
کشاں اس طرف لارہا ہے

گر ازرو واقف شدے افغان زد پیش آن سلطان سلطانان شدے
یعنی اگر یہ شخص اُس سے واقف ہوتا تو افغان کرتا اور اُس سلطان سلطانان کے پاس جاتا
یعنی اگر اُس ظالم کو یا نقصان کر نہوا لیکو یہ خبر ہو جاتی کہ ایک سپاہی پوشیدہ مجاہد مسلط ہے

وہ مجھے لے جا رہا ہے تو اُس سے پناہ مانگتا اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اُس سے پختا مگر اُسکو
تو خبر ہی نہیں اور وہ اُسپر مسلط ہے اور سوار ہے اور اگر اُسکو خبر ہوتی تو اُسکی یہ حالت ہو جاتی کہ
بیختہ پیر سر پہ پیش شاہ خاک تا اماں دیدے ز دیو سہمناک
یعنی بادشاہ (حق تعالیٰ) کے سامنے سر پر خاک ڈالتا تاکہ اُس دیو سہمناک سے امن دیکھتا
یعنی حق تعالیٰ کے سامنے تضرع و زاری کرتا تاکہ حق تعالیٰ اُس عوان مسلط و اُسکو امن بخیز
میر دیدے خوش را ای کم ز مور زان ندیدے آن موکل را تو کو
یعنی لے چوٹی سے کم تو نے اپنے کو امیر دیکھا اسلئے تجھ اندر ہے نے اُس موکل کو نہ دیکھا
یعنی تو نے چونکہ اپنے کو بڑا سمجھا ہے اور سمجھتا ہے کہ جب ہم لٹے بڑے ہیں تو ہم پر کون مسلط ہوگا
اسلئے تو نے اُس موکل کو نہیں دیکھا ورنہ اگر تو اپنی حقیقت اور اُس کی حالت کو دیکھتا تو ضرور تجھے
معلوم ہو جاتا کہ تیرے اوپر بھی کوئی ہے مگر تیری تو یہ حالت ہے کہ۔

غہ گشتی زین دروغین پروبال پروبالے کو کشد سو و بال
یعنی تو ان جھوٹے پروبال پر مغرور ہو گیا ہے ایسے پروبال جو کہ وبال کی طرف کھینچے ہیں یعنی جھک
جو قدرت حاصل ہو گئی ہے اور حضور اساکام چل جاتا ہے بس اس پر مغرور ہو جاتا ہے حالانکہ نہ
جھکے پروبال ایسے ہیں کہ جو تجھے وبال میں ڈال دیں گے اور حال میں پھنسا دیں گے۔ یہ تیری قدرت
تیرے کچھ کام نہ آویگی بلکہ اور مقید کر دیگی اسلئے کہ۔

پرسبک دارد درہ بالا کندر چون گل آلود گرد اینہا کند
یعنی جو پروں کو ہلکا کر کہتا ہے وہ راستہ اوپر کی طرف کو کرتا ہے اور جب (وہ پر) گل آلود ہو گئے
تو گرانیان کرتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب تک پر پرے ہیں اُس وقت تک تو جانور اوپر کو اڑتا ہے
مگر جبکہ اُسکے پروں میں مٹی لگ جاتی ہے تو اُسکے پر ہاری ہو جاتے ہیں اور وہ اوپر کی جانب
کو اڑ نہیں سکتا تو اسی طرح جب تک انسان دنیا میں ملیٹ نہیں ہوتا اُس وقت تک تو وہ عالم
بالا کی طرف عروج کرتا ہے لیکن جب دنیا میں پھنس جاتا ہے تو پھر عالم بالا کی طرف عروج نہیں کر سکتا
ہے تو ہمارے قوی اور ہمارے پروبال تو دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور اس میں آلودہ ہو گئے ہیں
اسلئے ہمارے یہ پروبال تو سوائے اسکے کہ ہمیں تعز و نزلت میں لجا ڈالیں اور کیا ہو گا اب آگے

اثر از فرماتے ہیں کہ

جہد کن پر را گل آلودہ مکن
لیک گوشت کر شد و بندم کہن
یعنی گوشش کر اور پر گل آلودہ مت کر لیکن تیرے کان تو بہرے ہو گئے ہیں اور میری نصیحت
پرانی ہو گئی ہے یعنی اول تو فرماتے ہیں کہ گوشش کر و اور اس دنیا کے تعلقات سے الگ ہو کر
اپنے قوی باطنیہ کو بریاد مت کرو لیکن پھر فرماتے ہیں کہ تو نصیحت کو کیلئے کا جبکہ تیری یہ حالت ہو
کہ تیرے کان تو بہرے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہو چکی ہے تو تو کیا سنے گا آگے پھر اس
غلام کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

پند داد القصہ عاشق را بسے
عازل بے درد ہچون قفسے

یعنی القصہ وہ بے درد قفس جسبیا ملامت گر عاشق کو بہت نصیحت کرتا تھا یعنی اس عازل نے
بہت سمجھایا کہ اب صدر جہان کے پاس جانا ہرگز مناسب نہیں ہے اپنے کو خطرہ میں مت ڈالو آگے
اس عاشق کا جواب نقل فرماتے ہیں کہ اُس نے اُس ملامت گر کی باتوں کو سنکر یہ کہا کہ۔

شرح حبیبی

پند کم دہ را نکہ بس سخت است بند
عشق را شناخت و دشمنی تو
پو حنیف شافعی در سے نکر د
شنہ زارم بخون خویش تن
مردن عشاق خود یک نوع نیست
دان دو صد رامی کند مردم فدا
از نبے خوان عشرۃ امثالہا
پائے کو بان جان بر افشا نم برو

گفت اے ناصح خمخش کن چند پند
سخت تر شد بند من از پند تو
الطوف کہ عشق می افروزد درد
تو مکن تہدیدم از کشتن کہ من
عاشقان را ہر زمانے مرد نیست
اود و صد جان دارد از نور ہدی
ہر یکے جانرا استماندہ بہا
گر بریزد خون من آن است رو

از مودم مرگ من در زندگی است
 اقلو فی اقلو فی یا ثقات
 یا منیر الخد یا روح البقا
 لی حبیب حبیبی الحشا
 پاری گو گر چه تازی خوشتر است
 بوی آن دلبر چو پیراں می شود
 بس کنم دلبر در آمد در خطاب
 چون که عاشق تو به کرد اکنون ترس
 گر چه آن عاشق بحرامی رود
 عاشقانرا شد بد حسن دوست
 خامش اند و نعره تکرارشان
 در شان آشوب و چرخ و لوله
 سلسله این قوم جعد مشکبار
 مسئله کیس از پیر کس ترا
 گرم خلع و مبارامی رود
 ذکر هر چرخ و دهر خاصیت
 در رخ اراد همنر با بخت

چون رسم زمین زندگی پابندی است
 ان فی قتل حیاة فی حیات
 اجذب قلبی و جدلی باللقا
 بولیا ایمنی علی عینی مشا
 عشق را خود صد زبان دیگر است
 این زبانها جمله حیران می شود
 گوشش شود و الله اعلم بالصواب
 کو چو عیاران کند بر دارد رس
 نه بد رس و نه باستانی رود
 دفتر و در کسب شان رواست
 می رود تا عرش تخت یارشان
 نه زیادات ست و باب و سلسله
 مسئله دور ست اما دور یار
 گو ننگد گنج حق در کیسها
 بد بین ذکر بحرامی رود
 زانکه دارد هر عرض با هیئت
 چون نخواری رو نهی زو فارغ

آن بخاری غفلت نداشت
ہر کہ مفلوت بہت یافت راہ
با جمال چو شد ہم کا سہ
دید برداشت بود غالب فرا
ز آنکہ دنیا را ہی بیند عین
باز و سوئے حدیث آنخوان

چشم بر خورشید بینش بر گشت
اوز دانشہا بخوبی دستگاہ
باشدش ز اخبار دانش تاسہ
زمین ہی دنیا بحر بد عامہ را
وان جہانے را ہی دانند دین
کز غم حیران شد ناتوان

عاشق نے جواب دیا کہ اے ناصح آخر تو نصیحت کب تک کرتا رہے گا۔ تو مجھے نصیحت مت کر
کیونکہ میں بہت بُری طرح مقید ہوں مجھے نصیحت فائدہ نہیں دے سکتی۔ بلکہ میری بندش
تیری نصیحت سے اور سخت ہو گئی۔ یہ ساری نصیحت اسلئے ہے کہ تو عشق کو نہیں جانتا۔
اور تو تو کیا چیز ہے عشق کو تو تیرے فقہاء بھی نہیں جانتے جس طرف کہ عشق دروڑ پاتا ہے
تیرے بڑے بڑے فقہاء نے جو اپنے وقت کے ابو حنیفہ اور شافعی ہیں سبق نہیں پڑھا۔
تو مجھے مارے جانے سے نہ ڈرا کیونکہ میں خود اپنے خون کا ہیا سا ہوں۔ اب مولانا فرماتے
ہیں کہ عشاق مرنے سے کیا ڈرتے۔ وہ تو ہر وقت مرتے رہتے ہیں تم اس سے تعجب نہ کرنا
کہ ہر وقت کیونکہ مرتے ہیں اسلئے کہ عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہیں ہے وہ نور ہدایت
کے سبب دوسو جانیں رکھتے ہیں اور دوسو کی دوسو ہر وقت قربان کرتے رہتے ہیں لیکن یہ
موتیں ان کی میفائدہ نہیں ہیں بلکہ ایک ایک جان کی دس دس گنی قیمت ملتی ہے چنانچہ
قرآن شریف میں آیا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها اور حق سبحانہ پر جان قربان
کرنے سے زیادہ کون سی نیکی ہو گی۔ اے ملامت گر تو جا اپنا کام کر۔ میرا محبوب حقیقی اگر مجھے
مار بھی ڈالے تو بھی کچھ پرواہ نہیں۔ میں نہایت خوشی سے اُس پر جان قربان کر نیکیاں دیتا رہ
ہوں کیونکہ میں تجھ پر کچھ ہوں کہ میرا زندہ رہنا میرے لئے موت ہے اور جبکہ میں اس
زندگی سے چھوٹ جاؤں گا تو یہ میرے لئے بعتائے دائم ہے پس اے معتمد لوگو تم

مجھے مار ڈالو۔ مجھے مار ڈالو کیونکہ میرے مارے جانے میں حیات و حیات یعنی حیات تام ہے
اب مولانا گفتگو کا رخ بدل کر محبوب حقیقی کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے روشن
رخسار اور روح البقاء تو میرے دل کو اپنی طرف جذب کر اور اپنا دیدار دکھا۔ اب پھر عنوان بدل
ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا ایک محبوب جو میرا دل و جگر بھرنے دیتا ہے اور وہ مجھے اس قدر محبوب
کہ اگر میری آنکھوں پر چلنا چاہے تو چل سکتا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ گو عربی نہایت
نفیس زبان ہو مگر اسکو چھوڑ کر فارسی ہی زبان میں کلام کرو کیونکہ عربی کے سمجھنے والے بہت
کم ہیں اور اگر مخاطبین کی رعایت مد نظر نہ ہوتی تو فارسی بھی ضروری نہ تھی کیونکہ عشق کی اور
بھی سیکڑوں زبانیں ہیں جبکہ محبوب حقیقی کی خوشبو مہکتی ہے تو ساری زبانیں حیران بجاتی
ہیں کیونکہ اس وقت عاشق و محشوق میں راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں اور الفاظ کو دخل نہیں
ہوتا اچھا اب محبوب حقیقی کو خطاب فرماتے ہیں اس گفتگو کو ختم کر کے اُسکو سننا چاہئے واللہ اعلم
بالحقواب۔ اب مولانا پھر عاشق صمدِ جہان کی طرف رخ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگ
اُسکو مرنے سے ڈراتے تھے لیکن اُسکو یاد رکھنا چاہئے کہ جب عاشق نے مرنے سے توبہ کر لی
اور اُسکو چھوڑ دیا تو پھر وہ سولی پر سبت پڑھتا ہے اور کسی کی بھی نہیں سنتا چنانچہ یہی عاشق
گو بخارا جاتا ہے مگر سبق پڑھنے یا استاد کے پاس نہیں جاتا۔ بلکہ وہ تو اپنی جان دینا جاتا ہے
اسکے بعد مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عاشقوں کو حسن یا رُسبت پڑھانا ہے
اور ان کی کتاب اور اُن کا سبق تو اُس کا چہرہ اور اُس کا دیدار ہے وہ زبان سے کچھ نہیں کہتے
ہیں مگر اس سبق کے حکم ار کی آواز عرش الہی و تخت ربانی تک جاتی ہے یعنی وہ دل ہی دل میں
اپنے محبوب اور اس کی خوبیوں کو یاد کرتے ہیں جبکہ عالم خدا کو ہوتا ہے نیز ان کا سبق پریشانی
اور چکر اور جوش و خروش ہے نہ کہ زیادات و باب و سلسلہ (یہ تینوں کتابوں کے
نام ہیں) اُن کا سلسلہ تو زلفِ مشکین ہو اور ان کے یہاں بھی مسئلہ دور ہے مگر جو محبوب کا
چکر اگر تم عاشق حق سبحانہ ہو اور تم سے کوئی مسئلہ کیس پوچھے تو جواب دیدو کہ ہمارے یہاں
یہ صورت ہی ناممکن ہے کیونکہ ہمارا خزانہ تو خدا کا خزانہ ہے ہمیں میں سما ہی نہیں سکتا لہذا ہمیں
نہ اس مسئلہ کی ضرورت ہے اور نہ ہم جانتے ہیں (مسئلہ کیس یہ ہے کہ کوئی شخص دوسروں کی

ایک تھلی کسی کے سپرد کرے اور سپرد کرتے وقت روپے گنوائے نہیں۔ اور جو وقت کہ وہ
امانت واپس ہو تو اس وقت نزع ہو۔ مودع کہے کہ روپیہ زیادہ تھے مستودع کہے کہ صرف
اتنے ہی تھے اس وقت اس کا فیصلہ کیونکر ہوگا۔ اب مولانا اصطلاحات علمیہ کو بیان کرنے
کی وجہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر فلع اور باراء یعنی اصطلاحات علمیہ کا ذکر آگیا
تو اسکو برا سمجھو کیونکہ غار کا ذکر یہ میرا ہے اور یہ چیز کے ذکر میں ایک خاص اثر ہوتا ہے
کیونکہ ہر شے کی ایک جہد الگ نامیت ہے جب نامیت جدا گانہ ہے تو اثر بھی جدا گانہ ہوگا
پس غار کے ذکر میں یہ اثر ہے کہ اُس سے اصطلاحات علمیہ کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے
مولانا اس ضمن کو ختم کر کے دوسرے اضمین شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر بخاری میں
جا کر تم علوم کے ماہر ہو گئے ہو تو جب زلت عشق کی طرف رُخ کرو گے تو سب علوم کو بھول
جاؤ گے اسی لئے اس بخاری کو علم کا خیال نہ تھا بلکہ اُس کی نظر تو آفتاب نظر پر تھی یعنی
اُسکو تو صدر جہان کا خیال تھا جو کہ اُس کی نظر میں آفتاب معلوم ہوتا تھا اب مولانا انتقال
فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جسکو غلوت میں دیدار حق سبحانہ میسر ہو گیا وہ علوم ربیبہ میں
ماہر ہونا نہیں چاہتا اور جو حال محبوب یا حال روح ہم پیالہ ہوا اُسکو علمی مضامین سے
وشت ہوتی ہے۔ کیونکہ لبس الخبر کالمعائنۃ یعنی دیکھنا خبر سے بڑیا ہوا ہے پھر اعلیٰ
کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کی کیا ضرورت ہے اور یہی وجہ ہے کہ عوام پر دنیا غالب ہے
کیونکہ دنیا کا تو وہ مشاہدہ کرتے ہیں اور اُس عالم کو قرض کی طرح سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے
کہ نقد اُدھار سے بڑا ہر ہے۔ لہذا اُن کی نظر میں دنیا آخرت سے بڑا ہر ہے اچھا اُس
جوان کے قصہ کی طرف منتقل ہونا چاہئے جو کہ صدر جہان کے غم میں مگر در ہو گیا ہے

شرح شبیری

ہر دو عاشق کا ملامت گروں اور نصیحت کرنے والوں کے جواب دینا۔

گفت لے ناصح خمخش کن چند غنیدہ پند کم دہ زانکہ لب سخت ست بند
یعنی اُس (عاشق) نے کہا کہ لے ناصح خمخش رہ کہاں تک نصیحت کم کرو سلسلہ

قید سخت ہو۔ مطلب یہ کہ اُسے کہا کہ کہاں تک نصیحت کرو گے۔ اب نصیحت مت کرو
اسلئے قید عشق سخت لگی ہوئی ہے اب اس کا چھوٹنا اور اس خیل کا جاتا رہنا ناممکن ہو
بلکہ

سخت تر شد بندن از بند تو عشق را شناخت و دشمنند تو
یعنی میری قید تمہاری نصیحت سے زیادہ ہو گئی اور تیرے دشمنی نے عشق کو بھیجنا نہیں
ہے یعنی اُس عاشق نے کہا کہ اے عاذل تو عشق کو کیا جانے کہ اُسکی قید کیسی سخت ہوتی
ہے تیرے کہنے سے میری اور زیادہ ہوتی ہے لہذا اپنی نصیحت کو بند کر کے کہو کہ
آن طرف کہ عشق می افروزد در در ابو حنیفہ و شافعی در سے مکر و
یعنی جس طرف کہ عشق در دو کھڑا ہوتا ہے (اُس طرف) ابو حنیفہ اور شافعی نے درس نہیں کیا
مطلب یہ ہے کہ عشق کی مقتضیات کی طرف تو ابو حنیفہ اور شافعی رحم کو بھی توجہ نہیں ہوئی
اور وہ بھی نہیں جانتے کہ عشق کیا شے ہے پھر بھلا اے عاذل تو تو کیا جانے گا اور اُنکے
عشق کو نہ جاننے سے مراد یہ ہے کہ اُن پر عشق کا غلبہ نہ تھا اور مغلوبیت کی یہ حالت اُن پر
نہ تھی جو کہ مجہر ہے لہذا اُنکو بھی اس مغلوبیت کی خبر نہیں ہے تو جب یہ بات ہے تو اے
عاذل سن لے کہ۔

تو من ہمدیدم از کشتن کہ من تشنہ ز ارم بخون خوشتن
یعنی مجھے مار ڈالے جلانے سے ڈرامت اسلئے کہ میں تو اپنے خون کا سخت پیاسا ہوں
یعنی اُسے کہا کہ میں تو مرنے کو پھر تابی ہوں تو مجھے کیا ڈراتا ہے
عاشقان ز اہر زمانے مرد میت مردن عشاق خود یک نوع نیست
یعنی عاشقوں کے لئے تو ہر دم ایک مرد نہیں ہے اور عشاق کا مرنے کا ایک طرح کا نہیں ہے (بلکہ)
اور دو صد جان دار از جان ہری دان دو صد راعی کند ہر دم فدا
یعنی وہ (عاشق) جان ہرنے سے دو سو جانیں رکھتا ہے اور اُن دو سو کو ہر دم فدا کرتا ہے
(جان ہری سے مراد حق تعالیٰ) مطلب یہ کہ عاشق کیلئے تو ہر دم مرنے کا اپنا ہی ہے اُسکے
لئے تو سیکڑوں جانیں ہوتی ہیں کوئی عشوہ پر فدا کرتا ہے کیسکو ناز و انداز پر غرض

مع ہر زمان از غیب جانے دیگرست۔ تو جب یہ حالت ہو تو اسکو موت سے کیا ڈر ہوگا
 ہر ایک جانہراستاندہ بہا از بنے بر خوان تو عشر امتثالہا
 یعنی ہر ایک جان کے دس بدلے لیتا ہے۔ قرآن سے تم عشر امتثالہا پڑھو مطلب
 یہ کہ وہ عاشق ہر دم جان کے فدا کرنے کو تیار رہے اسلئے کہ وہ ایک جان کے بدلے میں
 دس جانیں دیکھتا ہے کہ مل رہی ہیں لہذا وہ خوشی سے جان کو فدا کر نیکے لئے تیار ہو
 گر بہر یزد خون من آن دوست رو پائے کو باں جان بر افشاںم بہر
 یعنی وہ دوست را اگر میری خون ریزی کر دے تو میں پاؤں بجاتا ہوا اسپر جان نہاں
 کر دون کا مطلب یہ کہ اُسے کہا کہ اگر وہ مجھے مار ڈالے تو میں بخوشی مر نیکو تیار ہوں
 آرزو ہر گمن در زندگی است چون رہم زین زندگی پائندگی ست
 یعنی میں نے آرزو مالیا ہے کہ میری موت زندگی میں ہے اور جب میں اس زندگی سے
 چھوٹ جاؤں گا تو بقا ہے۔ یعنی اُسے کہا کہ میں اگر زندہ رہتا ہوں تو اس میں تو میری
 موت ہے کہ محبوب کی جدائی سے بڑ بکھر اور کیا موت ہوگی اور اگر محبوب مجھے مار ڈالے تو
 میرے لئے زندگی جاودانی اور بقا حاصل ہو جاوے گی۔ لہذا میں مر نیکو موجود ہوں اگر خوش
 میں کہتا ہے کہ

اقتلونی یا ثقات ان فی قتل حیاۃ فی حیات

یعنی اے ثقات مجھے قتل کر دو قتل کر دو کہ میرے قتل کر دینے میں حیات در حیات ہو
 اصل میں یہ مقولہ منصور رح کا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے اقتلونی یا ثقاتی۔ ان فی قتل حیات
 مولانا نے اسکو دوسری بحر میں کر لیا ہے۔ غرض کہ اُسے کہا کہ میری زندگی تو قتل ہو جانے میں
 ہی ہے اور کہتا ہے کہ۔

یا منیر الخد یا روح البقا اجتذب روحی و جدلی باللقا

یعنی اے روشن چہرہ دالے اور لے روح باقی میری روح کو جذب کر لے اور وصل کو بخشش
 فرما یعنی میری روح کو اپنی طرف جذب کر کے اپنے وصل سے مجھے بہرہ یاب فرما۔

لی حبیب جبہ لیشوی الحشا لولیشا ہمیشی علی عینی مشا

جلد اول

یعنی میرا ایک حبیب ہے کہ اسکی محبت باطن کو بھونے دیتی ہے وہ اگر میری آنکھوں پر چلنا چاہے تو چلے (غرض وہ جو شش و خروش میں اس طرح بیان کر رہا ہے اور مرنے کو موجود ہے اور بخار کو واپس جانا چاہتا ہے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پاری گو گر چہ تازی خوشترست عشق را خود صد زبان دیگر است
یعنی فارسی کہہ اگر چہ عربی اچھی ہے کہ عشق کو خود موز با نین دوسری ہیں (دو تین اشعار جو عربی میں کہے تو فرماتے ہیں کہ عربی کو ترک کر واسلے کہ عشق کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی خاص زبان ہو بلکہ جس زبان میں بھی اسکے دل کی حالت ادا ہو سکے وہی اسکے لئے سب سے اچھی ہے تو عربی اگرچہ اپنی زبان ہی مگر جو نیکو بہتے لوگ سمجھ نہ سکیں گے اسلئے اسکو ترک کر دینا چاہئے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

بولے آن دلبر جو ہر اں می شود این زبانہا جملہ حیران می شود
یعنی اُس دلبر کی بوجہ اُڑتی ہے یہ ساری زبانیں حیران رہ جاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ جب حق تعالیٰ کی عظمت اور شان کا ظہور ہوتا ہے اسوقت تمام زبانیں بند ہو جاتی ہیں اور کوئی زبان بھی نہیں چلتی اسلئے کہ وہ جو سلطان عزت علم پر کشیدہ جہان منزعج عظیم و درکش آگے فرماتے ہیں کہ

بس کم دلبر در آمد در خطاب گوش شود واللہ اعلم بالصواب
یعنی میں بس کرتا ہوں کہ دلبر خطاب میں آیا ہے۔ کان ہو جا واللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اب حق تعالیٰ کلام فرماتے ہیں لہذا ان باتوں سے خاموشی اختیار کر کے ان کی باتوں کو سنو۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیان کرتے کرتے مولانا پر کچھ واردات ہونے لگے ہیں اور کچھ مکشوف ہوا ہے اسلئے فرماتے ہیں کہ اب وہ کلام فرماتے ہیں تو ہم تن گوش ہو کر سنو۔ اب یہاں ایک طرح ہر بولی سے توبہ کی ہے کہ اب نہ بولیں گے۔ ہند آگے فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ عاشق توبہ کر داکنون ترس کو چو عیاران کند ہر دار درس
یعنی جبکہ عاشق نے توبہ کر لی تو اب ڈرو کہ وہ عیاروں کی طرح دار پر درس کرے گا

مطلب یہ کہ اب جو وہ کلام سے توبہ کر چکا ہے اور ہم تن اُس طرف سننے میں مشغول ہوا ہے تو اُسکو ایک گونہ اتحاد حاصل ہو گیا ہے۔ لہذا اب وہ منصور کی طرح دعویٰ اتحاد کرے گا اور اپنی جان دینے کو تیار ہو گا آگے پھر اُس عاشق بخاری کی کچھ حالت بیان فرماتے ہیں کہ

گرچہ این عاشق بخارامی رود
نے بدریں دے باستانی رود

یعنی اگرچہ یہ عاشق بخارا جا رہا ہے (مگر) نہ درس کیلئے اور نہ کسی استاد کے پاس جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ بخارا جو کہ دارالعلم ہے اگرچہ یہ عاشق وہاں جا رہا ہے لیکن کسی سبق پڑھنے کو یا کسی استاد کے پاس نہیں جاتا بلکہ وہ تو وصل محبوب اور زیارت معشوق کے لئے چلا ہے اسلئے کہ۔

عاشقانرا شد مدرس حسن دوست
دفتر درس سبق شانِ روداوست

یعنی عاشقوں کا مدرسہ حسن دوست ہے۔ اور اُن کا دفتر اور درس اور سبق اُس محبوب کا پہرہ ہے (تو پھر انکو کتابوں کے درس کی کیا ضرورت ہے اُن کی تو یہ حالت ہے کہ)

خامش اند و نعرہ تکرارشان
می رود تا عیش و تخت یارشان

یعنی (یہ لوگ) خاموش ہیں اور اُن کی تکرار کی آواز اُنکے یار کے عیش و تخت تک جا رہی ہے مطلب یہ کہ جسطرح کہ سبق کے بعد تکرار کرتے ہیں اسی طرح بعد دیدار یا رکھ اُن کا جوش و خروش ترقی پکڑتا ہے اور لفظا پر خاموش رہتے ہیں مگر اُس جوش و خروش کا نعرہ اور اُس کا اثر عیش و تخت حق تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔

درس شان آشوب چرخ و زلزلہ
لے زیادات است و باب سلسلہ

یعنی اُن کا درس آشوب ہے۔ اور رقص ہے اور زلزلہ ہے نہ کہ زیادات اور باب و سلسلہ ہے (زیادات باب و سلسلہ کتابوں کے نام ہیں) مطلب یہ کہ اُن کا درس یہ ہے کہ یہ رقص کر لیں ناچ لیں کو دلیں۔ باقی ظاہر میں کوئی کتاب وغیرہ ان کے درس میں نہیں ہے۔

سلسلہ اس قوم مجتہد مشکبار
مسئلہ درست اما دور یار

یعنی اس قوم کا سلسلہ زلف مشکبار ہے اور مسئلہ دور ہے لیکن دور یار ہے مطلب یہ کہ جسطرح کہ علوم ظاہری میں ایک کتاب سلسلہ ہے اسی طرح ان عشاق کے یہاں بھی

ایک سلسلہ ہے مگر وہ سلسلہ علوم ظاہر میں تو کتاب ہوا اور یہاں زلف مسلسل ہوا اور عیساکہ علم ظاہر میں مسئلہ دور ہے۔ اسی طرح ان کے یہاں بھی ہے مگر اُس دور سے مراد دور یار ہوا

وہ دور منطقی نہیں ہے۔ کونجذ گنج حق در کیسیا
مسئلہ کیسیں رپر سد کس ترا
یعنی اگر تم سے کوئی مسئلہ کیسیں پوچھے تو کہدو کہ اسرا حق کیسیوں میں نہیں سماتے۔
(مسئلہ کیسیں یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی کے پاس ایک تھیلی میں بند کر کے کچھ روپے بغیر گنے اور مہر وغیرہ کئے ودلیت رکھے اور واپسی پر جب وہ تھیلی واپس لی تو کہا کہ اس میں سے روپے کم ہو گئے تو اب اُس امانت دار پر نہ ضمان آتا ہے اور نہ قسم مطلب یہاں یہ ہے کہ اگر تجھے علم ظاہر ہی میں سے کوئی مسائل وغیرہ پوچھے تو کہدو کہ ہم نہیں جانتے ہمیں ان مسائل کے جاننے کی فرصت نہیں ہے اور مسئلہ کیسیں کو صرف اس مناسبت سے لائے ہیں کہ کہیں اسرا حق کیسیوں میں نہیں سماتے اب یہاں کوئی شبہ کرتا ہے کہ جناب اور لوگوں کو تو علوم ظاہر و اصطلاحات وغیرہ کے جاننے سے منع کرتے ہیں اور خود ان اصطلاحات کو بیان کر رہے ہیں مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

گردم خلع و مبارامی رود بد میں ذکر بحث ارا می رود
یعنی اگر ذکر خلع و مبارا کا چلتا ہے تو اعتراض مت کرو کیونکہ ذکر بخارا کا چل رہا ہے (خلع و مبارا اصطلاحات ہیں فقہ میں)

ذکر ہر چیز در دہر خاصیت زرا نکہ دارد ہر صفت ہایت

یعنی ہر شے کا ذکر ایک خاصیت دیتا ہے اسلئے کہ ہر صفت ایک ہایت رکھتی ہے۔
مطلب یہ کہ اگرچہ ہم اصطلاحات علمیہ کا ذکر کر رہے ہیں مگر اس کی وجہ سے ہم پر اعتراض مت کرو اسلئے کہ ہم بخارا کا ذکر کر رہے ہیں اور ہر شے کے ذکر میں کچھ خصوصیات ہوا کرتی ہیں تو چونکہ بخارا میں علوم ہے اسلئے اُسکے ذکر کے وقت اصطلاحات علمیہ کا ذکر کرنا کچھ مستبعد نہیں ہے یہ ہمارے اُس قول کے منافی نہیں ہے کہ عاشق کو بجز وصل یار اور رونے محبوب کے دیدار کے اور کوئی کام نہیں ہوتا اسلئے کہ کام تو اسی سے ہے مگر صرف اُسکے

ذکر کی خصوصیت کی وجہ سے ان کا ذکر کیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

در بخارا در ہنر با بالغے چوں بخواری رو نہی زو فارغ
یعنی بخارا میں تم ہنروں میں انتہی ہو تو جب خواری میں منہ رکھو اُس سے فارغ ہو۔
مطلب یہ کہ اگرچہ علوم ظاہر میں تم لائق فائق اور ماہر ہو گئے مگر عبودیت حاصل کرنے میں
تم اُس سے فارغ ہو جاؤ گے اور پھر تکوین کا علم ظاہر کے حاصل کرنے کی حاجت نہ ہوگی اور
فرماتے ہیں کہ۔

آن بخاری غصہ دانش داشت چشم بر خورشید بینش می گماشت
یعنی وہ بخاری فکر علم کی نہ رکھتا تھا (بلکہ) خورشید بینش پر آنکھ کو مقرر کرتا تھا یعنی وہ جو
بخارا کی طرف جارہا تھا اس سے اُس کا مقصود کوئی تحصیل علوم ظاہرہ نہ تھا بلکہ صرف
روئے محبوب کے دیکھنے کے لئے وہ جارہا تھا اور اُس نے اپنے کو اسی لئے مقرر کر دیا تھا۔
پھر کہ در خلوت بہ بینش یافت راہ اور دانش ہما بخوید و ستگاہ
یعنی جس نے کہ خلوت میں بینش کی طرف راہ پائی وہ دانشوں سے دستگاہ نہ ڈھونڈی
یعنی جس کو کہ مشاہدہ محبوب میسر ہو گیا اُس کو ان علوم کی کیا حاجت ہوگی
باجمال جان چو شد ہم کاسہ باشدش ز اخبار دانش تاسہ
یعنی جال جان کیسا تھا جب وہ ہم کاسہ ہوا تو اُس کو علوم کی خبر دن سے تاسہ ہوگا
یعنی وہ شخص جس کو کہ دیدار نصیب ہو گیا ہو اُس کو ان علوم ظاہرہ سے یقیناً گہرا ہٹ
پیدا ہو گا۔ اور وہ اُن سے اُن کا دیکھا اس لئے کہ اُس کے سامنے تو حقائق اشیاء منکشف ہوئی
پھر اُس کو ان چیزوں کی کیا ضرورت ہوگی۔

دید بر دانش بود غالب فرا زان ہی دنیا بچر بد عامہ را
یعنی دید دانش پر غالب ہوتی ہے ایسے دنیا عوام پر غالب آ جاتی ہے۔
زانکہ دنیا را ہی بینندین دان جہانے را ہی دانندین
یعنی اس لئے کہ دنیا کو تو آنکھ سے دیکھتے ہیں اور اس جہان کو قرض جانتے ہیں مطلب
یہ کہ فرماتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ مشاہدہ علم سے زیادہ یقین دلائے والا ہوتا ہے اور

اُس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کہ مثلاً دنیا عوام پر آخرت کے مقابلہ میں باوجود اس علم کے کہ دنیا بڑی ہے اور آخرت اچھی ہے غالب آتی ہے تو اُسکی وجہ صرف یہی ہے کہ دنیا کو اور اُسکے عیش و آرام کو تو آنکھ سے دیکھا ہے اور آخرت کے خوب ہونیکا صرف علم ہے اُسکے خوب ہونیکو دیکھا نہیں ہے لہذا دنیا آخرت پر غالب ہو جاتی ہے تو اسطرح صبر کو مشاہدہ جمال حق ہو گیا ہو اُسکو ان علوم ظاہری کی کیا ضرورت رہیگی آگے پھر اُس عاشق بخاری کی حکایت کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

باز رو سوئے حدیث آن جوان کز غم صدر جہان شد ناتوان
یعنی پھر اُس جوان کے قصہ کی طرف چلو کہ وہ صدر جہان کے غم سے ناتوان ہو گیا ہے
(اُس کے قصہ بیان فرماتے ہیں کہ)

شرح حبیبی

دل تپاں سوئے بخارا گرم و تیز	رو نہاد آن عاشق خونناہ ریز
آب جیحوں پیش او چوں آب گہر	ریگ یاموں پیش او پتھچوں حیر
می فتاد از خندہ او چوں گلستان	آن بیابان پیش او چوں گلستان
از بخارا یافت دان شد مدد پیش	در سمرقند است قند انالنبش
لیکن از من عقل دیں بر بودہ	اے بخارا عقل افزا بودہ
صدر می جویم درین صف نوال	بدر می جویم از انم چوں ہلال
در سواد غم بیلے شد پدید	چوں سواد آن بخارا را بدید
عقل و پدید در بستاں راز	ساعتی افتاد بیہوش و راز
از گلاب عشق او غافل بُدند	بر سر و ریش گلابے می زدند

غار عشقش ز خود بریدہ بود
باشکر مقرون نی گریہ نہ
کز جنودالم ترو با غافل
تا رود سوئے بخارا آن جوان

او گلستانہ نے دیدہ بود
تو فسرده در خورانیم نہ
زخت عقلت با تو ہست و عاقل
ایں سخن پایاں نہ اردنیزان

وہ خون رونے والا عاشق بقراردانہ تیز رفتاری کیساتھ بخارا کی طرف چلا۔ صحر اکاریت اُسکو یوں آرام دہ معلوم ہوتا تھا جیسے حریر۔ اور آبِ حجون اُس کی نظر میں یوں ہی بے حقیقت تھا جیسے ایک تالاب کا پانی پھل میں اُسے ایسا ہی لطف آتا تھا جیسے اور دکن کو باغ میں۔ اور مارے ہنسی کے لوٹا جاتا تھا اور پھول کی طرح ہنستا ہنستا چٹ کر پڑتا تھا۔ اصل میں تو قند سمرقند میں ہے لیکن اُس کا لب اُسکو بخارا میں پاتا تھا۔ اور اسی لئے بخارا ہی اس کا مقصد ہو گیا تھا۔ اور وہ کہتا جاتا تھا کہ لے بخارا تو عقل افزا ہے مگر میرے لئے تو عقل و دین رُبا ہو گیا۔ یعنی میری عقل بھی ٹیلی۔ اور میرا دین بھی لے لیا۔ چونکہ میں ایک چودہویں رات کے چاند کو تلاش کرتا ہوں اسلئے میری کمر فرط غم سے ٹیڑھی ہو گئی ہے اور میں ہلال کی شکل بن گیا ہوں۔ اور میں اس ذلت و خواری کی حالت میں صدر کا متلاشی ہوں خیر جبکہ اُس نے بخارا کی مضافات کو دیکھا تو سیاہی غم میں سپیدی سرور نمودار ہوئی کچھ دیر تک بیہوش اور حیرت لیٹا رہا اور عقل اُس کی عالم غیب کو روانہ ہو گئی۔ اس حالت میں لوگ اُسکے سر اور منہ پر گلاب کے چھینٹے ڈیتے تھے۔ لیکن یہ لوگ اُسکے گلابِ عشق سے غافل تھے اور وہ نہ سمجھتے تھے کہ اس گلاب کی بو اُس گلاب پر غالب نہیں آسکتی اُس نے ایک مٹھی گلستان دیکھا تھا۔ یعنی روئی جانان کا تصور کیا تھا اور عشق کی غارت گری نے اس کا خود اپنے سے بھی تعلق منقطع کر دیا تھا۔ پھر وہ اس گلاب سے کیا ہوش میں آتا۔ اب مولانا مضمون ارشاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مخاطب تو سر وہے اسلئے اس قابل نہیں کہ احوالِ عشاق تیرے سامنے بیان کئے جائیں۔ تیرے سامنے ان کا

بیان کرنا، عینس کے آگے میں بجانا ہے۔ تو اگرچہ صورت انسان ہے مگر وصف انسانی یعنی عشق الہی تجھ میں نہیں ہے اور چونکہ سامان عقل تیرے پاس ہے اور تو عاقل ہے ہی وجہ ہے کہ تو مشاہدہ عالم غیب سے محروم ہے۔ اگر تجھے یہ دولت حاصل کرنی ہے تو عقل کو خیر باد کہہ اور عشق حاصل کر خیر یہ گفتگو تو ختم نہیں ہو سکتی اسلئے اسکو چھوڑو اور جلدی کرو تا کہ وہ جوان بخارا بھونچ جاوے

شرح شیری

اُس عاشق کا بخت را کی طرف متوجہ ہونا

رو نہاد آن عاشق خونناہ ریز
دل تپاں سوئے بخارا گرم و تیز
یعنی اُس عاشق اشک ریز نے دل تپان بخارا کی طرف گرم و تیز توجہ کی یعنی خوب تیزی کیساتھ وہ بخارا کی طرف چلا۔

ریگ ہامون پیش او بچھول حیر
آب جیچون پیش او چون آب گیر
یعنی جنگل کا ریت اُسکے آگے مثل حریر کے اور دریا کا پانی اُسکے آگے مثل تالاب کا پانی کے تھا
آں بیابان پیش او چون گلستان
میں فتاد از خندہ او چون گلستان
یعنی وہ بیابان اُسکے سامنے مثل گلستان کے تھا اور خندہ کی وجہ سے مثل بھول لینے والے کے گرتا تھا یعنی جس طرح کہ بھول لینے والا شوق کی وجہ سے آگے کو گرتا ہے اور بھول کو توڑتا ہے اسی طرح یہ عاشق بخاری شوق وصل میں آگے کو گرا پڑتا تھا غرض کہ شوق میں تمام تکلیف دہ اشیاء اُسکے لئے مفرح اور آرام دہ ہو گئی تھیں

در سمر قند است قند اقبالش از بخارا یافت وان شدند ہمیش

یعنی قند سمر قند میں ہے لیکن اُسکے لئے بخارا سے پائی اور وہ اُس کا ندیب ہو گیا یعنی اگرچہ قند سمر قند میں ہوتی ہے مگر اُسکو قند لب محبوب بخارا سے ملی تھی اور وہ اُس کا دین و ایمان بن گیا تھا آگے فرط شوق میں جو وہ بخارا کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے اُسکے مقولہ کو نقل فرماتے ہیں کہ
لے بخارا عقل فزا بودہ
لیک از من عقل و دین بر بودہ

یعنی اے بخارا تو عقل کا بڑا بیولا تھا لیکن مجھ سے تو عقل و دین کو لے گیا ہے (چونکہ بخارا میں علوم کا چرچا تھا اسلئے کہتا ہے کہ اے بخارا تو تو عقل فرا تھا مگر تو نے میری عقل کو تو بیکار اور نکما کر دیا۔ مجھے تو کسی کام کا نہ چھوڑا اور کہتا ہے کہ۔

صدر می جویم از انم چون ہلال صدر می جویم درین صفت نعال

یعنی میں بدر کی تلاش میں ہوں اسلئے ہلال کی طرح ہوں یا ہوں اور صدر کو میں اس صفت نعال میں تلاش کرتا ہوں (غرض کہ وہ اسی طرح جوش و خروش میں انتقال خیران بخارا کی طرف جا رہا تھا)

چوں سوار آن بخت را را بدید در سواد غم بیلے شد پدید

یعنی جب اُس بخارا کو نشان کو دیکھا تو غم کی سما ہی میں (خوشی کی) ایک سپیدی ظاہر ہوئی۔ مطلب یہ کہ اُس کو دیکھ کر ایک فرحت و سرور زیادہ ہوا۔ اُس فرط خوشی کی وجہ سے یہ حالت ہوئی کہ

ساعتے افتاد بے پوش دراز عقل او پدید در بستان راز

یعنی ایک گہری کیلئے بیہوش و دراز گر پڑا اور اُس کی عقل بستان راز میں اُڑ گئی۔ یعنی بیہوش ہو گیا اور اُس کی عقل اور بیہوش و حواس سب رفو چکر ہو گئے اور اُس کی عقل راز و نیاز میں مشغول ہو گئی یعنی وہ بیہوش ہو کر عالم غیب کی طرف متوجہ ہو گیا۔

بر سر و رویش گلابے می زدند از گلاب عشق او غافل بُدند

یعنی اُس کے سر اور منہ پر گلاب چھڑکتے تھے اور گلاب عشق سے وہ غافل تھے۔ یعنی اُس کو بیہوش دیکھ کر لوگ اُس کے سر پر گلاب چھڑکتے تھے اور گلاب عشق سے کہ وہ دیدار محبوب تھا غافل تھے وہ صرف ظاہری گلاب پاشی کرتے تھے مگر ظاہر ہے کہ اُس سے اُس کو کیا نفع ہوتا۔ اسلئے کہ

او گلستانے نہانے دیدہ بود غارت عشقش ز خود بریدہ بود

یعنی اُس نے ایک گلستان نہانی دیکھ لیا تھا۔ اور غارت عشق نے اُس کو اپنے سے قطع کر دیا تھا۔ مطلب یہ کہ اُس نے عالم غیب کی طرف توجہ کی تو عشق نے اُس کو اس قدر غافل کیا تھا کہ اُسے اپنی بھی خبر نہ رہی تھی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تو فسرہ در خور اسیدم نہ باشکر مقرون نہ گر خود نہ

یعنی تو افسردہ اس دم کے لائق نہیں ہے۔ شکر کیساتھ تو مقرون نہیں ہے اگرچہ خود نے ہے

یعنی تو اس دم عشق کے لائق نہیں ہے اگرچہ انسان۔ مگر انسان کامل نہیں ہے۔

رخت عقلت با تو ہست عاقلیٰ در جنود الم تر و ہا غافلے

یعنی رخت عقل تیرا تیری ہمراہ ہے اور تو عاقل ہے اور جنود الم تر و ہا سے تو غافل ہے مطلب کہ جب عقل تیری ساتھ ہے اور تو عاقل ہے تو تجھے اُس شکر کی کیا خبر تو اُس سے محض غافل اور بے خبر ہے۔ ہاں اپنے کو فاکر اور اپنے سے بے خبر ہو تب تجھے اُس شکر عشق کی خبر ہو سکتی ہے۔ اے پھر اُس عاشق کا قصہ شروع فرماتے ہیں کہ۔

این سخن پایاں ندارد تیراں تار و دوسوئے بخاراں و اں جواں

یعنی یہ سخن (عشق) تو انتہا نہیں رکھتی تو تیر چلے تاکہ بخارا کی طرف وہ جوان جاوے۔ یعنی ان باتوں کو چھوڑ کر اُسی کا قصہ بیان کرو۔ آگے اُسی کا قصہ ہے کہ

شعشعی

شہر معشوق خود و دارالامان
مہ کنارش گیر دو گوید کہ گیر
پیش از پیدا شدن منشین گریز
تا کشد از جان تو دہ سالہ کیں
تکیہ کم کن بر دم و افسون خویش
معمولہ دے مہندس اوستاد
گشتی از بہ کس ہے متہم

اندرا آمد در بخت ارشادمان
ہمچو آن مستی کہ پیرد براتیر
ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیر
کہ ترامی جوید آن شہ خشکیں
اللہ اللہ در میا در خون خویش
شخصہ صدر جهان بودے دراد
ہم مشیرش بودی و ہم محترم

<p>عذر کردی وز جزا بگترختی از بلا بگترختی با صد جیل ایکے عقلت بر عطار دوق کند خس خمر گوشے کہ با شہر شیر جو ہست صد چندین فسو نہا و قضا صدرہ و مخلص بود در چوپا است</p>	<p>رستہ بودی باز چون آوہ بختی ابلیہی آوردت اینجا یا اجل عقل و عاقل را قضا احق کند زیر کی و عقل و جالا کیت کو گفت اذا جاء القضاء ضاق القضاء از قضا بسته شود گر از دہاست</p>
---	--

جب اُسے ہوش آیا تو وہ خوش خوش بخارا میں آیا۔ جو کہ اُسکے معشوق کا شہر اور اُسکے لئے دارالامان تھا اُس کی خوشی کی یہ حالت تھی جیسے کہ عاشق آہی عروج روحانی سے فلک معنوی پر پھونچے۔ اور مطلوب حقیقی اُسکو آغوش رحمت میں لیکر کہے کہ ہاں مجھے خوب آغوش میں لے۔ (یہ ہے توجہ بہ خیمہ دستی) کی اور میرے نزدیک نسخہ دہم مرغے، سہو ناسخ ہے اور جو توجہ اس کی کیگئی ہے یعنی عاشق چہرے ان خود را در معرض ہلاکت انداخت و بدار الامان محبوب رسید مانند مرغے کہ سبوتے کرہ ناری پرواز کند تا خود را بسور دوزنا گاہ ماہش در کنار کشد و گوید کہ مراد بر گیر۔ انتہی + بے مزہ ہے کیونکہ بہت اول میں اول تو معرض ہلاکت میں پڑنے کا ذکر نہیں۔ دوسرے جانور کا کرہ نار میں ہلاکت کیلئے جانا بے معنی ہے۔ پھر کرہ نار میں چاند کا اسکو آغوش میں لینا بے معنی۔ کیونکہ وہ فلک پر ہے نہ کہ کرہ نار میں نیز ماہ کے اسکو آغوش میں لینے سے اسکو مسرت ہونا کیا معنی۔ مگر یہ کہ مرغے سے خاص چکور مراد لیا جاوے۔ ان کے علاوہ تشبیہ اسلئے بھی مناسب نہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشق فریضے لئے گیا تھا مگر یہ دولت اُسکو خلاف توقع حاصل ہوگئی حالانکہ اُس کا مقصود وصل محبوب تھا نہ کہ ہلاک ہونا۔ ہاں اتنی بات ضرور تھی کہ وہ اُسپر تیار تھا اور سمجھتا تھا کہ اگر کُسنے مجھے ماری بھی ڈالو تو بھی میرے لئے اس زندگی سے اچھا ہے و این ہذا امن ذلک - علاوہ ازیں ابھی تو وہ بخارا میں پھونچا ہے

وصال تو ہوا بھی نہیں۔ پھر ابھی سے یہ تشبیہ کیسے ٹھیک ہے۔ غرض کہ یہ توجیہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتی علامۃ الحکیم نے بھی اس پر اعتراض کیا ہے مگر ان کا اعتراض اس بنا پر ہے کہ اشیر کا اطلاق کرہ نادر پر نہیں آتا لیکن یہ ان کا سپہو ہے خود مولانا ہی نے اسکو مجھے کرہ نادر استعمال کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ گری تن را ہی خواند اشیر + کہ ز ناری راہ اصل خویش گیر۔
واللہ اعلم جس کسی نے کہ اُسے بخارا میں دیکھا بھی کہا کہ اُٹھ اور قیل اسکے کہ صدر جہاں کو اطلاع ہو بہاگ جا۔ اسلئے کہ وہ تجھ کو بہت غصہ سے ڈھونڈ رہا ہے اور مقصود یہ ہے کہ دس برس کی عداوت نکالے پس خدا سے ڈر اور ہلاکت میں نہ پڑ اور تیرے دل نے جو سچے اطمینان ربائی دلایا ہے وہ محض افسوس اور فریب ہے۔ اسپر بہرہ و سر نہ کر تو صدر جہاں کا کو تو ال تھا اور اُسکے نزدیک بہت بڑا دانا اور معتد اور مہندس کامل تھا۔ نیز تو اُس کا مشیر بھی تھا وہ تیری عزت بھی بہت کرتا تھا مگر تو نے ان باتوں کی قدر نہ کی اور گناہ میں متہم ہو گیا اول تو تو نے یہ حماقت کی کہ یہ وفائی کی اسکے بعد یہ ہوشیاری کی کہ تو بہاگ گیا اور سزا سے بچ گیا۔ اب دوبارہ یہ حماقت کیوں کرتا ہے کہ چھوٹ کر پھر بھندے میں پھنستا ہے سیکڑوں تدبیروں سے تو تو نے بلا سے نجات پائی تھی اب پھر بلا میں آ پھنسا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو تو احمق ہے یا تیرے سر پر محکوت کھیل رہی ہے جو دوبارہ یہاں آیا۔ ارے تیری عقل تو عطار پر اعتراض کرتی ہے جو کہ منشی فلک ہے پھر تجھے کیا ہو گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ تقدیر الہی عقل اور عاقل دونوں کو احمق کر دیتی ہے پس تیری تقدیر تجھے یہاں لائی ہے۔ ارے کبخت دیکھ کہ سر تو ہی وہ خرگوش نہایت مخوس ہے جو شہر کو تلاش کرے اور اپنے پاؤں محکوت کے منہ میں جائے۔ پس تو صدر جہاں کے بچہ میں مرنے کیلئے کیوں پھنسا تیری دانائی اور عقل اور ہوشیاری کیا ہوئی تو اپنا بدیہی نقصان کیوں نہیں سمجھتا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یاد رکھو تقدیر الہی کو ایسے سیکڑوں منترباد میں جن سے کہ وہ عقلا کی عقل کو معطل کر دیتی ہے اور اُنکے جو اس پر قبضہ کر لیتی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے اذ جاء القضاء ضاق الفضا۔ تو جب تقدیر الہی آتی ہے تو میدان کو سب آدمی پر تنگ ہو جاتا ہے اور بچنے کیلئے اُسکے سامنے دائیں بائیں جانب سیکڑوں ذرائع نجات اور رستے ہوتے ہیں

لیکن اگر وہ اژدہا بھی ہے تب بھی وہ حرکت نہیں کر سکتا اور وہیں ہلاک ہو جاتا ہے۔

شہرِ شہری

اُس عاشقِ لا اُبابی کا بخارا میں آنا اور دوستوں

کا اُس کو ظاہر ہونے سے ڈرانا

اندر آمد رجب ارشاد مان
یعنی وہ بخارا میں خوش خوش آیا۔ اپنے معشوق کے شہر اور دارالامان میں آیا
ہمچو آن مستی کہ پیرِ دبرِ اثیر
یعنی مثل اُس مست کے کہ وہ کمرہ آسمان پر اُڑے اور ماہ اُس کی کنار پکڑے۔ اور کہے
کہ بے مطلب یہ ہے کہ وہ عاشق دیا رجبوب میں پھونچ کر اُس شخص کی طرح خوش ہوا کہ
جیسے کوئی شخص آسمان پر اُڑے اور وہاں پھونچنے کے بعد اُس کی یہ قدر رانی کی جاوے کہ
چاند اُس سے کہے کہ تیرا جو مقصود ہے تو اُسکو لیلے تو بھلا وہ کس قدر خوش ہو گا۔ بس بیلر ح
بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ وہ عاشق خوش تھا۔

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیر
پیش از سپید شدن نشین گرینہ
یعنی اُسکو بخارا میں جو کوئی دیکھتا کہتا کہ اُٹھا در ظاہر ہو نیسے پہلے بیٹھ مت بھاگ جا یعنی
ہر شخص یہ صلاح دیتا کہ دیکھ ظاہر مت ہو پہلے ہی بھاگ جا یہاں مت ٹہرا سلے کہ
کہ تیرا می جوید آن شہرِ خشمگین
تاکشد از جان تو وہ سالہ کن
یعنی کیونکہ وہ بادشاہِ خشمگین تجھے تلاش کر رہا ہے تاکہ تیری جان سے دس برس کا کینہ
نکالے یعنی وہ بہت ہی غصہ میں ہو رہا ہے تو سامنے گیا اور نے تجھے ہلاک کیا۔
اللہ اللہ در میا در خون خویش
تکلیہ کم کن بر دم و افسون خویش
یعنی اللہ سے ڈر اور اپنے خون میں مت آ اور اپنے دم و افسون پر ہر دم کہ مطلب

یہ کہ اپنا خون خدمت کر۔ اور اُس پر ہر وقت کہ کہ میں اُس کو پر جانوں گا۔ وہ میری غصہ میں ہی
ہندیا ہی مناسب ہے کہ تو بھاگ جاوے

شخصہ صدرِ جہان بودی و راد معتمد بودی مہندس استاد
یعنی تو صدرِ جہان کا کوئی نوال تھا اور غفلت تھا معتمد تھا اور انجیر اور استاد تھا
ہم مشیرِ ش بودی و ہم خرم کشتی از بہر گناہ ہے مہتمم
یعنی تو اُس کا مشیر بھی اور خرم بھی۔ اور تو ایک گناہ میں مہتمم ہو گیا۔

غدر کردی و ز حبسہ الگ بختی رستہ بودی باز چون آؤختی
یعنی تو نے غدر کیا اور توجہ سے بھاگ گیا تو تو چھوٹ گیا تھا تو پھر کیوں لٹکتا ہے۔
از بلا بگریختی با صد حیل ابلیہ آوردت اینجا یا اجل
یعنی تو بلا سے سو حیلوں کیساتھ بھاگا اب اس جگہ تجھے ابلیہ لائی ہے یا موت لائی ہے۔

مطلب یہ کہ سب سے اُس سے کہا کہ تیرے اس قدر سے کتنے ایسا تو معتمد تھا معتمد تھا پھر تجھی
ایک خطا ہو گئی تو تو اُس کے بدلے سے بھاگ گیا کہ کہیں تجھے وہ بدلہ لے لے لے بڑی
سخت بے وفائی کی کہ اگر وہ بدلہ لے ہی لیتا تو کیا ہو جاتا۔ اور اگر بھاگ گیا تھا تو اب تجھے
آنا نہ چاہئے تھا۔ بس اب روپوش ہوتا ہوا اپنا کام کر اور چلے۔ آگے مولانا
فرماتے ہیں کہ۔

ایک عقلت بر عطار دوق کند عقل و عاقل را قضا احق کند

یعنی لے وہ شخص کہ عقل تیری عطار پر اعتراض کرے تو عقل و عاقل کو قضا احق کر دیتی ہے
یعنی لے شخص جو کہ استغفار عاقل ہے کہ عطار پر اعتراض کرنا ہے بلکہ جب قضا آتی ہے تو وہ
سکوند ہا کر دیتی ہے اور کچھ بھی نہیں سوچتا۔ تو اس بی طرح تو اگرچہ عاقل تھا مگر اب جو قضا آئی ہے
تو ساری عقل رفقہ جگر ہو گئی اور اب مرے کو آیا ہے۔

خس خرم گوشے کہ باشد شیر جو زیر کی و عقل و جلالیت کو

یعنی منحوس ہی وہ خرم گوشہ جو کہ شیر کا متلاشی ہو۔ تیری زیر کی اور عقل اور جلال کی کہان ہی یعنی سب
لوگوں نے کہا کہ تجھ کو کیا ہو گیا کہ کسی طرح مانتا ہی نہیں اور اپنی موت کے درپے ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ہست صد حید بن فہم ہا قضا گفت اذا جاء القضاء فاق القضاء
یعنی ایسے سیکڑوں قضا کے افسوس ہیں اور فرمایا ہے کہ جب قضا آئی تو قضا تنگ
ہوئی ہے یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو ایک
میدان وسیع بھی تنگ معلوم ہونے لگتا ہے تو اسی طرح جب قضا آتی ہے عقل وغیرہ
سب بیکار ہو جاتی ہیں۔

صدرہ و مخلص بود از چپ راست از قضا بستہ شود گرد ہا بست
یعنی سورا ستے اور مخلص دائیں بائیں سے ہوتے ہیں (مگر) قضا سے بستہ ہو جاتا ہے
اگر چہ اذہا ہے۔ یعنی اگر چہ کتنی ہی مخلص ہوں مگر جب قضا آتی ہے تو سارے راستے
بند ہو جاتے ہیں اور کہیں نکلنے تک کو جگہ نہیں ملتی۔ تو اسی طرح عاشق بخاری بھی ہے
کہ اُس کی قضا آگئی ہے لہذا یہ مرنے کو پھر تا ہے۔ اگر چہ اُس کے پہاگنے کے سوجیلے ہیں اور
راستے ہیں جب لوگوں نے اُس کو ظاہر ہونے سے ملامت کی اور منع کیا تو وہ جواب دیتا ہے کہ

شرح حبیبی

گفت من مستقیم آہم کشد گر چہ میدا نم کہ ہم آہم کشد
یہیچ مستقی نہ بگزیرد ز آب گر دو صد بارش کند مات خراب
گر بیا ماسد مرادست و شکم گویم انگہ کہ بپرند از لبطون
خیک شکم گو بدراز موج آب رشکم آید بودے من جائز او
دست چون دف و شکم ہمچوں ہل طبل عشق آب میکویم چو گل

گر بریزد خونم آن روح الامین
چون زمین و چوں جنین خونخوارم
شب ہی جو شدم در آتش مجو دیگ
من پشیمانم کہ مکرانیکستم
گو بران بر جان مستم خشم خویش
گاؤ اگر خسید و گر چیزے خورد
گاؤ موسیٰ دال مرا جان دادہ
گاؤ موسیٰ بود قربان کشتہ
بر ہید آن کشتہ ز آسیدش زجا
یا کرامی اذ نکحوا ہذا البقر
از جمادے مردم و نامی شدم
مردم از حیوانے و آدم شدم
حملہ دیکر بمسیرم از بشر
وز ملک ہم بایدم جستن ز جو
بارد گیر از ملک قربان شوم
پس عدم کردم چون از غنوں
مرگ دال آن کاتفاق است

جرعہ جرعہ خون خورم، پھون میں
تا کہ عاشق گشتہ ام این کارام
روز تا شب خون خورم مانند ریگ
از مراد و خشم او بجز بختم
عید قربان دوست عاشق گاؤش
بہر عید و ذبح او مے پرورد
جز و جز دم حشر ہر آزادہ
کمترین جز و دش حیات کشتہ
در خطاب اضربوہ بعضہا
ان اردتم حشر ارواح نظر
وز نام مردم بحیوان سر زدم
پس چہ ترسم کے ز مردن کم شدم
تا بر آرم از ملائک بال و پر
کل شی ہا لک الا و جہ
انچہ اندر وہم ناید آن شوم
گویدم کا نا الیہ را چون
کآب حیوانے نہال مظلمت است

ہمچو نیلو فربر وزیں طرف جو
مرگ اور آبست و او جو یائے آب
لے فسرده عاشق ننگیں مند
سوئی تیغ عشقش از ننگ زمان
جوئے دیدے کوزہ اندر جو دیر
آب کوزہ چون در آب جو شود
وصف اوفانی شود و آتش بقا
ہمچو مستقی حریریں مرگ جو
می خورد و آتش اعلم بال صواب
کوزہ ہم جان ز جانان می رید
صد ہزاراں جان نگر دستک زان
آب را از جوئے کے باشد گریز
محو گردد دروے او چون او شود
زمین سپیس نے کم شود نے بدلقا

عاشق نے ان کو جواب دیا کہ صاحبو میں تو مستقی ہوں۔ پانی مجھے کہینچتا ہے اگرچہ میں
جانتا ہوں کہ وہ پانی مجھے مار ڈالے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ مستقی پانی سے نہیں بھگتا
اگرچہ وہ دو سو مرتبہ اسکو شکست دیکھا اور بر باد کر چکا ہو۔ اگر میرے ہاتھ اور میرا پیٹ
درم کر جائے تو بلا سے مجھے تو پانی کا عشق کم نہ ہو گا۔ جب کوئی میری اندرونی حالت دریا
کر لگا تو میں یہی کہوں گا کہ کاش میرے اندر دریا بہتا ہو اور پانی کی موج سے اگر میرا پیٹ
پہٹ جائے تو بلا سے اور اگر میں مرجاؤں تو یہ مرنا میرے لئے نہایت پسند ہے میں جہاں
کہیں ندی کا پانی دیکھتا ہوں مجھے رشک آتا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ کاش ندی میں ہوتا اور
یہ پانی سارا میرے اندر ہوتا۔ میرا ہاتھ سوج کر ڈبہڑا ہو گیا ہے اور میرا پیٹ پھول کر
ڈھول ہو گیا ہے لیکن میں ہنوز عشق آب کا ڈھول بجا رہا ہوں۔ اور میں پانی پر یوں
عاشق ہوں جیسے اسپر پھول عاشق ہوتا ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ صدر جہاں تجھے مار ڈالے گا
سو سنو اگر وہ روح الامیں میرا خون گرائے تو میں زمین کی طرح ہو کے گھونٹ پینے پر آمادہ
ہوں اور میں زمین پر بھی اور جن کی طرح ہو کے گھونٹ پینے کا عادی ہوں۔ اور جب سے عاشق ہوا
ہوں میرا یہی کام ہے۔ رات پہر سوئے عشق سے ہانڈی کی طرح پچکا ہوں اور دن سیرات

تک ریت کی طرح اپنا خون پیتا ہوں میں تو اسی سے نام ہوں کہ میں نے دہو کا کیوں کیا
اور اُسکے مقصد اور غصے سے کیوں بہا گا۔ وہ اگر میری جان پر اپنا غصہ نکالے تو نکالنے دو
کیونکہ وہ عید قربان ہے اور عاشق بہتر۔ اُس کا کام ذبح ہی ہونا ہے۔ نیز عاشق گاؤ
ہوتا ہے۔ اور گائے کا کہنا نا اور سونا سب عید قربان ہی کیلئے ہے اور ذبح ہی کیلئے
وہ پالی جاتی ہے + اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں جو حکم موقوف قبل انت موقوف اجیتے جی
ہی مرچکا ہوں تو اس سے تم مجھے مردہ نہ سمجھنا بلکہ میں ایسا مردہ ہوں کہ جیسے گاؤ موسیٰ
جسکے اجزا میں خاصیت احیاء تھی پس میرا ایک ایک جزو ایسے لوگوں کو زندہ کرنے کی
خاصیت رکھتا ہے جو شرف سعادت سے بہرہ ور ہیں جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کی گاؤ
قربان ہو گئی تھی اور اُسکے ادنیٰ جزو میں یہ خاصیت پیدا ہو گئی تھی کہ اسے مردہ کو زندہ کر دیا
تھا اور اضر بوہ بعضہا کا خطاب ہوتے ہی اور مارتے ہی اُسکے صدمہ سے مردہ اپنی جگہ
سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا پس اے معزز حضرات تم اپنے گاؤ تن کو ضرور قربان کرو اگر تم چاہتے
ہو کہ حق بین روحین زندہ ہوں تم ڈرو نہیں کیونکہ مرنا بہرگز مضر نہیں بلکہ سراسر مفید ہے
دیکھو میں اول جاد تھا جاد ہی ہے مرا تو نامی ہوا اور نامے فقط سے مرا تو حیوان ہوا اور حیوان
صرف سے مرا تو انسان ہوا۔ ایسی حالت میں مجھے مرنے کا کیا خوف ہو سکتا ہے پس تم کو
بھی نہ ڈرنا چاہئے اُسکے بعد انسانیت بحتہ سے مروں گا تو فرستہ ہو کر پرو باز و نکالو ننگا
مگر ملکیت پر بھی مجھے قناعت نہ چاہئے بلکہ اُس ندی کو بھی طے کرنا چاہئے کیونکہ کل شئی
ہالاک الا وجهہ قرآن میں موجود ہے پس میں ملک ہو کر بھی ہلاک سے نہیں بچ سکتا
لہذا میں ملکیت سے بھی مروں گا اور وہ ہو جاؤ ننگا جو وہم سے بھی باہر ہے یعنی میں فانی
محض ہو جاؤں گا۔ عدم بزبان حال از غنون باجے کی طرح مجھ سے کہہ رہا ہے اور مجھے
سن رہا ہے کہ انا الیہ راجعون یعنی تم معدوم اور بالکل فنا ہو کر واصل تھی ہو جاؤ گے پس
میں مٹ کر واصل و باقی تھی ہو جاؤں گا اور اس طرح ہلاکت سے بچ جاؤ ننگا پس تم
موت کو جسیر کہ عالم کا اتفاق ہے مضر نہ سمجھو بلکہ اُسکو ایک چشمہ آب حیات سمجھو جو ظلمت
میں مخفی ہے۔ یعنی گو اُس سے وحشت ہوتی ہے مگر اُس میں خاصیت احیاء کی ہے۔ لہذا تم

موت کو اختیار کر دے۔ اور اُس میں ڈوب کر یوں پیدا ہو جیسے پانی سے نیلوفر اور اُسکے یوں طالب ہو جیسے کہ مستقی اُس کا شائق اور طالب ہوتا ہے کیونکہ پانی اُس کی موت ہی اور وہ پانی کا طالب ہے لہذا وہ فی الحقیقہ موت ہی کا طالب ہے۔ اور نہایت رغبت و شوق سے اُسکو پی جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اب مولانا مدعی عشق الہی کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے جھوٹے عاشق جو کہ جان کے خوت سے محبوب حقیقی سے بھاگتا ہے اور جس کا وجود قابلِ ننگ ہے تو دیکھ تو سہی کس قدر جانین اُسکے تیغِ عشق کے سامنے خوشی خوشی تالیاں بجا رہی ہیں۔ پس تیری جان کیا انوکھی ہے کہ وہ اس بڑبچتی ہے۔ ارے کبخت نہر سامنے ہے اپنا لوٹا بھی اُسی میں ڈال دے۔ پہلا کہیں پانی بھی نہر سے بھاگتا ہے۔ یعنی حق سبحانہ قریب ہیں تو اُن سے اتصال معنوی پیدا کر کیونکہ پانی کی طرح فرع ہے اور حق سبحانہ ندی کی طرح اصل پہلا کہیں فرع اصل سے ہاگتی ہے۔ پس تو حق سبحانہ سے کیوں بھاگتا ہے۔ یاد رکھ کہ جب لوٹے کا پانی ندی کے پانی میں شامل ہو جاتا ہے تو اُس میں فنا ہو جاتا ہے اور اسی کی صفات اختیار کر لیتا ہے اور گو ذات باقی رہتی ہے مگر وصف فنا ہو جاتا ہے اور اسکے بعد نہ اُس کی ذات میں کمی آتی ہے نہ کسی صفت میں پس تو بھی جب حق سبحانہ سے اتصال معنوی پیدا کر لیگا تیری بھی یہی حالت ہو جاوے گی کہ بقا ذات کے ساتھ متعلق باخلاق ہو جاوے گا اور فنا ذات و استحالہ صفات سے مصون و محفوظ ہو جاوے گا۔

شرح شبیری

عاشق کا ملامت گروں اور ڈرانے والوں کو جواب دینا

گفت منو مستقیم آہم کشد گر چہ می دادم کہ ہم آہم کشد

یعنی اُس نے کہا کہ میں مستقی ہوں اور پانی مجھے کینچ رہا ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پانی ہی مجھے مار ڈالے گا مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ اُس طرف ہی سے کشش ہو رہی ہے جب تو میں جا رہا ہوں جس طرح کہ مستقی جانتا ہے کہ پانی پینے ہی میں اس کی موت ہی

لیکن پھر پانی ہی بیتا ہے اور پانی اُسکو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اس طرح مجھے صد جہان
کھینچ رہا ہے اگرچہ وہ مجھے مار ہی ڈالے مگر میں جاؤنگا اسلئے کہ۔

یہ سچ مستقی نہ بجز زور آب گر دو صد بارش کند مات خراب
یعنی کوئی مستقی پانی سے بہاگتا نہیں ہے اگرچہ دو سو مرتبہ اُسکو مات و خراب کرے
مطلب یہ کہ اُسکو پانی کتنا ہی خراب کرے اور کتنا ہی اُسکو نقصان دے مگر مستقی
پانی سے ہرگز بہاگ نہیں سکتا۔ تو اس طرح میں بھی صد جہان سے بہاگ نہیں سکتا۔

گو بیاماسد مرادست و شکم عشق آب از من بخوابد گشت کم
یعنی اگرچہ میرے دست و شکم آس کر آویں (مگر) پانی کا عشق مجھ سے کم نہ ہوگا
گویم انگہ کہ بپر سنا از بطون کاشکے محرم رواں بود درون

یعنی میں اُس وقت کہوں گا جبکہ بطون سے پوچھیں گے کہ کاش کہ میرے اندر محروان ہوتا
یعنی مستقی کی تو یہ حالت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ دریا اُسکے اندر جاری ہو تو جب یہ
حالت ہے تو وہ پانی سے کس طرح بھاگ سکتا ہے اور میں مثل مستقی کے ہوں تو
میں بھی نہیں بھاگ سکتا۔

نحیک اشکم گو بد از موج آب گزمیرم بہت مرگم مستطاب
یعنی میرے پیٹ کی شکم کو کہہ دو کہ موج آب سے بہت جا۔ اگر میں مر جاؤں تو میری موت
مبارک سے یعنی مستقی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ پانی کے عشق میں اپنی موت
کی بھی پروا نہیں کرتا تو مجھے بھی کیا پروا ہوگی اور وہی مستقی کہتا ہے کہ۔

من بہر جائے کہ بنیم آب جو شکم آید بودے من جاؤ او
یعنی میں جس جگہ کہ نندی دیکھتا ہوں مجھ پر شکم آتا ہے کہ میں اس کی جگہ ہوتا یعنی مستقی
کو نندی کو دیکھ کر شکم ہوتا ہے کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا تو پانی تو میرے اندر چلا کرتا
اگرچہ اُس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ

دست چون دف و شکم چون دل طبل عشق آب می کو کم چو گل
یعنی ہاتھ مثل دف کے اور شکم مثل دل کے میں عشق آب کا طبل گل کی طرح بجاتا ہوں

یعنی ہاتھ پیٹ وغیرہ سوچ لئے ہیں مگر عشق آب میں جوش ہے اُسے اپنی مصرت کی کچھ خبر نہیں ہے
تو اسی طرح یہ عاشق کہتا ہے کہ مجھے بھی اُسکے مار ڈالنے کی پرواہ نہیں ہے اور کہتا ہے کہ۔

گر بریزد و خرم آن روح الامین جرمہ جرمہ خون خورم بچون زمین

یعنی اگر وہ روح الامین میرا خون گرا دے تو میں زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ کر کے خون پی لوں
(روح الامین سے مراد وہی صمد جہاں ہے) مطلب یہ کہ اگر وہ میرا خون کر دے تو میں اُسکو
اس طرح گوارا کروں جس طرح کہ زمین خون کو اپنے اندر لے لیتی ہے یعنی مجھے مطلق ناگواری نہ ہو۔

چون زمین و چون چنین خون خوارہ ام تاکہ عاشق گشتہ ام این کارہ ام

یعنی زمین اور چنین کی طرح میں خون کھانے والا ہوں اور جبکہ میں عاشق ہوں ہوں اسی کام میں
ہوں یعنی جس طرح کہ چنین اور زمین خون کے کھانے والے اور خون کے پیاسے ہوتے ہیں بیطرح
میں ہوں کہ میں اپنے خون کا پیاسا ہوں تو پھر مجھے مرنے سے کیا ڈر۔ اور کہتا ہے کہ۔

شب ہی جو خشم در آتش بچو دیگ روز تا شب خون خورم مانند ریگ

یعنی میں رات کو آگ میں دیگ کی طرح جوش کرتا ہوں اور دن سے رات تک میں ریگ کی طرح
خون کھاتا ہوں یعنی جس طرح ریت ہو تلہ ہے کہ اُسپر خون ٹپکا دیا سنے جذب کیا پس یہ حالت
میری ہے کہ رات دن خون جگر کھاتا ہوں اور راتوں کو دیگ کی طرح تپ بھر سے جلتا ہوں۔

من پشیمانم کہ مگر این خشم از مراد خشم او بگریختم

یعنی میں پشیمان ہوں کہ میں نے مگر کیا اور اُسکے خشم کی مراد سے میں بھاگا یعنی اُسکے غصہ کی جو
مراد تھی کہ مجھے قتل کر دے میں اُس سے بھاگا۔ اُس نے میں سخت پشیمان ہوں۔

گو بران بر جان مستم خشم خویش عید قربان اوست عاشق گاؤ میش

یعنی کہدو کہ میری جان مست پر اپنا غصہ چلا وہ عید قربان ہے اور عاشق گاؤ میش ہے یعنی
وہ عید قربان کی طرح ہے اور میں گاؤ میش ہوں تو اُس سے کہدو کہ مجھے شوق سے قتل کر ڈالو
کچھ پرواہ نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں اپنے خون کا پیاسا ہوں وہ
شوق سے مار دے اُس نے کہ میں اُسکے ہجر میں بیقرار ہوں حالانکہ دیکھتے ہیں کہ تو کہا تا بھی ہے
پتیا بھی ہے پھر یہ کیسی بیقراری ہے وہ اس کا جواب دیتا ہے کہ۔

گاؤ اگر خسید و گر چیزے خورد
بہیں دوزخ اوے پرورد
یعنی گائے اگر سووے اور اگر کوئی شے کھاوے عید اور ذبح کے واسطے اُسکو پالتا ہے۔
مطلب یہ کہ وہ جو کچھ کھاتا پیتا ہے سوتا ہے سب اسلئے تاکہ خوب موٹا ہو اور قربانی میں کام
آوے۔ تو بس اس طرح میں بھی تیار ہو گیا ہوں۔ اب اُس سے کہہ دو کہ مجھے قتل کر ڈالے اور کہتا ہو کہ
گاؤ موسیٰ دان مرا جان دادہ جزو جزو دم حشر ہر آزادہ
یعنی مجھے گاؤ موسیٰ جانو کہ جو جان دادہ ہے اور میرا جزو جزو ہر آزادی کی حیات ہے (آزاد
سے مراد خود یہ متکلم ہے) مطلب یہ کہ وہ عاشق کہہ رہا ہے کہ میں گاؤ موسیٰ کی طرح ہوں کہ جو جان
دینے والی تھی۔ اسی طرح اگر میں مر جاؤں گا تو میرا ایک ایک جزو حیات ابدی بخشے گا اور اس کی
موت سے حیات جاودانی نصیب ہوگی۔

گاؤ موسیٰ بود قربان کشتہ
کترین جزو دیش حیات کشتہ
یعنی گاؤ موسیٰ قربان ہوئی ہوئی تھی اور کترین جزو اُس کا ایک کشتہ کی حیات تھی۔
برجہم آن کشتہ ز آسبش زجا
در خطاب اضربوہ بعضہا
یعنی وہ کشتہ اُس کی آسب کی وجہ سے جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا خطاب اضربوہ بعضہا
مطلب یہ کہ جب حکم اضربوہ بعضہا کا ہوا ہے تو اُسکے اثر کی وجہ سے وہ کشتہ اپنی جگہ
سے اٹھ کھڑا ہوا تو جب اُسکے قربان ہونے میں یہ اثر تھا کہ اُس کا ایک جزو حیات مردہ ہو گیا تھا
تو اگر میں مردوں کا تو کیوں نہ حیات نصیب ہوگی۔ آگے کہتا ہے کہ۔

یا کر امی اذکھا ہذا البتہ
ان اردم حشر ارواح النظر
یعنی اے میرے کرام تم اس بقر کو ذبح کر دو۔ اگر تم ارواح نظر کی حیات چاہتے ہو کہ ارواح
نظر سے بھی خود یہ عاشق ہی مراد ہے) مطلب یہ کہ اگر تم میری حیات اصل چاہتے ہو اور چاہتے
ہو کہ میں زندہ ہو جاؤں تو تم اس بقر تن کو ذبح کر دو کہ حیات جاودانی نصیب ہو کر کہتا ہے
کہ مرنے میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ اور فائدہ اور ترقی ہے اس طرح کہ۔

از جمادی مردم و نامی شدم
وز نام مردم یحیوان سرزدم
یعنی میں جمادی سے مرا تو نامی ہو گیا اور نام سے مرا تو حیوانیت میں سر مارا۔

مردم از حیوانے و آدم شدیم پس چہ ترسم کے زمون کم شدیم
یعنی میں حیوانیت سے مرا اور آدمی ہو گیا۔ تو میں کیا ڈول مرنے سے میں کم کب ہوا۔
حملہ دیگر ہمیرم از بشر حملہ دیگر آدم از ملائک بال و پر
یعنی میں دوسری مرتبہ بشریت سے مردن پہانک کہ میں ملائک سے بال و پر نکالوں
وز ملک ہم بایدم جستن ز جو کل شی ہالک الا وجہ
یعنی اور ملکیت سے بھی مجھے طلب کی وجہ سے نکلنا چاہئے کہ کل چیزیں سوائے اُس کی ذات کے
ہالک ہیں

بار دیگر از ملک قربان شوم انچہ اندر وہم ناید آن شوم
یعنی پھر ملکیت سے میں فنا ہوں گا تو جو شے کہ وہم میں نہیں آتی وہ ہو جاؤنگا۔ مطلب ان
پانچ اشعار بالا کا یہ ہے کہ اول خاک جاد ہوتی ہے اُسکے بعد اُس سے نباتات وغیرہ
بنتے ہیں تو حالت جادیت سے حالت نمون آئے اور حالت نمو سے پھر انکو حیوانات
کہا یا تو وہ حالت نمو سے حیوانیت میں آئے اور حیوان کو فنا کر کے انسان بنے کہا یا تو
حیوانیت سے انسانیت میں آئے پھر انسانیت سے فنا حاصل ہوئی تو درجہ ملکوتی حاصل
ہوا۔ اب جب اُس سے بھی فنا ہوں گے تو پھر وہ اتحاد اصطلاحی حق تعالیٰ کیساتھ ہمیشہ
ہو گا تو دیکھو جادیت سے مرتبہ اتحاد اصطلاحی تک پھونچے اور ہر پہلی تسبیح فنا ہوتے گئے
اور اُسکے بعد کی اُس سے ابھی حالت ملتی رہی اور برابر ترقی کرتے رہے ہیں تو جب فنا میں ہمیشہ
ترقی ہوئی ہے تو اب فنا اور مرنے سے کیا ڈر ہو سکتا ہے اسیکو کہتے ہیں کہ

پس عدم گرددم چوں ارغنون گویدم کا نالیہ را جحون
یعنی پھر میں عدم ہوں گا اور عدم ارغنون کی طرح مجھ سے کہہ رہا ہے کہ انا الیہ را جحون۔
ارغنون ایک باجے کا نام ہے مطلب یہ کہ میں فنا اور معدوم ہو گیا اور عدم مجھے باجے
کی طرح انا الیہ را جحون کہہ رہا ہے تو بس میں اُسی طرف جوجھ ہوتا ہوں اور کہتے ہیں کہ
مرگ دان کا فی اتفاق امت است کاب حیوانے نہان در ظلمت است
یعنی مرگ (اُسکو) جان جو کہ اتفاق امت کا ہے کہ اب حیوانی ظلمت میں ہے مطلب یہ کہ

لوگ جو کہتے ہیں آبِ حیاتِ فی ظلمتِ مین ہے تو اس ظلمت سے مراد موت ہی ہے کہ موت کے بعد حیاتِ ابدی اور حیاتِ جاودانی حاصل ہوتی ہے۔

بچھو نیلو فر بر وزین طرف جو بچھو مستقی حریص و مرگ جو
یعنی مثل نیلو فر کے ندی کے اُس طرف سے اُگ اور مثل مستقی کے حریص (مرگ) اور مرگ کا
متلاشی رہ (مشہور ہے کہ نیلو فر کا پھول سطحِ آب کا عاشق ہوتا ہے اور ہمیشہ پانی کے
ادب پر ہی رہتا ہے) مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ وہ سطحِ آب کا عاشق ہے کہ اُس سے الگ
نہیں ہوتا بلکہ سطح ہی کے ادب پر رہتا ہے اسی طرح تم کو بھی چاہئے کہ پس طلبِ حق میں لگے
رہو اور وہ بعدِ فنا نفس کے ملتا ہے تو پس اپنے کو فنا کر دو اور فنا پر عاشق ہو جاؤ۔

مرگ اور آلبستِ داو جو یائے آب می خورد و اللہ اعلم بالصواب
یعنی اُس (مستقی) کی موت پانی ہے اور وہ پانی ہی کا متلاشی ہے بیتا ہے واللہ اعلم
بالصواب۔ مطلب یہ کہ دیکھو مستقی پانی ہی پر مر رہا ہے اور پھر پانی ہی کی دُہن میں لگا رہتا
ہے اسی طرح تم بھی عاشقِ حق ہو جاؤ اور اپنے کو فنا کر کے اس طرف متوجہ ہو جاؤ کہ اسی میں
کچھ ملیگا اور یہی مقصودِ اصلِ حیات اور زندگی دنیا سے ہے آگے فرماتے ہیں کہ
اے فسرده عاشقِ ننگیں نہ کو زہیم جان ز جانان می رود
یعنی اے افسردہ اور اے عاشقِ ننگیں نہ کہ وہ خوفِ جان کی وجہ سے جانان سے بھاگتا ہی
(ننگیں نہ سے مراد تنِ انسانی ہے) مطلب یہ کہ اے وہ شخص کہ اپنے اس تنِ ظاہری پر عاشق
ہو رہا ہے اور اسکے فنا ہونے کے ڈر کے مارے حقِ تعالیٰ کی طلب سے بھاگتا ہے تو اس کو
سُن لے کہ۔

سوئے تیغِ عشقش از ننگِ زمان صد ہزاراں جانِ نگر و دستکِ نان
یعنی اے ننگِ زمان اُس کی تیغِ عشق کی طرف لاکھوں جانیں تالیانِ بجاتی ہوئی دیکھ لینی اگر
اُس کے عشق میں تو فنا بھی ہو گیا تو کوئی حرم نہیں ہے اس لئے کہ اس ایک جان کے بدلے میں
لاکھوں جانیں ملین گی بہستی حق کے آگے اس اپنی بہستی کو فنا کر دو تو تم کو حیاتِ ابدی اور
مستیِ جاودانی میسر ہو گی۔

جسے دیدے کو زہ اندر جو در زہ
یعنی تو نے ندی کو دیکھ لیا تو کو زہ کو ندی میں ڈال دے اور پانی کو ندی سے کب گریز نہتا
(جو سے مراد ہستی حق اور کو زہ سے مراد ہستی انسانی) مطلب یہ کہ جب اُس کا وجود اور اُس
کی ہستی پیش نظر ہو گئی تو اب اُس کی ہستی کے سامنے اپنی ہستی کو خاک کر دے اور وہی اتحاد
اصطلاحی حاصل کر لے اپنی ہستی کو بالکل مٹا دے اسلئے کہ جس طرح کہ پانی کو ندی سے گریز
نہیں ہے بلکہ آخر الامر وہیں جاویگا اسی طرح اس ہستی کو ہستی حق سے کہیں گریز نہیں ہے تو
پھر بچانے سے فائدہ کیا ہے۔

آب کو زہ چون در آب جو شود
یعنی کو زہ کا پانی جب ندی کے پانی میں جاوے تو وہ اس میں محو ہو جاوے اور اُسی کی طرح
ہو جاوے۔

وصف افانی شود ذاتش بقا
یعنی اُس کا وصف تو فانی ہو جاتا ہے اور ذات باقی ہوتی ہے اُسکے بعد نہ وہ کم ہوتا ہے اور
نہ بدلتا ہوتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو اگر کو زہ کے پانی کو دریا میں ملا دو تو وہ اُس میں ملکر بالکل
یکساں ہو جاتا ہے اور اُسکے تمام اوصاف فانی ہو جاتے ہیں لیکن اُس کی ذات باقی رہتی ہے
کہ مثلاً اگر پہلے اُس میں دس کروڑ من پانی تھا تو اب ایک کو زہ اور دس کروڑ من پانی ہو پس اسی
طرح حق تعالیٰ کے وجود اور ذات کے سامنے ہستی انسانی کے تمام اوصاف فنا ہو جاتے ہیں
کوئی وصف اُس کا باقی نہیں رہتا لیکن اُس کی ذات باقی ہوتی ہے اور جب وہ پانی دریا میں
ملا جاتا ہے تو پھر نہ کہی سڑتا ہے نہ بگڑتا ہے ہمیشہ عمدہ رہتا ہے اسی طرح انسان کو جب مرتبہ
فنا کا حاصل ہو گیا تو اب وہ کہی مردود نہیں ہوتا اسیبر ہلاکت نہیں آتی بلکہ باعتبار اُس اتحاد
کے وہ ہمیشہ موجود ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حق تعالیٰ سے اُسکو تعلق ہے خواہ اُس کی یہ ہستی
... موجود ہو یا فنا ہو چکی ہو تو جب فنا میں یہ فوائد ہیں کہ اُسکے بعد حیات ابدی حاصل ہوتی ہے
تو کیون نہ فنا اختیار کیجاوے۔ یہاں تک تو کچھ اُس عاشق کی زبان سے اور کچھ خود مولانا نے
فناء کے فوائد بیان فرمائے اور اُس سے ثابت کر دیا کہ اگر صدر جہان اُس غلام کو مارجی ڈالی

تو کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے بین اور اسی کے ضمن میں قریب فنا کے حصول کی ترغیب دی کہ انسان کو چاہئے کہ فنا اختیار کرے اور حیات ابدی حاصل کرے آگے پھر اسی عاشق کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

غویس را بر نخل او آویختم	عذر آنرا کہ از و بگریختم
ہچو گوئے سجدہ کن بر روی و سر	جانب آل صدر شد با چشم تر
بر رخ چون زعفران شک وال	رفت آن بیدل سوئے صدر جہاں
ہم کفن ہم تیغ اندر دست او	چونکہ بود او عاشق و مرست او
جملہ خلقان منظر سرور ہوا	کش بسوز و یا بر آویزد و را
این زمان این احمق یک لخت را	آن نماید کہ زمان بد بخت را
ہچو پروانہ شرر را نور دید	احقانہ درفت او از جان برید
لیک شمع عشق چون آن شمع نیست	روشن اندر روشن اندر رو نیست
او بجس شمعہائے آتشی است	می نماید آتش و جملہ خوشی است

یہاں سے پھر مولا نا جواب عاشق کی طرف بخود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس عذر میں کہ اُس سے بہا کا تھا اپنے کو اُس کی سولی پر لٹکا چکا ہوں یعنی مرنیک لئے تیار ہو گیا ہوں اُن کو یہ جواب دیکر گیند کی طرح منہ اور سر سے سجدے کرتا ہوا اور روتا ہوا صدر جہاں کی جانب روانہ ہوا اسکے زعفران کی طرح زرد و خساروں پر آنسو بہ رہے تھے اس حالت سے وہ عاشق صدر جہاں کے پاس گیا۔ نیز چونکہ اُس کا عاشق اُس کی محبت کے نشہ میں چور تھا اس لئے

ہاتھ میں کفن بھی تھا اور تلوار بھی تمام لوگ منتظر کھڑے ہوئے تھے کہ دیکھیں اسکو جلاتا ہے یا سولی دیتا ہے اور دل میں کہہ رہے تھے کہ اس وقت صدر جہان اس الگو کیساتھ وہ کرے گا جو زمانہ ایک بدنصیب کیساتھ کیا کر تا ہے یعنی اسکو ملیا میٹ کرے گا۔ اس آفت نے پروانہ کی طرح آتش شعلہ کو نور سمجھا اور دشمن کو دوست جانا لہذا اپنی حماقت سے اوندھے منہ گر اور جان کہوئی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ اُن کی غلطی ہے کہ اُنہوں نے اس کی حالت کو پروانہ کی حالت پر قیاس کیا شمع عشق وہ شمع نہیں ہے جو پروانوں کو جلاتی ہے بلکہ یہ نور در لوز در نور غرض کہ سراسر نور ہے وہ آتش شمعوں کے بالکل برعکس ہے یہ صرف دیکھنے میں آگ ہے اور حقیقت میں سراپا خوشی اور راحت ہے۔

شرح شبیری

اُس عاشق کا معشوق کے پاس پھونچ جانا جبکہ اُس جہان سے ہاتھ دیو لئے

غلیس را بر نخل و آؤ ختم عذر آنرا کہ از و بگریختم
یعنی (اُس نے عاذ لون سے کہا کہ) میں نے اپنے کو اُس کے نخل پر ٹکادیا ہے اُس کے عذر میں کہ میں اُس سے بہاگا۔ مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ میں چونکہ اُس کے پاس سے بہاگ گیا تھا لہذا اب اُس کی تلافی کیواسطے میں اُس کی دار پر لٹکنے کو تیار ہوں۔

ہچو گوئے سجدہ کن بر روی و مہر جانب آن صدر شد با چشم تر
یعنی گیند کی طرح رواں سر پر سجدہ کرتا ہوا اُس صدر کی طرف با چشم تر چلا۔
بر رخ چوں زعفران اشک وان رفت آن بیدل سو و صدر جہان

یعنی زعفران جیسے چہرہ پر اشک روان وہ بیدل صدر جہان کی طرف چلا یعنی زعفران جیسے چہرہ پر آنسو بہ رہے تھے اور وہ صدر جہان کے پاس جا رہا تھا۔

ہم کفن ہم تیغ اندر دست او چونکہ بود او عاشق و سر مست او

یعنی کفن بھی اور تیغ بھی اُسکے ہاتھ میں تھی کیونکہ وہ اُس کا عاشق اور سر مست تھا اپنے قاعدہ تھا کہ جب کوئی بھاگا ہوا مجرم حاضر ہوتا تھا تو مع کفن اور تیغ کے حاضر ہوتا تھا جسکے یہ معنی ہوتے تھے کہ ہم حاضر ہیں قتل کر ڈالو۔ اسی طرح یہ بھی معروف قصود مع کفن اور شمشیر کے حاضر ہو گیا۔

جملہ خلقان منتظر سر در ہوا کش بسوز دریا بر آویر در ورا

یعنی تمام مخلوق منتظر سر در ہوا تھی کہ اُسکو جلا تا ہے یا اُسکو دھار پر ہا لٹکا تا ہے (سر در ہوا سے مراد غایت انتظار ہے) یعنی سب منتظر تھے کہ دیکھئے اب اس کی سادھ کیا کر تا ہے اور یہ کہہ رہے تھے کہ

ایں زمان این احمق یک لخت را آن نماید کہ زمان بد بخت را

یعنی اس وقت اس پورے احمق کو وہ دکھ لایا گیا جو کہ زمانہ بد بخت کو یعنی زمانہ بد بخت کو بخشتی دکھا تا ہے پس اسی طرح یہ صدر جہان اس احمق کیساتھ سختی کر لیا اور احمق اسلئے کہا کہ با وجود اس کے کہ اُسکے پاس سے بھاگ چکا تھا اور پھر مرنے کیلئے آ گیا۔

ہیچو پروانہ شمر را نور دید احمقانہ درفت از جان برید

یعنی پروانہ کی طرح شر کو نور دیکھا اور احمقوں کی طرح جا پڑا اور جان سے قطع کر دیا۔ یعنی اُس عاشق نے صدر جہان کے پاس حاضر ہو نیکو جو مثل شر کے تھا نور سمجھا اور نور سمجھ کر اُسکے اندر احمقوں کی طرح جا پڑا مولانا فرماتے ہیں کہ

لیک شمع عشق جو آن شمع نیست روشن اندر روشن اندر و شنیست

یعنی لیکن شمع عشق اُس شمع کی طرح نہیں ہے (وہ تو) روشن اندر روشن اندر و شنیست اور بعکس شمع ہوائے آتشی است می نماید آتش و جملہ خوشی است

یعنی برعکس شمع ہوائے آتشی کے ہے کہ دکھ لائی آتش دیتی ہے اور بالکل خوشی ہی مطلب یہ کہ لوگ کہہ رہے تھے کہ پروانہ کی طرح اُس نے شر کو نور سمجھا اور اُس میں آ پڑا مولانا فرماتے ہیں کہ ارے عشق کی شمع وہ شمع نہیں ہے کہ جو جلادے بلکہ یہ ظاہر میں تو آگ ہے لیکن باطن میں نور ہی نور ہے قمع ظاہری تو آتش ہوتی ہے مگر یہ آتش نہیں ہے بلکہ یہ نور ہے اور یہ روشن در روشن ہے اس میں آ کر اُس شمع جیسا جلنا نہیں ہے اس کا جلنا

اور طرح کا ہو کہ اس میں جو جل گیا وہ ہمیشہ ٹھنڈا رہا۔ آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں خلاصہ
 جس کا یہ ہے کہ ایک مسجد میں کوئی طلسم تھا اور جو شخص رات کو اُس مسجد میں رہتا تھا اس کو
 خوفناک آوازیں اس قدر سنائی دیتی تھیں کہ وہ مر جاتا تھا تو لوگ رات کو اس میں رہتے نہ
 تھے ایک شخص آیا اور رات کو اُس نے اُس میں رہنے کا قصد کیا لوگوں نے منع کیا اُس نے کہا کہ میں
 تو مرنے کو پھر تا ہوں اور میں تو موت پر عاشق ہوں مر جاؤں گا تو کچھ پرواہ نہیں ہے اور اُس نے
 کسی کی نہ مافی اور وہیں سو یا حسب معمول رات کو وہی آوازیں سنائی دین اور معلوم ہوا کہ ٹہرا
 شور و غل ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ آتا ہوں آتا ہوں اُس نے فوراً کہا کہ آجا میں بھی تیار ہوں
 چونکہ اُس طلسم کے ٹوٹنے کی یہی سبیل تھی کہ کوئی یہ کہہ دے آجا میں تیار ہوں لہذا اُس نے کہنے
 سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور بیشمار خزانہ اُس کے اندر سے نکلا تو دیکھو چونکہ یہ عاشق تھا اور مر نیکیو
 تیار ہو گیا تو اُس کو مقدار خزانہ ملا حالانکہ ظاہر میں تو اُس کی ہلاکت معلوم ہوتی تھی مگر اصل میں
 وہ اُس کی ہلاکت نہ تھی بلکہ اُس کے لئے مفید اور نافع تھا۔ اسی طرح اس عاشق صدر جہاں کا
 آنا بھی مضر نہ تھا بلکہ نافع ہی تھا اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

مسجدے بدبر کنارے شہرے	ایک حکایت گوش کن از نیک بے
کہ نہ فرزندش شد و آتشب یتیم	ہیچکس دروے نختے شب بیم
صبحم اچوں اختران در گرفت	ہر کہ دروے بنجر چوں کو گرفت
صبح آمد خواب را کوتاہ کن	خویش تن را نیک ازین آگاہ کن
اندر ان مہمان کشان باتیغ کند	ہر کسے گفتے کہ پر یانند تند
کہ رصد باشد عدد و جان و جسم	آن دگر گفتے کہ سحر ست و طلسم

آن دگر گفتہ کہ بر نہ نقش فاش
شب محسب اینجا اگر جاں بایست
بر دوش کائے میہماں اینجا مباحش
ور نہ مرگ اینجا کمین بکشاید
واں دگر گفتہ کہ شب قفلہ نہید
غافلے آید شمارہ کم دہید

ایہا ایک حکایت جو جس سے تہ کو مضمون بالا کی تصدیق ہو۔ شہر رے کے کنارہ پر ایک مسجد تھی رات کو اس میں کوئی شخص ایسا نہ سوتا تھا جو ڈر کر نہ جاتا ہو اور اُس رات کو اس کے بچے یتیم نہ ہو جاتے ہوں جو شخص اُس میں ناواقفی سے اور اندھا دہند چلا جاتا ستاروں کی طرح وہ بھی صبح کو قبر میں چلا جاتا تھا اب مولانا ضمناً ایک نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کس غفلت میں ہو دیکھو ہوشیار ہو صبح پیری آجھو نچی ہے اور قبر میں جانے والے ہو اس غفلت کو چھوڑ دو خواب سے بیدار ہو اور قبر میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ اس مضمون کو ختم کر کے جو قصہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں لوگ چہ میگوئیاں کیا کرتے تھے کوئی کہتا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بڑی غضبناک پر بیان رہتی ہیں جو کہ مہمان کو کند تلوار سے یعنی بڑی درجی سے مارتی ہیں دوسرا کہتا کہ یہاں کوئی سحر اور طلسم ہے جو کہ اس کمینگاہ میں رہ کر لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہے کیونکہ گہات میں رہنے والے جان و جسم کے دشمن ہوتے ہیں۔ تیسرا کہتا کہ جی کچھ بھی ہو اب مناسب یہ ہے کہ دروازہ پر ایک صاف صاف اعلان اس مضمون کا لگا دیا جاو کہ اے مسافر یہاں نہ پھیرنا اور اگر تجھے جان درکار ہے تو رات کو یہاں نہ سونا ورنہ موت کمینگاہ سے نکل کر تجھ پر واقع ہوگی چوتھا کہتا کہ یہ بھی کافی نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی جاہل ہو یا اُس کی طرف التفات نہ کرے اسلئے اس میں قفل ڈال دو اور راستہ ہی بند کر دو۔

شرح شبیری

اُس مسجد کی حالت کو بیان کرنا جو کہ مہمان کش تھی اور اُس عاشق اُبالی موت کے شائق کا بیان جو کہ اُس مسجد میں رات کو مہمان ہوا

ایک حکایت گوش کن انیک پے مسجد بے بر کنارے شہر رے
یعنی لے نیک پے ایک حکایت نو کہ ایک مسجد شہر رے کے کنارہ پر تھی۔
بیمچکس دروے نختہ شب نیم کہ نہ فرزندش شدی آتشب یتیم
یعنی کوئی شخص اس میں رات کو غوث سے نہ تو تاکہ اس کا طر کا اس رات کو یتیم نہ ہو جاتا یعنی وہ اس میں
رات کو سوتا وہی مر جاتا تھا۔

ہر کہ دروے پنجہ چون کو رفت مسجد چون اختران در کو رفت
یعنی جو کوئی اس میں اندھے کی طرح بیکر چلا گیا صبح ہی کو ستاروں کی طرح گور میں گیا۔ یعنی ج طرح کہ ستارے
صبح کو چھپ جاتے ہیں اس طرح وہ بھی صبح کو مر کر گور میں پوشیدہ ہو جاتا تھا آگے ایک شعر میں مولانا مضمون
ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

خویشترن را لیک ازین آگاہ کن صبح آمد خواب را کو تاہ کن
یعنی اپنے کو اس سے اچھی طرح آگاہ کر صبح آگئی ہے نیند کو کہ کر۔ یعنی اس حکایت میں آیا کہ صبح کے وقت
وہ گور میں جاتا تھا اسی طرح تیری بھی صبح پیری آگئی ہے۔ اب ذرا پوش سنہال کہ گور میں جانو آلا
غفلت کو ایک طرف کر اور پوشیار ہو جا۔ آگے پھر وہی حکایت ہے کہ۔

ہر کہے گفتے کہ پیر یا نند ترند اندرون ہماں کشان باتیغ کند
یعنی ہر شخص کہتا کہ جنات سخت ہماں کو کند تلوار سے مار ڈالنے والے ہیں۔

وان درگہ گفتے کہ سحرست و طلسم کہ رصد باشد عدو جان و جسم
یعنی وہ دوسرا کہتا کہ سحر و طلسم ہے کہ جو ایسا کیس گاہ ہو جاتا ہے (جو کہ) جان و جسم کا عدد ہو۔ یعنی
کسی کا خیال تھا کہ اس میں جن رہتے ہیں اور کوئی کہتا کہ طلسم اور جادو ہے۔

آن درگہ گفتے کہ بر نہ نقش فاش برودش کا ئی میہماں اینجا امباش
یعنی وہ دوسرا کہتا کہ ایک اطلاع ظاہر اُس کے دروازہ پر رکھ دو کہ لے ہماں اس جگہ مت رہ یعنی کوئی کہتا کہ
یہاں ایک جلی قلم ہے اطلاع لکھ کر لگا دو کہ یہاں فیہماں کوئی مت رہو اور لکھ دو کہ۔

شب محسب اینجا اگر جان بایرت ورنہ مرگ اینجا کین بکشایدت
یعنی رات کو اس جگہ مت سو اگر تجھے جان چاہئے ہے ورنہ موت اس جگہ تیری کین ہو لگی یعنی کیس گاہ ہے

نکلے تجھے لیجاو گی۔

والن دگر گفتے کہ شب قفل نہید غافلے کا یہ شمارہ کم دہید

یعنی وہ دوسرا کہتا کہ رات کو ایک قفل لگا دو اور جو غافل کہ آوے تم اسکو راہ مت دو یعنی کوئی کہتا کہ یہاں ایک اعلان لگا دو تاکہ کسی کو دھوکا نہ ہو۔ اور کوئی کہتا کہ قفل لگا دو اور اگر کوئی غافل آجاوے تو تم اسکو جانے مت دو بلکہ روک دو۔

شرح حبیبی

کوشنیدہ بود آن صیت عجب
ز آنکہ بس مردانہ و جانباز بود
رفت گیر از گنج جان یک صبر
نقش کم ناید چو من باقیم
نفخ حق باشم ز نائے تن جدا
تار ہد آں گوہر از تنگیں صدف
صداقم جان را بر افشاںم برین

تا یکے مہمان در آمد وقت شب
از برائے آزمون مے آزمود
گفت کم گیرم سرو شکنہ
صورت تن گوہر و من یکستم
چون نفخت بودم از لطف خدا
تا یافتہ بانگ نفخشاں بن طرف
چون تمنوا الموت گفت ای صادقین

خیر فربت با اینما رسید کہ ایک مہمان جسے کہ یہ عجیب افواہ سنی تھی رات کے وقت آیا چونکہ وہ نہایت مردانہ جانباز تھا اسلئے اس کی واقعیت کا امتحان کرنا چاہتا تھا اسلئے سوچا کہ میں سر اور او جہم وغیرہ اعضائے جسمانی کی کچھ پر واد نہیں کرتا اگر جائیں بلکہ سے جائیں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ خزانہ جان میں سے ایک معمولی مقدار جاتی رہیگی سو اس کی کچھ پر واد نہیں صدف تن جائیگی بلا جملے میں کیا چیز ہوں کچھ صورت سم نہیں ہوں کہ اسکے خد ہونے سے میں بھی خد ہوں جاؤں بلکہ

میں رہتی رہوں گا۔ اگر یہ نقش چلا جاوے بلا سے جاوے اگر میں سلامت ہوں تو صورتیں بہت چونکہ میری نسبت نفخت فیہ من روحی فرمایا گیا ہے اسلئے اس وقت میں خدا کی وہ چھونک ہوں گا جسکو اُسے اپنی ہر باقی سے اُس م کی بانسری میں ہر ایسے اور جو کہ اُن م کی بانسری سے الگ ہو گئی ہے پس میں اس بانسری سے جدائی چاہتا ہوں تاکہ اُس کی نفخ کی آواز اس طرف یعنی اس بانسری میں نہ واقع ہو۔ اور تاکہ یہ موتی اس تنگ سیب چھوٹ جاوے چونکہ جو سبحانہ نے فرمایا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو۔ (گو یہ خطاب یہود کو ہے مگر منشا کے لحاظ سے ہر دینی محبت کو عام ہے اور میں صادق ہوں اسلئے اس حکم کی بنا پر جان دینے پر آمادہ ہوں۔

شرح شبیری

ایک ہمان کا اُس مہمان کش مسجد میں آنا

تلیکے ہمان در آمد وقت شب کہ شنیدہ بود آن صیت عجب

یعنی یہاں تک کہ رات کے وقت ایک ہمان آیا کہ اُس نے اُس عجیب ہر ت کو سنا تھا۔ یعنی وہ لوگ یہ رائیں لگا رہے تھے کہ ایک ہمان صاحب اُسی مسجد میں اُس کا یہ عجیب قصہ سنا کر شب باشی کیلئے تشریف لائے

از برائے آرموئے آرمود زانکہ پس مردانہ و جانب از بود

یعنی آزمائش کیلئے وہ آرماتا تھا اسلئے کہ بہت مردانہ اور جانباز تھا۔ یعنی چونکہ وہ جانباز اور مرد تھا اسلئے وہ آزمائش کیلئے اُس مسجد کی اس بات کو آزمائے آیا تھا۔

گفت کم گیرم سرواشکنبہ رفتہ گیر از گنج جان یک جبہ

یعنی اُس ہمان نے کہا کہ میں سراوہ ادبہ کو کم لیتا ہوں تو گنج جان سے ایک جبہ گیا ہوا فرض کر لے (سرواشکنبہ سے مراد تن) مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ مجھے اس تن کی ہلاکت کی پرواہ نہیں ہے اگر میرے گنج میں سے ایک جبہ یعنی تن کم ہی ہو گیا تو کیا ہوا دیکھا میرا کوئی حرج نہیں۔

صورت تن کو برو من کیستم نقش کم نابدر جو من راقیستم

یعنی صورت تن کو کہدو کہ جاوے (کیونکہ) میں کون ہوں نقش کم نہیں آتا ہے جبکہ میں باقی ہوں

۱۱۱ کان

یعنی اُسے کہا کہ اگر یہ صورت تن جاتی رہے اور یہ ہلاک ہو گئی تو کوئی غم نہیں ہے اسلئے کہ میں یہ تن
تھوڑا ہی ہوں میں تو وہ جان اور روح ہوں تو اگر میں یعنی روح باقی ہے تو نقش کی کیا کمی ہے اصل
تو روح ہے اور وہ باقی رہے گی تو پھر مرنے سے کیا ڈر۔

چوں نفخت بودم از لطف خدا نفخ حق باشد ز نائے تن جدا
یعنی جبکہ میں لطف خدا سے نفخت تھا تو نفخ حق نائے تن سے جدا ہوتا ہے۔

تا نیستد بانگ نفخش این طرت تار ہد آن گوہر از تنگیں صفت
یعنی تاکہ اُس کی نفخ کی آواز اس طرف نہ پڑے اور تاکہ وہ گوہر تنگ صفت سے چھوٹ جاوے مطلب
یہ ہے کہ میری اصل تو روح ہے اور اُس کی بابت حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نفخت فیہ من روحی
تو یہ تن اسلئے جدا ہوتا ہے تاکہ حق تعالیٰ کا ارشاد نفخت الحق احسن نام سوتی پر واقع نہ ہو بلکہ روح
پر واقع ہو لہذا اس تن سے یہ روح الگ ہوتی ہے اور دوسری مصلحت یہ ہے کہ یہ روح اس
تن تنگ میں تنگ ہے اسلئے یہاں سے چھوٹ کر یہ آرام سے بھی ہو جاوے گی۔

چوں تمنوا الموت گفت ای صادقین صادقم جان را بر افشام برین
یعنی جبکہ فرمایا ہے کہ اے صادقو موت کی تمنا کرو تو میں صادق ہوں اور جان کو اُس پر افشان کرتا ہوں
مطلب یہ کہ اُسے کہا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے تمنوا الموت ان کنتم صادقین تو بس میں صادق
ہوں اور تمنائے موت کرتا ہوں اور مرنا ہوں مجھے کچھ پروا نہیں ہے

شرح حبیبی

تا نکو بد جانستانت ہچو کسپ
کا ندریں جاہر کہ خفت آمد زوال
دیدہ ایم و جملہ اصحاب ہنہ
نیم شب مرگ ہلاہل آمدش

قوم گفتندش کہ ہیں اینجا مخسپ
کہ غریبی و نمیدانی تو حال
اتفاقے نیست این ما با رہا
ہر کہ آن مسجد شبے مسکن شدش

از یکے تا پانصد این را دیده ام	نے بتقلید از کسے بشنیده ام
گفت الدین نصیحتہ آن رسول	آن نصیحت در لغت ضد غلول
این نصیحت راستے در دوستی	در غلول خائن و سگ پوستی
بے خیانت این نصیحت از و داد	می نایمیت مگر در عقل داد

لوگوں نے اُس سے کہا کہ آپ یہاں نہ سوئیں ایسا نہ ہو کہ وہ جان لیوا آپکو کھل کی طرح کوٹ ڈالے
ہم یہ اسلئے کہتے ہیں کہ آپ پر دلیسی ہیں یہاں کی حالت آپکو معلوم نہیں اور آپ نہیں جانتے
کہ جو یہاں سویا آپسیر تباہی ضرور آئی اور یہ امر کوئی اتفاقی نہیں ہے بلکہ ہمنے اور تمام عقلا و سنے
یہ واقعات بار بار دیکھے ہیں اور یہ نہیں کہ تقلید کسی سے سن لیا ہو بلکہ بخشم خود ایک سے لیکر
پانچ سو مرتبہ تک یہ واقعات دیکھے ہیں اور اصل منشا ہماری اس گفتگو کا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مقتضائے دین خیر خواہی ہے اور خیر خواہی اپنے معنی لغوی کے لحاظ
سے مخالف ہے خیانت کے اور ہمارا اطلاع نکرنا خیانت ہے لہذا اطلاع خیر خواہی ہوگی اور خیر خواہی
ضروری ہے لہذا اطلاع ضروری ہوئی خیر خواہی یہ ہی ہے کہ کسیکے ساتھ سچی دوستی اور ہمدردی
کیجاوے اور اگر وہ ہو کا کیا جاوے تو ایسا کرنے والا خائن اور سگ پوست ہو گا نہ کہ دوست اور خیر خواہ
پس ہم یہ نصیحت تمکو محض دوستی سے اور بدول کسی خیانت کے کرتے ہیں لہذا تمکو ماننا چاہئے
اور مقتضائے عقل والصفات سے نہ پہرنا چاہئے۔

شرح شبیری

اہل مسجد کا مہمان عاشق کو رات کو وہاں سوئے ملامت کرنا
قوم گفتندش کہ بین اینجا تحسب - مانکو بد جانستانت ہمچو کسپ
یعنی قوم نے اُس سے کہا کہ ارے اس جگہ مت سونا کہ تیرا جان لینے والا تجھے کھل کی طرح کوٹ
ندے۔

کہ غریبی و نمیدانی تو حال کا ندرین جاہر کہ خفت آمد زوال

یعنی کہ تو مسافر ہے اور حالت کو جانتا نہیں ہے کہ اس جگہ جو کوئی سویا زوال آیا یعنی لوگوں نے کہا کہ بھائی تجھے خبر نہیں ہے یہاں جو سویا ہے اُس کی جان بھی نہیں ہے یہاں تو ہرگز مت سو

اتفاقی نیست این ما بار با دیدہ ایم و جملہ اصحاب نہی

یعنی یہ بات اتفاقی نہیں ہے (بلکہ) ہم نے بار بار دیکھا ہے اور سب اصحاب عقول نے (دیکھا ہے)

ہر کہ این مسجد شبے مسکن شدش نیم شب مرگ بلاہل آمدش

یعنی یہ مسجد جس کی ایک رات کو مسکن ہو گئی ہے آدھی رات کو اُسے مرگ بلاہل آیا ہے۔

ازیکے تا پانصد این را دیدہ ایم نے بہ تقلید از کسی بشنیدہ ایم

یعنی ایک سے پانچ تک ہم نے اُسکو دیکھا ہے نہ کہ تقلیداً کسی سے سنا ہے یعنی سب کہا کہ میان ہمارا

خود بجز یہ ہے کہ جو یہاں رات کو رہا وہ مارا گیا کسی سے سنی سنائی نہیں کہتے۔

گفت الدین النصیحۃ ان رسول آن نصیحت در لغت ضد غلول

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الدین النصیحۃ اور وہ نصیحت لغت میں خیانت کی ضد ہے

این نصیحت راستی در دوستی در غلولی خائن و سگ پوستی

یعنی یہ نصیحت راستی ہے دوستی میں اور غلولی میں خائن اور سگ پوستی ہے مطلب یہ کہ حدیث میں

جو الدین النصیحۃ آیا ہے تو وہ خیانت کی ضد ہے یعنی خیانت نکرو بلکہ نصیحت کرو تو وہ نصیحت تو

دوستی اور راستی ہے اور خیانت میں خائن ہونا اور سگ پوست ہونا ہے۔

بے خیانت این نصیحت از دودا می نہایت مگر از عقل و داد

یعنی بے خیانت کی یہ نصیحت دوستی کی وجہ سے ہم تجھے کر رہے ہیں تو عقل و انصاف سے مت پہر

یعنی سب نے کہا کہ دیکھ تجھے سمجھا رہے ہیں سمجھ جا اور عقل کے خلاف کام مت کر کہ ایسی جگہ کہ جہاں

یقینی موت ہے تو جاتا ہے اُسکو سنکر اُسے جواب دیا کہ

شرح حبیبی

گفت اولے ناصحاں من بچندم از جہان زندگی سیر آمد

منبلے ام زخم جو زخم خواہ
 منبلے نے کو بود خود برگ جو
 منبلے بے زخم ناساید نغم
 منبلے نے کو بکف پول آورد
 آن نہ کو بر ہر دکانے می زند
 مرگ شیرین گشت و قلم زین ہرا
 آن قفص گوہست عین باغ در
 جوق مرغال از بیرون گرو قفص
 مرغ را اندر قفص زان سبزہ زار
 سبز ہر سوراخ بیرون می کند
 چون دل جانش چنین بیرون بود
 نے چنان مرغ قفص در اندہان
 کے بود اورا درین خوف و حزن
 او بھی خواہد گزین ناخوش قفص

عافیت کم جوئے از منبل پراہ
 منبلے ام لا ابالی مرگ جو
 عاشق بے زخم ہا بے تم
 منبلے چستے گزین پل بگردد
 ہر جہاں کون و کانے ہر زند
 چون قفص ہشتن پریدن مرغ را
 مرغ می ہست گلستان و شجر
 خوش بھی خوانند از آزادی قفص
 نے خورش ماندست نے صبر و قرار
 تا بود کاین بند از پا بر کند
 آن قفص را اور کشائی چون بود
 گرد بر گردش حلقہ گر بگان
 آرزوئے از قفص بیرون شدن
 صد قفص باشد بگرد این قفص

اُسے کہا کہ اے ناخوشین عالم زندگی سے سیر ہو چکا ہوں اور اب مجھے نہ جیو کی ہوس ہے
 نہ آرزوئے مرگ سے پشیمان ہوں میں اُس کا بل کی مثل ہوں جو کہ اپنی کاہلی سے زخم کہا

شرح شبیری

عاشق کا ناصحون اور ملامت گو لون کو جواب دینا

گفت او ای ناصحان من بے ندم از جهان زندگی سیر آدم

یعنی اُس نے کہا کہ اے ناصحو میں بغیر کسی ندامت کے جہان زندگی سے میرا گیا ہوں یعنی مجھ کو جواب زندگی کی ضرورت نہیں ہے اور اب تو میرا دل جینے کو نہیں چاہتا۔

منبیل بے زخم ناساید تنم عاشق بے زخم ہر زخم ہر می تخم

یعنی میں کاہل ہوں بے زخم کے میرا بدن آرام نہیں پاتا۔ میں زخموں پر عاشق ہوں اور اُن پر تنہا ہوں مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ جو کاہل ہوتے ہیں وہ اکثر بدن دبو اتے ہیں اور کھو اتے ہیں تب اُنکو آرام ملتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تو کاہل ہوں میرے بدن کو تو بے زخموں کے آرام نہیں ملتا لہذا میں مرے کو اور اپنے بدن کو زخم بھونچا ہے کہ حاضر ہوں۔

منبیل ام زخم جو زخم خواہ عافیت کم جب از منبیل برآہ

یعنی میں کاہل ہوں زخم جو اور زخم خواہ کاہل سے راہ میں عافیت کم ڈھونڈھو یعنی جو کاہل ہو گا گلے میں اُس کی عافیت اور خیریت سمجھو اسلئے کہ کاہل ہے وہ اپنے بچاؤ وغیرہ کی کوئی تدبیر نہ کرے گا اور کہتا ہے کہ

منبیلے کو بوجہ خود برگ جو منبیلے ام لا ابالی مرگ جو

یعنی وہ کاہل نہیں کہ جو خود برگ جو ہو بلکہ میں ایک کاہل ہوں بے پرواہ موت کا متلاشی یعنی میں ایسا کاہل نہیں ہوں کہ جو دوسروں سے میں یہ کہوں کہ مجھے کچھ دو اور خود کچھ نہ کروں بلکہ میں ایسا کاہل ہوں کہ اس دنیا سے بے پرواہ ہوں اور موت کی تلاش میں ہوں۔

منبیلے کو بکف پول آورد منبیلے چستے کمزین پل بگذرد

یعنی وہ کاہل نہیں کہ جو ہاتھ میں پیسہ لاوے (بلکہ) وہ کاہل چستے کمزین پل سے گذر جاوے یعنی میں وہ کاہل ہوں کہ جو اس ہستی دنیا سے گذرنے کو اور یہاں سے جانے کو ہر گزری اور ہر وقت تیار ہوں۔

آن نہ کو ہر ہر دو کانے می زند بل جہد از کون و پر کانے زند
یعنی وہ نہیں کہ جو ہر دو کان پر مارے بلکہ کون سے کوہ کر معدن پر مارے مطلب یہ کہ
میں وہ نہیں ہوں کہ ہر دو کان پر گد اگری کر دن اور بھیگ مانگوں بلکہ میں ایسا کابل ہوں کہ اس
ہستی سے گذر کر معدن حیات ابدی پر بھونچوں گا۔

مرغ شیرین گشت و نقلم زین سرا چون قفس مشتق پریدن مرغ را
یعنی موت اور اس سرا سے منتقل ہونا مجھے شیرین ہو گیا ہے جیسے کہ قفس چھوڑنا اور اڑنا
جانور کو یعنی حسی طرح کہ قفس کو چھوڑ کر جانور اڑنے کا شائق ہوتا ہے اور اڑ جانا اُس کے لگو
جیسا شیرین ہوتا ہے اسی طرح میرے لئے اس جہان سے چلا جانا شیرین اور لذت مند ہو گیا ہے
آن قفس کو نہشت عین باغ در مرغ می بیند گلستان و شجر
یعنی وہ قفس جو کہ عین باغ میں ہو اور جانور باغ اور درخت دیکھ رہا ہے۔

جوق مرغان از برون گرد قفس چون بھی خوانند ز آزادی قصص
یعنی جانوروں کے گروہ قفس کے باہر گردا گرد جب آزادی سے قصے پڑھیں۔

مرغ را اندر قفس زان کسبہ ناز نے خورش ماند است ذ صبر و قرار
یعنی اُس (جانور) کو قفس میں اُس کسبہ ناز کی وجہ سے نہ کہا نا رہا ہے اور نہ صبر و قرار رہا ہے
(بلکہ اُس کی یہ حالت ہے کہ)

سر زہر سوراخ بیرون می کند تابو دو کاین بند از پابہر کند

یعنی (قفس کے) اہر سوراخ سے سر باہر کرتا ہے تاکہ شاید کہ اس قید کو پاؤں سے نکال دے۔

چون دل و جانش چنین بیرون بود آن قفس را در کشائی چون بود

یعنی جب اُس کا دل و جان اس طرح باہر ہوے تو (اگر) تو اُس قفس کا دروازہ کھول دے تو کیا ہوگا
مطلب "آن قفس کو نہشت الخ" سے یہاں تک کہ یہ ہے کہ اُسے جو کہا تھا کہ مجھے موت اور اس دنیا
سے جانا ایسا شیرین ہے جیسے کہ جانور کو قفس سے چھوڑنا شیرین ہو اگر تا ہے اہل ان اشعار
میں جانور کے قفس سے چھوڑنے کا شیرین ہونا بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جو جانور کہ اُس کا پیغمبر
باغ میں رکھا ہو اور چاروں طرف سے جانور بول رہے ہوں تو وہ بے صبر ہو جاوے گا۔ اور نہ اسے

دائم اچھا لگے گا نہ بانی بلکہ وہ بیخبرہ کے ہر سوراخ سے سر باہر نکائے گا کہ کوئی تدبیر ایسی ہو کہ جس سے میں اس سے باہر نکل جاؤں اُس وقت اگر اُس کا بیخبرہ کوئی کہو لڑے تو دیکھو اُس کو کس قدر مسرت ہوگی کس طرح میں ہوں کہ میں اپنے چاروں طرف سے رحمت حق کو دیکھ رہا ہوں جنت ہے، اُس میں مسکے ہوئے جنس موجود ہیں لہذا مجھے اس جہان سے جانیہا بہت ہی شوق ہے تو اس حالت میں اگر کوئی مجھے مار کر اس نفس حیات پہڑا دے تو اس سے زیادہ اور کیا بات مسرت اور خوشی کی ہو سکتی ہے اسی لئے میں موت کا سختی سے شائق ہوں

نے چنان مرغ نفس در اندہان گروہر گروشن مخلقہ گر بگان
یعنی نہ اب مرغ نفس کہ اندوہوں میں (ہو) اور اُس کے گردا گرد حلقہ کئے ہوئے بلیاں ہوں
کے بود اور ادران خوف و حزن آرزوئے از نفس بیرون شدن
یعنی اُس کو اُس خوف و حزن میں نفس سے نکلنے کی کب آرزو ہوگی (بلکہ)

ادبی خواہر کہ بین ناخوش حصص صد قفص باشد بگرداہن قفص
..... یعنی وہ یہ چاہتا ہے کہ اس ناخوش زنجیل سے سو نفس اس نفس کے گرد ہوں
مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ میں اُس مرغ کی طرح نہیں ہوں کہ جسکے بیخبرہ کے گرد بلیاں جمع ہوں کہ ذرا سا اگر اُس کا بیخبرہ بھی باہر نکلا تو انہوں نے پکڑ لیا تو بیشک اُس کو نفس سے نکلنے کی تمنا نہ ہوگی بلکہ وہ تو یہ چاہے گا کہ اس بیخبرہ کے گرد اور بہت سے بیخبرے ہو جاؤں تو اُس نے کہا کہ چونکہ میں ایسا نہیں ہوں بلکہ اُس مرغ کی طرح ہوں جس کا ذکر اوپر آیا لہذا میں موت کا شائق ہوں اور ان دونوں مثالوں میں مومنین اور کافرین کی حالت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مومنین تو موت کے شائق ہوتے ہیں اسلئے کہ جنت کو اپنے چاروں طرف دیکھتے ہیں اور اپنے بیخبروں کو دیکھتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ موت سے مستغفر ہوتے ہیں اسلئے کہ اپنے چاروں طرف عذاب ہی عذاب دیکھتے ہیں (غزوہ باللہ منہ) آگے بڑھنا جالینوس کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ کہا کرتا تھا کہ میرے اندر کچھ ذرا ذہور سی حیات ہے تاکہ میں اس جہان کو دیکھتا رہوں تو وہ اسلئے کہتا تھا کہ اُس کو اُس جہان میں تو کچھ ملنے کی امید تھی نہیں جو کچھ تھا وہ اُسی کو مایہ حیات سمجھتا تھا لہذا اتنا کرتا تھا کہ میری یہ حیات باقی رہے تو اُس کی مثال اُس جانور کی سی ہوئی کہ جسکے نفس کے گرد بلیاں ہوں اور وہ نکلنا نہ چاہتا ہو۔ ایک حکایت سنو :-

شرح حبیبی

آنچنانکه گفت جالینوس را در
 راضیم کز من بماند نیم جان
 اگر به می بیند بگرد خود قطار
 یا عدم دیده است غیر این جهان
 چون چنین کش می کشد بیرون کرم
 لطف رویش سوئے مصدر می کند
 که اگر بیرون نهد زین شهر گام
 یا در بیرون درین شهر و خم
 یا چو چشم سوزنی را هم بدی
 این چنین هم غافلست از عالمی
 او نداند کان رطوباتی که هست
 آنچنان که چار عنصر در جهان
 آب و دانه در قفس گریافته است
 جانهای انبیا بینند باغ
 پس نجالینوس و عالم فارغ اند
 و ز جالینوس این گفت افریست

از هوای این جهان و از مراد
 که ز کون استرے بینم جهان
 مرغش آیس گشته بود دست از قطار
 در عدم نادیده او حشر نهان
 می گریزد او پیش سوئے شکم
 او مقرر پشت مادر می کند
 لے عجب دیگر نه بینم این مقام
 که نظاره کرده اند در جسم
 که ز بیرون و خم جسم دیده شد
 همچو جالینوس او نامحسوس
 آن مدد از عالم بیرون است
 صد مدد دارد در شهر لامکان
 آن ز باغ و عرصه در تافته است
 زمین قفص در وقت نقلان فراغ
 همچو مه اندر فلکها بازغ اند
 پس جوابم بهر جالینوس نیست

این جواب آنکس آمد کاین بگفت
 مرغ جانش موش شد سوراخ جوا
 زین سبب جانش وطن دید و قرار
 هم‌دین سوراخ نبائی گرفت
 پیش‌هله که مرا ورا در مزید
 زانکه دل بر کند از بیرون شدن
 عنکبوت از طبع عنقا داشته
 گر به کرده چنگ خود اندر قفس
 حصیه و قونج و مالخولیا
 گر به مرگست و مرض چنگال او
 گوشه گوشه می دود سوئے دوا
 چون پیاده قاضی آمد این گواه
 مهلتی خواهی تو از و در گیر
 جستن مهلت دوا و چاره یا
 عاقبت آید صبا حه خصم وار
 عذر خود از شنه نخواه ای پیر
 و آنکه در ظلمت بر اند بار گ

که نبود ستش و دله باز و جفت
 چون شنید از گر بگان او عرو
 اندرین سوراخ خونیا موش وار
 در خور سوراخ دانائی گرفت
 اندرین سوراخ کار آید گزید
 بسته شد راه ره‌میدن از بدن
 از لعاب نجیب که افشیده
 نام چنگش صر و کرم و معص
 سکنه و سده جذام و ماشرا
 می زند بر مرغ و پیر و بال او
 مرگ چون قاضی در بخور و گوا
 که همی خواند ترا تا حکم گاه
 گر پذیرد و شد و گرنه گفت خیز
 که تنی بر خفته بر تن پاره با
 چند باشد مهلت آخر شرم دار
 پیش از آنکه آچنان روزی رسد
 بر کند زان نور دل یکبار گ

می گیرند از گواه و مقصدش	کان گوا سوئے قضای میخواندش
تا گمان گیرند او را خوار و زار	کش کشان تا پیش قاضی شترسار
زین گذر کن جانب آن شخص را	کو بسجد آمد آن شب میمان

اُس کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کہ حکیم جالینوس نے اس جہان کی محبت اور اُس کے مقصد
 ہونے کی سبب کہا تھا کہ میں اسپر بھی راضی ہوں کہ میری ذرا سی ہی جان اس میں رہ جاوے
 یا یہ کہ ایک چھوٹا سا سوراخ میرے لئے ہو جس سے کہ میں مرنے کے بعد اس عالم کو دیکھ سکوں
 بات کیا تھی جو وہ یہ کہتا تھا درجہ یہ تھی کہ وہ اپنے گرد ملیوں کی قطار دیکھ رہا تھا یعنی عذاب الہی
 اُس کے پیش نظر تھا اور اُس کی روح جو ایک پرندہ کی مثل تھی اڑنے اور اس عذاب سے
 نجات پانے سے ناامید ہو چکی تھی یا یہ وجہ تھی کہ اس عالم کے علاوہ دوسرے عالم کو یا کل
 معدوم سمجھتا تھا اور عدم میں اُس کو مخفی حشر نظر نہ آتا تھا لہذا اُس کی ایسی حالت تھی جیسے کہ
 جنین کہ گرم حق اُس کو قید خانہ سے چھوڑا کر ایک وسیع عالم میں لانا چاہتا ہے مگر وہ اُس کو معدوم
 سمجھتا ہے کی جانب شکم کی طرف بھاگتا ہے عنایت حق اُس کو باہر لانا چاہتا ہے اور وہ پشت
 مادر ہی کو اپنا مستقر بنانا چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر اس شہر سے باہر میں نے قدم رکھا
 تو پھر مجھے یہ دلکش مقام دوبارہ نظر نہ آئیگا۔ پس یا تو میں اس شہر سے نکلوں نہیں اور اگر
 مجبوراً نکلنا ہو تو اس شہر میں کوئی دروازہ ہونا چاہئے جس سے کہ میں اس رحم کو دیکھ کر حق خوش
 کر لیا کروں اور اگر دروازہ بھی نہ ہو تو سوئی کے ناکہ ہی کی برابر کوئی راستہ ہو جس سے میں باہر سی
 رحم کو دیکھ سکوں۔ پس یہ ناخرم جنین بھی یوں ہی عالم دنیا سے ناواقف ہے جس طرح کہ جالینوس
 عالم آخرت سے وہ نہیں جانتا کہ یہ رطوبات رحم جو اُس کے لئے مایہ حیات ہیں یہ بھی عالم بیرونی ہی سے
 حاصل ہوئی ہیں جس کا وہ منکر ہے یا جس کو وہ ناپسند کرتا ہے جس طرح عالم دنیا میں چاروں طرف ضرورت
 کو شہر لامکان و عالم غیب سے جس کا جالینوس منکر تھا یا جس کو وہ ناپسند کرتا تھا سیکر وں
 ابراہین چھوچتی ہیں اب ودانہ جو اس جالینوس کو اس عالم میں ملتا ہے یہ اُسی باغ و میدان

غیب سے ظہور پذیر ہوا ہے پس رحم میں جنین کو یا دنیا میں جالینوس کو جو حیات حاصل ہے یہ
 آئینہ عالموں کا صدر ہے جسکے وہ منکر یا کارہ ہیں۔ اگر وہ معدوم ہوتے جیسا کہ اُن کا خیال ہے تو
 خود یہ بھی نہ ہوتے۔ ارواح انبیاء چونکہ اُس باغ اور اس طمانینت کا جو کہ اُنکو وہاں حاصل ہوگی
 اس پنجرہ کو چھوڑنے اور اس سے انتقال کے وقت مشاہدہ کرتے ہیں اسلئے وہ نہ جالینوس کی
 پرواہ کرتے ہیں اور نہ اس عالم کی بلکہ چاند کی طرح عالم بالا پر چمکتے ہیں یہ گفتگو تو اُس وقت ہو جبکہ
 واقعہ میں جالینوس نے ایسا کہا ہو جیسا کہ اُس کی طرٹ منسوب ہے اور اگر یہ قول اُس پر افترا ہے تو
 میرا جواب جالینوس کو نہیں ہے بلکہ اُسکو ہے جسے ایسا کہا کیونکہ اُس کا دل بوز معرفت سے منور
 بنیں ہے اور اُس کی جانکاپرندہ ایک چوہا ہے جو کہ ملی کی آواز سنکر سوراخ ڈھونڈتا ہے اور
 اسی سبب سے اُس کی جان نے چوہے کی طرح اس دنیا کو جو سوراخ کی طرح تنگ ہے وطن اور مستقر
 بنا رکھا ہے اسی لئے وہ اس سوراخ میں عاتین بناتا ہے اور اُسکے موافق دانائی حاصل کرتا ہے
 اور اسلئے اُسے اُن کاموں کو اختیار کیا ہے جو اس سوراخ کے اندر ترقی حاصل کرنے میں کام
 آئیں کہ وہ سمجھ بیٹھا ہے کہ مجھے اس سوراخ سے باہر جانا نہیں ہے اور بدن سے جذائی کو ذوالع
 مسدود ہیں کیونکہ اگر وہ ایسا نہ سمجھتا اور عالم غیب کو اپنا وطن مسمیٰ سمجھتا تو یہ سامان نہ کرتا۔ اور
 مگر یعنی اہل دنیا میں اگر عند قایل اللہ کی خاصیت ہوتی ہے تو وہ کسی لعاب یعنی ناپائیدار اور
 مکرور اشیاء سے خیمہ نہ بناتے۔ کیونکہ ملی پنجرہ میں اپنے پنجے ڈال رہی ہے اور اس پر قابو پانے
 کی کوشش کر رہی ہے پنجے سے کیا مراد ہے۔ مگر کی۔ سگرم۔ مروت۔ ا۔ چمچک۔ قولنج۔ بالیخولیا
 سکتہ۔ سدہ۔ جذام۔ ماسشر۔ وغیرہ خلاصہ یہ کہ ملی موت ہے اور امراض اُسکے پنجے جسکو وہ
 اُسکے پر و بازو پر مارتی ہے اور اُسکو بگڑنے کی کوشش کرتی ہے اور یہ کونہ کونہ دوا کیلئے
 دوڑتا ہے اور اُس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے یا یوں کہو کہ مرض ایک قاضی ہے اور امر
 گواہ۔ اور یہ گواہ قاضی کے سپاہی کا کام دیتا ہے اور کہتا ہے کہ چلو قاضی صاحب تمکو
 اپنے اجلاس میں طلب کرتے ہیں۔ اب تم جان چراتے ہو اور مہلت مانگتے ہو اگر اُسے
 مہلت دیدی تو وہ چلے گیا۔ اور اگر مہلت ندی تو کہتا ہے کہ نہیں تمکو ابھی حاضر ہونا پڑے گا۔ اور
 زبردستی پکڑ لیا جاتا ہے۔ مہلت مانگنے سے کیا مطلب ہے۔ دوائیں تلاش کرنا اور خرقہ رتن

میں بیوند لگانے کی کوشش کرتا پس جبکہ تم بے در پے مہلتیں مانگتے ہو تو ایک روز وہ خاصانہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ بے لاس تجھے شرم نہیں آتی آخر مہلت کی کوئی حد بھی ہے اب مہلت نہیں دی جا سکتی۔ میرے ساتھ چلو اور پکڑ کر لیجا تا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اسے کبھی قبل اس کے کہ الیا دن آئے کہ تجھے جان چورانی پڑے اور بالآخر تجھے مجبوراً حاضر ہونا پڑے۔ حق سبحانہ سے معذرت کر کے اپنا قصور معاف کر آئے اور اُس کے ساتھ تعلق پیدا کر لے اور ہمدی ہو جا۔ کیونکہ جو شخص نور ہدایت حاصل کر لیتا ہے اُسکو قاضی موت سے کچھ خوف نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ جان چراتا ہے بلکہ بلانی کے ساتھ ہی اُس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور جو شخص ظلمت فطالت ہی میں گمراہ چلا تا ہے اور ہدایت سے بالکل قطع تعلق کر لیتا ہے وہ اُس سپاہی اور اُس کے ارادہ سے بھگتا ہے جو کہ اُسکو محکمہ قاضی میں لیجانا چاہتا ہے مگر وہ اُس سے بچ نہیں سکتا بلکہ اُسکو نہایت ذلت کے ساتھ کھینچتے ہوئے قاضی کے پاس لیجاتے ہیں اور وہ وہاں نہایت شرمندگی کیساتھ جاتا ہے۔ اچھا اب اس قصہ کو تو چھوڑو اور اُس شخص کی طرف رخ کرو جو مسجد میں مہمان ہو کر آیا تھا۔

شرح شبیری

بیان اُس کا کہ جالینوس کا عشق حیات دنیا پر اسلئے تھا
تاکہ وہ اسی عالم میں کام آوے اور اُس نے کوئی ہنر البیاقبول
نکیا تھا کہ اُس بازار میں کام آتا اور عوام
سے ممتاز رہتا

آنچنانکہ گفت جالینوس راو از ہوائے این جہان داز مراد
یعنی جیسا کہ جالینوس دانا نے اس جہان کی خواہش اور مراد کی وجہ سے کہا کہ
را ضیم کمز من پانڈیشیم جان کہ ز کون اسکے تر بینم جہان
یعنی میں راضی ہوں کہ مجھے آدھی جان رہ جاوے کہ میں خچر کی کون سے جہان کو دیکھوں۔

یعنی وہ کہتا تھا کہ اول تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میں حرون ہی نہیں ادا کر دوں تو خیر اسی پر راضی ہوں کہ
اس جہان کی طرف ذرا سا سوراخ مثل گول سنتر کے رہ جاوے کہ میں اُسکو دیکھ لیا کروں اور یہ میری
پیش نظر ہے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے تمنا کرتا تھا کہ

گر یہ می بیند بگر و خود قطار مرغش آلیس گشتہ بود استظار

یعنی وہ اپنے گرد بلیوں کی قطار دیکھ رہا ہے اور اُس کا مرغ (روح) اُڑنے سے ناامید
ہو گیا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اُسکو ترقی اور عروج مرتبہ عالیہ سے ناامیدی ہو چکی تھی اسلئے وہ
تمنا کرتا تھا کہ اس جہان کو کچھ بڑی بین دل خوش کر لیا کروں اسلئے کہ وہاں تو عذاب ہی عذاب ہے
کیونکہ کوئی عمل ایسا نہیں ہے کہ کام آسکے لہذا اُس کی یہ تمنا تھی

یا عدم ویدست غیر این جہان در عدم نادیدہ او حشر نہان

یعنی یا اُسے اس جہان کے علاوہ (سب کو) معدوم سمجھا ہے اور عدم میں اُسے حشر نہان کو
نہیں دیکھا (مصرعہ ثانی میں عدم اضافی یعنی عالم غیب مراد ہے) مطلب یہ کہ یا تو اس تمنائی وجہ سے
ہے کہ اپنے چاروں طرف عذاب کو دیکھتا ہے اور یا یہ بات ہے کہ وہ بعد مرنیکے حیات کا اور
ثمرات کے حصول کا قائل نہیں ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے بس یہ حیات دنیاوی ہی ہے اس میں
جول ہے گا وہی ملیگا۔ لہذا تمنا کرتا ہے کہ اس میں سے کچھ باقی ہے تاکہ بعد موت بھی اس سے
مسرور ہو کر دن بالکل بیکار اور معدوم نہ ہو جاؤں اُسے مولانا جالینوس کی اس تمنا کی ایک مثال
فرماتے ہیں کہ وہ جو اس جہان سے نکلنا نہ چاہتا تھا اور اُس جہان میں جانا نہ چاہتا تھا اُسکی ایسی
مثال ہے

چون جنین کش میکشد بیرون کم می گر نیزه او پس سوئے شکم

یعنی جیسے کہ جنین کہ اسکو گرم باہر کر بیٹھا ہے اور وہ پیٹ کی طرف پیچے کو بہا گتا ہے۔

لطف رویش سوئی مصدر سکند او مقدر در پشت مادر می کند

یعنی لطف (حق) اُس کا منہ نکلنے کی طرف کرتلے اور وہ پشت مادر میں ٹھکانا کرتا ہے (اور سمجھتا ہے کہ)

کہ اگر بیرون نہم زین شہر گام لے عجب دیگر نہ بینم این مقام

یعنی کہ اگر میں اس شہر سے قدم باہر نہ نکالتا تو اُسے پھر میں اس مقام کو نہ دیکھ سکتا (اور کہتا ہے کہ)

یاد رہے پورے درین شہر و خم تا نظارہ کر دے اندر رحم
یعنی اس شہر و خم میں کوئی مدد نہ ہو تا تاکہ میں رحم کے اندر نظارہ کیا کرتا (اور تمنا کرتا ہے کہ)
یا جو چشم سوزنے را ہم بے کہ زیر و ن رحم ویدہ شدے
یعنی یا سوئی کے ناکہ کی برابر مجھے راستہ ہو تا کہ رحم کے باہر سے دیکھا جاتا مطلب یہ کہ دیکھو
جنین کو جب حق تعالیٰ رحم سے باہر نکالنا چاہتے ہیں تو وہ نکلتا نہیں ہے بلکہ اسی میں رہنا چاہتا ہے
اور جب نکلتے ہی لگتا ہے تو تمنا کرتا ہے کہ افسوس ایسا شہر خوش بھر کہاں دیکھنے کو ملیگا۔
پس کوئی تدبیر ہوئی کہ میں اُسکے اندر دیکھ لیا کرتا خواہ کوئی ذرا سا سوراخ ہو تا کہ اُسکے اندر سے جہانک
لیا کرتا لیکن ہر عالم اس جنین کی اس حرکت کو اور اُس کی عقل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اسی طرح
جالیئوس یا جو اُسکے مثل ہو جب دنیا میں رہنا چاہتا ہے اور آخرت میں جانے سے گہرا تا ہے۔
اب عقل و اولیاء کے نزدیک وہ بھی ایسا ہی قابل نفرت اور لائق مضحکہ ہے۔ اگے اس جنین کی اس تمنا
کی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

این جنین ہم غافلست از عالم پانچو جالیئوس او نا محرے

یعنی یہ جنین بھی ایک عالم سے غافل ہے اور مثل جالیئوس کے وہ نا محر ہے یعنی بطرح کہ جالیئوس
عالم غیب سے غافل ہو کر اس عالم دنیا میں رہنے کی تمنا کرتا تھا اسی طرح وہ بچہ بھی اس عالم دنیا سے غافل
ہو کر رحم میں رہنے کی تمنا کرتا ہے۔

اونندان کان رطوباتے کہ بہت آن مدد از عالم بیرونی است

یعنی وہ نہیں جانتا کہ جو رطوبتیں ہیں وہ عالم بیرونی سے مدد ہے یعنی جن چیزوں پر رحم کی کہ یہ عاشق
ہو رہا ہے اسی کو اپنا مایہ حیات سمجھ ہوئے ہے اسے یہ خبر نہیں کہ یہ اس عالم دنیا ہی سے مدد
مجھو کر رہا ہوتا ہے اور اگر اُس عالم میں آگیا تو اس سے لاکھوں درہاچی غذا میں اسکو ملیں گی

آنچنان کہ چار عنصر در جہان صد مدد در درکشہر لامکان

یعنی جیسا کہ چار عنصر جہان میں کہ شہر لامکان سے سو مدد دہکتے ہیں۔

آب و دانہ در نفس گریافتہ است آن ز باغ و عرصہ دریافتہ است

یعنی نفس میں اگر آپ ودانہ پالیا ہے تو وہ باغ اور میدان سے پایا ہے مطلب یہ کہ دنیا میں جو چار

(عز و خوار) - تعبیر یہ ہے مٹی کی آواز کی جیسو اردو میں غرغری کہتے ہیں) مطلب یہ کہ جس کا یہ قول ہے اس کا رخ جان نے جب وہ ان کے عذاب دیکھے تو چوہے کی طرح دیکر رہا۔

زان بسبب جانیش وطن دید و قرار اندرین سوراخ دنیا موش دار
یعنی اسی سبب اُس کی جان نے وطن اور قرار چوہے کی طرح اس سوراخ دنیا میں دیکھا
ہم درین سوراخ بنائے گرفت درخور سوراخ دانائے گرفت
یعنی اسی سوراخ میں معماری اختیار کی اور سوراخ ہی کے لائق دانائی اختیار کر لی۔

پیشہ ہائے کمر اورا درمزد اندرین سوراخ کار آید گزید
یعنی وہ پیشے کہ اُس کو زندگی بسر کرنے میں اس سوراخ میں کام آدین قبول کر لئے مطلب یہ کہ
چونکہ اُس قاتل کا رخ جان موش کی طرح ہو گیا ہے لہذا اس سوراخ دنیا میں اُسے بود و باش
اختیار کر لی ہے اسی کے لائق اُس کو عقل ہے اسی کے مناسب اُسے گہر بنایا اور ایسے ہی پیشے اختیار کئے
کہ جن سے اس دنیا میں راحت مل سکے اور یہ سب اسلئے ہے کہ

زانکہ دل بر کند از جیر و ن شدن بشیرا رہ رسیدن از بدن
یعنی اسلئے کہ اُسے باہر جانے سے دل اکھاڑ لیا ہے اور بدن چھوٹے کی راہ بند ہو گئی ہے یعنی ملازم
عالیہ پر چھوٹنے کی اصلاحیت نہیں رہی ہے۔ سارے در بند ہو گئے اور اُسے سمجھ لیا ہے کہ بس
یہیں رہنا ہے لہذا اُس کو اوٹا لیا گیا ہے آگے پست ہمتی کی وجہ سے ذلیل شیا کو اختیار کرنے کی
نظر بیان فرماتے ہیں کہ۔

عظمت از طبع عقدا داشتی از لعاب خمیہ کے افراشتی

یعنی کڑی اگر طبیعت عقدا کی رہتی تو ایک لعاب خمیہ کیوں بلند کرتی۔ یعنی لعاب خمیہ کی کڑی سے
گھر کیوں بناتی اُس کا لیسے کمزور مقام کو اختیار کرنا صاف اُس کی پست ہمتی کی دلیل ہے۔ سیر
دنیا دار کی چونکہ ہمت پست ہے اور عالی مراتب سے پاکوس ہو چکا ہے لہذا اس ذلیل و خوار دنیا کا
غلام بنایا ہوا ہے اور جو کہا تھا کہ اُس قاتل کا رخ جان مثل موش کے ہو گیا ہے اور اُسے چاروں
طرف بسبب جان غرار ہی ہیں۔ آگے پھر اسی مضمون کی طرف رجوع ہے کہ۔

گر بہ کردہ چنگ خود اندر قفص نام چنگش در دو کسم و معص

یعنی بلی اپنا پتھر نفس میں ڈالے ہوئے ہے اور اُسکے پنجہ کا نام دروس اور سرسرم اور پیش ہر
 حصہ و قورنج و مالخولیا سکتہ و سل و جذام و ماسرا
 یعنی چپک ہے اور قورنج اور مالخولیا ہے۔ سکتہ اور سل اور جذام اور ماسرا ہے
 و ماسرا ایک ورم ہوتا ہے جو کہ صفر کی جیسے پیدا ہو جاتا ہے۔

گر بہ مرگست و مرض چنگال او می زند بر مرغ و پر و بال د
 یعنی بلی تو مکت ہے اور مرض اُسکے پنجے میں وہ مرغ (جان) اور اُسکے پر و بال پر ماری
 گوشہ گوشہ می دو و پھر دوا مرگ چون قاضی ورنجوری گوا

یعنی وہ (مرغ جان) علاج کیلئے گونہ گونہ دوڑتا ہے موت تو قاضی کی طرح ہے اور مرض
 گواہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ جس جاتو رکے پنجہ کے چار طرف بلیان ہوں اور
 وہ پنجہ ملتی ہوں تو وہ جاتو رکھا لیتا پھر تپے اس طرح موت جو بلی کی طرح ہے وہ مرض کو
 تپہ مسلط کرتی ہے جو کہ اُس بلی کے پنجہ کی طرح ہے تو جب مرض آتا ہے تو دنیا دار علاج
 کیلئے بھلے گے پھرتے ہیں مگر موت اور مرض کی ایسی مثال ہے کہ جیسے قاضی اور اُس کا بیادہ ہوتا
 کہ جب قاضی نے بیادہ کو بھیجا تو وہ ٹکڑا کر لے ہی جا دیا اگر تھے اُس سے کہا سنا اور آج
 چھوڑ بھی دیا تو کل کو ضرور پکڑ کر لیجا دیا۔ اسی طرح اگر مرض سے آج بچ گئے اور قاضی موت سے
 کی خدمت میں آج حاضر نہ ہوئے تو اُسکے بعد وہ پکڑ کر لیجا دیا اور ٹکڑا چھوڑنے والا نہیں ہے۔
 تو جب اُس سے مفر نہیں ہے تو بہتر ہے کہ قبل اسکے کہ پکڑ کر جاؤ خود ہی حاضر ہو جاؤ اور معذرت
 کروا گئے خود اُسکو بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون پیادہ قاضی آ مر این گواہ کہ ہی خواند ترا تا حکم گاہ

یعنی یہ گواہ مثل پیادہ قاضی کے ہے کہ وہ ٹکڑا عدالت تک بلاتا ہے یعنی یہ گواہ موت کی یعنی مرض
 صرف گواہ ہی نہیں ہے بلکہ سپاہی ہی ہے یہ ضرور ٹکڑا لیجا دیا۔

چلتے خواہی تو از دے در گریز گر پذیر و شد و گرنہ گفت خیز

یعنی تم اُس سے بھاگنے کیلئے ہمت چاہتے ہو اگر قبول کر لیا تو چلا گیا ورنہ نہ سنے کہا کہ اٹھ۔ یعنی تم
 اُس سپاہی سے ہمت مانگتے ہو تو اگر اسے ہمت کو قبول کر لیا تو خیر چھوڑ دیا ورنہ پھر اسے کہا کہ اٹھو

اور یہ کہ لیکر روانہ ہو گیا۔

جب تن مہلت دو او چار ہا کہ زنی بز خسرتن چار ہا

یعنی مہلت کا تلاش کرنا دوا اور علاج ہیں کہ تم خرقہ تن پر پیوند لگا ہے ہو۔ یعنی تم جو علاج کرتے ہو یہ سب کے سب کی جیسے سپاہی سے مہلت مانگی تو غیر کبھی مہلت دیدیتا ہے مگر

عاقبت آید صحتی خصم وار چند باشد مہلت ماخسرتن دار

یعنی آخر کار ایک صبح کو دشمن کی غرض آتا ہے (اور کہتا ہے کہ) آخر مہلت کہاں تک ہوگی شرم کہ یعنی وہ مہلت نہیں دیتا اور تم جو مہلت مانگتے ہو یعنی علاج بات کرتے ہو تو وہ کہتا ہے کہ اے اب کب تک مہلت دین کچھ شرم کہ کہ کتنی مرتبہ مہلتیں لپچکا ہے بس اب تو صل۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

عذر خودار شد بخواہی پر حسد پیش از آنکہ آنچنان روزی رسد

یعنی اے پر حسد بادشاہ سے اپنا عذر اُس سے پہلے چاہ لے کہ ایسا دن بھونچے یعنی اس سے پہلے کہ تیری یہ گت بنے اور بچے کشان کشان عدالت میں لیجاوین تو خود عذر خواہی کرے کہ معاف ہو جاو گیا۔ اور پھر ساری بلائیں دور ہو جاوینگی۔

وانگہ در ظلمت بر اند بارگی بر کند زان نور دل یکبارگی

یعنی اور جو شخص کہ گھوڑے کو ظلمت میں چلاتا ہے اور اُس نور سے ایکبارگی دل اکھاڑ لیتا ہے یعنی اُسکو وہ نور تو میسر نہیں ہوتا اور وہ تو یہ نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ ظلمت مصیبت ہی میں رہتا ہے نور نہ

میکر نہ رواز گواہ و مقصدش کان گوا سوئے قضا میں خواندش

یعنی وہ گواہ اور اُس کے مقصد سے بہاگتا ہے کہ وہ گواہ اُسکو قضا کی طرف بلاتا ہے۔ یعنی جو کہ وہ گواہ اور پیادہ اُسکو فیصلہ کرنے کے واسطے بلاتا ہے تو یہ اُس سے بھاگتا ہے کیونکہ اُس میں اسکی ساری قلعی کھلتی ہے آخر یہ انجام ہوتا ہے کہ

ناگہان گیرند اہا خوار و زار کش کشان تا پیش قاضی ہرشار

یعنی ناگاہ اُسکو خوار و زار کر کے پکڑ لیتے ہیں کھینچتے ہوئے قاضی کے سامنے ہرشار یعنی جیج کہ خود اپنی خوشی سے نہیں جاتا تو آخر کشان کشان لیجاتے ہیں اور قاضی یعنی موت کے پاس لیجا لکڑا کرتے ہیں اُس وقت سخت شرمندگی ہوتی ہے اسلئے کہ کجک بھاگتا ہی پھر تاتھا اب مولانا اس سے

انتقال فرما کر اُس جہان کے قصبہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

زین گذر کن جانبِ لُغْطِ ران کو مسجد آمد آن شبِ میہمان
یعنی اس سے گذر کر اُس شخص کی طرف چلو جو کہ اُس رات کو مسجد میں جہان آیا ہے۔ (اب آگے اُسی کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ)

شرح جلیبی

<p>تا نگر دو جامہ جانت گرو کہ با خر سخت باشد رہ گذر وقت پچا پچ دستاویز بُست دروں مردم خیال نیک و بد آن زمان گرو دہر آن کس کارزار کان اجل گر گشت جان تست میش ایمن آ کہ مرگ تو سر زبرد خرش از تبدیل نردان خل شود شیر پنداری تو خود را ہین ران باسہم مابینہم باس شدید در غرا چون عورتان خانہ اند لا شجاعہ یافتی قل الحروب</p>	<p>قوم گفتندش مکن جلدی برو آن زدو آسان نماید بہ نگر بس کسا کا و نخت خود را از نخت پیشتر از واقعہ آسان بود چون در آید اندرون کارزار چون شیرے ہین منہ پائے تو پیش وز را بدلے و مِشت شیر شد کیست ابدال آنکہ او مبدل شود ایک مست شیر گیرے فیکمان گفت حق ز اہل نقاق ناسدید در میان ہمدگر مردانہ اند گفت بیغمبر سپہدار غیوب</p>
--	---

وقت لاف غر وستان گفت زنند
 وقت ذکر غر و شمشیرش دراز
 وقت اندیش دل او غر و جو
 من عجب دارم ز جویائے صفا
 عشق چون دعوی جفا دید گواه
 چون گواہت خواہد این قاضی مرغ
 آن جفا با تو نباشد اے لیسر
 بر نہ چوبے کہ آنرا مرد زرد
 گریزد مرا سپر آن کینہ کش
 تاز سسک کار بد خوش پے شود
 آن یکے میزد یتیمے را بقہر
 دیدم دے آنچنانش زار زار
 گفت چند آن آن یتیمک را زدی
 گفت اورا کے زوم اے جان دوست
 مادرار گوید ترا مرگ تو باد
 آن گروہے کہ ز ادب بگرختند
 عازلان شان ازوغاوارانند

وقت جوش جنگ چون کف می فند
 وقت کروز تیغش چون پیاز
 پس بیک سوزن ہی شد خیک او
 کور مدد وقت صیقل از جفا
 چون گواہت نیست شد دعوی تباہ
 بوسہ بر مارتا یا بی تو گنج
 بلکہ با وصف بدے اندر تو در
 بر نہ آنرا نزد بر گرد زد
 آن نزد بر اسپ و بر سسکش
 شیرہ رازندان کنی تابی شود
 قند بود آن لیک بنمودہ چو زہر
 آند و بگرفت ز روش در کنار
 چون نہ تر سید ز قہر انیدی
 من بر آن دیوی زوم کو اندر دست
 مرگ آن خو خواہد مرگ فساد
 آب مردے و آب مردان ریختند
 تا چنین حیز و مخت مانند

لافت و غرہ تراثر خوار کم شنو
 زانکہ زادوم خبا لا گفت حق
 کہ گرایشان با شما ہمرہ شوند
 خویشتن را با شما ہم صف کنند
 پس سپاہ اند کے بے این غر
 بہت بادام کم خوش بختہ
 تلخ و شیرین گر بصورت یک شی
 کبر ترسان دل بود کوار گمان
 می رود درہ نداند منز لے
 چون نداند رہ مسافر چون رود
 ہر کہ گوید ہائے این سوراہ نیست
 و رہد اندرہ دل با ہوش او
 پس مشو ہر اہ این اشتر دلاں
 پس گر نیز ندو ترا تنہا ہند
 تو ز رعنا یان مجوہین کارزار
 طبع طاووسیت و سواست کند

با جنبہا در صف ہیجا مرو
 کمز رفاق سست برگردان بین
 غازیان بے مغز ہیم چون کہ شوند
 پس گر نیز ندو دل صف بشکنند
 بہ کہ باہل نفاق آید حشر
 بہ ز بسیاری بتلخ آیم ختم
 نقص ازان اُفتاد کہ ہمل و اند
 می زیدہ رشک ز حال بچمان
 گام ترسان می نہد داعی دے
 با تردہا و دل پر خون رود
 او کند از بیم آنجا وقف و سیت
 کے رو بہ را و ہو در گوشا و
 زانکہ وقت ضیق و بیم اندا فلان
 گر چہ اندر لاف سحر بابل اند
 تو ز طاووسان مجوہید و شکار
 دم دہد تا از مقامت پر کند

نو کہن ے کہا میان جاؤ اور مسجد میں جانے میں حلیہ دی نکرو تا کہ تمہارے جان کے کپڑے دینی
 تمہاری جان جو کہ مثل کپڑوں کے ہے (محبوس نہ ہو جائیں اس میں قیام کرنا دور ہی سے آسان

معلوم ہوتا ہے مگر خوب سمجھ لو کہ آخر میں یہ راستہ بہت دشوار گزار ہو گا بہت سے ایسے لوگ
ہین جو اپنے کو پہلے پھنسا دیتی ہیں اور جب کمش میں پڑتے ہیں تو سہارا ڈھونڈتے ہیں اور
چاہتے ہیں کہ کوئی سہکواس بلا سے نکالے۔ واقعہ سے پہلے اس کا خیال خواہ اجہا ہو خواہ بڑا
نہایت آسان معلوم ہوتا ہے اور جب معرکہ کا سامنا ہوتا ہے اُس وقت اُن پر مصیبت پڑتی ہے
جبکہ تم شیر نہیں ہو تو خبردار جنگ میں قدم نہ رکھو کیونکہ موت ایک بھیڑیا ہے اور تمہاری
جان بھیڑ پس موت کا امیر قابو پالینا کچھ دشوار نہیں ہاں اگر تم کوئی ابدال ہو اور تمہاری
جان جو پیشتر بھیڑ کے مانند کمزور تھی اب شیر کی مانند قوی ہو گئی ہے تو اب تمکو کچھ اندیشہ نہیں ہے
اب آجاؤ کیونکہ اب موت مغلوب ہے جانتے ہو کہ ابدال کون لوگ ہین یہ وہ لوگ ہین جن کی
کایا پٹ ہو چکی ہے اور قلب ماییت ہو کر شراب سے سر کر گئے ہین۔ یعنی خدا نے اُنکو فیض العین
سے محروم اللہ عز و جل بنا دیا ہے لیکن بھکوتورینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ابھی نیم مست یعنی ناقص ہو گے
تم اپنے زخم باطل میں اپنے کو شیر اور کامل سمجھتے ہو پس دیکھو تم وہاں نہ جاؤ۔ دیکھو حق سبحانہ
نے بد اطوار منافقین کی نسبت فرمایا ہے اے ینھو شدید۔ یعنی آپس میں تو خوب بہادر
ہین اور جب لڑائی میں آتے ہین تو ایسے بزدل ہو جاتے ہین جیسے گہروں کی مستورات۔ نیز
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنگ سے پہلے شجاعت ہرگز قابل اعتماد
نہیں۔ لوگ لڑائی سے پہلے تو مستوں کی طرح خوش ہوتے اور تالیان بجاتے ہین مگر جب جوش
اور لڑائی کا وقت آتا ہے اُس وقت چھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہین جب لڑائی کا تذکرہ ہوتا ہے اُس
وقت تو ان کی تلواریں پٹخنی ہوتی ہین اور جب کرد و کا وقت ہوتا ہے اُس وقت وہ تلواروں کو لپیٹ کر
پیاز کی مانند کر لیتے ہین خیال جنگ کے وقت تو اُنکے دل میں لڑائی کی آرزو ہوتی ہے مگر جب
کوئی ذرا سا بھی زخم لگتا ہے اُس وقت ان کا سارا جوش نکلتا ہے اور شک کی طرح خالی ہو جاتا
ہین۔ پس اس سے تم اپنے جوش و خروش کا اندازہ کر لو اور سمجھ لو کہ یہ جب ہی تک ہے جب تک
کہ بلا کا سامنا نہیں ہوا اور جب سامنا ہو گا سارے نشے ہرن ہو جائیں گے اب ایک مضمون ارشادی
کی طرف انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ مجھے سالکین ختم پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ مصفا جاتے ہین اور
جب صقل ہوتی ہے اور اُسکے لئے انکوار یافتہ مجاہدات کرنے پڑتے ہین تو تکلیف ہو سکتی ہے ہین

اُن کو یاد رکھنا چاہئے کہ اُن کا عشق ایک دعویٰ ہے اور تحمل مشاق اس کا ثبوت پس جب تمہارے پاس ثبوت نہ ہوگا تو لامحالہ دعویٰ خارج ہوگا پس جبکہ محبوب تمہارے دعوے عشق کا ثبوت مانگے تو تمکو جزہ بہرہ ہونا چاہئے بلکہ مارتہ کالیف کو چوم چاٹ کر قبول کرنا چاہئے تاکہ گنج وصل حاصل کر سکو اور یہ بھی واضح ہے کہ ان تکالیف سے مقصود تمکو تکلیف بھونچنا نہیں ہے بلکہ اُن سے اُن اوصاف کہ ذمہ کا ازالہ مقصود ہے جو تمہارے اندر ہیں مثلاً جب کوئی شخص غم پر لکڑی مارتا ہے تو اُس سے اس غم کو مارتا مقصود نہیں ہوتا بلکہ گرد کو مارتا مقصود ہوتا ہے یوں ہی اگر کوئی جلتے تن گہوڑے کو مارتا ہے تو وہ حقیقت میں گہوڑے کو نہیں مارتا بلکہ اُس کی شلوار کو مارتا مقصود ہوتا ہے تاکہ وہ شرارت کو چوڑ کر خوش قدم ہو جاوے نیز دیکھو تم شہیرہ کو قید خانہ خم میں قید کرتے ہو اس سے تمکو مقصود یہ ہوتا ہے کہ اُس کی صفت شہیرہ بدل جاوے اور وہ صفت مے اختیار کر لے ورنہ اُس کی ذات سے خصوصیت نہیں ہوتی۔ علیٰ ہذا ایک شخص بایک تیم کو مار رہا تھا بیمار اگرچہ قندھنی مگر وہ اسکو اور نیز دوسرے دیکھنے والوں کو زہر معلوم ہوتی تھی چنانچہ ایک شخص نے اُسکو اس خستہ حالت میں دیکھا تو آیا اور ڈورا اُسکو گود میں اٹھالیا اور مارنے والے سے کہا کہ میان تمہارے اس بیچارہ تیم کو اس قدر مارا تمہیں خدا کا بھی خوف نہ آیا۔ اُس نے کہا جناب میں نے اسے نہیں مارا بلکہ اُس شخص بیان کو مارا ہے جو اسکے اندر حلول کئے ہوئے ہے اور دیکھو مان اگر تمہیں کہتی ہے کہ تو مر جاوے تو وہ تمہارا مرنا نہیں چاہتی بلکہ اُس خلعت بدکا مرنا چاہتی ہے جسے اُسکو تکلیف ہوتی ہے اور اُس خرابی کا دفع ہونا چاہتی ہے جو تمہارے اندر ہے پس یاد رکھو کہ جو لوگ ادب سے بہا گئے ہیں وہ جماعت کو دھبہ لگاتے ہیں اور بہادر وں کو بھی بدنام کرتے ہیں لوگ کہی تو ادب خود اپنی کمزوری کے سبب بہا گئے ہیں اور کہی یہ ہوتا ہے کہ امت گرواں کو میدان جنگ با نفس و شیطان سے بہکا دیتے ہیں اور وہ ویسے کے ویسے ہی حیران و محنت رہ جاتے ہیں جیسے کہ لوگ اُس ہمان کو بہکا نا چاہتے ہیں پس جبکہ نفس شیطان سے لڑنے کے لئے نکلو تو ایسے سپردہ لوگوں کی شہینان اور بہادری کے جھوٹے لمبے چوڑے دعوے دسو اور نامردوں کی ساتھ جگ میں نہ جاؤ کیونکہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے لوخر جوا فیکو ما من ادوکھا الا خیلا۔ یعنی اگر بزدل منافقین تمہارے ساتھ جہاد میں جاتے تو اُن سے سوائے

نقصان کے نفع کچھ نہ ہو گا۔ اور مقصود یہ ہے کہ بزدل ہمارے یوں سے بچو کیونکہ اگر یہ لوگ تمہارا
 ساتھ جائیں گے تو غازیانِ خمار بھی ان کی سبب کاہ کی طرح بے حقیقت ہو جائیں گے۔ یہ لوگ
 تمہارے ساتھ صفِ جنگ میں شریک ہونگے تو خود بھی بہاگین گے اور تمہاری صف کو
 بھی ہریم ہریم کر دینگے لہذا تھوڑی سی فوج جس میں یہ لوگ شامل نہ ہوں اس سے بہتر ہے کہ
 منافقین کے شامل ہونے سے جماعت کثیر ہو جاوے و کچھ عمدہ اور حیدرہ بادام اگر
 تھوڑے ہوں تو وہ ان زیادہ باداموں سے اچھے ہیں جن میں کڑوے باداموں کی آمیزش
 ہو۔ اب یہ دیکھو کہ بادام شیریں و تلخ باوجود یکہ صورت میں کیساں ہیں پھر ان میں تفاوت
 کیوں ہے سو وجہ اس کی یہ ہے کہ صورت کے اتحاد کیسا تھ میرت کیساں نہیں پس یہی فرق
 بہادروں اور بزدلوں میں ہے اب اس کی وجہ سمجھو کہ اہل باطل کمر اور بزدل کیوں ہوتے ہیں
 جب اس کی یہ ہے کہ چونکہ وہ مبتلائے گمان آئے انکو عالمِ آخرت میں شک ہے اور وہ اسی
 شک میں زندگی بسر کرتے ہیں وہ رستہ تو چلتے ہیں مگر انکو منزل مقصود معلوم نہیں پس
 انکو بچ بچ کر اور ڈرتے ڈرتے قدم رکھنا ضروری ہے کیونکہ جس طرح آنکھوں کے اندر ہے
 پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں یوں ہی دل کے اندر ہے اور ناواقف بھی ڈرتے ڈرتے قدم
 رکھیں دیکھو اگر کوئی مسافر رستہ نہ جانتا ہو تو وہ کیسے چلتا ہے اس کی حالت یہ ہوتی ہے
 کہ طرح طرح کے ترددات اسکو لاحق ہوتے ہیں اور نہایت ملول ہوتا ہے اور جو شخص
 اس سے کہتا ہے اسے ادھر رستہ نہیں ہے وہ ڈر کر وہیں ہٹ جاتا ہے اور اگر اس کا
 پیشیاد دل رستہ سے واقف ہو تو وہ کیسے شور و شر پر بھی کان نہ دہرے گا پس تم
 ان کمر و بزدل لوگوں کے ہمراہ نہ ہو کیونکہ یہ لوگ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہو جائے
 واپس نہیں آتے۔ بھاگ جائیں گے اور تمہیں تنہا چھوڑ دینگے گو اس وقت یہ جادو
 بہری تقریروں سے اپنی بہادری کا یقین دلاتے ہیں مگر نازنینوں سے لڑائی کی توقع نہ
 رکھنی چاہئے اور موروں سے حدودِ شکار کا متوقع نہ رہنا چاہئے دیکھو تمہاری طاؤس نما
 طبیعت تمہارے اندر طرح طرح کے خیال پیدا کرتی ہے اور تمہارے قدم اٹھانے کیلئے قریب
 دیتی ہے پس تم اس کے دھوکے میں نہ آنا اور مگر کہ سے نہ بہانا۔

شرح شبیری

اہل مسجد کا مہمان کو ملامت کرنا تاکہ اُس مسجد میں نہ سوو
 قوم گفتندے مکن جلدی برو تا نگر دو جامہ و جاننت گرد
 یعنی لوگ کہتے کہ جلدی مت کر جا۔ تاکہ تیرا جان اور کپڑے گرو نہ ہو جاوین یعنی کہین تو یہی
 نہ ہو رہے اور تیری جان بہین جاوے تو یہاں سے چلا جا۔

آن زدور آسان نمایدہ مگر کہ باخر سخت باشد رہ گذر
 یعنی دور سے آسان دکھائی دیتا ہے اچھی طرح دیکھ لے۔ کہ آخر میں راستہ سخت ہو جاو
 یعنی پھر نکلنا نہ ملیگا اور پھنس جاوے گا۔ لہذا ذرا اچھی طرح سوچ سمجھ لو اور سب سے کہا کہ۔
 بس کسا کا دجیت خود را زخست وقت سیا پیچ دستاویز حبست
 یعنی بہت سے آدمیوں نے کہ اپنے کو پہلے تو ٹسکا دیا اور سیا پیچ کے وقت پناہ ڈھونڈی
 یعنی اول تو بے سوچے سمجھے ہنس پڑے اور جب انہی ٹیری تو گہر کر پناہ گزین ہوئے

پیشتر از واقعات ان بود در دل مردم خیال نیک و بد
 یعنی واقعہ سے پہلے تو آدمی کو دل میں نیک و بد کا خیال آسان ہوتا ہے (مگر)
 چون در آید اندرون کارزار آن زمان گرد وہم آنکس کارزار

یعنی جب لڑائی میں آتا ہے تو اُس وقت اُس شخص پر کام خراب ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ کام
 پڑنے سے پہلے تو انسان اُسکو آسان سمجھتا ہے اور اُس میں گھس پڑتا ہے لیکن جب موقعہ
 آکر پڑتا ہے تو مصیبت پڑتی ہے لہذا اس مسجد میں سورہنا اچھی تو آسان معلوم ہوتا ہے لیکن جب
 مصیبت پڑے گی اُس وقت حقیقت معلوم ہوگی لہذا ذرا سنبھل کر قدم رکھو تاکہ پھر جتنا
 نہ پڑے۔ مولا نا فرماتے ہیں کہ۔

چون نہ شیر و ہین منہ تو پای پیش کان اجل گر گست و جان تست میش
 یعنی جب تو شیر نہیں ہے تو تو قدم آگے مت رکھو کیونکہ وہ اجل تو ہیرا ہے اور تیری جان میش ہو

مطلب یہ کہ جب تم انسان کامل نہیں ہو اور تمہارے اندر قوت اس قدر نہیں ہے کہ مصائب کو برداشت کر سکو تو پھر قدم آگے مت بڑھاؤ۔ اور بہت محنت کی تمنائت کرو اسلئے کہ وہاں جا کر پھر کبھی آؤ گی۔

وزیر ابدالے ویشٹ شیریں شد
 امین اکہ گرگ تو سر زبیر شد
 یعنی اور اگر تو ابدال ہے اور تیرا میش شیر ہو گیا ہے تو تو خوف آگے تیرا ہیٹر یا مغلوب ہو گیا
 مطلب یہ کہ اگر تیرے اخلاق ذمیرہ اخلاق حمیدہ سے بدل گئے ہیں اور تو ابدال میں ہو گیا ہے
 تو اتو خوف ہو کر رہ اسلئے کہ تیرا گزند چھو پچانے والا جو تھا اب وہ مغلوب ہو گیا ہے۔ آگے
 فرماتے ہیں کہ -

کیست ابدال آنکہ او مبدل شود
 خمرش از تبدیل یزدان غل شود
 یعنی ابدال کون ہے جو کہ مبدل ہو جاوے اور اُس کی خمر حق تالے کے بدل دینے سے سرکہ
 ہو جاوے مطلب یہی کہ اُسکے اخلاق ذمیرہ بدل بہ اخلاق حمیدہ ہو جاوین وہی ابدال
 میں سے ہے۔

لیک مست شیر گیری وزر گمان
 شیریں پنداری تو خود راہین مران
 یعنی لیکن تو نیم مست ہے اور گمان سے اپنے کو شیر سمجھ ہوئے ہے تو ہاں جہالت -
 مطلب یہ کہ تو صاحب حال ہے صاحب مقام نہیں ہے یہ جو خوش و خروش غلبہ حال کی وجہ سے
 ہے اور غلبہ حال کی کیفیت معتبر نہیں بلکہ کیفیت وہ معتبر ہے جو کہ صاحب مقام کی ہو لہذا تیرا
 یہ جو خوش قابل اعتبار نہیں ہے اور تیرے اندر قوت ابھی پوری نہیں آئی ہے لہذا ذرا سنبھل کے
 قدم رکھو کہ ہمیں قدم پھسل نہ جاوے۔

گفت حق ز اہل نفاق نا سدید
 با سہم مایہ نیم باس شدید
 یعنی منافقین نا موافق کے حق میں حق تالے نے فرمایا ہے کہ اُن کی لڑائی آپس میں سخت لڑائی
 ہے مطلب یہ کہ دیکھو جو اُن شریف ہیں ہے با سہم یعنی شدید متحسبہم جمیعاً و قلوبہم
 ششٹی - یعنی اُن کی آپس کی لڑائی تو بڑی سخت ہے اور آپ اُنکو متفق گمان فرما دینگے اور
 اُن کے قلوب پر اگندہ ہیں تو دیکھو منافقین میں جو نہ قوت نہ ہستی اسلئے وہ ویسے تو بڑے

قوی معلوم ہوتے تھے لیکن جب موقعہ پڑتا تھا تو رہجائے تھے۔

در میان ہمد گردانہ اندر غراچون عورتان خانہ اند
یعنی آپس میں تو مردانہ ہیں اور لڑائی میں گہری عورتوں کی طرح ہیں۔

گفت بیغمیر سپہدار غیوب لاشجاعت یافتی قبل الخروب

یعنی بیغمیر سپہدار غیوب نے فرمایا ہے کہ اے جوان لڑائی سے پہلے شجاعت نہیں ہے
یعنی قبل اس کے کہ موقعہ پڑے کوئی شجاعت کرے تو وہ قابل اعتبار نہیں ہے اور منافقین کی یہ حالت ہے کہ

وقت لاغ غروستان کف نرند وقت جوش و جنگ چون کف منقند

یعنی لڑائی کی شبیہ کے وقت تنوں کی طرح تالیاں بجاتے ہیں اور جوش و جنگ کی وقت
کف کی طرح گر پڑتے ہیں مطلب یہ کہ جب لڑائی کی شبیہ آتا ہے تب تو خوب
جوش و خروش کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے بڑے مرد ہیں اور جب لڑائی کا وقت آتا ہے
تو بس جہاگ کی طرح گر پڑتے ہیں گویا سارا ست نکل گیا۔

وقت ذکر غر و مشیرش دراز وقت کرد و فریغش چون بیاز

یعنی لڑائی کے ذکر کے وقت تو اس کی شمشیر دراز ہوتی ہے اور خود لڑائی کے وقت اس کی تیغ
بیاز کی طرح (مشرکہ) ہوتی ہے مطلب یہ کہ جب لڑائی کا ذکر ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت
بڑے بہادر ہیں کہ تلوار انیام سے باہر ہوئی جاتی ہے لیکن موقعہ پر میان کی تلوار لپٹی کی
رہی رہ جاتی ہے۔

وقت اندیشہ دل اور خم جو بس بیک سوزن تہی شد خیک او

یعنی سوچنے کے وقت تو اس کا دل زخم جو ہے اور بس ایک سوئی سے اُسکی
مشک خالی ہو گئی یعنی جب لڑائی کے سوچنے کا وقت آوے تب تو بہت زیادہ بہادر
معلوم ہوتے ہیں اور خوب خیالات پکارتے ہیں کہ جو کہ خیالات بہادر ہی کر ہوتے ہیں
لیکن جب موقعہ آتا ہے تو ایک سوئی کے لگنے ہی سے کام تمام ہو جاتا ہے اور ساری
مشک خالی ہو جاتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

من عجب دارم ز جو یا جو صفا کور مدد وقت صیقل از جفا
یعنی میں صفا کے متلاشی سے تعجب کرتا ہوں کہ وہ صیقل کے وقت صفا سے بہاگتا ہے۔
مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ جو شخص طالب صفا فی قلب ہو اور وہ مجاہدات
بجائے

عشق چون دعویٰ جفا دیدن گوا چون گواہیت نیست شد دعویٰ تباہ
یعنی عشق تو مثل دعوے کے ہے اور جفا دیکھنا گواہ ہے توجہ بہتہا سے پاس
گواہ نہیں ہے تو دعوے خراب ہو گیا۔ مطلب یہ کہ عشق تو ایک دعویٰ ہے اور اُس پر
گواہ تحمل اور صبر علی الشدائد ہے کہ جو مصیبت ہو اور جو بات اس راہ میں پیش آدے
اسکو برداشت کرے پھر اگر تم صبر نہ کر سکے اور برداشت نہ کر سکے تو سارا دعوے وغیرہ
ختم ہو گیا۔ اب کچھ بھی نہ رہا۔

چون گواہیت خواہد این قاضی رنج بوسہ وہ بر مار تا یا بی تو گنج
یعنی یہ قاضی جب تجھے گواہ طلب کرے تو بخیرہ مت ہو (بلکہ) سانپ کو بوسہ دو تاکہ
خزانہ ملے۔ مطلب یہ کہ اگر اس راہ میں مشکلات و مجاہدات پیش آویں تو انکو برداشت
کرو اور بخیرہ مت ہو بلکہ انکو شوق سے برداشت کرو تاکہ تم کو خزانہ علوم و معارف حاصل
ہو آگے لے آتی اور بہت دلائل کیلئے ایک نیا مضمون فرماتے ہیں کہ

آن جفا با تو نباشد لے لیسر بلکہ با وصف بدی اندر تو دور
یعنی اوصافِ آلودہ جفا تیری ساتھ نہیں رہے بلکہ (اُس) وصف کی تھیلت ہے جو تیرے اندر ہے مطلب یہ کہ مجاہدات و ریاضات
جو تجھے کرائے جاتے ہیں اور اسکی وجہ تمہارا اور بظاہر مشقت ہوتی ہے تو وہ مشقت تم پر نہیں ہے بلکہ اصل میں وہ
محنت مشقت تمہارے اُن اخلاق سے ہے جو کہ تمہارے اندر ہے پڑے ہیں آگے اسکی مثالیں دیتی ہیں کہ
بر نہر جو بے کہ آنرا مرد زو بر نہر کلا آنرا نہ زو بر گرد زو

یعنی نہر پر لکڑی جو کہ کسی مرد نے ماری تو وہ نہر پر نہیں ماری بلکہ اگر دہری ماری مطلب یہ کہ دیکھو نہر
کو بہاڑتے ہیں جو لکڑی اُس پر مارتے ہیں تو بظاہر تو وہ لکڑی اُس نہر پر ماری مگر اصل میں اُس کو دہری
ماری جو اُسکے اندر بہری پڑی ہے تاکہ وہ اُسکے اندر سے نکلا دے اسی طرح یہ مجاہدات و ریاضات شریعت

مجاہدات و ریاضات کے لئے اس میں تامل و احتیاط لازم ہے کہ وہ تامل و احتیاط اس سے نکلا جائے کہ اس سے دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

گوئز در اسبچا آن کینه کش آن نزد بر اسب زد بر سگ کش
یعنی گھوڑے کو اس کینہ کش نے مارا تو اسے گھوڑے پر نہیں مارا بلکہ اس کی بد رفتاری پر
مارا ہے (اسلئے کہ)

تاز سگسک دار بد خوش پے شود شیرہ راز ندان کنی تامی شود
یعنی تلک وہ بد رفتاری سے چھوٹ جاوے اور خوش قدم ہو جاوے اور شیرہ کو تم قید کر تم ہو
تاکہ شراب بنجاوے مطلب یہ کہ تم نے جو گھوڑے کو مارا تو اسلئے تاکہ اس کی چال درست ہو جاوے
تو وہ مارا سیر نہ تھی بلکہ اس کی اس بد رفتاری کی صفت پر تھی دو کھر مھر میں دوسری مثال ہے
کہ دیکھو تم شیرہ انگور کو مشکون وغیرہ میں بند کرتے ہو تاکہ وہ پینے کے قابل شراب بنجاوے
تو دیکھو اسکو جو بند کیا گیا صرف اسلئے کہ اس کے اندر جو خرابی تھی کہ وہ اس قابل نہ تھی کہ کوئی
اسکو منہ لگاوے وہ خرابی جاتی رہی تو اسطرح انسان مجاہدات و ریاضات کر کے خلاق
ذمیرہ کو اپنے اندر سے دور کر دیتا ہے آگے ایک اور مثال ہے کہ۔

آن یکے میزدیتیے را بقہسہ قند بود آن لیک بنمودہ جوزہر
یعنی ایک شخص ایک شیم کو غصے مار رہا تھا تو (وہ مارنا) قند تھا (یعنی مفید تھا) لیکن بظاہر
زہر مخدوم ہوتا تھا۔

دیدم دے آن خیانش ناز زار آمد و بگرفت زد و دوش در کنار
یعنی ایک شخص نے اسکو اس طرح ناز ناز دیکھا وہ آیا اور اسکو جلدی سے بغل میں لے لیا
گفت چندان آن یتیمک رازوی چون نہ تر سیدی ز قہر ایزدی
یعنی کہا کہ تو نے اتنا اس ذرا سے یتیم کو مارا تو قہر حق تعالیٰ سے کیوں نہ ڈرا (تو اس صابر نے
سکریہ جواب دیا کہ)۔

گفت اورا کے زدم ای جان داد من بران دیوے زوم کو اندر دست
یعنی اسنے اسکو کہا کہ لے جان دوست میں نے اسکو کب مارا میں نے تو اس دیو کو مارا ہے جو
اس کے اندر ہے۔ یعنی اسے کہا کہ اس کے اندر جو شیطان گھسا ہوا ہے میں تو اسکو مار رہا ہوں
اس یتیم کو مار ہی کب رہا ہوں آگے اور مثال ہے کہ۔

مادر را گوید ترا مرگ تو باد مرگ آن خو خواهد مرگ فساد

یعنی مان اگر (بچہ کو) کہے کہ تیری موت آئے تو اس خصلت کی موت چاہتی ہے اور مرگ فساد کی یعنی وہ مر نیو گھنٹی ہے تو اس مرنے سے اس خصلت بد کا زوال مراد ہوتا ہے تو جب یہ جفا میں اور یہ بلا میں خود انسان پر میں ہی نہیں بلکہ اس کے اخلاق سینہ پر ہیں تو بچہ وہ ان سے کیوں گہرا کرتا ہے اور پر کہا تھا کہ من عجب دارم ز جو یائے جفا الم آگے پھر اسی کی طرف رجوع ہے کہ ان کو روکے کہ ادب بگمہ بختند آب مردی و آب مردان ریختند

یعنی وہ گروہ کہ جو ادب بگمہ گئے تو مردی کی اور مردوں کی آبرو انہوں نے گرائی مطلب یہ کہ جو لوگ کہ مجاہدات و ریاضات سے پہلے گئے تو آخر کار ایسے لوگوں نے مردانگی اور مردوں کی آبرو کھوئی ہے عاذ لان شان از دعا دارا نند تا چنین حیز و خفت مانند

یعنی ہا میں نے انکو دعا سے باز رکھا یہاں تک وہ ایسے حیز اور خفت رہ گئے مطلب یہ کہ لوگوں نے انکو سمجھایا مجاہدات و ریاضات سے ڈرایا تو یہ انکے کہنے میں آ گئے اور مجاہدات و ریاضات سے باز رہے اور نفس و شیطان کا مقابلہ نہ کیا تو آخر نامور رہ گئے اور انسان کامل اور مرد نہ ہو سکے آگے مضمون ارشاد دی فرماتے ہیں کہ -

لاف وغرہ راز خار اکم شنو یا جنبہا در صف ہیجا مرو

یعنی یہودہ گوئی شیخی اور غرہ کو نکسے شن اور نامردیوں کی ساتھ لڑائی کی صف میں مت جا (جنبہا سے مراد اہل جنبہا) مطلب یہ کہ جو لوگ کہ ملو مجاہدات و ریاضات سے باز رہتے ہیں اور ڈراتے ہیں ان کی باتیں ہرگز درست نہ ہوں گی تو ہمیشہ ملو خرابی میں ڈالیں گے اور ان نامردوں کی ساتھ نفس و شیطان کے مقابلہ میں مت جاؤ اسلئے کہ اگر ان کی ہمراہ ہو گے اور یہ بہا گین گے تو تمہاری بھی بہت ٹوٹ جاو گی۔ آگے اس کی ایک دلیل قرآن شریف سے لاتے ہیں کہ

ز انکہ زاد و کم خب لا گفت حق کز رفیق سست برگردان ورق

یعنی اسلئے کہ حق تعالیٰ نے ما زاد و کم الا ضلالا (نہ زیادہ کرے گی ملو مگر خرابی) فرمایا ہے (حق کا حاصل یہ ہے کہ) رفیق سست ورق لوٹ دے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے منافقین کی بابت فرمایا ہے کہ اگر وہ جنگ میں تمہاری ہمراہ ہوں گے تو چونکہ وہ خود نامرد ہیں ملو کم بہت کر دینگے

اور اپنی ساتھ ملکہ بھی ہے بہاگین کے لہذا ان کی ہمارے مت رہو۔ اسی طرح اگر تم ان نامردوں کی
ساتھ رہو گے تو یہ ملکہ نفس شیطان کے مقابلہ سے باز کریں گے اور نفس و شیطان ہمہ غالب
آجادیں گے۔ لہذا ایسے لوگوں سے الگ رہنا ہی بہتر ہے۔

کہ گرا لیشان باشما ہمراہ شوند غازیان بے مغز ہیچون کہ شوند
یعنی کہ اگر وہ لوگ تمہاری ہمراہ ہونگے تو غازی لوگ کہاں کی طرح بے مغز ہو جائیں گے یعنی جو
کام کرنے والے ہیں ان کی ساتھ ملکہ دو بھی بیکار ہو جادین گے۔

خویشتر را باشما ہم صف کنند پس گریزند و دل صف بشکنند
یعنی اپنے کو تمہاری ساتھ ہم صف کرتے ہیں پھر بہاگ جاتے ہیں اور صف کا دل توڑ دیتے
ہیں (اسی طرح جو لوگ خود کم ہمت ہیں وہ تمہاری ساتھ ملین گے اور ملکہ تلکوی خراب کر دیں گے)
پس سپاہی اندک کے بے این نفر بہ کہ باہل نفاق آید حشر
یعنی بس تھوڑے سے سپاہی بدوں اس جماعت کے بہتر ہیں کہ اہل نفاق ساتھ ایک جگہ گھٹ
آوے یعنی منافقین کے ساتھ ملکہ جماعت کثیر ہو جانے سے بہتر ہے کہ تھوڑے ہوں مگر ہوں
سارے باہمت اور مسلمان۔

ہست بادام کم خوش بختہ بہ کہ بسیاری بستخ آمیختہ
یعنی اچھے بادام کم بہتر ہیں زیادہ ہونے سے جو تلخی کیساتھ ملے ہوئے ہوں یعنی وہ بادام جو کہ زیادہ
ہوں اور جو تلخ بڑے ہیں اور جو شیریں ہوں اور ہوں تھوڑے وہ بہتر ہیں اسی طرح جو لوگ
کم ہمت ہوں اور ہوں بہت زیادہ وہ بڑے اور جو باہمت ہوں اور ہوں تھوڑے سے وہ اچھے
ہیں کہ وہی کچھ کام کر سکیں گے۔

تلخ و شیریں گر بصورت یکشوند نقص از ان افتاد کہ بہل اند
یعنی تلخ و شیریں اگر بصورت یکشوند (لیکن نقصان اس وجہ سے پڑا ہے کہ
بہل نہیں ہیں۔)

گہر تر سان دل بود کہ از گمان می زید در شک ز حال پنهان
یعنی کافر تر سان دل ہو تا ہے کیونکہ وہ گمان کی وجہ سے اُس جہان کے حال سے شک میں ہے

می رود در ره نراند منترے گام ترسان می بندد اے دلے
یعنی راستہ میں چلتا ہے اور منزل کو نہیں جانتا قدم کو اندھے دل والا ڈرتا ہوا کہتا ہے۔
چون نراند رہ مسافر چون رود با تر دو با دل پر خون شود
یعنی جب سفر سے کوئے جانے تو کس طرح چلے تر دوں کی ساتھ اور دل پر خون ہوا جوے
ہر کہ گوید پائے اینسو را نیست او کند از بیم آنجا وقف والیت
یعنی جو کوئی کہدے کہ پائے اس طرف کو راستہ نہیں ہے تو وہ خوف کی وجہ سے اُس جگہ توقف
اور قیام کرتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو کافر جو راہ چلتا ہے اور اس سماہ دنیا کو طے کرتا ہے
تو ڈرتا ہوا چلتا ہے اسلئے کہ اُس کو اُس جہان کے وجود ہی میں شک ہے اُس کی ایسی
مثال ہے کہ جیسے کوئی مسافر راہ چلے اور راستہ جانتا نہ ہو تو جہان کیسے کہد یا کہ
ارے اُدھر راستہ نہیں ہے تو چونکہ جانتا نہیں ہے ڈر کے مارے وہیں ٹہر جاوے گا
اور اگر راہ کو جانتا تو وہ کسی کہنے والے کی پرواہ نہ کرتا بلکہ وہ بے کھٹکے قدم بڑھائے
جوئے چلا جاتا تو یہ ہر جگہ کھڑا ہو جاتا اور ٹہر جاتا اس کی دلیل ہے کہ یہ راستہ سے
ناواقف ہے۔ اور رجاء بالغیب ہی جارہا ہے۔

درید اندر دل با ہوش او کے رود ہر پائے وہو در گوش او
یعنی اگر راستہ کو اُس کا باہوش دل جانتا ہوتا تو ہر پائے ہو پر کب اُس کا کان
جاتا یعنی اگر وہ راستہ سے واقف ہوتا تو وہ اس پائے ہوئی کرنے کو اور اس غل چٹا
کو کب تنہا اس کو خود یقین ہوتا کہ میں راستہ درست چل رہا ہوں اب خواہ کوئی کتنا ہی
ڈراوے وہ ڈرنے والا نہیں ہے بہت بے فکری سے راہ طے کر چکا اگے فرطے ہیں کہ
پس مشو ہمراہ این اشتر دلاں زانکہ وقت ضیق بیم اند افلاں
یعنی پس تم ان اشتر دلوں (کم سمیتوں) کیساتھ مت رہو اسلئے کہ خوف و ضیق کے وقت
یہ لوگ چھپ جانے والے ہیں یعنی جب موقع آوے لگا تو یہ تمہارا ساتھ نہ دینگے لہذا تم ان کی
ساتھ مت جاؤ کہ تم کو بھی غارت کرینگے۔
پس گریر ندو تر استہا بلند گرہ اندر لاف سخن با مل اند

یعنی پس پہاگ چا دین گے اور مجھے تنہا چھوڑ دین گے اگرچہ شیخی میں سحر بابل ہیں۔
مطلب یہ کہ اگرچہ شیخی بازی میں تو سحر بابل کی طرح مشہور ہیں لیکن حقیقت میں
بالکل بزدل ہیں۔

توزر عنایان مجوہین کارزار تو ز طاؤسان مجوہید و شکار
یعنی تو نازکوں سے لڑائی کو مت تلاش کر اور تو موردوں سے صید و شکار کو مت ڈھنڈھ
مطلب یہ کہ نازک دلوں سے اور نازک دلوں سے تم مقابلہ اور صید و شکار کی امید
مت رکھو۔ اسلئے ان سے کچھ نہ ہوگا اور بلکہ تم کو بھی کھو دینگے۔

طبع طاؤسیت و سواست کند دم دہد تا ز مقامت بر کند
یعنی تیری طبع طاؤسی تجھے سواست کرتی ہے اور دم دیتی ہے تاکہ جگہ سے تجھے اکھاڑ دو
مطلب یہ کہ تمہاری طبیعت جو کہ کم ہمت ہے اور جو صید معافی میں کمزور ہے وہ تجھے دیکھو
ڈالتی ہے اور مجاہدات و ریاضات سے ذکی و جسیر بجاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا
کہ تم کو تمہاری جگہ سے اکھاڑ دیگی اور تم اس قابل بھی نہ رہو گے جتنے اب ہو۔ آگے فرودہ بدر کا
قصبہ ان فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح شیطان نے اول تو سب کفار کو اکڑھکا یا اور
سبے کہا کہ چل کر لڑو اور میں ضامن ہوں کہ تم کو فتح ہوگی اور جب میدان میں پہنچا تو اسکو
مالٹ کر نظر آئے جو مرد کے لئے آئے تھے تو یہ وہاں سے پہاگاجب لوگوں نے اس سے کہا
کہ اب بھاگتا کیوں ہے تو بولا کہ ائی اری مالاخوون کہ میں ایسی شے کو دیکھ رہا ہوں جو
تم کو نظر نہیں آتی۔ تو فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ شیطان وقت پر پہاگ گیا اور پہلے سے
بہت شیخی بگھارہا تھا اسے طرح یاد رکھو کہ یہ لوگ جو کہ تم کو مجاہدات و ریاضات سے مانع
ہیں یا خود کم ہمت ہیں تم کو بیچ میں ہی چھوڑ دینگے اور ہرگز ہرگز تمہارا ساتھ نہ دیں گے
اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

ہیچو شیطان کز وساوس برقریش دم و مید و گفت گردار یحیش

تا که در احمد بن برمیت افت گینم
 چون که شیطان در شب صد گیم
 چون سپه گرد آمدند از گفت او
 که بیار من قبیله خویش را
 من شمارا عون و یار یهسا کنم
 چون خویش از گفت او حاضر شدند
 و دید شیطان از ملا یک اسپه
 آن جنود الم تر و با صف زده
 پائے خود و سپس کشیدن می گرفت
 که اخاف الله مالی من عون
 گفت حارث اسرافه شکل بین
 گفت ایندم من همی بلینم حرب
 می نیینی غیر این لیک اسرافه خشک
 دے همی گفتی که پابندان شدم
 دے زعیم الجیش بودی ای العین
 تا بخوردیم آن دم تو و آمدیم
 چون که حارث باسرافه گفت این

سج و بنیاد و زمینش برینم
 خواند افسون کا ننی جابرکم
 کرد و بالیشان بحیلت گوی
 تا که در میجا بود پشت شما
 تا سپاه دشمنان تان بشکنم
 هر دو لشکر در ملاقات آمدند
 سوئے صف مودنان اندر ہے
 گشت جان او ز بیم آتش کرم
 که همی بینم سپاه بس شگفت
 اذ هو انی اری مالا ترون
 دے چرا تو می نگفتی این چنین
 گفت می بینی جعاشیش عرب
 آن زمان لاف بود این وقت جنگ
 که بود تان فتح و نصرت و مبدم
 دین زمان نامرد و ناچیز و مهین
 تو بتون رفتی و ما میزم شدیم
 از عتابش خشکین شد آن بعین

دست خود خمین زد دست کشید
سینه اش را کوفت شیطان گریخت
چون که ویران کرد چندین عالم
گرفت اندر سینه و انداختش
نفس شیطان هر دو یک تن بوده اند
چون فرشته عقل کالیشان یک تن
و شمنه داری چنین در سر خویش
یک نفس حمله کند چون سوسمار
در دل و سوراخ دارد کتون
نام پنهان گشتن دیوار نفوس
که خوشش چون نفوس قنفذ است
که خدا آن دیوار خناس خواند
می نهان گرد و سر آن خار پشت
تا چو فرصت یافت سر آر دبرون
اگر نه نفس از اندرون لایست زدی
زان عوان مقتضی که شهوت است
زان عوان شرمی دزد و تباہ

چون ز گفت او ش در دل رسید
خون آن بیچارگان زین مگر ریخت
پس بگفت انی بر می منم
پس گریزان شد جویمیت تا خشن
در دو صورت خویش را بنموده اند
بهر حکمتهاش دو صورت شدند
مانع عقل ست و خصم جان ویش
پس بسوراخ گریزد و در فرار
سر ز میر سوراخ می آر و برون
و اندرون سوراخ رفتن شد نفوس
چون سر قنفذ و را آمد شد است
کو سر آن خار پشتک را بماند
دمدم از بیم صیاد درشت
زین چنین مگر شدش مارش ز بون
ریزنان را بر تو دست ک بده
دل سیر حرص و آرزو آفت است
تا عوانا نرا بقر تست راه

در خبر بشنو تو این پسند نکو
 طمطراق این عدو مشغول گیر
 بر تو اواز بهر دنیا و نبرد
 چه عجب گرم گرا آسان کند
 سحر کا به را بصنعت که کند
 هر شتبار لغز گرد اند بفن
 آدمی را خسر نماید ساعتی
 کار سحر نیست کدوم می زند
 این چنین ساحر درون تست میر
 اندران عالم که هست این سحر با
 اندران صحر که رست این زهر تر
 گوید تریاق از من جو سپر
 گفت او سحرست و ویرانی تو
 گفت پیغمبر که ان فی البیان
 لیک سحرے دفع سحر ساحران
 آن بیان اولیا و اصفیاست
 حاصل آن کز زهر نفس دون گیر

بین جنبیم کم اعدی عدو
 کو چو ابلیس است در لج و ستیز
 آن عذاب سرمدی را سهل کرد
 او ز سحر خویش صد چندان کند
 باز کو به را چو کا به می تند
 لغز بار از شت گرد اند بطن
 آدمی سازد خمرے را و آیت
 هر نفس قلب حقائق می کند
 ان فی الوسواس سحر سحر
 ساحران هستند جاد و دوش
 نیز روئید ست تریاق ای لیسر
 که ز زهر من بتو نزدیک تر
 گفت من سحرست و دفع سحر او
 سحر او حق گفت آن خوش بهیوان
 مایه تریاک باشد در جهان
 کز همه اغراض نفسانی جد است
 نوش کن تریاق مرشد چیست تیز

این طلسم هر نفس اندر شکن
سوی گنج پیر کامل لقب زن
پس در از دست این سوی آغازان
جانب مہمان و مسجد بازاران

اد پریشان کیا تھا کہ نامردوں کی شہادت ہو کیونکہ یہ پہاگ جائیں گے اور ہمیں تنہا چھوڑ جائیں گے
اسکو ایک واقعہ سے واضح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہاری حالت ایسی ہوگی جیسے کہ شیطان نے
قریش پر دسواوس سے جادو کیا تھا اور کہا تھا کہ تم شکر جمع کرو تا کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو
شکست دین اور ان کی بیخ و بنیا و صفحہ ہستی سے اکہیر ڈالیں جبکہ شیطان فوج میں سردار
ہو گیا تو اُس نے یہ منتر پھونکا کہ میں تمہارا معین و مددگار ہوں تم ہرگز نہ گہراؤ اور نہایت اطمینان رکھو
ساتھ تیاری کرو جب اُسکے کہنے سے فوجیں مجتمع ہوئیں تو اب اُس نے یہ جل کھیلکہ میں اپنے قبیلہ
کو لاتا ہوں تاکہ لڑائی میں تمہارا مددگار ہو تم گہراؤ مت میں تمہاری خوب مدد کروں گا حتیٰ کہ تمہارا
دشمنوں کی فوج کو کامل شکست دوں گا جبکہ اس دم دلا سے سے قریش میدان جنگ میں آئے اور دونوں
الشکر مقابل ہوئے تو شیطان نے دیکھا کہ ملائکہ کی فوج مسلمانوں کی صف کی طرف مدد کیلئے
آ رہی ہے اور غیر مصر لشکر صف زدہ ہی یہ دیکھ کر ہلے خوف کے اُس کی جان آتش کدہ ہو گئی اور
یہ کہتا ہوا اُٹے پاؤں لوٹا کہ میں ایک عجیب کرم دیکھ رہا ہوں اور میں خدا سے ڈرتا ہوں کیونکہ اُسکے مقابلہ
میں میرا کوئی مددگار نہیں اور میں اُس سے نہیں بچ سکتا۔ بس جاؤ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا
کیونکہ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ اسپر حارث بن ہشام نے کہا کہ اے شبیبہ سراقہ
تو یہ تو بتا کہ کل تو نے یہ کیوں نہ کہہ دیا تھا کہ ہم مصیبت میں نہ پڑتے اب تو بکھوچھنسا اگر الگ ہوتا ہا
اُس نے کہا کہ کل وہ تنہا ہی میرے پیش نظر نہ تھی جواب دیکھ رہا ہوں اُس نے کہا کہ ابھی تیرے سامنے کونسی
فوج جہاز ہے صرف چند فقراء عرب ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ وہ شیخی کا وقت تھا اسلئے ڈینگین
مار رہا تھا اور اب لڑائی کا وقت ہے اسلئے بھاگتا ہے کل تو تو کہتا تھا کہ میں ذمہ دار ہوں کہ تمکو فتح
و نصرت ہوگی اور آج یوں جان چراتا ہے۔ نیز کل تو تو سپہ سالار بنا ہوا تھا اور اب نامرد حقیر اور بودا
بننا ہے۔ تیری شیخو ن کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دھوکہ میں آکر میدان جنگ میں آ گئے تو نے گواہ کیا یا
عہ شبیبہ سراقہ اُس نے کہا کہ شیطان دبو کا دینے کیلئے سراقہ کی شکل میں آیا تھا ۱۲۔

اور جھوٹے وعدے کئے اور ہم کو اُس کا فیاض بہشتیہ پیرا۔ کہ ہم آتش جنگ کا ایندھن بن گئے (ہذا) ہوا اور ادا دولا تلفت الما قال ولی محمد یعنی چنانکہ کناکس از گلشن سرگین آوارہ در آتش دان حمام می اندازد) و بازی رود بچین مارا آوردہ در آتش جنگ بسوقن دانے انتہی فائدہ لا سیاعادۃ عنوان البیان) جب حارث نے سراق سے افسس کی گفتگو کی تو وہ یحییٰ بن مسرہ کی طرف سے غصہ ہو گیا اور غصہ سے اپنا ہاتھ اُسکے ہاتھ سے چھڑا لیا کیونکہ اُس کی گفتگو سے اُسکو سخت صدمہ پہنچا تھا وہ آپ تو اُسکے سینہ پر تہہ مار کر بھاگ گیا اور فریب سے ان بیچاروں کا خون کر گیا۔ اور جبکہ اتنے عالم کو دیران کر چکا تو کہا مجھے تم سے کچھ کام نہیں اور سینہ پر ہاتھ مار کر حارث کو گرا گیا اور جبکہ ہیبت ملا نک غالب ہوئی تو خود بھاگ گیا۔ اب سمجھو کہ نفس و شیطان دونوں حقیقت کے لحاظ سے ایک ہیں اور دونوں میں جلوہ گر ہوئے ہیں اور ان کی حالت ایسی ہے جیسے کہ فرشتہ و عقل کہ وہ بھی حقیقت ایک ہیں اور مقتضائے حکمت آپہم دونوں میں نمودار ہوئے۔ پس جو حالت شیطان کی ہے وہی نفس کی بھی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ تمہارے اندر تھرا ایک دشمن شیطان چھپا ہوا ہے جو کہ عقل کو اُسکے مقتضائے سے روکتا ہے اور جان اور ایمان کا دشمن ہے کہی تو وہ گوہ کی طرح حکم کرتا ہے اور کہی ڈر کر اور بھاگ کر سوراخ میں گھس جاتا ہے دل کے اندر اُسکے بہت سے سوراخ ہیں اور وہ ہر سوراخ سے نمودار ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ وہ نہایت بزدل ہے جبکہ وہ حریف کو کمزور پاتا ہے تو حمل کر پاتا ہے اور جبکہ اُسکو قوی پاتا ہے تو چھپ جاتا ہے اور بزدلی کیساتھ مکار بھی ہے کہ مختلف سوراخوں سے مختلف رنگوں میں جلوہ نمایاں ہوتا ہے کہ حریف کسی نہ کسی صورت سے دھوکہ کھا جاوے اسی بنا پر شیطان کے آدمیوں سے چھپنے اور سوراخ میں گھس جانا کا نام خوس ہوا کیونکہ خوس کے معنی ہیں چھپ جانا اور سوراخ میں گھس جانا پس چونکہ اُس کا سوراخ میں چلا جانا ایسا ہی ہے جیسے کہ سابی کے سر کا اندر گھس جانا اور وہ بھی یوں ہی کہی ماند جاتا ہے اور کہی باہر آتا ہے جس طرح کہ سابی کا سر یہی وجہ ہے کہ خدا نے اُسکو خناس کہا کیونکہ اُس کا سر سابی کے سر مثا بہ ہے اسلئے کہ سابی کا سر صیاد کے خوف سے اندر ہوتا ہے نا اُنکے جب اُسکو موقع ملتا ہے تب وہ اپنا سر باہر نکالتی ہے اور اُسکے اس مکہ سے سانپ بھی عاجز ہے پس یہی حالت شیطان کی ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ نفس و شیطان حقیقتہً دونوں ایک ہیں یعنی مصل تام کے دو فروہ ہیں تو

نفس کی بھی یہی حالت ہوگی اب سمجھو کہ اصل دشمن تمہارا نفس ہے جو کچھ فساد ہے سب اس کا ہی
 کیونکہ اگر یہ اندر سے تمہارا راہ نہ مارتا تو رہز فون شیاطین الانس والجن کا تم پر قابو نہ چلتا پس
 تمہارے اندر جو خواہش نفسانی ہے وہ ہی اصل پیرہ دار ہے جو برائیوں کو چاہتا ہے اور اسی کے
 سبب دل حرص و طمع اور دیگر آفات میں قید رہتا اسی مخفی سپاہی کے سبب تم چرادر تباہ
 ہوئے ہو جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بلا لیس کے لوگوں کو تمہاری سرکوبی کا موقع ملا ہے حدیث میں
 کیا ایسی نصیحت آئی ہے ان اعدی عن اولک نفسک التي بین جنبتک یعنی سب سے بڑا دشمن تمہارا
 نفس ہے جو کہ تمہارے اندر موجود ہے پس تم اس سے بھاگنا اور اس کی ظاہری خوشنما باتوں کو
 نہ سننا کیونکہ یہ بھی شیطان کی طرح لڑا کا اور جھگڑا ہے۔ اسی بکثرت نے جب دنیا اور اپنی عبادت
 کی وجہ سے تم پر عذاب ابدی کو آسان کر دیا ہے اور تم بے تکلف اُن کاموں کو کرتے ہو جو تمہارے
 لئے عذاب ابدی کا باعث ہیں اور یہ بکثرت کبھی حرام موت کو بھی آسان کر دیتا ہے اور اگر وہ ایسا
 کرے تو کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ بڑا جادوگر ہے اور اپنے جادو سے ایسے ایسے سیکڑوں
 شعبے رکھتا ہے کیونکہ جادو کو حق سبحانہ نے بڑی قوت عطا کی ہے وہ تنکے کو پہاڑ اور پہاڑ کو
 تنکا بنا دیتا ہے برون کو اچھا اچھوں کو بُرا کر دیتا ہے کسی آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے اور کبھی گدھے
 کو آدمی بنا دیتا ہے جو کہ اس کی قوت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے غرضیکہ جادو کا کام یہ ہے کہ وہ
 منتر بھونک کر ہر دم قلب حقائق کو تاربتا ہے۔ اب تم سمجھو کہ ایسا کامل جادوگر تمہارے اندر موجود
 اور وہ دوسرا کس سے ہمیشہ جادوگر تاربتا ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جہاں یہ عظیم الشان جادو
 ہیں وہیں وہ جادوگر بھی ہیں جو ان کا توڑ کرتے ہیں اور جس جنگل میں یہ ترو تازہ زہر پیدا ہوا ہے
 وہیں تریاق بھی پیدا ہوا ہے وہ تریاق کہتا ہے کہ جب تیز زہر غلبہ کرنے لگے تو مجھے سپر بناؤ کیونکہ
 میں زہر کی نسبت تم سے زیادہ قریب ہوں نفس و شیطان کا منتر اگر جادو اور تمہاری برائی
 کا سبب تو میرا منتر وہ جادو ہے جو اس جادو کا توڑ کرنے والا ہے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے
 کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان من البیان لمسحی یعنی بعض بیان
 جادو ہوتے ہیں اور واقعی اپنے نہایت بجا فرمایا ہے مگر یہ بھی یاد رکھو کہ جو جادو جادوگروں
 کے جادو کا توڑ ہو وہ حقیقت میں جادو نہیں بلکہ وہ اس زہر سرکھ کا تریاق ہے اب یہ سمجھو کہ وہ

بیان جو جادو گروں کے جادو کا توڑ ہو کون سا ہے سو وہ برگزیدہ اہل اللہ کا بیان ہے جس میں
اغراض نفسانیہ کا ذرہ بہ ذرہ میل نہیں خلاصہ کلام یہ کہ تم نفس کے زہر سے بھاگو اور بہت جلد
شیخ کا تریاق پیو اور نفس کے طاسم کو توڑو اور پیر کے خزانہ معارف میں سرنگ نقب
لگا کر بھونچو۔ غیر یہ گفتگو تو بہت طویل ہے اب ابتداء کی طرف لوٹنا چاہئے اور مہمان
اور مسجد کے رقتہ کی طرف چلنا چاہئے۔ اور اسکو یہیں چھوڑ کر مسجد کو چلنا چاہئے اور مہمان کا
رقتہ اور واقعہ بیت کرنا چاہئے۔

شرح شیری

شیطان کا قریش سے کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
لڑو میں تمہاری مدد کروں گا اور اپنے قبیلہ کو مدد کیلئے بلاؤنگا
پھر مقابلہ کے وقت اس کا بھاگنا

ہمچو شیطان کزو ساوس برقریش دم دمید و گفت گرد آریدیش
یعنی شیطان کی طرح کہ اُس نے دسا دس سے قریش پر دم بھونکا اور کہا کہ لشکر جمع کرلو
تاکہ در احمد بن زینت انگیم بیخ و بنیاد از زمینش برکنیم
یعنی تاکہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم شکست ڈالیں اور ان کی بیخ و بنیاد زمین سے
اُکھاڑ دیں (غزوہ بدر) یعنی اُس نے کہا کہ لشکر جمع کرلو تاکہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست
دیدیں اور (غزوہ بدر) ان کی بیخ و بنیاد کو دنیا سے اُجاڑ دیں۔

چونکہ شیطان در شپہ صدیکم خواند افسوس کہ انی جار لکم
یعنی جب شیطان لشکر میں ہوا سو میں ایک تو اُس نے افسوس پڑھا کہ میں تمہارا مددگار ہوں
یعنی جبکہ بمخلہ سپاہ کے شیطان بھی ہو گیا تو اُس نے سب کہا کہ میں تمہارا مددگار ہوں اور
واضح رہے کہ مولانا خود بھی آگے فرما دینگے ادا حدیث میں بھی ہے کہ شیطان سراقہ
کی صورت میں نکلا آیا تھا اور اُس نے آکر ساری باتیں کہی تھیں لوگ سمجھے کہ سراقہ

ضامن ہوتا ہے اور یہ سراقہ خود بہت قوی تھا پھر اپنے قبیلہ کو بلا نیرکا مدد کیلئے وعدہ کیا تو لوگ دھوکہ میں آ گئے اور یہ نہ سمجھے کہ یہ بڑا شیطان ہے۔

چون سپہ گرد آمدند از گفت او کرد با ایشان جملہ گفتگو

یعنی جب کہ اُس کے کہنے سے جمع ہو گیا تو اُس کی ساتھ حیلہ سے گفتگو کی (کہ)

کہ بیمار من قبیلہ خویش را تاکہ در یہاں شود پشت شما

یعنی کہ میں اپنے قبیلہ کو لاؤں گا تاکہ لڑائی میں وہ تمہارا مددگار ہو (اور کہا کہ)

من شما را عون و یار رہا کنم تا سپاہ دشمنان تان بشکنم

یعنی میں تمہاری مدد اور مدد کروں گا تاکہ تمہارے دشمن کی سپاہ کو شکست دیدوں۔

چون قریش از گفت او حاضر شدند ہر دو لشکر در ملاقات آمدند

جب قریش اُس کے کہنے سے حاضر ہوئے اور دونوں لشکر ملاقات میں آئے۔

دید کہ شیطان از ملائک اسپیہ سوئے صف مومنان اندر ہے

یعنی شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر مومنوں کی صف کی طرف راہ میں دیکھا۔ یعنی اُس نے

دیکھا کہ ایک لشکر فرشتوں کا مسلمانوں کی طرف اُنکی مدد کیلئے موجود ہے اور دیکھا کہ۔

آن جنود الم تر وہا صف زدہ گشت جان اور نیم آتش کردہ

یعنی وہ لشکر کہ نہیں دیکھتے تم اُس کو صف لگائے ہوئے ہے تو اُس کی جان خوف آتش کردہ

ہو گئی یعنی آتش کردہ کی طرح اندر سے جلنے لگا اور سخت خوف اُس پر مسلط ہوا۔

پائے خود واپس کشیدہ می گرفت کہ بھی یمیم سپاہ پس شکفت

یعنی اپنے پاؤں پیچھے کو ہٹانا شروع کئے (اور کہا کہ میں ایک لشکر بہت عظیم دیکھتا ہوں

(اور کہا کہ)

کہ اخاف اللہ مالی منہ عون از ہوا انی اری مالا ترون

یعنی کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں میری کوئی مدد نہیں ہے تم جاؤ میں دیکھتا ہوں وہ کہ تم نہیں کہتے

یعنی اسے کہا کہ بھائی میں تو ایسی شے کو دیکھ رہا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتی یعنی فرشتے ہیں اب تم جاؤ

میں تو جان نہیں سکتا۔ اسلئے کہ مجھ کو خوف محض ہوتا ہے کیونکہ تم تو سکتا نہیں قیامت کی عمر ہے

لیکن فرشتوں کو اگر لڑائی میں ملجا تا تو سچ تو یہ ہے کہ گت تو خوب بناتے۔

گفت حارث اے سراقہ شکل میں نے چہرہ تو می گھفتی این چنین
یعنی حارث نے کہا کہ اے سراقہ شکل تو نے کل اس طرح کیوں نہ کہا تھا یعنی حارث نے
کہا کہ اے سراقہ کجخت تو نے کل کیوں نہ کہا تھا کہ میں خاص موقع سے بھاگوں گا اور سراقہ
شکل مولانا نے اسلئے فرمایا کہ وہ تو شیطان تھا مگر حارث نے سراقہ ہی کہا تھا سراقہ شکل نہ
کہا تھا غرض کہ اے کہا کہ کجخت اگر پہلے سے کہہ دیتا تو ہم کیوں اس مصیبت میں آکر پہنچتے تو
جواب دیتا ہے کہ۔

گفت ایندم من بنی بنیم حرب گفت می بینی جواسمیش عرب
یعنی شیطان نے کہا کہ میں اس وقت سختی دیکھ رہا ہوں تو حارث نے کہا کہ تو عرب کو فقیرون
کو دیکھتا ہے مطلب یہ کہ شیطان نے کہا کہ مجھے ایک لشکر عظیم معلوم ہوتا ہے اسلئے میں تو جاتا
ہمیں تو حارث بولا کہ کجخت تو جھوٹا ہے اسلئے کہ تو صرف عرب کے فقیرون کو سامنے دیکھ رہا ہے
لشکر عظیم کہاں ہے باقی تیرا بھاگتا ہر دلی کی وجہ سے ہے اور حارث نے کہا کہ
می نہ بینی غیر این لیکل تو تشنگ آن زمان لاؤ بود این وقت جنگ
یعنی ارے ڈاکو تو سوائے ان (لگدایان عرب) کے اور کچھ نہیں دیکھتا لیکن وہ تو شیخی کا وقت تھا
اور یہ وقت لڑائی کا ہے۔ مطلب یہ کہ حارث نے کہا کہ کجخت تو جو کہہ رہا ہے کہ میں ایک ایسا
لشکر دیکھ رہا ہوں کہ جو تکو نظر نہیں آتا یہ سب غلط ہے بلکہ تو ان ہی لوگوں کو دیکھ رہا ہے
جو سامنے کہتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ وقت تو شیخی کا تھا تو نے کہہ دیا کہ میں مدد کروں گا اور اب
جو لڑائی کا وقت آیا تو بھاگتا ہے۔

دے بھی گفتی کہ پا بندان شدم کہ بود تان فتح و نصرت دمیدم
یعنی تو کل کہتا تھا کہ میں ضامن ہوا ہوں کہ دمیدم نکو ہی فتح و نصرت ہوگی
دی زعم الجیش بودی اے لعین وین زمان ناچیز و نامرد و مہین
یعنی اے ملعون کل تو تو ضامن لشکر تھا اور اس وقت ناچیز اور نامرد اور ذلیل ہے۔
تا بخوریم آن دم تو رو آمدیم تو بتوں رفتی و ماہیزم شدیم

یعنی یہاں تک کہ پہنچے وہ تیرا دم کہا لیا اور ہم آگئے تو اب تو حرام میں چلا گیا اور ہم انہیں صحت ہو گئے
یعنی ہم تیرے پہنچنے میں آکر یہاں چلے آئے تو اب تو چھوڑ چھاڑ کر اور ہمیں اس بلا میں جھونک
کر جاتا ہے اور بہا لگتا ہے۔

چونکہ حارث باسراقمہ گفت این از عتابش خشت گیلین شد آن لعین
یعنی جبکہ حارث نے سراق سے یہ کہا تو اس کے عتاب سے وہ ملعون غصہ میں ہو گیا۔ یعنی جب
حارث نے بُرا بہلا کہا تو اس ملعون کو غصہ آگیا۔

دست خود خشتین زدست او کشید چون ز گفت او ش در دل رسید
یعنی اپنا ہاتھ غصہ میں اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا جبکہ اس کے کہنے سے اس کو درد دل چھو نچا یعنی اس کے
بُرا بہلا کہنے سے جو دل دکھا تو اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ جڑا لیا۔

سینہ اش را گرفت شیطان گریخت خون آن بیچارہ گان زمین مگر ریخت
یعنی شیطان نے حارث کے سینہ کو کوٹا اور بھاگ گیا اور اُن بیچارہ گان زمین مگر سر ریخت
کیا یعنی ہاتھ جڑا کر حارث کے سینہ پر ایک لات رسید کر کے چل دیا۔ اور اُن سب کو بلا میں
پھنسا کر اُن کا خون گرا یا کہ قریب قریب سارے قتل ہوئے

چونکہ ویران کرد چندین عالم او پس بگفت انی بری منکم
یعنی جبکہ اُس نے اس قدر عالم کو ویران کر دیا تو پھر کہا کہ میں تم سے بری ہوں یعنی جب سب کو لا کر
پھنسا چکا اور بلا میں ڈال چکا تو اب کہتا ہے کہ میں بری ہوں میں تمہارا ساتھ نہیں دیتا۔

گفت اندر سینہ و اندر اخلاش پس گریزان شد جو بیعت بافتش
یعنی اس کے سینہ میں مارا اور اس کو ڈال دیا جب بیعت اس کو ہوئی تو بہا لگ گیا۔ یعنی جب
فرشتوں کو دیکھا تو حارث کو دہکا دیکر خود چل دیا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

نفس و شیطان ہر دو یک تن بودند اندر دو صورت خویش را نمودہ اند
یعنی نفس و شیطان دونوں ایک تن ہیں اور اپنے کو دو صورتوں میں دکھایا ہے۔ مطلب یہ کہ
نفس انی اور شیطان دونوں ایک ہی ہیں صرف صورت میں فرق ہے ورنہ دونوں ایک ہی
ہیں تو جس طرح کہ اش شیطان نے دھوکہ دیا اور وقت پر چھوڑ کر بھاگ گیا اس طرح تمہارا نفس

بھی تمہارا ساتھ نہ لگا۔ بلکہ چھوڑ کر الگ ہو جاویگا۔
 چون فرشتہ عقل کا نشان یک بدنہ بہر حکمت ہماش دو صورت شدند
 یعنی جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے اور کتوں کیلئے وہ دو صورت ہو گئے اسی طرح
 نفس شیطان بھی دونوں ایک ہی ہیں لیکن صرف صورتیں مختلف ہیں اور ایک ہونیکے دونوں
 کے معنی یہ ہیں کہ دونوں کے مقتضیات و شہوات یکساں ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔
 دشمن داری چنین در سر خویش مانع عقل است خصم جان و کش
 یعنی تو ایک ایسا دشمن اپنے باطن میں رکھتا ہے جو کہ مانع عقل ہے اور جان و ذہن کا
 دشمن ہے

یک نفس حملہ کند چون سوسمار پس بسور اخگر نیرد در فرار
 یعنی ایک گہری کیلئے سوسمار کی طرح حملہ کرتا ہے پھر سوراخ میں بھاگ جاتا ہے۔
 در دل او سوراخ ہا وارد کنون سر زہر سوراخ می آرد برون
 یعنی دل میں وہ بہت سے سوراخ رکھتی ہے کہ اب ہر سوراخ سے سر باہر نکالتی ہے۔
 (سوسمار کا قاعدہ ہے کہ یہ اپنے گہر کے بہت سے سوراخ بناتی ہے اگر ایک طرف سے کوئی
 مارتا ہے تو دوسری طرف سے نکل جاتی ہے ادھر سے کوئی مارے تو اور طرف سے باہر ہو جاتا
 غرض کہ مار نہیں کہاتی) تو فرماتے ہیں کہ سوسمار کی طرح یہ نفس شیطان بھی دل کے اندر بہت ہی
 سوراخ رکھتے ہیں وہ سوراخ طرق اضلال ہیں کہ مختلف طریقوں سے انسان کو بہکاتے ہیں
 اور اگر ایک طرف سے گمراہ نہ کر سکے تو دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہیں غرض کہ قابو میں نہیں آتے۔
 نام پنهان گشتن دیوار نفوس و اندران سوراخ رفتن شد خوئوس
 یعنی شیطان کے نفوس سے پوشیدہ ہونے کا اور اس سوراخ میں چلے جانیگا نام
 خوئوس ہو گیا۔

کہ خوئوس چون خوئوس قفزد است چون سر قفزد و رآمد شد است
 یعنی کہ اس پوشیدہ ہونا مثل سہی کے پوشیدہ ہونیکے ہے جیسے کہ سہی کا سر کہ اس کے اندر شد
 یعنی جیسے کہ سہی کے وہ کہی سر کو باہر نکالتی ہے اور کہی اندر کہی ہے اسی طرح نفس شیطان کہ کہی
 پوشیدہ ہوتے ہیں اور کہی ظاہر ہوتے ہیں۔

کہ خدا آن دیور افسانہ خواند کہ مرآن خارشنگ را بماند
یعنی کہ خدا نے اُس شیطان کو خناس کہا اسلئے کہ اُس خارشنگ کے کمر مشابہ
ہوا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جو شیطان کو خناس کہا ہے تو اسلئے کہ اسکی عادت ہے کہ
کبھی پوشیدہ ہوتا ہے اور کبھی ظاہر تو اسی پوشیدگی کو خناس کہہ دیا اور اس کی وجہ سے
صاحب فتوس کو خناس فرمادیا۔

می بہان گرد و سرآن خارشنگ دمبدم از بیم صیاد درشت
یعنی اُس خارشنگ دیکھی کہ اس دمبدم صیاد سخت کے خوف سے پوشیدہ ہوتا ہے
یعنی جس طرح کہ وہ صیاد کے ڈر کے مارے اپنا سر چھپا لیتی ہے اسی طرح یہ حضرت شیطان
بھی چھپتے پھرتے ہیں۔

تا جو فرصت یافت سر آر و برن زین چنین کرے شود یارش زون
یعنی تاکہ جب فرصت پاوے تو سر باہر نکالے تو ایسے کرے اُس کا ساتھی عاجز ہو جاتا ہے
یعنی جب دیکھا کہ اب میں مغلوب ہونگا تو چھپ جاتا ہے اور جب خوف جاتا رہا تو اب
پھر سر نکالتا ہے اس طریق سے اپنے ساتھی کو عاجز کر دیتا ہے کہ وہ اس کا کچھ نہیں کر سکتا
آگے فرماتے ہیں کہ

گردنظر از اندرون را بہت دی رہز ناں را بر تو کے دستے بڑے
یعنی اگر اندر سے تیری راہ نفس نہاد تا تو رہز نون کو بچیر کب قدرت ہوتی مطلب یہ کہ انسان
پر جو آفات آتی ہیں ساری اس کی نحوست ہے کہ یہ خود ار تکاب معاصی کرتا ہے وہ نہ
اگر بہ خود کچھ کرے تو کوئی وبال اس پر نہ آوے :

زان عوان مقصی کہ شہوت است دل اسیر حرص و آرزو آفت است
یعنی اُس سپاہی تقاضا گر کی وجہ سے جو کہ شہوت ہے دل حرص و آرزو آفت کا اسیر ہے
زان عوان تیر شدی دزد و تباہ تا عوانان را بقہر تست را ہ
یعنی اُس سپاہی کی وجہ سے تو تیرا و چور اور تباہ ہو گیا ہے یہاں تک کہ سپاہیوں کو
تیرے قہر پر راستہ ہے مطلب یہ کہ جبکہ تو اُس عوان شہوت و غضب کی وجہ سے

تیار ہو رہا ہے تو یہی وجہ ہے کہ تو ان آفات دنیاوی میں پھنس رہا ہے وہ باطنی عوانِ حق
ظاہر میں نمودار ہو جاتے ہیں

دو خبر بشنو تو این پسند کنو **بین جنبیک لکم اعداء عدو**
یعنی تم حدیث میں یہ عمدہ نصیحت سنانو کہ درمیان دونوں پہلوؤں تمہارے کے سب سے بڑا دشمن یہی
یعنی تم حدیث میں اعدای عدو و افساک الیٰ بن جنبیک تو کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ
تمہارا دشمن یہی ہے اسی سے بچنا ضروری ہے جس جو یہ کہے اس کی سننا ہی موت
طریق این عدو مشنو گرنہ **کو چو ابلیس است در رنج و ستیز**
یعنی اس عدو کی طرراق مت سنو اور بہاگ جاؤ کیونکہ وہ رنج و ستیز میں مثل ابلیس کے
ہے یعنی جی طرح کہ ابلیس ہر گہری اور ہر وقت لڑنے اور رنج دینے کو تیار ہے اس طرح
یہ نفس بھی ہر گہری تکلیف پھر پچا نیکو تیار ہے لہذا خدا کے واسطے اس سے الگ رہو
اور اُس کی مت سنو۔

بر تو او از بہر دنیا و نبرد **آن عذاب سہمی را سہل کرو۔**

یعنی تمہیں اُسے دنیا اور نبرد کے واسطے اُس عذاب ابدی کو سہل کر دیا ہے یعنی اُسے
صرف دنیا کے واسطے اُس عذاب ابدی کو تمہیں سہل کر کے دکھایا اور تم کو اُس سے
بے خوف کر دیا اور اس قدر وجہی کر دیا کہ برابر تم تکب معاصی کے ہوتے ہو اور کچھ خبر نہیں
چہ عجب گم رنگ را آسان کند **اور سحر خویش صد خندان کند**
یعنی کیا عجب ہی اگر موت کو آسان کر دے وہ اپنے سحر سے ایسے سیلک و ن کو کر تا ہے
یعنی اُسے موت کو تمہارا آسان کر دیا اور اُس سے بے خوف کر دیا تو کچھ تعجب نہیں اسلئے کہ
اُس کی فسون گری تو اُس سے کہیں زیادہ ہے آگے کچھ سحر کے آثار کو بیان فرماتے ہیں
سحر کا ہے را بصنعت کہ کند باز کو ہے را چو کلے می تند
یعنی سحر کار بھیجی سے تنکے کو پہاڑ کر کے دکھا دیتا ہے اور پھر پہاڑ کو تنکے کی طرح کر
دے دکھا دیتا ہے

زشتہارا لغز گرداند لغن **لغز ہارا زشت گرداند بہ نطن**

یعنی بُرائیوں کو (اپنے) فن سے بہلا بیان کر دیتا ہے اور بہلائیوں کو گمان میں رشت کر دیتا ہے
 آدمی را خرم نماید ساعتی آدمی سازد خسے را زایتی ہے
 یعنی آدمی کو ایک گہری کیلئے گدھا (کر) دیکھتا ہے اور گدھے افسون سے آدمی بنا دیتا ہے
 کار سحر انیست کو دم می زند ہر نفس قلب حقائق می کند
 یعنی سحر کا یہی کام ہے کہ وہ پھونکتا ہے تو ہر گہری تبدیل حقائق کر دیتا ہے (اور پانی
 کو بُرا اور بُرے کو اچھا کر دیکھتا ہے)

این چنین ساحر درون است ان فی الوسواس سحر مستمر
 یعنی ایسا ہی ایک ساحر تیرے اندر پوشیدہ تحقیق وسواس میں ایک سحر مستمر ہے (مطلب
 یہ کہ جیسے کہ چہنئے اوپر آثار سحر بیان کئے ہیں بس ایسا ہی ایک ساحر تیرے اندر بھی ہے جو کہ
 ایسا ہی سحر چمچ کرنا رہتا ہے اور وہ ساحر نفس ہی اور سحر وسواس ہیں کہ وسواس میں
 مبتلا ہو کر انسان کو حقائق اشیاء سے بے خبری ہو جاتی ہے۔ ایک بیان سننے والے کو
 ایک قسم کی یاس ہوتی ہے کہ جب خود ہمارے اندر یہی بلا موجود ہے تو اب ہم اس سے
 کہاں بچ سکتے ہیں اب تو ضرور اُسکے ہاتھوں تباہ ہونگے۔ لہذا آگے اسکے تسلیم کیلئے
 فرماتے ہیں کہ۔

اندر ان عالم کہ هست این سحر ہا ساحر ان ہستند جادو و کشتا
 یعنی اُس عالم میں کہ یہ سحر ہیں بہت سے ساحر جادو کشتا ہیں۔ مطلب یہ کہ جہاں میں
 سحر کرنے والے اور گمراہ کنندگان ہیں وہاں اس سحر کو کہولنے والے اور ہدایت کنندگان
 بھی موجود ہیں اور وہ شیوخ کا ملین ہیں کہ وہ شیطان کے مکروں کو پہچانتے اور اس کا توڑ
 کر دیتے ہیں۔

اندر ان صحر کہ رُست این زہر تر نیز روئید ست تریاق ای لہر
 یعنی جس صحر میں کہ یہ زہر تر آگاہ ہے (دین) لے صاحبزادے تریاق ہی پیدا ہوا ہے
 گو بیت تریاق از من جو سپر کہ زہر من بتو نزدیک تر
 یعنی تریاق تجھ سے (بہر بیان حال) کہہ رہا ہے کہ مجھ سے پناہ تلاش کر کہ میں زہر کی نسبت

مجھ سے زیادہ نزدیک ہوں مطلب یہ کہ مرشدین کا ملین بلا ہے ہیں کہ اے شیطان
کے پھندے میں پہننے والا دیر آؤ اور ہماری مدد سے اس ورطہ ہلاکت سے نجات پاؤ
اور میرے پاس آ جاؤ اس لئے کہ میں اُس گمراہ کنندہ اور شیطان کی نسبت تم سے زیادہ
نزدیک ہوں۔

گفت او سحرست دو میرا نے تو گفت من سحرست و دفع سحر او
یعنی وہ مرشدین فرما رہے ہیں کہ اُس کا کہنا سحر ہے اور تیری دیرانی ہے اور میرا
کہنا سحر ہے اور اُس سحر کا دفع ہے یعنی اُس کے اقوال تو ایسے ہیں کہ سحر ہیں لیکن اُس سحر
تکویر مادی اور دیرانی حاصل ہوتی ہے اور میرا کہنا بھی سحر ہے یعنی سرِ بُعِ التاثر ہے لیکن یہ
میرے اقوال اس سحر کے دافع اور ہدایت کرنے والے ہیں

گفت پیغمبر کہ ان فی البیان سحر او حق گفت آن خوش پہلوان
یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیان سحر ہو تو پسے اور اُس اچھے پہلوان نے
حق کہا ہے یعنی حدیث میں جو ان من البیان سحر آیا ہے یہ بالکل صحیح ہے کہ دیکھو اُن
گمراہ کنندگان کے اقوال بھی سحر ہیں کہ یہ سرِ بُعِ التاثر ہیں اور ہدایت کنندگان کے
اقوال بھی سحر ہی کی طرح سرِ بُعِ التاثر ہیں لیکن مابین فرق یہ ہے کہ۔

لیک سحرے دفع سحر ساحران مایہ تر یا کہ باشد در جہان
یعنی لیکن ایک سحر تو ساحرون کی سحر کا دفع ہے اور جہان میں مایہ تر یا کہ ہونا ہے۔

آن بیان اولیا و اصفیاست کز ہمہ اغراض نفسانی جُداست
یعنی وہ بیان اولیا و اصفیاء کا ہے کہ تمام اغراض نفسانی سے جدا ہے مطلب یہ کہ کلام
دو طرح کے ہوتے ہیں جو سحر کی طرح سرِ بُعِ التاثر ہوتے ہیں ایک تو وہ جو ہلاک کرنے والا
راہِ حق سے بہرے والا وہ کلام شیطانی و وسوسہ کس نفس ہے اور ایک وہ جو کہ ہدایت
کرنے والا اور شیطانی کے سحر کو اور اُس کے اثر کو دفع کرنے والا وہ کلام اولیاء اللہ ہے کہ
جو تمام اغراض نفسانیہ سے جدا ہو چکے ہیں کہ اُن کے کلام میں ہدایت و رشد ہوتی ہے آگے
ان سب کا حاصل فرماتے ہیں کہ۔

حاصل ان کنز بہ نفس دون گزیند نوشتن تریاق مرشد چست تیز
یعنی حاصل یہ ہے کہ کیستہ کے نہر سے توبہاگ اور مرشد کا تریاق چست و چالاک
(مہر) نوشتن کر یعنی اُس کی باتوں اور اُس کی ہدایتوں پر عمل کر اور نفس و شیطان کو دفع کر
تا کہ تو کسی کام کا ہو۔

این طلسم سحر نفس اندر شکن سوئے گنج پیر کامل نقب زن
یعنی اس طلسم سحر نفس کو توڑ ڈال اور پیر کامل کے خزانہ کی طرف نقب لگا۔ یعنی اُس
خزانہ شیخ کامل کو حاصل کر اور اس نفس و شیطان کے طلسم کو توڑ تاکہ رہائی پا کر اور گمراہی
سے نکلی کر راہ ہدایت پر آ جاؤ۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بس ورازیست این سوئی آغازان جانب جہان و مسجد بازران
یعنی یہ (قصہ) تو بہت دراز ہے تم شروع کی طرف چلو۔ جہان اور مسجد کی طرف کو واپس چلو۔
مطلب یہ کہ یہ مضمون نفس کے مکائد کا اور مرشد کی ترغیب کا تو بہت طویل ہے لہذا
اُسکو تین چھوڑ کر اب ذرا جہان اور مسجد کا قصہ بیان کر دو۔

زین گزدرکن باز تا مسجد بیا قصہ جہان بگووان ماجرا
یعنی اس سے گذر کر اور پھر مسجد تک آ۔ قصہ جہان کا کہہ اور وہ ماجرا
یعنی اب اُس مسجد والے جہان کے قصہ کو پورا کر دو اور اُسے بیان کرو آگے اُسی کو
فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

مسجد و مارا مکن زین متہم

آتش درمازند فردا دے

بر بہانہ مسجد او بد سالے

ہین مکن جلدی بروای بوالکرم

کہ بگوید دشمنے از دشمنے

کہ بتا سبب دیند اور اظالے

تا بہانہ قتل بر مسجد نہ بد
چونکہ بدنام ست مسجد اور جہد
تہمت بر ما منہ لے سخت جان
کہ نہ ایمین ز مکر دشمنان
ہین برو جلدی مکن سودا پیڑ
کہ نتان پیو دگر دوں را بگز
چون تو بسیار ان بلا فیدہ ز بخت
ریش خود بر کند یک یک نخت بخت
ہین برو کوتاہ کن این قیل و قال
خوش و مارا در میفکن در و بال

اُنہوں نے پھر کہا کہ آپ جاؤ اور جلدی نہ کریں اور ہکو اور ہماری مسجد کو الزام قتل سے
مہتمم نہ کریں ہکو ڈر ہے کہ کوئی دشمن دشمنی سے یوں نہ کہے کہ اور کوئی کینہ ہکو یوں ضرر نہ پہنچاؤ
کہ صاحب مارا تو ہے اسے کسی ظالم نے اور نام لے دیا مسجد کا اور اس بہانہ سے خود بچ گیا
اور اسے یہ جرات اسلئے کی ہے کہ چونکہ مسجد بدنام ہے اسلئے اسکو مسجد کے سر تقویٰ پر
اور خود کو دکر الگ ہو جاوے۔ پس آپ بہادر بھی مگر ہکو الزام سے بچائے اسلئے
کہ ہم دشمنوں کی شرارت سے مطمئن نہیں ہیں دیکھئے ہم کہتے ہیں کہ آپ تشریف لیجائے
اور جلدی نہ کیجئے۔ اور خیال خام نہ بچائے کیونکہ مسجد میں رہ کر بچ جانا یوں ہی ناممکن ہے
جیسا کہ آسمان کو گز سے ناپنا اور یہ تو ناممکن ہے لہذا وہ بھی ناممکن ہے۔ آپ جیسے بہت
سے آئے ہیں اُنہوں نے اپنی خوش اقبال کی شیخیان ماری ہیں لیکن نتیجہ ہی ہوا کہ وہ
بچھٹائے اور مارے غم کے اپنی ڈار بیان تو بچ کر ایک ایک بال اکیر ڈالا۔ اچھا تو
اب تشریف لیجائیں اور زیادہ نہ کہیں سنیں نہ اپنے کو مصیبت میں ڈالیں اور نہ
ہکو بلا میں پھنساؤں۔

شرح شبیری
ملا مت گروں کا مسجد کے ہمان کو
مکر نصیحت کرنا

ہیں کن جلدی بروائے بوالکرم مسجد و مارا کن زین مستہم
یعنی اہل محلہ نے کہا کہ اے پہلے آدمی جلدی مت کر چلا جا ہمیں اور مسجد کو اس
مستہم مت کر۔ یعنی اگر تو یہاں نہیں اور مارا گیا تو سب لوگ ہم پر الزام رکھیں گے اور
سمجھیں گے کہ ان ہی لوگوں نے مار ڈالا ہے تو تو ہمیں کیوں بدنام کر تا ہے۔
گر بگوید دشمنے از دشمنی آتش در مازند فر داد نے
یعنی اگر کوئی دشمن دشمنی کی وجہ سے کہدے اور کل کو کوئی کمینہ ہمارے اندر آگ لگا دے
(اور یہ کہے کہ)

کہ بتا سا بند اور اظالمے بروہانہ مسجد او بدسلے
یعنی کہ لاکھونٹ دیا ہے اُس کا کسی ظالم نے اور مسجد کے بہانہ پر وہ بے فکر تھا
تا بہانہ قتل بر مسجد نہد چونکہ بدنام است مسجد او بہد
یعنی تاکہ قتل کا بہانہ مسجد پر کہدے جبکہ مسجد بدنام ہے تو وہ (صاف) بھل
جاوے۔ مطلب یہ کہ لوگوں نے کہا کہ میان یہاں سے چلدے ورنہ کوئی دشمن شنیعی
کی وجہ سے ہمارے اوپر الزام لگا دیگا۔ اور کہدے گا کہ میان ان ہی لوگوں نے مار دیا ہے
اور چونکہ مسجد بدنام ہے کہ میان جو آتا ہے مہر جاتا ہے اسلئے مار کر اس
مسجد کا نام لے دیا تو چونکہ ہمیں اس الزام کا خوف ہے لہذا تو
یہاں سے روانہ ہو جا۔

تہمتے بر ما منہ لے سخت جان کہ نہ ایم الین ز مکر دشمنان
یعنی (اہل محلہ نے کہا کہ) اے سخت جان ہمارے اوپر تہمت مت رکھ کیونکہ
ہم دشمنوں کے مکر سے بچوٹ نہیں ہیں۔ یعنی اُن لوگوں نے کہا کہ میان ہمارے
اوپر تہمت مت رکھ اسلئے کہ ہمیں دشمنوں کا بہت خوف ہے ممکن ہے کہ لوگ ہم پر
تہمت لگا دیں اسلئے تو یہاں سے روانہ ہی ہو جا۔

ہیں برو جلدی مکن سودا مہنر کہ نتان پیود گردون را یگز
یعنی اے جا جلدی مت کر سودا مت چکا کیونکہ آسمان کو گز سے کوئی ناپ نہیں سکتا۔

مطلب یہ کہ جلدی منت کر سوچ سمجھ کر کام کر اور ایسے تمام خیالات کو مت بکا اسلئے کہ یہ ایسا شکل کام ہے جیسے کہ آسمان کی پیمائش کرنا اور آسمان کی پیمائش کوئی نہیں نہیں سکتا۔ لہذا تو بھی اس مسجد میں نہیں رہ سکتا۔

چونکہ لیاریاں بلا فید زبخت ریش خود بہر کند و یک یک لوبخت یعنی تجہم جیسے ہتیرے جو کہ بخت کی وجہ سے سختی کرتے تھے اپنی ڈاڑھی کو ایک ایک کر کے اکھاڑ دی مطلب یہ کہ یہاں بہت لوگوں نے بخت آزمائی کر لی ہے مگر کوئی بھی یہاں سے بازی نہ لے سکا بلکہ ہمیشہ جو آ یا تباہ و برباد ہی ہوا لہذا تو اس خیال میں مت پڑ اور حلاج۔

ہیں برو کو تہ کن این قیل قال خویش و مارا در میفن درو بال یعنی ارے جا اور اس کہنے سننے کو کم کر اور اپنے کو اور سین و بال میں مت ڈال مطلب یہ کہ سب نے کہا کہ بس ان باتوں کو جانے دو اور سہیر تو الزام مت لگاؤ اور اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ بس تم یہاں سے چلے ہی جاؤ جب آسنے ان ملامت گروں کی یہ باتیں اور نصیحتیں سنیں تو آسنے جواب ذیل دیا۔

شرح حبیبی

کہ زلا حوے ضعیف آید پیم	گفت ایاریاں از ان دیوانیم
طبیکے درد رفع مرغان می زوے	کو دے کو حارث کشتے بدے
کشت از مرغان بد بخوف گشت	تا رمیدے مرغ از ان طبیک گشت
بر گزرد آن طرف خمیہ عظیم	چونکہ سلطان شاہ محمود کریم
انبہ و فیروز و صفدر ملک گیر	با سپاہ ہچوا ستارہ اثیر
بختی بد پیشرو ہچون فروس	اشترے بد کو بدے جمال کوس

<p>یا ملک کو سن طبل برے رفت و شب اندران خریر در آمد آن شتر حالتی گفتش مزن طبلک کہ او پیشانی و چہ بود تیوراک تو فعل عاشقم من گشتہ و قربان لا خود تیوراک است این ہتدید با اے حرفیان من از انہا نیستم من چو اسمعیلیا نم بے حذر فارغم از طمراق و از ریا</p>	<p>می زدند اندر رجوع و در طلب کو دوکان طبلک بزود حفظ بخیتی طبلست با آشت خور کہ شد او طبل سلطان بیت کفل جان من نو بہتکہ طبل بلا پیشانی چہ دیدہ است این دیدہ کز خیالات درین رہہ باستم بل چو اسمعیل آزاد مزر قل تعالوا گفت جانم را بیا</p>
---	---

اسے جواب دیا کہ صاحبو امین شیطان نہیں ہوں کہ لا حول سنکر میرا قدم سست ہو جاوے
لہذا یہ ہتدیدات اور دیکھیاں مجھے میرے ارادہ سے باز نہیں رکھ سکتیں میں تو ایک قصہ
سناتا ہوں غور سو ایک لڑکا جو کہ ایک کہیت کی رکھو الی کرتا تھا جانوروں کو بٹانے
کیلئے ڈھیری بچا دیتا تھا اُس سے جانور بھاگ جاتے تھے اور اس ذریعے کہیتی اُن سے
مامون ہو جاتی تھی جبکہ سلطان محمود اُس طرف کو گزرتے ہوئے ایک ستاروں کی مانند ہتھمار
اور فتمند صفت شکن ملک گیر لشکر کے ساتھ وہاں قیام کیا تو اُس کا ایک نقارہ بردار اور حبش
مرغ سب پہلے اُٹھا ہے یوں سب آگے چلنے والا بخیتی اونٹ تھا اتفاقاً وہ اونٹ اُس
کہیت میں جاگھسا اسپر لڑکے نے ڈھیری کو لٹل میں لیکر اُسکو نکالنے کیلئے بچانا شروع
کیا کسی عقلمند نے اُس سے کہا کہ میان ہا جہز اے تم ڈھیری نہ بچاؤ کیونکہ یہ نقارہ بردار
اونٹ اور اس آواز کے سننے کا عادی ہے یہ اس سے نہیں ڈر سکتا جبکہ یہ تمہاری ڈھیری تھا

بیس گونا بڑا نقارہ اٹھاتا اور اُس کی آواز سنتا ہے تو تمہاری ڈہپری کیا چیز ہے سو صاحبو میں عاشقی اور فنا پر مٹا ہوا ہوں میری جان مصائب کا نقارہ خانہ ہے پس جو بلائیں میں نے ان آنکھوں کے دیکھی ہیں اُن کے سامنے یہ دیکھیاں ایسی ہی ہیں جیسے نقارہ محمود کے سامنے ڈہپری۔ نیز میری سامنے یہ دیکھیاں ایسی ہی ہیں جیسے دیکھ کر کیلئے خیالی صورتیں پس میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو خیالی صورتوں سے متاثر ہو کر رستہ میں ہڑ جاؤں اور چلتا چھوڑ دوں میں اسمعیل مسترب لوگوں کی طرح بیخوف ہوں بلکہ خود اسمعیل علیہ السلام کی طرح سکرے پر داہوں تم میری باتوں کو شیخی سمجھتے ہو مگر میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ نہ مجھے نامیانی باتوں کی ضرورت ہے نہ دکھاوے کی حاجت بلکہ میری جان کو تو حکم قل تعالوا بلارہا ہے اسلئے میں سر ہٹیلے پر لے پھر تا ہوں۔

شرح شبیری

اُس مہمان کا اُنکو جواب دینا اور کہیت والے لڑکے کا اور اپنی کہیتی سے ڈہپری کو ذریعہ محمود غزنوی کے نقارہ بردار اڑھٹ کو ہٹانے کی مثل بیان کرنا

گفت ایار ان ازان دیوان نیم کہ زلاحو لے ضعیف آیدیم

یعنی اُسے کہا کہ اے یارو میں اُن دیوانوں سے نہیں ہوں کہ جو ایک لاحول سے میرا قدم ضعیف ہو جاوے یعنی اُسے کہا کہ میں اُن لوگوں سے نہیں ہوں کہ جو تمہاری باتوں سے ڈر جاؤں اور میرا قدم شست ہو جاوے اور میں اس مسجد میں نہ بھیہ دن اسلئے کہ میری مثال تو ایسی ہے کہ۔

کو دے کو حارس کشتے بُدے طبلکے در دفع مرغان می زدرے

یعنی ایک لڑکا جو کہ گھبان ایک کہیتی کا تھا جاتوروں کے دفع کر نیکی لئے ایک ڈہپری بجایا کرتا تھا مار میبد مرغ ازان طبلکے کشت کشت ازان مرغان بدیخو کشت

یعنی یہاں تک کہ جانور اُس ڈہپری کی وجہ سے کہیت سے بھاگ جاتے تو کہیتی بد جانوروں سے خوف ہوئی تھی۔

چونکہ سلطان شاہ محمود کریم بر گزر زو انظرف عظیم
یعنی جبکہ سلطان محمود شاہ کریم نے گزر گاہ پر اُس طرف غیمہ عظیم لگایا۔

باسپاہ بہ ہنجو استارہ اشیر
یعنی ساتھ ایک شکر کے جو مثل آسمان کے ستاروں کی بیحد تھا اور کامیاب اور شجاع اور ملک گیر
یعنی اُس حالت میں محمود غزنوی اُس لڑکے کے کہیت کی طرف لو گزر تو اُس نے اتفاقاً وہیں ڈیرم
ڈال دیا۔

اشترے بُد کو بدئے حال کو س
یعنی ایک اونٹ تھا جو کہ نقارہ بردار تھا ایک بختی تھا مرغ کی طرح آگے چلنے والا یعنی جس طرح کہ
مُرخ تام جانور دلیں سحر خیز ہوتا ہے اسی طرح وہ اونٹ بھی سب میں آگے چلنے والا تھا۔
یا نگ کو س و طبل ہر دو روز شب
یعنی کوچ کے روز طبل کی آواز اُس کے اوپر رات دن آنے جانے میں بجایا کرتے تھے۔
اندر ان ہر روز در آمد آن شتر
یعنی وہ اونٹ اُس کہیتی میں آگیا تو لڑکے نے اُس ڈبیر کو گھروں کی حفاظت کیلئے بنایا۔
عاقلاً لغتش مزین طبل کہ او
یعنی ایک عاقل نے اُس سے کہا کہ تو ڈبیر کی موت بجا اسنے کہ وہ تو بختی ہے اور وہ اُس کا عادی
ہے (اُن شست خواصل میں اُنش خوست تھا یعنی اُس طبل کیساتھ اُس کی عادت ہو تو پھر وہ
اُس ڈبیری سے کیا ڈر لگا

پیش اوچہ بود تورا ک تو طفل
کہ شد او طبل سلطان بیست کفل
یعنی اُس لڑکے کے اُسکے آگے تیری ڈبیری کیا ہوگی کہ نہ کہ وہ تو طبل سلطانی کو جو بیس گناہ کیچے
(تو وہ اس ذرا سی ڈبیری سے کیا ڈر لگا اب اُس مثل کو بیان کر کے وہ ہمان کہتا ہے کہ)

عاشقم من گشتہ و قربان لا
جان من نو جنگہ طبل بلا
یعنی میں عاشق ہوں ملا ہوا اور قربان فنا کا ہوں اور میری جان طبل بلا کی ثوبت گاہ
ہے

خود تہوراک است این تہدید یا پیش آنچہ دیدہ است این دیدہا
یعنی یہ تہدید میں خود ان چیزوں کے سامنے جنگ کہ ان آنکھوں نے دیکھا ہے ڈھیر بیان میں مطلب ہے کہ
خطرہ کہ وہ اونٹن بلبل بردار تھا اس وجہ سے اُس ڈھیری سے نہ ڈر تا تھا اسی طرح میں بھی بلاؤں کا
برداشت کرنے والا ہوں مجھ پر سیکڑوں بلائیں نازل ہو چکی ہیں تو پھر میرے سامنے تمہاری یہ دیکھیا
کیا چل سکتی ہیں یہ دیکھیاں میرے آگے ایسی ہیں جیسے کہ اُس اونٹ کے آگے وہ ڈھیری
اسلئے کہ میں نے تو اس سے کہیں زیادہ بلائیں برداشت کی ہیں۔

ای حریفان من از انہا نیستم کہ خیالاتے درین رہہ بیستم
یعنی اے دوستو میں ان میں سے نہیں ہوں کہ خیالات کی بناء پر اس راہ
میں کھڑا ہو جاؤں۔ یعنی تم جو باتیں کر رہے ہو یہ صرف خیالات ہیں کہ یوں ہو گا اس طرح ہو گا
تو میں ایسا نہیں کہ خیالات کی بناء پر ڈر جاؤں بلکہ

من چو اسمعیلیا نم بے حذر بل چو اسمعیل آزادم ز سر
یعنی میں اسمعیلیوں (ایک فرقہ کا نام ہے) کی طرح ہوں بے خوف بلکہ اسمعیل کی طرح سر سے
آزاد ہوں یعنی مجھ پر جانے سے خوف نہیں ہے میں تو مرنے کو پہر تابا ہوں میں اپنے سر سے بالکل
آزاد ہوں۔

فارغ از مطراق و از ریا قل تعالوا گفت جانم را بیا
یعنی میں شان و شوکت اور ریا سے فارغ ہوں قل تعالوا نے میری جان کو کہا ہے کہ آ۔
یعنی مجھے شان و شوکت کی ضرورت نہیں ہے جو شبہ ہو کہ میں یہ باتیں اسلئے کر رہا ہوں
نہ مجھے ریا مقصود ہے بلکہ تعالوا کا جو خطاب ہو رہا ہے وہ خطاب مجھے بلا رہا ہے
اور اُس کی وجہ سے میں جان دینے پر دلیر ہوں۔

آگے بولنا

زمانے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

گفت پیغمبر که جادوی السلف
 هر که بیند مر عطارا صد عوض
 جمله در بازار زان گشته بند
 زرد انبانها نشسته منتظر
 چون به بیند کال در رخ پیش
 گرم زان مالدست با آن کوندید
 همچنین علم و هنر با در حرف
 تا به از جان نیست جان باشد عزیز
 لعبت مرده بود جان طفل را
 این تصویر وین تخیل لعبت است
 چون ز طفلی رست جان شد در وصال
 نیست محرم تا گویم بے نفاق
 مال و تن برف اندر یزان از فنا
 بر نفسازان از تن اولیست
 وین عجب ظنست در قوای همین
 هر گمان تشنه یقینست ای پسر
 چون رسد در علم پس بر باشد
 زانکه هست اندر طریق مفتحن
 علم جو یائے یقین باشد بدان
 اندر الکسک بجو این را کنون
 می کشد دانش به بینش ای علیم
 دید زانکه از یقین بے امثال
 اندر الکم بیان این به بین

با عطیهر من تیقن بالخلف
 زود در بازو عطارا زمین عرض
 تا چو شود آفتاد مال خود دهند
 تا که سود آید ببدل آید محض
 سر و گرد و عشقش از کالای خویش
 کاسبائے خویش را رخ و مزید
 چون ندید افزون اداها در شرف
 چون به آمد نام جان شد چیز نیز
 تا نکشت او در بزرگی طفل را
 تا تو طفلی پس بدانت حاجت است
 فارغ از حسن است و تصویر و خیال
 تن زدم والله اعلم بالوفاق
 حق خریدارش که الله اشتری
 که توئی در شک یقین نیست
 که نمی پرد به بستان یقین
 می زند اندر تنزاید مال و پیر
 مر یقین را علم او پویا شود
 علم کمتر از یقین و فوق ظن
 دان یقین جویائے دیدست و عیان
 از پس کلا پس لو تعلمون
 اگر یقین بودی به دیدند تحسین
 آنچنان کن ظن بجو زاید خیال
 که شود علم الیقین عین الیقین

اب مولانا فرماتے ہیں (اور ممکن ہے کہ منقول عاشق ہی ہو) کہ کسی کو نہ کورہ بالا بیان بعید نہ معلوم ہو کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (کہا ہو المنقول واللہ اعلم بصحة النقل) کہ جس کسی کو موافقہ کا یقین ہو تب یہ ہدایت میں مال کے دینے میں دل کھول دیتا ہے اور یہ امر نہایت صحیح ہے چنانچہ لوگ بازاروں میں اسی لئے مقید ہیں کہ جب نفع ملے تو مال سے ڈالیں تھیلیوں میں سونا بھرے منتظر بیٹھے ہیں کہ نفع کا مال ملے تو زبردستی اسے کسی کے گلے منڈھ دیں پس جب ان لوگوں کو زیادہ نفع کا مال ملتا ہے تو اوکو اپنے مال کی محبت نہیں رہتی کیونکہ ان کو اپنے مال سے اسی لئے محبت ہے کہ نفع کا مال نہیں ملا ہے علی ہذا علم و ہنر اور پیشوں سے بھی اسی لئے محبت ہے کہ ان سے زیادہ اشراف شے اوکو نہیں ملتی ورنہ جبکہ ایسی شے مل جائے تو کبھی محبت نہ رہے گی۔ پس جبکہ یہ اصول معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جان اسی وقت تک عزیز ہے جب تک اس سے زیادہ عزیز شے نہیں ملتی اور جبکہ اس سے بہتر کوئی شے ملتی ہے تو پھر وہ عزیز نہیں رہتی بلکہ ایک حقیر شے ہو جاتی ہے اس سے تو یہ معلوم ہو کہ بہتر عوض کے مقابلہ میں جان حقیر چیز ہو جاتی ہے اب یوں سمجھو کہ کبھی آدمی اس شے کو جو حقیقتہً جان نہیں ہے جان سمجھ لیتا ہے اسلئے کہ وہ حقیقی جان کو نہیں دیکھتا۔ چنانچہ بچے جان گڑیا کو اس وقت تک جان سمجھتا ہے جب تک وہ جوان نہیں ہوتا اور اس کے اولاد نہیں ہوتی اور جبکہ اسکے اولاد ہوتی ہے اور وہ جاندار گڑیا کو دیکھتا ہے اس وقت اس کی نظر میں وہ گڑیا کچھ بھی نہیں رہتی جب یہ امر مہذب ہو چکا تو اب سمجھو کہ دنیا و مافیہا جو نہ کمزور ایک تصور تخیل کے ہے واقع میں ایک بیجان کھلونا ہے اور جب تک کہ تم کامل العقل اور بالغ حقیقی نہیں ہوئے اس وقت تک تم کو اس کی ضرورت ہے پس جبکہ آدمی حقیقی بالغ ہو گیا اور وصل محبوب حقیقی نصیب ہو گیا تو پھر نہ اسے جس کی ضرورت رہتی ہے نہ تصویر و خیال کی اور دنیا و مافیہا اس کی نظر میں پہنچ ہو جاتی ہے جو کہ کوئی مجرم نہیں ہے تاکہ میں اس مضمون کو صاف صاف بیان کر سکوں اسلئے اسی قدر بیان کر کے خاموشی اختیار کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تفصیل وصال حق سبحانی ہی خوب جانتے ہیں اور اس عنوان کو چھوڑ کر دوسرے عنوان سے سمجھاتا ہوں سنو مال اور تن برون ہیں جو کہ گھٹتے اور فنا ہوتے رہتے ہیں اور خدا اول کا خیر دار ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ اَشَدُّ حَرِيْثًا مِنَ الْمُتَوَسِّلِيْنَ اَنْفُسُهُمْ وَ اَمْوَالُهُمْ بِاَنْ اَلَهُمْ اَنْجِيْتًا پس جو شخص کہ وصال حق سبحانی سے کامیاب ہو گیا یا دوسرے عنوان کی بنا پر یوں کہ وہ اپنی جان کی اعلیٰ قیمت دیکھے گا اس کی نظر میں جان کی کیا وقعت ہو سکتی ہے اور وہ اس کے دے ڈالنے میں کیا پس دیش کرے گا۔ پس اب اس عاشق کے بیان میں کچھ بھی استبعاد نہ رہا۔ استبعاد کا انتشار یہ ہے کہ تم اس کی حالت کو اپنی حالت پر قیاس کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ جیسے ہم کو جان عزیز معلوم ہوتی ہے یوں ہی دوسرے

بھی ہوئی چاہئے مگر یہ قیاس مع الفارق ہے تمکو یہ برون اس قیمت کے مقابلہ میں اسلئے عزیز ہے کہ تم کو شک ہے
اور یقین نہیں ہے برخلاف اسکے کہ اوکو یقین ہے اور شک بھی عجیب قسم کا ہے کہ یقین تک پہنچنا ہی نہیں
چاہتا حالانکہ ہر شک کا قاعدہ ہے کہ وہ طالب یقین ہوتا ہے اور ترقی کرنے کیلئے پُر زور ہلاتا ہے پس جبکہ
وہ علم تک پہنچتا ہے تو وہاں نہیں ٹہیرتا بلکہ سیدہ یقین تک پہنچتا ہے کیونکہ اس راہ میں علم پہلے پڑتا ہے
اور یقین بعد ملتا ہے اسلئے کہ علم ظن اور یقین کے درمیان میں واقع ہے اسلئے اولادہ علم ہوتا ہے اور جب علم
ہو جاتا ہے تو یقین کا طالب ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ علم جو پائے یقین ہے اور جب یقین تک پہنچ جاتا
ہے تو وہاں بھی نہیں ٹہیرتا۔ بلکہ حق یقین تک پہنچتا ہے کیونکہ یقین طالب مشاہدہ و معاہدہ ہوتا ہے اسکی
تصدیق تم کو اہکم التکاثر میں کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الحیثم لترو ذہا
عین الیقین سے ہوگی اور معلوم ہوگا کہ علم سے مشاہدہ پیدا ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کلا لو تعلمون
علم الیقین لترون الحیثم لترو ذہا عین الیقین جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کفار کو علم الیقین
حاصل ہو جاتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کرتے پس معلوم ہوا کہ علم یقینی سے مشاہدہ پیدا ہوتا ہے جس طرح کہ ظن
سے خیال پیدا ہوتا ہے دیکھو لو اہکم میں صاف مذکور ہے کہ علم الیقین عین الیقین یعنی اصل اور حقیقی یقین
جس کو اصطلاح میں حق الیقین کہتے ہیں ہو جاتا ہے (ف) اس بیان میں ظن سے مراد جانب راجح نہیں جو کہ
مصطلح اہل معقول ہے بلکہ وہ علم مراد ہے جس میں طمانیت نہ ہو اور ہم نے جو اس کا ترجمہ شک کیا ہے اس سے بھی
معنی اصطلاحی مراد نہیں بلکہ یہی معنی مراد ہیں اور علم سے علم تقلیدی مراد ہے فتنبہ ل۔

شرح شبیری

گفت پیغمبر کہ جاد فی السلف بالعطیم من یتقن بالخلف

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پہلے لوگوں میں عطا کرنے میں اوس نے سخاوت کی ہے جس نے عوف کا
یقین کر لیا۔ یعنی جس کو کہ جو دوزخ کا بدلہ یعنی جنت کا یقین ہو گیا اوس نے جان لیا کہ اگر میں عطا کروں گا تو اوسکے
بدلہ میں مجھے سچے نعمتیں ملین گی تو بس اوس نے خوب جو دوزخ کرم کیا۔

ہر کہ بیند مر عطا را صد عوف زود در باز عطا را زین غرض

یعنی جو شخص کہ عطا کے سو عوف دیکھ لیتا ہے وہ جلدی سے عطا کا دروازہ اس غرض کیلئے کھول دیتا ہے یعنی جسے
دیکھا کہ ایک دینے سے سولتے ہیں تو اوس نے فوراً دروازہ عطا کا کھول دیا کہ وہ اس نفع سے منتفع ہو سکے تو جو کہ
اس شخص نے یہی سمجھ لیا تھا کہ اگر میں مارا ہی گیا تو شہید ہو چکا اس لئے وہ جان دینے کو تیار ہو گیا تھا اور آگے ضم

قصہ پر چند اشعار مولانا فرما دیں گے جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان ساری باتوں سے احوط ہر راوی نہیں بلکہ جان دینے سے مراد مجاہدات و ریاضات کرنا ہے اور وہ طلسم راہ حق کی مشکلات ہیں اور وہ خزانہ جو اس طلسم میں تھا اس سے مراد خزانہ علم و معارف ہے تو اب تو مطلب بالکل ظاہر ہو گیا کہ اس نے دیکھا کہ مجاہدات و ریاضات کرنے سے بچہ فوائد میں بہنزلہ مجاہدات و ریاضات پر تیار ہو گیا اور ان مجاہدات و ریاضات میں اس نے بلاؤں کے آنے کی اور جان کے جمانے کی پرواہ نہ کی اور یہی وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے پرواہ نہیں ہے اب چونکہ بیان کیا ہے کہ جو عطا کرے عوض کو دیکھ لیتا ہے وہ بھر خوب عطا کرتا ہے تو آگے اس کی نظر اتر بیان فرماتے ہیں کہ

جملہ در بازار زان گشتند بند تا چو سودا فتاد مال خود و ہند

یعنی سارے لوگ بازار میں اسلئے بند ہوئے ہیں کہ جب نفع پڑے تو اپنا مال دیدیں۔
 زر در انبیا نہا نشستہ منتظر تا کہ سود آید بہ بذل و ایضاً
 یعنی روپیہ پیسہ تھیلپوں میں لٹکے ہوئے اور منتظر بیٹھے ہوئے ہیں تاکہ نفع آئے اور کوئی اصرار کرنے والا خرچ میں آوے مطلب یہ کہ دیکھو بازار میں تاجر اپنے مال کو اور صراف روپیہ پیسہ کو لئے بیٹھے ہیں کہ اگر ہر کوئی نفع ملے تو اپنا مال دیدیں تو دیکھو نفع ملنے پر اور عوض کے حاصل ہو جانے پر اپنا مال دیدینے کو تیار ہیں۔

چون بہ بیست کار در رنج بیش سرو گرد عشقش از کالای خویش

یعنی جب (تاجر) اسباب کو نفع میں زیادہ دیکھتا ہے تو اس کا عشق اپنے اسباب سے سرو ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جب اس نے دیکھا کہ اگر اس مال کو دیدیا تو اس کے بدل میں عوض زیادہ ملے گا تو اس کے دل میں حوال کی محبت تھی اب وہ جاتی رہی اور اپنے مال کو دیدینے کو تیار ہو گیا۔

مگرم زان ماندست با آن کوندید کالہائے خویش را رنج و مزید

یعنی اس اسباب کا شائق اسلئے ہے کہ اس نے اپنے اسباب کا نفع اور زیادہ ہونا نہیں دیکھا یعنی جس کو کہ خبر نہیں ہے کہ اس اسباب کے فیض سے یہ نفع ہوتا ہے وہ خود اس اسباب ہی پر عاشق اور اوی کا شائق بن چکا ہے۔

ہمچنین علم و ہنر ہائے و حروف چون ندید افزون از انہا در شرف

یعنی اسی طرح علم و ہنر اور پیشہ جب اور بین زیادتی کو نہ دیکھا شرف میں یعنی اسی طرح علم و ہنر میں کہ جب انسان اور بین کوئی زیادتی نہ دیکھے تو اونکو بھی شرف نہیں کرتا۔ اور جب اس میں زیادتی معلوم ہو جاتی ہے تو پھر شرف کو نہ تیار ہو جاتا ہے

تا بہ از جان نیست جان باشد عزیز چون بہ آمد نام جان شد چیز لیز

یعنی جب تک کہ جان سے بہتر نہیں ہے جان عزیز ہوتی ہے اور جب بہتر آیا تو جان کا نام ایک شے حقیر ہو گیا

مطلب یہ کہ جس وقت تک جان سے بہتر شے کوئی نہیں دیکھتا اس وقت تک جان محبوب ہے اور جب اس سے بہتر شے مل گئی اب جان کی قدر بھی جاتی رہی۔

لعبت مردہ بود جان طفل را تا نکشت اولد بزرگی طفل را

یعنی مردہ گوڑیا بچہ کی جان ہوتی ہے جب تک کہ وہ بزرگی میں بچہ کا جھننے والا نہ ہو۔ یعنی جب تک کہ انسان مائل نہیں ہوتا اس وقت تک تو گوڑیوں کو جو مردہ بہن محبوب سمجھتا ہے اور جب مائل بالغ ہوا اور خود اس کے بچے پیدا ہوں تو اب اس کو اہل مردہ گوڑیوں سے محبت نہیں رہی کیونکہ اب اس کو اس سے بہتر چیز خود اس کے بچے مل گئے۔

این تمکین وین تصور لعبت است تا تو طفلی پس بدانت حاجت است

یعنی یہ خیالات اور تصورات گوڑیاں ہیں جب تک کہ تو بچہ ہے تجھے ان کی حاجت ہے (ایکس)

چہون ز طفلی رست جان شد در وصال فارغ از حس است و تصور و خیال

یعنی جب طفلی سے چھوٹا اور جان وصال میں ہوتی تو اب جان حسن اور تصورات اور خیالات سے فارغ ہو گئے یعنی جب تم کو وصال ہی میسر ہوا اور تم کو قرب نصیب ہوا میں سے عقل و ہوش سب درست ہو گئے تو اب تم اہل حواس سے بھی چھوٹ گئے اور تم کو ان خیالات و فہم کی ضرورت نہ رہی آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست محرم تا بلویم بے نفاق تن زوم واللہ اعلم بالوفاق

یعنی کوئی محرم نہیں ہے تاکہ میں بے نفاق کے بیان کروں تو چپ رہتا ہوں واللہ اعلم بالوفاق مطلب یہ کہ کوئی ایسا محرم تو ہے نہیں جس سے صاف صاف بیان کروں اب تو صرف اشارات میں کہا جاتا ہے تو جب کوئی محرم نہیں ہے تو اب چپ رہتا ہی بہتر ہے اب یہاں مضمون وصال و اتحاد کو تو بند کر دیا آگے دوسرا مضمون ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

مال و تن برف اندر میزان فن حق خریدارش کہ اللہ اشتری

یعنی مال و تن برف ہیں فنا کے گرائے ہوئے خریدار اس کا حق ہے کہ اشتری مطلب یہ کہ مال و تن برف کی طرح فانی اور ہر وقت گھٹنے والے ہیں اور ان کا خریداری تعالیٰ ہے کہ ارشاد دے کہ ان اللہ اشتری من المؤمنین النفسهم و اموالهم بان لا ہو الجنة۔

برفہزاران از من او لیستت کہ توئی در شک یقینہ نیستت

یعنی برف قیمت سے تجھے اس لئے بہتر ہے کہ تو شک میں ہے اور تجھے یقین نہیں ہے مطلب یہ کہ توجہ دنیا کے مال و اسباب پر جو ذاتی ہیں تبکہ رہا ہے اور اس کی جو قیمت حق تعالیٰ نے توجہ فرمائی ہے یعنی جنت اس سے

توان کو بہتر سمجھتا ہے تو وجہ اسکی یہ ہے کہ جبکہ وہ بھی درجہ یقین حاصل نہیں ہوا تو ابھی تک شک میں ہے اگر یقین ہو جاتا تو ضرور وہ اس فانی شے کو ترک کرتا اور اس بات کو حاصل کرتا۔

وین عجب ظن سے دور تو لے ہیں کہ نمی پر دبستان یقین
یعنی اور تیرے اندر اسے ذلیل یہ عجیب ظن ہے جو کہ بستان یقین تک اُٹا تو ایسی نہیں یعنی عجب ظن ہے کہ جو اس کے بعد یقین حاصل ہی نہیں ہوتا ورنہ

ہر گمان تشہد یقین سست امی پسیر می زند اندر تر اند ہال و ہیر
یعنی اے صاحبزادہ ہر گمان یقین کا طالب ہے اور زیادتی ہال و ہیرا تلبہ یعنی ہر گمان ترقی کر کے یقین تک پہنچنا چاہتا ہے
چون رسد و علم پس بر پا شود مر یقین را علم او پویا شود
یعنی جب (وہ شک) علم میں پہنچ جاتا ہے تو استوار ہو جاتا ہے اور یقین کیلئے اس کا علم دوڑنے والا ہوتا ہے
یعنی اول شک ہوتا ہے وہ شک ترقی کر کے علم تک پہنچ جاتا ہے پھر وہ علم جگہ اور دور کر یقین تک پہنچا دیتا ہے مگر تعجب ہے کہ تمہارا شک نہ علم بنتا ہے نہ یقین ورنہ ترتیب یہی ہے۔

زانکہ ہست اندر طریق مفتن علم کمتر از یقین و فوق ظن
یعنی اسلئے کہ طریق تمنح میں علم یقین سے کم ہے اور ظن سے اوپر ہے۔

علم جو یائے یقین باشد بدان وان یقین جو یائے دیدست و عیان
یعنی علم تو طالب یقین کا ہوتا ہے جان لو اور وہ یقین طالب دید کا اور معائنہ کا ہوتا ہے مطلب یہ کہ تمام میں یہی قاعدہ اور یہی ترتیب ہے لیکن ہم ہمیشہ سے شک ہی میں ہو تمہارا یہ شک ختم ہی نہیں ہوتا تو علم بنتا ہے اور نہ یقین آگے اس ترتیب کی ایک دلیل قرآن شریف سے لاتے ہیں کہ

اندر الہکم بچوا این را کنون از پس کلا پس لو تعلمون
یعنی الہکم میں اب تم اس کو ڈھونڈ لو کلا کے پیچھے اور پیچھے لو تعلمون کے (از پس کلا سے مراد کلا
سو ف تعلمون ثم کلا سو ف تعلمون ہے اور پس لو تعلمون سے مراد کلا لو تعلمون علم الیقین
ہے) مطلب یہ ہے کہ الہکم الیکما ثمر میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم لوگ جو دنیا میں شک میں پڑے ہوئے
ہو تو تم ضرور جان لو گے اور پھر ضرور جان لو گے (یہ ترجمہ ہے کلا سو ف تعلمون الخ کا) تو اسلئے تو علم ثابت ہوا کہ تم کو
بدیہت و خیرہ میں شک ہے ان سب کا علم ہو جاوے گا آگے فرماتے ہیں کلا لو تعلمون علم الیقین اس سے
بعد علم کے یقین معلوم ہوتا ہے کہ بعد شک کے تم کو علم ہو گا اور اسکے بعد یقین ہو جاوے گا تو شک کے بعد علم اور علم کے بعد یقین تو
ثابت ہو گیا اب صرف یقین کے بعد معائنہ کا ثبوت راوہ بھی سورۃ میں مذکور ہے جس کو شعر ذیل میں بیان فرماتے ہیں کہ

کی کشیدارش بنیش ای سلیم گر یقین بودے بدیدندے حسیم
یعنی اے عظیم یقین رویت کی طرف کھینچتا ہے کہ اگر یقین ہوتا تو حسیم کو دیکھ لیتے۔ اگر یقین بودے بدیدندے حسیم ترجمہ ہے
لترون الخ بعد ثم لترون لھا عین الیقین کا مطلب یہ کہ پھر وہ یقین رویت کی طرف لچکا تا ہے اور اس کے بعد
معائنہ رویت ہو جاتی ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ ارشاد ہے کہ لترون الخ حسیم الخ یعنی اس یقین کے بعد جو حاصل
ہوا ہے رویت و معائنہ حاصل ہوگا۔ پس قرآن شریف سے ثابت ہو گیا کہ ترتیب ای طرح ہے کہ اول شک ہوتا ہے
پھر علم ہوتا ہے پھر یقین پھر معائنہ و مشاہدہ ہوتا ہے لیکن فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ تم لوگ ابھی تک شک ہی میں
پڑے ہوئے ہو تم عروج کر کے ان مراتب تک پہنچتے ہی نہیں ہو بلکہ شک ہی میں ٹپ ہو کے ہو حالانکہ۔

دیدہ زاید از یقین بے امتہال آنچنان کہ ظن ہی زاید خیال
یعنی یقین سے تو مشاہدہ بے ہمت کے پیدا ہوتا ہے جسے کظن سے خیال پیدا ہوتا ہے (خیال سے مراد علم تقلیدی ہے)
مطلب یہ کہ جس طرح کہ ظن و شک سے علم تقلیدی پیدا ہو جاتا ہے اور ظن کے بعد علم تقلیدی حاصل ہو جاتا ہے
ای طرح یقین سے مشاہدہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اندر الہکم بیان امین بہ بین کہ شود علم الیقین عین الیقین
یعنی اس کا بیان الہکم میں دیکھو کہ علم الیقین عین الیقین ہو جاتا ہے (جیسا کہ ابھی اوپر معلوم ہوا کہ یقین کے
بعد مشاہدہ حاصل ہوتا ہے آگے وہ یہاں کہہ رہا ہے کہ۔

شرح حیدری

وزلا مت برخی گرد سرم
چشم روشن گشتم و بینائی او
یا نہ کر زانم نہ کور انہ روم
بادل من گفت صد چندانش کرد
وانچہ ازوے زکسن نسیرین بخورد
انچہ خاکي یافت زو نقش چگل
چہرہ را گملگونہ و گلزار ساخت
ونکہ کان را داد ز زر جعفری
غمزہا کے چشم تیر انداز شد

از گمان و از یقین بالاترم
چون دہانم خورد از حلوئے او
یا نہم گستاخ چون حسانہ روم
انچہ گل را گفت حق خندانش کرد
انچہ زوہر سرود قدش راست کرد
انچہ نے را کرد شیرین جان و دل
انچہ ابر و را چنان طرار ساخت
مرزبان را داد صداف سوگری
چون در زرا و خانہ باز شد

عاشق شکر و شکر خائیش کرد
عقل و جان جانداریکہ جان دوست
نیست در آتش کشتی ام اضطراب
چون نباشم سخت رو پشت من دوست
سخت رو باشد نیم اورانہ شرم
گشت رویشش خصم سوز و پودہ در

بر دم ز تیر و سودائیش کرد
عاشق آنم کہ بر آن آن دوست
من نہ لافم و بلا فم بجو آب
چون بد زوم چون حفیظ مخزن دوست
ہر کہ از خورشید باشد پشت گرم
بجو روئے آفتاب بے حذر

اب مولانا سقراط عاشق کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اوسے کہا کہ جب مجھے حق سبحانہ اپنی طرف بلاتے ہیں اور میری جان کا ہزار گونہ بہتر بلادیتے ہیں تو میں کیسے دل نہ ہوں کیونکہ میں تمہاری طرح شبہ میں نہیں پڑا ہوں بلکہ میں تو علم الیقین سے بھی آگے بڑھ گیا ہوں اور تمام مشاہدہ مکسب ہو چکا ہوں پس زمین تمہاری بات مان سکتا ہوں اور نہ میرا خیال تمہاری ملاست سے بدل سکتا ہے چونکہ میں اوس کی شیرینی وصال کھا چکا ہوں لہذا میری چشم بصیرت روشن ہو گئی ہے اور میں اوس کو پہچان گیا ہوں اور معرفت کدیش حقیقت میں وہ چیز ہے جو ان تمام ہر اسون کو دور کر دیتی ہے جن کا منشا وہم ہے۔ چنانچہ جب میں اپنے گھر جاتا ہوں تو چونکہ میں اوس سے واقف ہوتا ہوں لہذا بے خطر گھس جاتا ہوں نہ میرے پاؤں میں لغزش ہوتی ہے اور نہ اندھون کی طرح ٹوٹتا چلتا ہوں ایسی حالت میں مجھے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے میں اوس عنایات کو بیان نہیں کر سکتا جو حق سبحانہ نے مجھ پر مہذول فرمائی ہیں چنانچہ جو بات کہ حق سبحانہ نے گل سے کہی ہے جس سے وہ منس پڑا اسی قسم کی بات میرے دل سے کہی تو اوس کو پھول سے سیکڑوں درجہ زیادہ شگفتہ کر دیا اور جس چیز کو مار کر اوس نے سرو کے قد کو سیدھا کیا ہے اور جو کچھ زکس و نسیم بن کھا کر تروتازہ ہوئیں۔ اور جس چیز نے کہ گئے کے جان و دل کو شیریں کیا اور جس سے کہ خاک کو صورت حسن عنایت ہوئی اور جس نے کہ ابرو کو اس قدر دلربا بنایا اور چہرہ کو گلگونہ اور گلنار بنایا اور زبان کو بیکڑوں طرح کے سحر بیانی عطا کیا اور جس نے کہ کان کو زرخا ص عطا کیا اور ہونے جو آثار محمودہ میرے اندر پیدا کئے اور کونو میں کیا ہی بیان کر سکتا ہوں لہذا خاموشی ہی بہتر ہے مجھلا اتنا سنو کہ جب سلاح خانہ کا دروازہ کھلا اور غزوات جنتیم نے تیر اندازی شروع کی تو میرے دل پر تیر مارا اور مجھے اوس کا دیوانہ بنا دیا اور اوس کی شیریں می اور شیریں بیانی کا عاشق کر دیا۔ پس میں تو اوس پر عاشق ہوں کہ جملہ کمالات اوس کے لئے حاصل ہیں اور عقل و جان و جوار مقدس کمالات رکھتی ہیں او کی ایک جنبش لب (حکم کن) سے زندہ ہیں میں شیخی نہیں مارتا شیخی اگر ماروں تو میری شیخی بیجا نہیں بلکہ وہ ایسی ہے جیسے کہ پانے کے آگ کو بجھا دینے کے متعلق شیخی۔ پس جس طرح اوس کی شیخی صحیح ہے وہی میری شیخی بھی واقعی ہے میرا خزانہ کلام تو اوس کے قبضہ میں ہے پس میں اس خزانہ سے چر اگر غلط باتیں اپنی بابت

کیسے بیان کر سکتا ہوں (یعنی حق سبحانہ چونکہ مجھے جھوٹ سے بچانے میں اسلئے میں جھوٹ نہیں بول سکتا ہذا ہوا مالاد
والا طسفت الی ما قال المحشون) اور میں سچ بات کہنے میں دلیر کیوں نہ ہوں کیونکہ حق سبحانہ میرے مددگار ہیں قائل
ہے کہ جسکا معاوان آفتاب ہو وہ دلیر ہوگا کہ کسی سے ڈرے گا اور نہ شرم کرے گیچا کیونکہ اس کی تصدیق کے لئے
آفتاب موجود ہے لہذا آفتاب کے بخوف چہرہ کے موافق اسکا چہرہ بھی خضم سوزا ور پردہ در ہوگا۔ پس جبکہ
آفتاب حقیقی میرا معاوان ہے تو میرے لئے شرطائے یاد کرنے کی کونسی وجہ ہے۔ جو بات ہے صاف صاف کہتا
ہوں جس کو شک ہو آزمائے۔

شرح شیری

از یقین و از گمان بالاتریم وز ملامت بر نخی گرد دسرم
یعنی یقین اور گمان سے میں بالاتر ہوں اور ملامت کی وجہ سے میرا سر نہیں بچتا یعنی وہ کہتا ہے کہ میں
صاحب حال ہوں میرے ساتھ یہ ترتیب نہیں ہے کہ اول شک ہو پھر علم ہو پھر یقین وغیرہ بلکہ میں صاحب
حال ہوں مجھے عوض کا یقین ہے کہ میں اگر جان دے گا تو مجھے ضرور اس سے بہتر عوض ملے گا لہذا اب اس میں کوئی
شک ڈالنے والا شک نہیں ڈال سکتا۔

چون دہاتم خورد از حلائے او چشم روشن گشتم و بینائے او
یعنی جبکہ میرے منہ نے اس کے حلوے سے کھایا ہے تو میں چشم روشن ہو گیا ہوں اور اس کا بینا ہو گیا ہوں
مطلب یہ کہ چونکہ میں چاشنی وصل چکھ چکا ہوں لہذا اب میری آنکھ کھل گئی ہے مجھے ہرگز شک نہیں ہو سکتا۔
پانہم گستاخ چون خانہ روم پانہم لرزائیم نہ کورانہ روم
یعنی میں نے تکلف چلتا ہوں جبکہ گھر جاتا ہوں نہ تو یاؤن کو لرزاتا ہوں نہ اندر ہوئی طرح جاتا ہوں یعنی دیکھو
مجھے گھر جانے میں چونکہ کوئی شک وغیرہ نہیں ہوتا بلکہ یقین ہوتا ہے اسلئے میں نے تکلف چلا جاتا ہوں تو اس طرح
چونکہ مجھے اس میں بھی یقین ہے کہ مجھے عوض اس جان سے بہتر ملے گا لہذا میں اس میں بھی بیباک ہوں مجھے کچھ خوف نہیں ہے
انچ گل را گفت حق خندانش کرد بردل من گفت صد چندانش کرد
یعنی جو کچھ کہ حق تعالیٰ نے گل کو کہا اور اس کو خندان کر دیا میرے دلپر وہی کہا اور سو چنداؤں کا کر دیا یعنی حق تعالیٰ
نے جو تجلی کر گل پر کی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ خندان ہے وہی تجلی حق تعالیٰ نے مجھ پر کی ہے کہ جس کی وجہ سے
میں بے فکر اور بیباک ہو گیا ہوں اور جان دینے کو تیار ہوں۔

انچہ ز دبر سر و قدش راست کرد وانچہ ازوے نرس و نسرین بخورد

یعنی جو شے کہ سر پر ہادی اور اسکے تذکرہ راست کر دیا اور جسے کہ اس سے زکس و سرین نے کھائی۔
 انچہ نے لا کر دیشیرین جان و دل و انچہ خاک کی یافت زو نقش چگل
 یعنی جس شے نے کہ نئے کاجان دل شیرین کر دیا اور جس شے سے کہ خاک نے نقش چگل پایا۔ یعنی انسان
 نے جو کہ خاک ہے جس و جمال پایا۔

انچہ ابر و را چنان طرا ساخت چہرہ را گلگونہ و گلنار ساخت
 یعنی جس شے نے کہ ابر و کوا یا طرا بنا دیا اور چہرہ کو گلگونہ اور گلنار کر دیا۔

مر زبان را دوصد افسونگرے وان کہ کان را داد زر جعفری
 یعنی زبان کو اس نے سو افسونگری دین اور وہ کہ جس نے معدن کو خالص سونا دیا (زر جعفری خالص سونے
 کو کہتے ہیں اس لئے کہ مشہور ہے کہ جعفر بن محمد نے حکم دیا تھا کہ سونے کو خالص کر کے پھر سکہ لگایا جائے اور
 آنچہ زبرد سوسے اس شعر تک سب مبتدا ہیں جن کی خبر بین محدود ہیں) مطلب یہ کہ جس نے کان چنید و کو ایسا ایسا
 بنا دیا وہی نے مجھے بہت اور یہ قوت عطا فرمائی ہے اور وہی نے مجھے ایسا یقین کامل عطا فرمایا ہے اگے کہتے ہیں کہ

چون در زرا و خانہ باز شد غم زبائے چشم تیر انداز شد
 یعنی جبکہ صلاح خانہ کا دروازہ کھلا تو غم زبائے چشم تیر انداز ہوئے۔

بر دلم زد تیر و سودا پیش کرد عاشق شکر و شکر خائیش کرد
 یعنی میرے دل پر تیر مارا اور سودا سوراخی کر دیا اور عاشق شکر اور شکر خانی کا اس کو کر دیا یعنی جب اس کے عشق
 نے مجھ پر اثر کیا اور میرے دل کو اپنا سودا بنالیا اور ان امور کا میں عاشق ہو گیا۔ اور کہتا ہے کہ

عاشق آتم کہ ہر آن آہن اوست عقل و جان جاندار یک مرجان اوست
 یعنی میں اس کا عاشق ہوں کیونکہ ہر چیز اوس کی ملک ہے عقل و جان و جان جاندار ایک مرجان اوست
 یہ کہ عقل و جان جو بھی ہیں سب کو اوس سے جان حاصل ہوتی ہے اور اوس کی لب سے ان کی جان ہے کہ
 اوس ہی سے ان کو جان حاصل ہوئی ہے اور کہتا ہے کہ

من نہ لافسم و ر بلا فم ہجو آب نیست در آتش کشی ام منطراب
 یعنی میں شیخی نہیں کرتا اور اگر پانی کی طرح شیخی کروں تو میری آتش کشی میں کوئی شک نہیں ہے مطلب یہ کہ اوس نے
 کہا کہ میں جو باتیں کر رہا ہوں یہ شیخی ہے نہیں ہیں اور اگر شیخی کروں بھی تو میری شیخی بھی بجا اور درست ہوگی جیسے
 کہ پانی اگر گروہ شیخی کرے کہ میں آتش کش ہوں تو اس کی شیخی بجا ہے اس لئے کہ وہ ایسا ہے تو اسی طرح میں
 اگر کہوں بھی تو بجا ہے اس لئے کہ میں ایسا ہوں۔

چون بد زوم چون تحفیظ مخزن اوست چون نہا شمع سخت رو پشت من اوست
یعنی میں پوشیدہ کیوں کروں جب کہ خزانہ کا محافظ وہ ہے اور میں دلیر کیوں نہ ہوں میری پناہ تو وہ ہے مطلب
یہ کہ وہ کہتا ہے کہ ان اسرار کے پوشیدہ کرنے کی مجھے کیا ضرورت ہے اسلئے کہ محافظ تو حق تعالیٰ ہیں پھر اگر کسی کو
معلوم بھی ہو گیا تب ہی کوئی چڑا نہیں سکتا اور جب میری پشت و پناہ وہ ہے پھر اگر میں دلیر ہوں اور بیاد کا
گفتگو کروں تو کیا حرج ہے۔

ہر کر از خورشید باشد پشت گرم سخت رو باشد نہ بیم اورانہ شرم
یعنی جو شخص کہ خورشید سے پشت گرم ہو تو وہ دلیر ہو گا نہ اس کو خوف ہو گا نہ شرم ہو گی مطلب یہ کہ جس کی پشت
و پناہ خورشید ہو اس کو پھر کیا شرم ہو گی اور کیا حجاب ہو گا وہ تو اپنا چہرہ سب کے آگے رکھے گا اسلئے کہ وہ
جانتا ہے کہ میرے اندر سے کوئی کچھ کم کر ہی نہیں سکتا۔

بہجہ روئے آفتاب بے حذر گشت رویش خشم سوز و پردہ در
یعنی مثل روئے آفتاب کے بے کھٹکے اس کا چہرہ خشم سوز اور پردہ در ہو گیا۔ یعنی جس کو کہ آفتاب سے حرارت
اور روشنی پہنچ رہی ہو وہ تو آفتاب ہی کی طرح بیدار اور بخون ہو گا اس سے کس کی پردہ ہو گی وہ اپنے
جمال کو اپنے نور کو اپنی روشنی کو خوب ظاہر کرے گا۔ تو اسی طرح چونکہ میرا پشت پناہ خدا ہے اس لئے میں
بھی بے باک ہوں اور کہتا ہے کہ۔

شرح حبیبی

ہر ہمیر سخت رو بہ در جہان	ایک سوارہ کو فت ہمیش شہان
رو نگر دایند از ترس و غے	ایک تنہا تنہا بزد بر عالمے
سنگ باشد سخت رو و چشم شوخ	اونہ ترس از جہان پر کلوخ
کان کلوخ از خشت زن یک لخت شد	سنگ از صنع خداے سخت شد
گو سفند ان گمرون انداز حساب	ز انبریشان کے بترش آلفصا ب
کلمہ راع نبی چون راعی ست	خلق مانند رمہ اوساعی ست
از رمہ چوپان نترسد در نبرد	لیک شان حافظ بودا گرم و سرد
گر زند باغے ز قہر او بر رمہ	دان زہر ست آنگہ دار دبر ہمہ

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ ہر ہمیر جو دنیا میں آیا ہے وہی من اللہ تھا اسی لئے وہ اس قدر

جبری تھا کہ اکیلے نے بادشاہ کو بے لشکر پر حملہ کیا اور جو خوف یا جو غم اوس کے سامنے آیا کبھی اوس سے منہ نہیں موڑا اور اکیلے نے تمام عالم پر حملہ کیا کیونکہ وہ خود تو پتھر کی مثل جبری اور نڈر ہے جو کہ عالم بھر کے ڈھیلوں سے نہیں ڈرتا مگر یہ کہ جو پہلے میں جو قوت اور گھٹاؤ آیا ہے وہ دشمن پانچھنے والے کی طرف سے اور پتھر کی سختی خدا اوسے علی ہذا عالم بھر میں جو جرأت ہے وہ نفس و شیطان کی طرف سے ہے اور نبی میں جو جرأت ہے وہ خدا کی طرف سے پھر نبی اُسے کو نکر ڈر سکتا ہے یا یونہی سمجھ کر نبی تعالیٰ کی مثل ہے اور عالم کلہ گو سفندان کی مانند پس اگر بھیڑ بکریاں بے انتہا بھی ہوں تو قصائی تو اونکی کثرت سے ہمیں ڈر تا پس نبی عالم سے کہو نکر ڈر سکتا ہے جو نکر نبی اور اہل عالم کے نسبت کا ذکر آگیا ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اونکی اصلی نسبت بیان کر دی جاوے تاکہ وہ شبہ دفع ہو جائے جو کہ اونکی عارضی نسبت سے پیدا ہو گیا ہے کہ نبی مخلوق کو فنا کرنے کیلئے آتا ہے سو سونو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کلکم راع اس بنا پر نبی بالاولیٰ اپنی امت کا راع ہو گا اور مخلوق اوسکے لئے بمنزلہ کلہ گو سفندان کے ہو گی اور وہ اون کی بہبودی میں کو شان ہو گا پس اصلی تعلق نبی اور امت کا یہ ہے اور تعالیٰ تو وہ اوس وقت بنتا ہے جبکہ بکریاں سرکش کی کرتی ہیں اور کسی طرح نہیں مانتیں اور دوسرے بکریوں کو اون سے ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس نسبت سے بھی معلوم ہو گیا کہ نبی امت سے نہیں ڈر سکتا کیونکہ جیروا ہلکے سے نہیں ڈرتا بلکہ گرمی و سردی سے اونکی حفاظت کرتا ہے پس نبی بھی ان سے ڈرے گا بلکہ اونکا محافظ ہو گا اوس کی ظاہری سختی سے کم اوس کی بے ہری کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ چرواہا اگر کبھی کلہ گو غصہ سے ڈانٹتا ہے تو اوس کا منشاء وہ شفقت ہوتی ہے جو کہ اوس کو سب پر ہے۔

شرح شبیری

ہر پیمبر سخت رو بد در جہان یک سوارہ کو فت بر حبش شہان
یعنی جہان میں ہر پیمبر دلیر ہوا ہے کہ تنہا بادشاہوں کے لشکر پر حملہ کیا ہے۔

رو نکر دانید از خرس و غنی یک تنہا تنہا بزد بر عالی
یعنی خوف و غم کی وجہ سے منہ نہیں پھیرا اکیلے نے تنہا ایک عالم پر حملہ کیا (یہ صرن اسی لئے کہ اونکی پشت پناہ اور اون کا مددگار خدا تھا) آگے پیغمبروں کے دلیر ہونے کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

سنگ باشد سخت رو و چشم شوخ اونتر سدا ز جہان پر کلوخ
یعنی پتھر دلیر اور شوخ چشم ہوتا ہے تو وہ ڈھیلے بھرے ہوئے جہان سے ڈرتا نہیں یعنی اگر سارا جہان ڈھیلوں سے بھر جائے تو پتھر کو مطلق پرواہ نہ ہو گی وہ بالکل بے فکر ہو گا کیونکہ۔

کان کلوخ ازخشت زن یک لخت شد سنگ از صنم حنلے سخت شد
یعنی کوئکہ وہ ڈھیلو تو کہہا سے ایک جسم ہوا ہے اور پیہر خدا کے بنانے سے سخت ہوا ہے۔ (لہذا پیہر کے اندر قوت ہے اور ڈھیلے کے اندر قوت نہیں ہے تو پیہر ڈھیلوں سے ڈرتا نہیں ہے اسی طرح چونکہ انبیاء اولیا کو پناہ حق ہوتی ہے اسلئے وہ بھی دلیر ہوتے ہیں اور کسی سے ڈرتے نہیں ہیں) آگے دوسری مثال ہے کہ۔

گو سفندان گو بر واک ملاز حساب ز انبیسے شان کے بترسد آلفقصاب
یعنی بکریان اگرچہ حساب سے باہر ہیں (مگر) اون کی زیادتی سے نقابی کب ڈرتا ہے۔ (تو اسی طرح اگرچہ مخالفین سجدتھے مگر حضرات انبیاء علیہم السلام اون کی زیادتی سے کب خون کرتے تھے)
کلکم رابع نبی چون راعی است خلق مانند رومہ اوساعی است

یعنی سامے کے سامے تم راعی ہو اور نبی جب راعی ہے اور خلق مانند گلہ کے ہے اور وہ سامعی ہے مطلب یہ کہ دیکھو اول تو تم سب بھی راعی ہو اور نبی تو راعی ہیں ہی اور دیگر مخلوق اون کے سامنے مثل گلہ بکریوں کے ہے تو بھلا کہیں چرواہا بھی بکریوں سے ڈرتا ہے آگے خود ہی فرماتے ہیں کہ

از رومہ چو پان نترسد در نبرد لیک شان حافظ بود از گرم و سرد

یعنی گلے سے چرواہا مقابلہ میں ڈرتا نہیں ہے لیکن اون کا گرم و سرد سے محافظ ہوتا ہے۔

گر زند با ننگ ز قہر او بر رومہ آل ز مہرست آنکہ داورد بر رومہ

یعنی اگر وہ غصہ سے ننگ پر کوئی آواز دے تو وہ اوس محبت کی وجہ سے ہے جو کہ سب پر رکھتا ہے مطلب یہ کہ یہ حضرات اگر بظاہر سختی ہی کرتے ہیں تو وہ فی الحقیقت سختی نہیں ہوتی۔ بلکہ اصل میں وہ محض محبت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ اون کو شفقت ہوتی ہے کہ یہ لوگ کہیں ہلاک نہ ہوں اس کی ایسی مثال سمجھو کہ جیسے بکریوں والا بکریوں کو کھیت وغیرہ سے ہٹاتا ہے اور اگر نہیں ہٹاتیں تو ڈنڈا رسید کرتا ہے تو اوس کا بارنا صرف اسلئے ہے کہ کہیں کھیت والا انکو جان ہی سے نہ مار ڈالے ورنہ اوس کو بکریوں سے کوئی خوف وغیرہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ تو اوسکا نگہبان ہوتا ہے اوس کا مارنا ہی محبت پر دلالت کرتا ہے آگے کہتا ہے کہ۔

شرح حبیبی

ہر زمان گوید بگو شمش بخت نو	گر ترا غمگین کنسم غمگین مشو
من ترا غمگین و گریان زان کنم	تا کت از چشم بدان پیمان کنم
تلخ گردانم ز غمنا خوئے تو	تا بگردو چشم بد از روئے تو

نے توصیادی نہ جو پائے منی
 حیلہ اندیشی کہ در من در رسی
 چارہ نے جوید پئے من درد تو
 من تو انم ہم کہ بے این انتظار
 تا ازین گرداب دوران وارہی
 لیک شیرینی و لذات مقر
 ہرچ آسان یا فنی آسان درسی
 آنکہ از شہر و زخویشان بر خوری
 در بلا ہار و مگردان اے جوان

بندہ و افکنندہ را کے منی
 در فراقی و جستن من بیکسی
 می شنودم دوش آہ سرد تو
 رہ دہم بنمایمت راہ گزار
 بر سر گنج وصالم پاہی
 ہست بر اندازہ رنج سفر
 درد مشکل یاب را بر جان ہنی
 کز غریبی رنج و محنتہا بری
 بشنوائین نشیل و قدر خود بدان

مضمون استطاردی کو ختم کر کے پھر مولانا مقولہ عاشق یعنی جہان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اوسنے کہا کہ میں مصائب کے مقابلہ میں سخت اور جبری کیون نہ ہوں جبکہ خدا میرا مددگار ہے نیز وہ ہر وقت میری نمی خوش نصیبی کے سبب مجھ سے کہتا ہے کہ میں اگر تجھے کسی تکلیف میں مبتلا کر کے غمگین کروں تو تو غمگین نہ ہونا کیونکہ میں تجھے اسلئے غمگین کرتا ہوں کہ تجھے نظر بد سے محفوظ رکھوں میں تیری طبیعت کو غموں سے مکر کرتا ہوں اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ تجھے نظر نہ لگے اچھا بتا کیما تو میرا طالب اور میرا خواستگار نہیں ہے اور میرا مطیع اور میری رائے کا تسلیم کرنے والا نہیں ہے جبکہ تو ایسا ہے تو تجھے میری رضا پر راہنی رہنا چاہئے اور میری رضایہ ہے کہ تو فراخ حوصلگی سے مصائب کے سامنے سینہ سپر رہے پس تجھے ایسا کرنا چاہئے میں جانتا ہوں کہ تو میرا قرب چاہتا ہے اور میری جدائی اور میری طلب میں تیری حالت زار ہے اور تیری تکلیف میرے قرب کے لئے تدبیر کی طالب ہے اور میں جانتا ہوں کہ تو سخت تکلیف میں ہے چنانچہ میں کل تیری اوس آہ سرد کو سن رہا تھا جو تو میری جدائی میں کرتا تھا اور میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ بدولن انتظار کے تیرے لئے وصال کی سبیل پیدا کر دوں اور تجھے اس تکلیف سے گذر جانیکا رستہ دکھلا دوں تاکہ تو اس گردش کے بھڑوسے نکل کر میرے خزانہ وصال تک پہنچ جائے مگر میں اسلئے نہیں کرتا کہ اوس وقت تجھے اس میں زیادہ لطف آئیگا کیونکہ منزل مقصود کی لذتیں سفر کی مصیبتوں کے اندازہ کے موافق ہوتی ہیں جس قدر سفر میں کلفت ہوتی ہے اسی قدر منزل پر پہنچ کر راحت ہوتی ہے نیز بے مشقت ملجانے میں تم کو اس کی قدر نہ ہوگی کیونکہ جو چیز آسانی سے ملتی ہے اوس کے کھودینے میں دلچسپی نہیں ہوتا۔ اور جو چیز مشکل سے ملتی ہے اوس کا تم کو جان و دل سے درد ہوتا ہے نیز دیکھو تم اسی وقت اپنے شہر اور اپنے عزیزوں کی ملاقات سے مستعنت ہوتے ہو جبکہ مسافرت کی تکالیف اٹھاؤ پس معلوم ہوا کہ تکالیف کی ضرورت ہے اور ان سے تم کو نڈھال مٹانا

چاہیے چونکہ مجھ کو یہ ہدایت ہے اسلئے میں تکالیف کا جرأت کے ساتھ مقابلہ کرنا ہوں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ لے
مخاطب جب مجھ کو بلاؤں کی حقیقت معلوم ہو گئی تو تجھے ان سے منہ نہ موڑنا چاہئے اچھا اب ایک مثال سن
اور اوس سے اپنی حقیقت جان۔

شرح شبیری

ہر زمان گوید بگو ششم بخت نو گر ترا غمگین کنم غمگین مشو
یعنی میرے کان میں ہر وقت بخت نو کہہ رہا ہے کہ اگر میں تجھے غمگین (بھی) کروں تو (بھی) تو غمگین مت
ہو۔ یعنی اگر بظاہر اوس طرف سے کوئی بات ناگوار بھی پیش آجائے تو بھی اوس سے رنجیدہ نہ ہونا چاہیے اسلئے
کہ اوس کے اندر لاکھوں مصالح ہوتے ہیں آگے اس ظاہری غم دینے کی مصلحت بتاتے ہیں کہ۔
من ترا غمگین و گریان زان کنم تاکت از چشم بدان پنہان کنم
یعنی میں تجھ کو غمگین اور گریان اسلئے کرتا ہوں کہ تجھے بدوں کی آنکھ سے پوشیدہ کروں۔ یعنی وہ فرماتے
ہیں کہ میں جو تم کو مصیبت میں رکھتا ہوں اور غم دیتا ہوں تو یہ اسلئے تاکہ تم برے لوگوں کی نظر بد سے محفوظ
رہو۔ میں تم کو نظر بد سے بچانے کے لئے اس طرح رکھتا ہوں اور فرماتے ہیں کہ۔

تلخ گر دائم ز غم باخوئے تو تا بگر در چشم ہزار روئے تو
یعنی میں غموں سے تیری عادت کو تلخ رکھتا ہوں تاکہ چشم بد تیرے رو سے پھر جائے یعنی تاکہ تم کو نظر بد
لگے اسلئے میں تم کو غموں میں مبتلا رکھتا ہوں۔

لے تو صیاد می نہ جو یاکے منی بندہ و افکندہ رائے منی
یعنی نہ تو صیاد ہے اور نہ میر (جو یا ہے) بلکہ (غلام اور میری رائے کا ڈالا ہوا ہے) مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ
تیرے اندر خود کوئی قابلیت نہیں ہے یہ سب ہمارا عطیہ ہے کہ ہم تجھے عطا کر رہے ہیں۔ ورنہ تو کیا تو طالب
بننا اور کیا صیاد ہوتا۔ بلکہ تیری تو یہ حالت ہے کہ

حیلہ اندیشی کہ در من درسی در فراق و حستن من بیکی
یعنی تو حیلہ سوچتا ہے کہ میرے اندر پہونچے میرے فراق اور طلب میں تو بے کس ہے یعنی تو تو نہ میر وصال
کہتا ہے مگر وصال اور فراق تیرے قبضہ میں نہیں ہے بلکہ اس میں اگر ہمارا مدد نہ ہو اور ہمارے طرف سے
کوشش نہ ہو اوس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ

چارہ میجو بد پئے من درد تو می شنودم دوش آہ سرد تو

یعنی تیر اور دیر سے لئے چارہ ڈھونڈتا ہے اور کل میں تیری آہ سرد کو سن رہا تھا یعنی ہوتا تو ہے سب
ہماری جذب اور کشش ہی سے لیکن وہ کشش پیدا ہوتی ہے تیری طلب سے تو تیرا درد جو ہم کو طلب کر رہا
تھا اور ہم تیری آہ سرد کو سن رہے تھے تو ہم نے اپنی طرف جذب کر لیا ورنہ طالب خود داخل نہیں ہو سکتا
اب یہاں ایک سوال پیدا ہوا کہ جب آپ ہی کے قبضہ میں وصول ہے تو پھر اس بھٹکانے سے کیا فائدہ
ایک دفعہ ہی اپنے پاس کیوں نہیں بلا لیتے اور وصول ایک دفعہ ہی کیوں حاصل نہیں ہو جاتا آگے اسکا جواب یہ ہے کہ
من تو انہم ہم کہ بے این انتظار رہ رہ ہم نہایت راہ گزار
یعنی میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ بغیر اس انتظار کے میں راہ دیدوں اور رہ گزار تم کو دکھلا دوں۔

تا ازین گمراہ دوران واری بر سر گنج وصالم پائی

یعنی یہاں تک کہ اس گمراہ دوران سے تو چھوٹ جاوے اور میرے وصال کے خزانہ پر پاؤں رکھے
یعنی فرماتے ہیں کہ یہ بھی ممکن تھا کہ تم کو بھی کھڑا نہ پڑتا اور وصول حاصل ہو جاتا مگر انتظار میں یہ مصلحت تھی کہ۔
لیک شیرینی و لذات مختصر ہمت بر اندازہ رنج سفر

یعنی لیکن قیام گاہ کی شیرینی اور لذات رنج و سفر کے موافق ہیں مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ اگر طویل برداشت
سفر ہوگا اوس کے بعد قیام ہوگا تو اوس قیام میں زیادہ لطف اور راحت اور آسائش ہوگی اور اگر سفر
مختصر اور کوتاہی تکلیف بھی نہ ہوئی تو اوس کے بعد قیام کا لطف نہ ہوگا اس لئے کہ جیسا سفر ویسا حضر تو فرماتے
ہیں کہ تم تم کو انتظار میں اور مشکوٰۃ میں اس وجہ سے رکھ لے ہیں کہ اوس کے بعد جو وصول ہو تو اس کے
اندازہ لطف ہو اور لذت بیکر زیادہ ہو جاوے۔

انکہ از شہر و ز غولیشان بر خوری کرد غریبی رنج و محتہا بری

یعنی شہر اور اپنے لوگوں سے اوس وقت تم پہل کھاؤ گے کہ سفر سے بہت سے تکالیف اور محنتیں برداشت
کی ہوئی یعنی اگر سفر کے اندر تم نے بہت سی مشکلیں برداشت کی ہیں تب تو تم کو گھر پہنچ کر اپنے لوگوں سے
مل کر لطف آوے گا ورنہ کچھ بھی لطف نہ آوے گا۔ تو اسی طرح اگر اس راہ میں تم کو کچھ مشکلیں پڑیں گی تب تو
تم کو اوس کی تسکین ہوگے ورنہ نہ ہوگا۔

ہرچہ آسان یا فنی آسان دہی در مشکل یاب را بر جانہی

یعنی جو شے کہ تم نے آسانی سے پالی اوس کو آسانی سے دیدو گے اور در مشکل یاب کو جان پر رکھو گے یعنی
جس امر کو کہ ذرا محنت و مشقت سے حاصل کیا ہوگا اوسکو تو جان کی برابر رکھو گے اور جسے آسانی سے مل گئی
ہے اوسکو تم بھی آسانی ہی سے اور سستی ہی دیدو گے تو اسلئے ذرا مشکلیں اور بلائیں تیر ڈالی جا رہی ہیں لہذا تم کو چاہیے کہ

وز بلا ہا روگردان اے جوان بشنوائیں تمہیں و قدر خود بدان

یعنی اے جوان بلاؤں سے منہ مت پھیر اور اس تمہیں ذلیل کو سن اور اپنی قدر جان۔ آگے ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ ایک عورت چنے کے کھجوں رہی تھی تو اس چنے نے عورت سے کہا کہ بھلا تو مجھے کیوں آگ پھلا رہی ہے اور کیوں بلا میں مبتلا کر رہی ہے اس عورت نے کہا کہ مجھے تجھ سے کوئی دشمنی نہیں ہے بلکہ میں اسلئے تجھے آگ میں بھون رہی ہوں تاکہ تو کھانے کے قابل ہو جائے اور پھر جزا انسان بن کر تجھے عروج ہو۔ اور پھر اتحاد اصطلاحی حق کے ساتھ تجھے ہو جب اس چنے نے یہ سنا تو وہ جلنے بھننے پر راضی ہو گیا۔ تو فرماتے ہیں کہ سطح جو بلائیں اور مجاہدات دریا صاف کی مشکلیں تم پر پڑ رہی ہیں وہ بھی سب اسلئے ہیں تاکہ تم کام کے بھلاؤ تو ان بلاؤں سے گھبراؤ مت اور پریشان مت ہو اسلئے کہ یہ بلائیں ہی تم کو کام کا کردین گی۔ اب مثال کو سنو۔

شرح حبیبی

در خود بسنگر کہ اندر دیگ چون
ہر زمانے سے برآید وقت جو خوش
کچرا آتش بھن درمی ز نے
می زند کفلیز کہ بانو کہ نے
زان بخوشا تم کہ کمرہ منی
تا غدا گر دی بیامیزی بجان
آب میخوردی بہ بستان سبز و تر
می جہد ہالاج شد آتش زبون
بر سر دیگ و بر آرد صد خروش
چون خریدی چون نگو تم می کنی
خوش بخوش و بر مجھ آتش کنے
بلکہ تا گیرے تو ذوق و چاشنی
بہر خوری نیستت این استخوان
بہر این آتش بدست آن آب خند

چنے کو دیکھ کہ جب وہ آگ سے غلوب ہوتا ہے تو ہانڈی سے کیسا کیسا اوجھلتا ہے کہ جب خوش ہوتا ہے نکلنے کیلئے ہانڈی کے منہ تک آجاتا ہے اور پھر شور مچاتا ہے اور کہتا ہے کہ تو مجھے آگ میں کیوں جلاتی ہے اگر مجھے یوں ہی تباہ کرنا تھا تو خریدنا تھا کیوں لیکن بی بی اس کو ڈوٹی سے دباتی ہے اور کہتی ہے کہ نہیں تو پریشان مت ہو ابھی طرح پک جاؤ آگ جلانے والی اور پکانے والے سے بھاگ مت میں تجھے اسلئے نہیں پھاتی اور تکلیف دیتی کہ تو مجھے بڑا معلوم ہوتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ تو مزیدار ہو جائے اور غذا بن کر جان کے ساتھ اتصال حاصل کرے یہ آزمائش وقت کیلئے نہیں ہے باغ میں جو پتھر کو پانی دے کر سرسبز کیا گیا تھا تو اسی دن کیلئے کیا تھا۔



شرح شیری

بلاؤن میں مومن کی اضطرابی اور بے صبری کی مثال چنے کے
بُھٹنے وقت نکل کر بھاگنے اور عورت کے اوسکو روکنے کی ساتھ
در نحو و سنگر کا اندر و یک چون مے جہد بالا پوشد ز آتش زبون
یعنی چنے میں دیکھ کر دیکھی میں کس طرح کو تباہ ہے جبکہ آگ سے عاجز ہوتا ہے۔

ہر زمانے میں ہر آید وقت خوش بر سر و یک و ہر آرو صر و خوش
یعنی ہر گھڑی خوشی کے وقت وہ دیکھی کے منہ پر نکل آتا ہے اور سو (خوش) و خوش نکالتا ہے (اور پکارتے)
والی سے کہتا ہے کہ

کہ چہ آتش بمن در می زنی چون خسری چون گونم مے کنی
یعنی کہ کیوں میرے اندر آگ لگا رہی ہے جب تو نے خرید تو مجھے ذلیل کیوں کرتی ہے (اسکو نکلے گا نیوالی یہ کرتی ہے کہ)
میزند کفلیز کہ بانو کہ نے خوش بخوش و بر مجہ ز آتش کنے
یعنی بیگم صاحبہ کفلیہ راتی ہے کہ نہیں خوب خوشی کو اور آگ کرنے والے سے بھاگ مت۔

زان بخوش نام کہ کردہ منی بلکہ تاگیری تو ذوق و چاشنی
یعنی میں اسلے خوش نہیں دیتی کہ تو میرا کردہ ہے بلکہ (اسلے) تاکہ تو مزہ اور چاشنی حاصل کرے۔

تاخذ اگر دی بیامیزی بجان بہر خواری نیست امتحان
یعنی تاکہ تو غذا ہو جائے اور جان کے ساتھ مل جائے اور تیرا یہ امتحان ذلت کی وجہ سے نہیں ہے یعنی وہ کہتی ہے کہ میں
جو تجھے بیکار ہی ہوں تو اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ میں تجھے ذلیل و خوار سمجھتی ہوں بلکہ اس لئے بیکار ہی ہوں
تاکہ تو عنذائے انسانی بن جاوے۔

آب میخوردی بلستان سبز و تر بہر این آتش بدست آن آب خور

یعنی بلخ میں تو بہتر تر پانی پیا کرتا تھا تو وہ پانی پینا اس آگ ہی کے لئے تھا یعنی تیرے اندر جو خوب پانی
دیا گیا اور تیری سب طرح کی حفاظتیں کی گئیں وہ ساری اسی لئے تھیں کہ ایک روز تو آگ پر دکھا جائے
اور پھر لذت و مزہ دار ہو کر تجھے لوگ دکھا دیں تو جب تجھے اول ہی سے اس لئے پالا گیا ہے کہ تجھے آگ میں
بھون کر دکھا دیں تو آج گھبرائے کے کیا منے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

رحمتش سابق بدست از قہر زان
تا کہ رحمت گردد اہل امتحان
تا کہ سرمایہ وجود آید بدست
چون نروید چنگ از عشق دوست
تا کہ ایثار آن سرمایہ را
کہ بگردی غسل و بر جستی ز جو
باز لطف آید بر اس عذر را و

اب مولانا مضمون ارشاد کی طرف توجہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ جو فرمایا ہے کہ حق سبحانہ ہی
تو اس رحمت کے غضب سے مقدم ہونے کا راز یہ ہے کہ رحمت سے آدمی صالح امتحان ہو جائے اور رحمت قہر پر
اس لئے مقدم ہوتی ہے تاکہ سامان وجود ہاتھ آجائے کیونکہ قہر کی حالت میں نہ کہاں پیدا ہو سکتی ہے نہ گوشت کیوں
اس کے لئے لذت کی ضرورت ہے اور جب تک گوشت پوست پیدا نہ ہو اس وقت تک عشق محبوب کے گھلائیگا
لہذا ضرورت ہوتی کہ اولاً رحمت ہو جب ابتدا رحمت ہوتی اور گوشت پوست تیار ہو گیا اب بلا میں آتی ہیں اور
تقاصا ہوتا ہے کہ جب تم دمی عشق ہو تو یہ سامان لٹاؤ اور گھل گھل کر فنا ہو جب تم نے یہ کر لیا اس وقت اس کی
معذرت میں پھر رحمت ہوتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ اب تم صفات ذمیرہ سے پاک ہو چکے اور ہاتھ تھمتے درمیان
جو ایک سیلج حائل تھی اس سے تم پار ہو گئے اور ہاتھ حرم قرب میں پہنچ گئے۔

شرح بشیری

رحمتش سابق بدست از قہر زان
تا کہ رحمت گردد اہل امتحان

یعنی رحمت حق لعل قہر سے اٹھائے سابق ہے تاکہ رحمت سے اہل امتحان (پیدا) ہوں۔

رحمتش بر قہر زان سابق شدہ است
تا کہ سرمایہ وجود آید بدست

یعنی اس کی رحمت قہر پاس لئے سابق ہوتی ہے تاکہ سرمایہ وجود ہاتھ میں آجائے۔

زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست
چون نروید چہ گدازد عشق دوست

یعنی مسئلہ کہ بے لذت کے لحم و پوست پیدا نہیں ہوتے اور جب پیدا ہی نہ ہوں گے تو عشق دوست کس کو گھلا دینا
مطلب یہ ہے کہ ارشاد حق ہے کہ سبقت رحمتی علی غضبی تو اس سبقت رحمت کی ایک حکمت یہ بھی ہے
کہ اول رحمت حق انسان کو پیدا کرتی ہے اس کی پرورش کرتی ہے یہاں تک کہ وہ بڑا اور قابل امتحان ہو جاتا

ہے اس وقت اس کو پھر حق تعالیٰ بلاؤں میں مبتلا فرماتے ہیں اور پھر فنا کر دیتے ہیں تو دیکھو اگر اول رحمت انسان کو نہ بناتی تو پھر فنا کس کو کرتی اور اول جو بنایا تھا اور رحمت کی صفی وہ اسی لئے تھی کہ پھر فنا کیا جائے۔

زان تقاضا گر بسا ید قبر بیا تا کنی ایسا رآن سرمایہ را
یعنی اس تقاضا گر سے اگر صورت (قبر آدین) تو وہ اسلئے ہیں تاکہ تم اس سرمایہ (وجود) کا بیٹا کر دو
یعنی پیدا کرنے کے بعد جو صورت قبر تھے ہیں وہ اس لئے ہوتے ہیں تاکہ تم کو جو وہ سرمایہ وجود رحمت کی وجہ سے ملا ہے اس کو اب بند کر دو۔

باز لطف آید برائے عذر او کہ بگردی غسل و بر جستی ز جو
یعنی پھر لطف اس کے عذر کیلئے آتا ہے کہ تو نے غسل کر لیا اور تونڈی سے کو دیا یعنی اول صورت قبر آتے ہیں تاکہ اس سرمایہ وجود کو تم ایسا کر دو اس کے بعد پھر لطف آتا ہے اور عذر خواہی کرتا ہے کہ لو بس اب تم کامل ہو گئے اور اس نجاست وجود سے پاک ہو گئے ہو لہذا اب نکل آؤ تو بعد فنا کے بقا اور بعد ان صورتی قبروں کے اظہار بیکران پیدا ہوتے ہیں۔

شرح حبیبی

با خود گوید چریدی در بہار [] رنج ہمان تو شد نیکو ش دار
تاکہ ہمان باز گردد شکری ساز پیش شہر گوید زایشار تو باز
تا بجائے نعمت منعم رسد [] جملہ نعمت ہر دور تو وحد
ان اشعار کو مشین نے بی بی کا مقلودہ قرار دیا ہے اور خود سے معنی حقیقی مراد لئے ہیں مگر مجھے الفاظ مجبور کرتے ہیں کہ میں انکو بھی اشعار یا سبھ کا ہی ضمیمہ قرار دوں اور خود سے مکلف مرادوں لہذا میں ایسا ہی کرتا ہوں اگر کسی کو یہ پسند نہ آئے کہ وہ اس کو بی بی کا مقلودہ قرار دے تو وہ ایسا ہی کرے جسے سجاد مکلف سے فرماتے ہیں کہ تو نے بہت مزے اٹھائے ہیں اب کچھ دونوں کے لئے ہماری طرف سے رنج تمہارا ہمان ہوتا ہے پس تم اس کے خوب خاطر کرنا تاکہ یہ چہان تمہارا شکر کرتا ہو اس کو پس لوٹے اور تمہاری سخاوت کی جہاں سے سامنے خوب تعریف کرے اور اس کا نتیجہ یہ ہو کہ بجائے اسکے کہ ہم تم پر انعام کریں خود ہی تم کو مل جائیں اور جہاں سے ایسا کرنے سے تم کو وہ شرف حاصل ہو کہ تمام نعمتوں کو تم پر رشک آدے۔

مترشح بشیری

با خود گوید چریدی در بہار [] رنج ہمان تو شد نیکو ش دار

یعنی جن سے کہتی ہے کہ تو نے (تو) بہارین (خوب) چاہے (اس) نیک تیرہ ماں ہوا ہے اس کو اچھی طرح سے رکھ
تاکہ جہان باز گرد و شکر ساز پیش شکر گوید زایشار تو باز
یعنی تاکہ جہان شکر کرتا ہوا بادشاہ کے پاس لوٹے اور تیرے ایشار کو بیان کرے۔

تا بجائے نعمت منعم رسد جملہ نعمتہا برود بر تو حد
یعنی تاکہ نعمت کی جگہ کو منعم پہنچے اور تمام نعمتیں تم پر حسد لیجاوین۔ (مخود سے مراد انسان ہے) مطلب
یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو نے خوب گل چترے اٹلے ہیں اب فدا محنت اور بلاؤں اور رخ خداوندی تنہا ہے
جہان تو ہے ہیں اون کو اچھی طرح رکھو اور اون کا اچھی طرح رکھنا یہی ہے کہ ان پر صبر کرو تو یہ اگر خوش گئے تو پھر یہ جا کر فراتے
کہیں گے کہ ہم کو خوب اچھی طرح رکھا ہماری خوب خاطر کی اس کو سن کر حق تعالیٰ خوش ہوں گے۔ اور بجائے اس کے
کہ وہ نعمتیں دیتے خود تشریف لے آئے۔ لہذا تم کو چاہئے کہ تم دن بلاؤں کو برداشت کرو اور میرا شکر سے کام لو کہ اس طرح
حق تعالیٰ کا قرب اور محبت تم کو حاصل ہو جائیگی اور حق تعالیٰ تم سے راضی رہیں گے۔

شرح حبیبی

من خلیہ لم تو پس پیش بچک	بسنہرائی ارانے اذ بچک
سر بر پیش قہر نہ دل بر قرار	تا بترم حلقہ است اسمعیل وار
سر بترم لیک این سر آن سر نیست	کز بریدہ گشتن و کشتن بر نیست
لیک مقصودم از ان تعلیم نیست	اے مسلمان بایدت تسلیم چہ نیست

مندرجہ بالا اشعار کی طرح ان اشعار کے بھی دو محل ہیں مگر میں ان کو بھی مقولہ مولانا جی قرار دینا بہتر سمجھتا ہوں اس وقت
حاصل اشعار یہ ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ میری مثال ایسی ہے جیسے خلیل اور تیری ایسی جیسے چھڑی کے سامنے
اسمعیل پس میری رائے یہ ہے کہ میں تجھ کو نہ کروں لہذا تم ہمارے کار و قہر ظاہری کے سامنے اطمینان قلب کیساتھ
مر جھکاؤ تاکہ اسمعیل کی طرح میں تمہارا گلا کاٹ دوں اور سر الگ کر دوں لیکن یاد رکھو کہ یہ سر وہ سر ہے جو کٹ نہیں
سکتا۔ بلکہ کٹنے اور مرنے سے بری ہے پھر یہ جو میں نے کہا ہے کہ گلا کاٹ دوں اور سر الگ کر دوں یہ تمہارے محاورہ
میں تمہارے سمجھانے کے لئے کہا ہے کیونکہ تم سے کٹنا اور مرنا بھیجتے ہو پس تم کو اطاعت کرنی چاہئے اور ہماری
رضا پر راضی ہونا چاہئے۔

شرح شبیری

من خلیفہ الم تو پس سریش بچک بشرانی ارا نی اذ بکک

یعنی میں خلیفہ کی طرح ہوں اور تو پھر میری کے سامنے رکھا ہے تو تو سر رکھنے میں دیکھتا ہوں کہ تجھے میں اذ بک کروں مطلب یہ کہ تم کو ظاہری اور صوری کالیف ہو رہی ہوں تو تم اذن کو صبر و شکر سے برداشت کرو تو اذن کے برداشت کرتے سے تمہاری درجات ترقی پذیر ہوں گے جیسے کہ حضرت اسمعیل کے درجات تکلیف کو برداشت کر فیسے بلند ہو گئے تھے۔

سر بہ پیش قہر نہ دل برقرار تا بہترم حلقۃ اسمعیل وار

یعنی قہر صوری کے آگے دل کو برقرار رکھ کر سر رکھنے تاکہ میں اسمعیل کی طرح تیرا حلقہ کاٹ دوں مطلب یہ کہ بظاہر تو تم کو تکلیف ہو رہی ہے یہ صرف صورت تکلیف ہے وہ حقیقت میں تمہاری مدارج عالیہ ہوتے ہیں تو تم صبر و شکر کیساتھ رہنی ہو مرنے ہو جاؤ جس سے کہ میں تم کو یہ کالیف صورت پر پہنچا کر پاک دھواں کر دوں اور تمہارے درجے عالی ہو جاؤ۔ اور کہتے ہیں کہ۔

سر بہرہ لیک این سران سر نیست کز بریدہ گشتن و گشتن بر نیست

یعنی میں سر کاٹوں لیکن سر وہ سر ہے کہ کاٹنے جائے اور مائے جائے یہی ہے مطلب یہ کہ مرنا اور سر کاٹنا ہوتا تو ایک نقصان ہے لہذا کہتے ہیں کہ میں بظاہر تو سر کاٹ رہا ہوں اور تکلیف پر پہنچا رہا ہوں لیکن اس سے کوئی کسی قسم کا نقصان نہ ہو گا بلکہ ان کالیف سے نفس ہی ہو گا اور درجات عالی ہو گئے آگے خدای کو فرماتے ہیں کہ۔

لیک مقصودم ازان تعلیم نیست اے مسلمان بایست تسلیم جنت

یعنی لیکن اس سے میرا مقصود یہی تعلیم ہے تو اے مسلمان تم کو تسلیم نہ ہو نہ ڈنا چاہئے۔ مطلب یہ کہ کہتے ہیں کہ میں بظاہر تم کو کالیف کو پہنچا رہا ہوں مگر اس سے مجھے مقصود تکلیف دینا نہیں ہے بلکہ مقصود اس سے تیری تعلیم ہے کہ اس ذریعہ سے تمہاری اخلاق درست ہونگے راتب ثواب ہونگے تو تم کو چاہئے کہ تسلیم و رضا سے کام لو اور ہر گز ان کالیف سے گھبراؤ نہیں

شرح حبیبی

اے خودمے جو شس اندر ابتلا	تا نہ ہستی و نہ خود ماند ترا
اندر ان بستان اگر خندیدہ	تو گل بستان جان و دیدہ
گر جدا از باغ آب و گل شدی	لقمہ گشتی و اندر احیا آمدی
شو غذا و قوت اندیشہا	شیر بودی شیر شو در بیشہا

اب بی بی کہتی ہے کہ اے جنے تو اس امتحان میں غلبہ جو ش کھانا کہ اس کا انجام یہ ہو کہ تیری ہستی باقی ہے اور نہ خودی
(اس شعر میں یہ بھی احتمال ہے کہ اشارہ راقبل کے ساتھ متربط ہو اور خود سے مراد حلقہ ہو اور مقولہ کہ بانوان اندران
بستان الخ سے شروع ہوا ہو و ہذا ہو الراج غندی تو اس باغ میں اگر خوش و خرم رہا ہے تو یہ نہ سمجھنا کہ وہی
باغ تیری اصلی جگہ ہے بلکہ تو تو حقیقہ کھائے جانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس لئے اصل مقام تیرا جان اور آگھ ہے اور
اصل میں تو اس باغ کا پھول ہے اور اگر تو باغ آب و گل سے جدا ہو گیا ہے تو اس کا غم نہ کرنا کیونکہ تو غذا بنے گا اور حیات
حاصل ہو کر زندگی میں شامل ہو گا پس تو انسانوں کی غذا اور اذکار کی قوت کا ذریعہ بن اور تو شیر (دودھ) کی طرح
بیجان تھا اب اس جنگل کا شیر بن یعنی جسم میں جا کر حیات اور قوت حاصل کر۔

شرح شبیری

اے خودی مجھ کو شش اندر اب تیرا تاناہ ہستی و نہ خود ماند ترا
یعنی اے جنے تو آنائیش میں جو ش کرنا تیرے لئے نہ ہستی ہے اور نہ خودی رہے مطلب یہ کہ امتحان سے بھاگ
مت ناکان مجاہدات و مصاحبات میں رہ کر کچے دھیر ناکا حاصل ہو جائے۔

اندر آن بستان اگر خندیدہ تو گلستان جان و دیدہ

یعنی اوس باغ میں تو اگر ہنسنا ہے تو (اب) نوجوان و دیدہ کے باغ کا پھول ہے مطلب یہ کہ اگر تو اوس ہرے بھرے
کھیت سے الگ ہو گیا ہے تو کوئی سرخی کی بات نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو باغ ظاہری تھا اور اب تو تو باغ جان
دل میں آگیا ہے اور اجزا انسانی بن گیا ہے پھر کیا غم ہے اور کیوں ان مجاہدات سے گھبراتا ہے۔

گر جدا از باغ آب و گل شدی لقمہ گشتی و اندر احیاء آدمی

یعنی اگرچہ آب و گل کے باغ سے تو جدا ہو گیا ہے مگر اب تو تو لقمہ ہو گیا ہے اور زندگی میں آگیا ہے یعنی احیاء کا
جزو بن گیا ہے اور تیرے اندر بھی حیات پیدا ہو گئی ہے۔

شو غذائے و قوت اندیشہما شیر بودی شیر شودریشہما

یعنی تو لقمہ و غذائے قوت ہو جاؤ (پہلے) شیر (خوار) تھا اب جنگلون میں شیر ہو جا یعنی پہلے تو تو بالکل ضعیف تھا
اور اب اجزا انسانی میں داخل ہو کر تو قوی ہو جا۔ اور جس طرح جنگلون میں شیر قوی ہوتا ہے اسی طرح تو بھی قوی
ہو جا۔ اور یہ سب حاصل جب ہو گا جب ان مجاہدات میں ثابت قدم رہے گا۔ اور ان سے گھبراؤ بگا نہیں
لہذا تجھے چاہئے کہ پریشان مت ہو۔



شرح حبیبی

از صفاتش رستہ واللہ نخست
ز ابرو و خورشید و گردون آمدی
آمدی در صورت بالان و تاب
جزو شمس و ابرو و انجہا بدی

در صفاتش باز روحا لاک چیست
پس شدی اوصاف و گردون بر شدی
بی روی اندر صفات مستطاب
نفس و فعل و قول و فکر تھا شدی

ہیکم اوس چنے سے کہتی ہے کہ تو متغذی ہی کی صفات سے پیدا ہوا تھا کیونکہ اوس نے تجھے جو تا بویا تھا اب تو اوس کی صفات میں واپس چلا جا اور پھر اوس کی صفت بنجا کیونکہ کل شے پر صحت الی اصلہ۔ دیکھ تو اولاً ابرو اور آفتاب اور آسمان سے آیا تھا کیونکہ ابرو کے پانی نے سیراب کیا سورج نے گرمی پہنچائی اور صناع فلکیہ نے اپنا کام کیا تب ہوتا۔ لیکن جبکہ تو متغذی کی صفت بنجا و گیا تو تجھے پہلے سے بھی زیادہ شرف حاصل ہوگا۔ اور تو انسان کے تاج ہو کر اشراف المخلوقات بنجا و گیا۔ پس پہلے تو تیری یہ حالت تھی کہ بارش اور گرمی سے پیدا ہوا تھا اور اب تکلیف کی برکت سے یہ حالت ہو گئی کہ تو عمدہ صفات میں شامل ہوگا اور اول تو تو آفتاب ابرو اور ستاروں کا جزو تھا اور اب ذات شریف انسان اور اوس کا قول و فعل اور اوس کے خیالات بنے گا۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا اور یہ سب انہیں تکالیف کی برکت ہے جن سے تو بھاگتا ہے۔

شرح شبیری

از صفاتش رستہ واللہ نخست
در صفاتش باز روحا لاک چیست

یعنی تو تو اول سے اوس کی صفات سے پیدا ہوا ہے تو اوس کی صفات میں پھر جالا لاک و جنت ہو کر چلا جا مطلب یہ ہے کہ تمام عالم انسان ہی کے لئے پیدا ہوا ہے اور تمام عالم منظر ہے حق تعالیٰ کی صفات کا اور منظر اتم صفات حق کا انسان ہے تو گویا ایک طرح سے یہ تمام عالم صفات انسانی کا بھی منظر ہوئے تو فرماتے ہیں کہ اے چنے تو تو اس انسان ہی کی صفات کا ایک منظر ہے تو جب اول سے اوس کی صفات کا منظر ہے تو اب تجھے اوس کے اندر جانے سے کیون خوف معلوم ہوتا ہے۔ تجھے چاہئے کہ شوق و ذوق سے اوس کے اندر جانے کی لہر اوس کا جز بننے کی خواہش کرے۔ اور اور سکا جزو اسی طرح بن سکتا ہے جب ان مجاہدات کو برداشت کرے۔ لہذا ان سے مت گھبر۔ اسی طرح انسان کا دل حبس ہو سکتا ہے اور حق تعالیٰ کا مقرب اوس وقت ہوگا جبکہ مجاہدات و ریاضات سے گھبرائے نہیں بلکہ صبر و شکر کیساتھ اوس کو برداشت کرے۔ تو پھر وہ مقرب حق ہو جاوے گا۔ اور پھر اوس کے افعال و اقوال تمام افعال و اقوال حق

آسمانی حاصل ہوتی ہے اور وہ جزو ملائکہ بنکر آسمان میں رہتے ہیں انکی یہ ترقی ایسی ہی ہے جیسے کہ خدائے جسمانی کی ترقی کی کہ وہ انسانوں کی غذا بن کر چاند اور سجاتی ہے اس گفتگو کی تفصیل بہت وسیع ہے جو یہاں نہیں آسکتی اس لئے کسی دوسرے مقام پر خدائے جاہل تو بیان کی جاوے گی۔

شرح شبیری

ہستے حیوان شدا از مرگ نبات راست آمد اقلو فی یا ثقات

یعنی حیوان کی ہستی نبات کے مرنے سے ہوتی ہے تو اقلو فی یا ثقات درست آیا ہے مطلب یہ ہے کہ ایک شے کے فنا کے بعد ترقی ہونا کوئی بعید نہیں ہے اسلئے کہ دیکھو اول تو نباتات ہوتے ہیں جب وہ فنا ہو کر اجزا انسانی بن جاتے ہیں تو دیکھو انکو ترقی ہوتی ہے تو نباتیت سے حیوانیت میں داخل ہو جاتے ہیں تو منصور کا اقلو فی یا ثقات کہنا صحیح ہے اسلئے کہ اوں کا مطلب یہ تھا کہ مجھے مار ڈالو تو میں فنا ہو کر ترقی کر دوں گا اور حیوانیت سے بھی آگے بڑھوں گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چون چنین بردیست مارا بعدات راست آمد ان فی قشلی حیات

یعنی جبکہ فنا کے بعد ہائے لئے ایسی بقا ہے تو یہ بات سچ ہے کہ میرے قتل میں حیات ہے یعنی منصور کا کہنا کہ ان فی قشلی یا ثقات بالکل صحیح ہے اسلئے کہ بعد فنا کے بقا حاصل ہوتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

فعل و قول و صدق شد قوت ملک تا بدین معراج شد سوئے فلک

یعنی فرشتہ کی غذا فعل و قول اور صدق ہوئی یہاں تک کہ وہ اُس معراج کی وجہ سے آسمان کی طرف چلا گیا مطلب یہ کہ دیکھو فرشتہ نے جو اپنی غذا فعل و قول وغیرہ کو بنایا تو یہ اشیاء اور اس کی غذا ہونے کی وجہ سے فنا ہو گئیں اور اوس کے بعد اوس کو درج ملکیت کا حاصل ہو گیا۔ تو یہاں سے بھی وہی بقا بعد الفناء کا مسئلہ ہوا آگے تقریباً فہم کیلئے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

آنچنان کان طعمہ شد قوت بشر از جماوے بر شد و شد جانور

یعنی جس طرح کہ وہ لقمہ انسان کی روزی ہوئی تو وہ جمادیت سے نکلا اور جانور ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ دیکھو انسان کی غذا جو لقمہ وغیرہ ہوتی تو وہ غذا بن کر فنا ہو گئی اور اوس فنا کے بعد وہ بشر ہو گیا اور وہی اجزا انسانی انسان بن گئے۔ اور نباتیت سے درج بشریت کا حاصل ہو گیا اب اس مضمون کو ختم فرمانا چاہتے ہیں لہذا فرماتے ہیں کہ۔

این سخن را ترجمہ پہنا ورے گفتہ آید در حدیث دیگرے

یعنی اس بات کا پورا پورا بیان کسی دوسری جگہ بیان کیا جاوے گا۔ اب آگے ایک مضمون ارشادی بطور نتیجہ کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

کاروان دائم زگردون میرسد تا تجارت میکند و امیر و پس برو شیرین و خوش با اختیار [] نے تبلیغی و کراہت دزد و اور اب مولانا مضمون سابق کے مناسب نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا میں بہتارا قیام عارضی ہے اور اصل وطن تمہارا عالم غیب ہے کیونکہ عالم غیب سے یہاں قافلہ محض تجارت اور کسب اعمال کیلئے آیا ہے پس تم یہاں دل نہ لگاؤ اور عالم غیب کو جانے کیلئے تیار رہو اور وہاں خوش خوش اور اپنی خوشی سے جاؤ نہ کہ ناگواری اور نفرت اور رنج کے ساتھ کیونکہ جانا تو پڑے ہی گا پھر ناگواری وغیرہ سود ہے۔

شرح شبیری

کاروان دائم زگردون میرسد تا تجارت میکند و امیر و پس برو شیرین و خوش با اختیار [] نے تبلیغی و کراہت دزد و اور اب مولانا مضمون سابق کے مناسب نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا میں بہتارا قیام عارضی ہے اور اصل وطن تمہارا عالم غیب ہے کیونکہ عالم غیب سے یہاں قافلہ محض تجارت اور کسب اعمال کیلئے آیا ہے پس تم یہاں دل نہ لگاؤ اور عالم غیب کو جانے کیلئے تیار رہو اور وہاں خوش خوش اور اپنی خوشی سے جاؤ نہ کہ ناگواری اور نفرت اور رنج کے ساتھ کیونکہ جانا تو پڑے ہی گا پھر ناگواری وغیرہ سود ہے۔

تو چارہ نہیں لہذا تجھے چاہیے کہ۔
یعنی پس تو شیرین اور خوش (اپنے) اختیار سے چلا جانے کی سختی اور کراہت سے چور و غی طرح مطلب یہ کہ جب جانا ہی ہے تو پھر زبردستی کھڑے ہوئے جاؤ اس سے کیا فائدہ ہے بہتر ہے کہ خود اپنے اختیار ہی سے جاؤ۔

شرح حبیبی

زان حدیث تلخ مے گویم ترا	تا ز تلخیہا فسر و شویم ترا
ز آب سرد انگور فسرده زہد	سروی و افروزی بیرون ہند
تو ز تلخی چونکہ دل پر خون شوی	پس ز تلخیہا ہمہ بیرون شوی
ہر کہ او اندر بلا صابر نشد	مقبل این درگہ فاجر نشد

فارغ آئی گریہ تو ریزہ نہ چل
سگ شکاری نیست اور اطوق نیست

اب بی بی کہتی ہے کہ میں تم سے کڑوی کڑوی باتیں اسلئے کرتی ہوں کہ اس سے تیری ساری بزمزگی دور ہو جائے اور یہ سرد مہری کی باتیں اس لئے کہتی ہوں کہ قاعدہ ہے کہ جب انگور مرجھا جاتا ہے تو اس سے سرد پانی میں ڈالتے ہیں اس سے وہ تروتازہ ہو جاتا ہے اور سردی و افسردگی سے کوہ کمالگ ہو جاتا ہے پس جبکہ تو تلخی سے نگین ہو گا تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ساری تلخیوں سے الگ ہو جاوے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو جو بلاؤں پر صبر نہیں کرتا جن میں تلخی نصیحت بھی داخل ہے تو وہ ہرگز درگاہ عالی حق سبحانہ میں مقبول نہیں ہوتا۔ پس اگر تم پر سرکڑا لیں اور کوئی تکلیف پہنچائیں تو تم کو بے فکر رہنا چاہئے اور پریشان نہ ہونا چاہئے جب تم ایسا کرو گے تو مشہد کی طرح شیرینی سے لبریز ہو جاؤ گے دیکھو جو کتا شکاری نہیں ہوتا تو اس کے گلے میں طوق نہیں ہوتا اور جو طعام کہ کچا اور غیر بخندہ ہوتا ہے اس میں مزہ نہیں ہوتا علی ہذا جو شخص کہ مصائب میں مبتلا نہیں ہوتا وہ اہل کمال نہیں ہوتا لہذا بنا بر اغلب کمال کے لئے ابتلا بالمصائب ضروری ہے پس طالب کمال کو بلاؤں سے پریشان نہ ہونا چاہئے۔

شرح شبیری

زان حدیث تلخ مے گویم ترا تاز تلخ بہانہ سرد شویم ترا

یعنی میں اسی وجہ سے سخت تجھے کہہ رہا ہوں تاکہ تجھے تلخیوں سے دھو دھوون مطلب یہ کہ میں جو تجھے مجاہدات و ریاضات میں مشغول کر رہا ہوں اور تجھ پر سختی کر رہا ہوں اس کی یہی وجہ ہے کہ میں تجھے سختیوں کا عادی کر رہا ہوں تاکہ تو پھر سختیوں سے گھبرائے نہیں آگے اس تلخی سے دوسری تلخی کے عادی ہو چکی مثال فرماتے ہیں کہ

ز آب سرد انگور افسردہ زہد سردی و افسردگی بیرون نہد

یعنی ٹھنڈے پانی سے افسردہ انگور پیدا ہوتا ہے تو سردی اور افسردگی کو باہر رکھ دیتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو انگور ٹھنڈے پانی سے پیدا ہوتا ہے اور خود بھی افسردہ ہوتا ہے لیکن پھر جب اس کو پکایا جاتا ہے اور درست کر کے اس کی شراب بنائی جاتی ہے تو اس کی ساری سردی و خیرہ جاتی رہتی ہے اور اس کے اندر حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور جوش و خروش آ جاتا ہے۔

تو ز تلخی جو کہ دل پر خون شوی پس ز تلخ بہا ہمہ بیرون شوی
یعنی جبکہ تلخی سے تو پرانگندہ دل ہوتا ہے پس تلخیوں سے بالکل باہر ہو جاوے گا۔

فارغ آئی گریز و ریزہ غسل آ زمان شیرین شوی همچون گل
یعنی اگر تجھ پر سرکہ دالین (یعنی تجھ پر بلا ڈالیں) تو تو فارغ رہ اور وقت تو شہد کی طرح شیرین ہوگا یعنی اگر تو
بلاؤن میں صابر رہے تو تیری زندگی شیرین ہو جائے آگے فرماتے ہیں کہ

ہر کہ او اندر بلا صابر نشد مقبل ابن دہر کہ فاختہ نشد
یعنی جو شخص کہ بلا میں صابر نہیں ہوا وہ اس دنگاہ فاختہ کا مقبل نہیں ہوا یعنی جس نے کہ صبر نہ کیا وہ اس دنگاہ
خداوندی میں مقبول نہیں ہو سکتا ہے آگے بلا میں صابر ہونے والے کے مقبول نہونگی ایک مثال فرماتے ہیں کہ
سگ شکاری نیست اور اطوق نیست خام دغا جو مشید جز بے ذوق نیست
یعنی کتا شکاری نہیں ہوتا تو اس کے طوق نہیں ہوتا اور جو خام اور غیر پختہ ہے وہ سوائے بے ذوق کے نہیں ہے
مطلب یہ کہ دیکھو کتا جب شکاری ہوتا ہے اور بلاؤن میں مبتلا ہوتا ہے جب ہی اس کے گلے میں پٹا ڈالتے ہیں
ورنہ ویسے ہی رہتا ہے اور کوئی شے جب تک خام رہتی ہے اس وقت تک یوں ہی بے ذوق رہتی ہے اور
جب آگ میں پختہ ہو جاتی ہے تو اس کے اندر زہ پیدا ہو جاتا ہے آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ جب مومن
کو بلا کی مصلحت معلوم ہو جاتی ہے تو وہ بہت آسانی سے صابر ہو جاتا ہے۔

شرح حبیبی

آن خود گفت ازین ست ایستی	خوش بجوشم یاریم ده استی
تو درین جوشش چو عسائی	کفچلیزم زن کہ بس خوش میر
ہمچو پیل بر سرم زن زخم و داغ	تا نہ بینم خواب ہندوستان و باغ
تا کہ خود را در دہم در جوشش من	تا رہے یا کم درین آغوش من
زانکہ انسان در غنا طاعی شود	آہمچو پیل خواب بین با عی شود
پیل چون در خواب بیند ہند را	پیل با نرا نشود اردو عنا

خیر تو نے بیکر کی نصیحت سن کر کہا کہ اگر یہی بات ہے تو مجھے خوب پکارا دیرے جزو انسان بننے پر امانت کو تو
اپنے فعل میں مصیب ہے اور اس پکانے میں میری مصلحت ہے ہاں خوب دویان مار کہ مجھے تیری مار بہت اچھی معلوم
ہوتی ہے میں ہاتھی کی مثل ہوں لہذا تیرے سر پر خوب آئیں لگا کہ میں ہندوستان یعنی اپنے وطن اصلی
اور باغ کو خواب میں دیکھ کر دست اور سر کش نہ ہو جاؤں اور تاکہ خوب اچھی طرح اپنے کو پختہ کروں تاکہ اس
ذریعہ سے میں آغوش انسانیت میں چلا جاؤں اب سمجھو کہ یہی وجہ ہے کہ انسان کو مبتلائے مصائب کیا

جاتا ہے کیونکہ وہ بے فکری میں سرکش ہو جاتا ہے اور ہندوستان کو خواب میں دیکھنے والے ہاتھی کی طرح ہاتھی ہو جاتا ہے قاعدہ ہے کہ جب ہاتھی ہندوستان کو خواب میں دیکھتا ہے تو ہاتھی بال کی بات نہیں سنتا اور مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے یہی حالت انسان کی ہے کہ جب وہ لشکرِ راحت میں مست ہوتا ہے تو پھر کسی صالح اور خیر خواہ کی بات نہیں سنتا لہذا مصائب کی ضرورت ہے تاکہ وہ سرکش نہ ہوسکے پائے۔

شرح شبیری

مومن کی جب وہ بلا پر واقف ہو جائے صابر ہو نیکی ایک مثال

آن خود گفت از جنین ست ایستی خوش بخوشم یاریم وہ راستی
یعنی اوس چنے نے کہا کہ اے بی بی اگر اس طرح ہے تو میں اچھی طرح جوش کھاتا ہوں تو مجھے خواب بھی طرح درست کو دکھاتا ہے کہ
تو درین جوشش چو معمار منی کفچلیزم زن کہ پس خوش میزنی
یعنی اس جوش دینے میں تو مثل معمار میرے کے ہے تو کفچلیز مارکہ تو خوب باری ہے مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ جب یہ بات ہے تو اب تو تو اس جوش دینے میں مجھے سنوار رہی ہے تو پھر کیا ہے خوب جوش دے اور خوب مجھے میرے اندر مار تاکہ میری خوب اصلاح ہو اسی طرح جب مومن دیکھتا ہے کہ مرشدانِ مجاہدات سے میری اصلاح کر رہا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ خوب مجاہدات و ریاضات میں مجھے مشغول رکھنا کہ میری خوب اصلاح ہو تاکہ کہتا ہے کہ
پہچو سپلم بر سر زن جسم و داغ تانہ بنیم خواب ہندوستان باغ
یعنی ہاتھی کی طرح میرے سر پر زخم اور داغ لگانا کہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب نہ دیکھوں یہ مشہور ہے کہ چونکہ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے تو اگر اس کو کسی اور ملک میں لیجاتے ہیں اور یہ خواب میں ہندوستان کو دیکھ لیتا ہے تو اس قدر مست ہوتا ہے کہ پھر بیل بان وغیرہ کی کسی کی نہیں سنتا تو اوس وقت اوس کے سر پر داغ لگاتے ہیں جس سے یہ درست ہو جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں بھی بہت زیادہ سرکش اور طاغی ہو گیا ہوں اے مرشد مجھے بھی مجاہدات و ریاضات میں مبتلا کر تاکہ میرے اندر سے بھی یہ طغیان اور بغاوت نکل جاوے اور انسانیت کی طرف توجہ نہ رہے اذ یہ حالت ہو جائے کہ

تاکہ خود را در دہم در جوش من تار ہے یا کم درین آغوش من

یعنی تاکہ میں اپنے کو جوش میں دیدوں اور تاکہ میں اس آغوش میں رانی پاؤں مطلب یہ کہ تو مجاہدات میں مجھے مشغول کر تاکہ میں اس کا مادی ہو جاؤں اور اسے مرشد تیری آغوش میں رہ کر ان بلیاتِ ماضی سے رانی پاؤں

اور یہ طغیان میرے سر سے باہر ہو گئے اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جو مجاہدات میں مشغول کرنے کی تم سے درخواست کرتے ہیں وہ اس وجہ سے کہ

زانکہ انسان درخشا طاعتی نشود سچو پیل خواب بین ماعنی نشود

یعنی اس لئے کہ انسان نے فکری بن باقی ہو جاتا ہے اور خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح نافرمانی ہو جاتا ہے تو بس جب مجاہدات و ریاضات کر لیا تو وہ نے فکری نہ رہی اور وہ بھلاوت اور اطمینان جاتا رہیگا۔

پیل چون در خواب ہمیں ہندرا پیل بان را نشود آرو و عا

یعنی ہاتھی جب خواب میں ہند کو دیکھ لیتا ہے تو ہاتھی بان کی سننا نہیں ہے اور سر کشی لاتا ہے (ہند سے مراد ناسوت ہے) مطلب یہ کہ جب انسان عالم ناسوت کی طرف توجہ کرتا ہے تو پھر رشد کی طرف سے توجہ ہجاتی ہے اور سرکش ہو جاتا ہے تو پھر مجاہدات کی ضرورت ہوتی ہے آگے بھڑادی خود اور کہ بان کا قطع بطور تشبیہ کے بیان فرماتے ہیں

شرح حبیبی

آنستی گوید دراکہ پیش ازین	من چو تو بودم ز اجس زائی زمین
چون پوشیدم جہاز آذری	پس پذیرا گشتم و اندر خورے
مرتے جوشیدہ ام اندر زمین	مدتے دیگر درون و یگ تن
زمین دو جوشش قوت صہاشدم	روح گشتم پس خرا استاشدم
در جافے گفتمے زان میروی	تا شومی علم و صفات معنوی
چون شدی تو روح پس باروگر	جوش دیگر کن ز حیوانی گذر

اس کے بعد وہ عورت کہتی ہے کہ تجھی پر مصیبت نہیں ہے بلکہ اس سے پیشتر میں بھی تیری ہی مثل زمین کا ہوا اور خاک تھی اسکے بعد میں نے بھی آتش باس پہنا اس سے میں مقبول طاعت اور قابل قبول ہوتی ہوں ایک عرصہ تک میں نے دن سے باہر تاؤ کھائے ہیں اس کے بعد بدن میں آئی تو وہاں تاؤ کھائے ہیں ان دو قسم کے تاؤں کے بعد میں صاحب صہاش قوی ہوئی ہوں۔ اور جاندار بن کر تیری اوستاد بنی ہوں۔ جب میں جمادی اور وقت میں اپنے دل میں کہتی تھی کہ تو اس لئے ترقی کر رہی ہے کہ ایک روز صاحب کمال انسان کا علم اور اسکی صفت بجا آئے ہب کہتی ہوں کہ جب تو جاندار بن گئی تو پھر تاؤ کہسا اور حیوانیت سے تجاوز کر کے کچھ اور بن جا۔

شرح شبیری

نبی کا چنے سے معذرت کرنا اور اس کو جوش دینے کی حکمت

کابیان کرنا

آن سستی گوید و را کہ پیش ازین من چو تو بودم ز اجس زای زمین
یعنی وہ نبی بی ادس چنے سے کہتی ہے کہ اس سے پہلے میں تیری ہی طرح اجزائے زمین سے تھی۔ یعنی اوس نے
کہا کہ جس طرح کہ تو اس وقت نباتات میں سے ہے اسی طرح پہلے میں بھی مجموعہ عناصر کا تھی۔

چون بہوشیدم جہا ز آذری پس پذیرا گشتم و اندر خوری
یعنی جب میں نے آگ کا سامان پہنا تو میں مقبول اور لائق ہو گئی۔ (جہا ز آذری سے وہ غذا میں وغیرہ مراد ہیں
جو کہ انسان بعد آگ کے پختہ کر دینے کے کھانا پیتا ہے اور پھر سودہ کے اندر جا کر وہ پکٹی ہیں) مطلب یہ ہوا
کہ جب میں نے بھی مجتہدین کی ہیں اور بہت سی مشکلیں برداشت کی ہیں اوس وقت اوس نباتیت سے ٹکرا
جامہ انسانی میں آئی ہوں ورنہ پہلے میں بھی نباتات ہی سے تھی۔

مردے جو شہیدہ ام اندر ز من مدتے دیگر درون دیگ تن
یعنی ایک مدت تک زمانہ میں میں نے جوش کیا ہے اور ایک دوسری مدت دیگر تن میں مطلب یہ کہ ایک
مرت تک مجاہدات وغیرہ کئے ہیں جب ایسی حالت ہو گئی ہے۔

زین دوجوش قوت جہا شدم روح گشتم پس ترا استاشدم
یعنی ان دونوں جوشوں سے میں قوت حواس ہو گئی اور روح ہو گئی پھر تیری اوستاد ہو گئی مطلب یہ کہ بہت
مجاہدات تو ایسے کئے جو کہ بدن سے خارج تھے اور خارجی چیزوں میں پختہ و پیر ہوتا رہا۔ اوس کے بعد کچھ دے
لئے خدا چاہے ہم کے تغیر تبدیل میں رہی ہوں تب یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے کہ آج تیری مرئی اور تیری اوستاد بکر بنی ہوں۔

در جامے گفتمے زان میروی تا شوی علم وصفات معنوی
یعنی جادیت میں میں کہتی تھی کہ تو اس لئے جا رہا ہے تاکہ تو علم اور صفات معنوی بن جاوے یعنی نبی کی کہتی ہے
کہ تو جو جادیت میں حرکت کر رہا تھا تو وہ اس لئے تھا کہ تو علم و صفات معنوی بن جائے یعنی بشریت تکمیل حاصل ہو جائے
چون شدی تو روح پس باز درگوش دیگر کن ز حیوانی گذر

یعنی جبکہ توراوح ہو گیا تو دوسری مرتبہ دوسرا جوش کو اور جوایت سے گزر جا۔ یعنی اول جمادیت سے جوایت اور بشریت کے مرتبہ کو پہنچا تھا اب دوسری حرکت کرتا کہ اس سے گزر کر تو مرتبہ اعلیٰ میں پہنچ جاوے اور مرتبہ ملکوتی تکجے حاصل ہو جاوے اب چونکہ ان باتوں سے غلط فہمی ہو جانا ممکن تھا اسلئے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

از خدا میخواه تا زین نکتها
زانکہ از قرآن بسے گمره شدند
مر رسن را نیست جُرمے اے عنود
جانب آن عاشق بے خویش ران

در نہ لغزی درسی در منتہا
زان رسن قومے درون چہ شدند
چون ترا سودائے سر بالا نبود
کہ دران مسجد چہ کردا امتحان

اب چونکہ سانس کو غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہوا کہ بلا کہین حق سبحانہ کے ساتھ اتحاد ذاتی نہ سمجھ جائے اسلئے فرماتے ہیں کہ خدا سے دعا کہ کہین ان نکتون سے تیری فہم لغزش نہ دکھا جائے اور تو اس مقصد تک پہنچ جاوے۔ کیونکہ میری شنوی کا طرز بیان ایسا ہی ہے جیسے قرآن کا اور قرآن سے بھی بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے ہیں اور اسی رستی کو پکڑ کر لوگ کنوین میں اتر گئے ہیں تو یہ رستی کا قصور نہیں بلکہ یہ تہارا قصور ہے کہ تم اس کو پکڑ کر اوپر کو کیون نہ چلے نیچے کو کیون اترے یعنی تو اے شریعہ کا لحاظ کر کے تم نے اس سے معافی کیون نہ اخذ کئے اور تفسیر بالرائی میں کیون مبتلا ہو گئے پس یہی حالت شنوی کی ہے اچھا اس مضمون کو ختم کرو اور اس عاشق پیچہ کی طرف چلو اور دیکھو کہ اس آدائش میں مسجد میں جا کر اس نے کیا کیا۔

شرح شبیری

از خدا می خواہ تا زین نکتها
ور نہ لغزی درسی در منتہا

یعنی خدا سے (توفیق) مانگا تا کہ ان نکتون سے تو بہرہ نل جائے اور منتہا کو پہنچ جائے۔

زانکہ از قرآن بسے گمره شدند
زان رسن قومے درون چہ شدند

یعنی اسلئے کہ قرآن سے بہت گمراہ ہو چکے ہیں اھ او رستی سے ایک قوم کنوین میں چلی گئی ہے

مر رسن را نیست جُرمے اے عنود
چون ترا سودائے سر بالا نبود

یعنی اے معاند رستی کی (اس میں) کوئی خطا نہیں ہے جبکہ تجھے ہی اوپر ادبہرے ناخال نہ ہو یہ مطلب یہ ہے کہ اگر کنوین میں ایک رستی ملتی ہوئی ہو تو اس کو پکڑ کر بعض تو ایسے لوگ ہون گے کہ وہ کنوین سے اوپر نکل آویں گے

اور بعض ایسے ہونگے کہ اسی رسی کے سہائے کنوین کے اندر چلے جاویں گے مگر اس میں رسی کی کوئی خطا اور آؤین کوئی کمی نہیں ہے اسی طرح قرآن سے بعض نے تو ہدایت پائی اور بعض گمراہ ہوئے توجب قرآن سے بھی لوگ گمراہ ہوئے ہیں تو اگر مشنوی شریف سے گمراہ ہو جاویں تو کیا عجب ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ خدا سے توفیق ہدایت کی دعا کرو کہ میں غلط فہمی نہ ہو جاوے اب آگے اوس مسجد کے وہاں کا قصہ بیان فرمانا شروع کرتے ہیں فرماتے ہیں

جانب آن عاشق بے خویش راں کہ دران مسجد چہ کرد از امتحان
یعنی (کلام کو) اوس عاشق بخود کی طرف چلاؤ کہ اوس نے امتحان سے اوس مسجد میں کیا کیا۔

شرح حبیبی

گفت خیمہ درین مسجد شرب
کعبہ حاجت روائے من مشنوی
تار سن بازی کنم منصور وار
می نہ خواہد غوث در تلکش خلیل
بہترم چون عود و عنبہ سوختہ
چون برادر یا سدری میخی
من و آن جام کہ گرد و بیش و کم
آتش بود و جوہیزم شد تلف
تا ابد معمور دہسم عامر بدے
پر تو آتش بودے عین آن
پر تو و سایہ و یسیت اندر زمین
سوئے معدن باز میگردد شتاب
سایہ ات کو تہ دے یکدم دراز
عکسہا و اکشت سوئے اجہات

آن غریب شہر سر بالا طلب
مسجد اگر کر بلائے من مشنوی
ہین مرا گذار اے بگزیہ یار
گر شدیدا ندر نصیحت جبرئیل
جبرئیل رو کہ من انس و ختمہ
جبرئیل کہ چہ یار می گنی
اے برادر من بر آذر جاہم
جان جوانی فرا یاد غلف
گر نکشتے ہیزم او شمشیر
باد سوزان ستابن آتش بدان
عین آتش در شیرامد یقین
لاجرم پر تو شاید ز اضطراب
قامت تو بر قہر آمد بساز
زانکہ در تو دنیا بد کس شبات

ہاں تو اوس مسافر نے جو کہ شریف یعنی عالم بالا کا طالب تھا۔ ہی کہا کہ کچھ ہو میں تو اسی مسجد میں رات کو سوئیگا
اے مسجد اگر تو میرے لئے کر بلا کی طرح بھی نکل مصائب ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ تو میرا کعبہ ہے جو کہ میرا
کام بنانے والا ہے اچھا لے نصیحت کر اب تو مجھے چھوڑ تاکہ میں موت کے مزین جاؤں اور منصور کی طرح

سولی پر چڑھ کر تماشا کروں اگر آپ لوگ میرے لئے نصیحت میں جبرئیل کی مانند ہیں تو میں خلیل کی مانند
آپ سے طالب مدد نہیں اور اے استہبابہ جبرئیل تم جاؤ کہ میں آتش بلا میں جلا ہوا ہوں اچھا ہوں
جس طرح کہ عود و عنبر جلا ہوا اچھا ہوتا ہے اور اے جبرئیل کے مشابہ لوگو تم اگر چہ میری مدد کرتے ہو اور
بھائیوں کی طرح میرا خیال کرتے ہو لیکن بھائیو خیال رکھو کہ میں آتش بلا یا پر بہت خوب چل سکتا ہوں
کیونکہ میں وہ جان نہیں ہوں جو کم و بیش ہو سکے کیونکہ وہ جان حیوانی ہے جو حر اک سے بڑھتی ہے
اور وہ آگ ہی لہذا ایندھن کی طرح تلف ہو گئی۔ (ف) اس شعر میں جان حیوانی کو آگ کہا گیا ہے اسکی
وجہ یہ ہے کہ جس طرح یہ آگ بوجہ اس کے کہ دیر پا نہیں ہے بلکہ میز کی طرح جو کہ آگ سے فنا ہو جاتی ہے
خود یہ آگ بھی فنا ہو جاتی ہے اسی طرح جان حیوانی بھی بوجہ اس کے کہ یہ اصلی جان نہیں ہے اصلی جان
دوسری ہے تلف ہو جاتی ہے۔

اب مولانا مضمون ارشاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر جان آتش شہوت و غضب کا ایندھن
نہ بن جاتی تو اس سے بہت عمدہ آثار پیدا ہوتے اور وہ ہمیشہ کیلئے خود بھی فیوض سے مالا مال ہوتی اور دوسروں کو
بھی مالا مال کرتی اب مولانا اس آتش شہوت و غضب کا فانی اور ناقابل التفات ہونا اور اس کی اصل یعنی
رب ذوالجلال کا باقی اور قابل توجہ ہونا بیان کرتے ہیں مگر اس کو آتش حسی کی تمثیل سے بیان کرتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ دیکھو آتش متعارف واقعی آگ نہیں ہے بلکہ اصل آتش ہوا ہے جو مشتعل ہو کر آگ بن گئی ہے اسلئے حقیقی
آگ کا پرتو ہے نہ خود آگ بلکہ حقیقی آگ کو کرہ نارائن ہے اور یہ زمین پر اس کا ظل اور اس کی شبیہ ہے
جبکہ یہ اصل آگ کا ظل ہوئی تو لازم ہے کہ اپنے کرہ کی طرف لوٹنے کیلئے پیچیں ہو اور بالآخر نہ ٹھہر سکا در بہت جلد
اپنے کرہ کی طرف لوٹ جائے تم اپنے قد ہی کو دیکھ لو کہ وہ اصل ہے اسلئے قائم اور برقرار رہتا ہے لیکن قبل
سایہ کبھی لمبا ہوتا ہے اور کبھی گھٹتا ہے اور بالآخر اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اور خود فنا ہو جاتا ہے پس
چونکہ یہ قاعدہ عام ہے کہ ظل قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے تمام ظلال و عکس اپنی اصول کی طرف لوٹ جاتے اور خود
فنا ہو جاتے ہیں جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ آتش شہوت و غضب جس پر تم عاشق ہو اور اپنی روح کو تھمنے
اس کا ایندھن بنایا ہے وہ ایک ظل اور پرتو ہے جس کا اصل آگ ہے اور فنا ہونا اور اپنی اصل کی طرف لوٹ
جانا لازم ہے پس اس میں کیوں دل پھنساتے ہو اصل ہی سے جی کیون نہیں لگاتے جس کے لئے کبھی فنا نہیں۔
(ف) یاد رکھو کہ جان حیوانی فزاید از علف الخ میں جان حیوانی سے وہ روح مراد ہے جو صفات بہیمیہ سے
مغلوب ہو خواہ اس کی حقیقت بخارات لطیفہ ہوں یا کچھ اور۔ اور اس روح انسانی کو بھی شامل ہے
جو غلبہ صفات بہیمیہ سے اپنے مزاج اصلی سے متغیر ہو گئی ہے۔

شرح شبیری

اوس مسجد والے یہاں کے قصہ کا بقیہ اور اس کے ۶۰ م

کے ثبات و صدق کے بیان میں

آن غریبے شہر سر بالا طلب گفت فی خیمہ درین مسجد شب

یعنی اوس مسافر شہر بالا کو طلب کرنے والے نے کہا کہ میں رات کو اسی مسجد میں سوتا ہوں۔ (چونکہ یہ شخص اہل دل معلوم ہوتا ہے اسلئے اس کو غریب شہر سر کھدیا یعنی یہ باشندہ تو شہر سر کا تھا مگر یہاں آکر ایک مسافر کی حیثیت رکھتا ہے اور حکایت سے کہا کہ میں تو رات کو اسی مسجد میں سوتا ہوں۔ خواہ کچھ بھی ہو آگے اوس مسجد کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ مسجد اگر کر بلائے من شغوی کعبہ حاجت روا کے من شغوی یعنی اے مسجد اگر تو میری کر بلا ہو جاوے تو میری لئے کعبہ حاجت روا ہو جائے یعنی کہتا ہے کہ اے مسجد اگر میں رات کو مرحاؤن اور تو اسکا سبب بنے تو یہ تو عین میری خوشی ہے اور یہی مقصود ہے تو گویا میری کعبہ حاجت روا ہو جاوے گی اب آگے اوس نام صبح کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ

ہین مرا بگذار اے بگزیدہ یار نارسن بازی کنم منصور وار

یعنی اے میرا گزیدہ دوست ہاں مجھے چھوڑنا کہ میں منصور کی طرح رسن بازی کروں یعنی کہتا ہے کہ لے نامح تو مجھے نصیحت مت کر مجھے اسی حالت میں چھوڑ دے تاکہ میں مرنے کو تیار ہو جاؤں۔

گر شدید اندر نصیحت جبرئیل می سخا ہد غوث در آتش خلیل

یعنی اگر تم نصیحت میں جبرئیل ہو گئے تو خلیل کو آگ میں مدد نہیں چاہئے، (بلکہ وہ کہتے ہیں کہ)

جبرئیل اے کہ من افسردہ خستہ بہترم چون عود و غیر سوختہ

یعنی اے جبرئیل جاؤ کہ میں بھڑکا ہوا اور عود و غیر کی طرح جلا ہوا بہتر ہوں (اور کہتے ہیں کہ)

جبرئیل اگر چہ یاری میسکنی چون برادر پاسداری میسکنی

یعنی اے جبرئیل تم اگر چہ مدد کرتے ہو اور بھائی کی طرح حفاظت کرتے ہو (لیکن)

اے برادر من بر آذر چاہکم من نہ آن جاہم کہ گرم پیش و کم

یعنی اے بھائی میرے آگ پر چہت ہوں اور میں وہ جان نہیں ہوں کہ جو کم و بیش ہوں (اسلئے کہ)

جان حیوانی فزاید از علف آتشے بود او چو ہمیزم شد تلف

یعنی روح حیوانی تو نگاہ اس دانہ سے بڑھتی ہے اور وہ آگ ہی تھی جو کہ کڑی تو کی طرح تلف ہو گئی۔

(ف) یہاں جو جان حیوانی کو آگ سے تشبیہ دی ہے تفصیل اس کی عنقریب اشعار آئندہ میں آتی ہے جہاں حاصل یہ ہوگا کہ جس طرح یہ آگ بوجہ اسکے کہ اہلی نہیں ہے دیر پا نہیں ہے بلکہ ہمیزم کی طرح جو کہ آگ سے فنا ہو جاتی ہے خود یہ آگ بھی فنا ہو جاتی ہے اسی طرح جان حیوانی بھی بوجہ اسکے کہ یہ اصل جان نہیں ہے اصلی جان دوسری ہی ہے تلف ہو جاتی ہے۔

مگر نہ گشتے ہمیزم او مثر بُدے تا ابد معمور وہم عامر بُدے

یعنی اگر وہ کڑی ایندھن نہ ہو جاتی تو پھیل والی ہوتی اور ہمیشہ کیلئے معمور اور عامر ہوتی۔ (یہاں جبریل سے مثال اس واضح کو دی ہے اور غلیل سے مثال خود ایسے کو دی ہے) مطلب یہ ہے کہ اے ناصح اگرچہ تو مجھے نصیحت کرنا ہے اور اس طرح خیر خواہی کرتا ہے جس طرح کہ جبریل علیہ السلام حضرت غلیل علیہ السلام کے خیر خواہ تھے مگر میں بھی حضرت غلیل اللہ کی طرح ہوں کہ جب ادن سے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں تمہاری مدد کو آؤں تو ادھون نے انکار کر دیا تھا اور فرما دیا تھا کہ اے جبریل اگرچہ تم خیر خواہ ہو لیکن میں بے تمہاری مدد کے جلا ہوا چھا ہوں اور یہ تو بالفرض ہے درندہ اصل میں تو میں جلون گا بھی نہیں اسلئے کہ روح حیوانی کو فنا ہے اور عامر وہم کا اثر ہوتا ہے لیکن میری روح تو عسری نہیں رہی بلکہ یہ تو ملکوتی ہو گئی ہے اسلئے یہ آگ اس پر اثر نہ کرے گی تو اسی طرح وہ جہاں کہتا ہے کہ ادل تو میں اس مسجد میں رہ کر مذہکاً نہیں اسلئے کہ مجھ پر اس کا اثر ہوگا اور اگر تو بھی گیا تو میں تو مرنے کو تیار ہوں ہی پھر کیوں مجھے نصیحت کرتے ہو آگے بھی حضرت غلیل اللہ کی زبانی حضرت جبریل علیہ السلام کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

یا وصونا نست این آتش بدان پر تو آتش بود نے عین آن

یعنی یہ آگ جلنے والی ہو اسے جان لے اور سایہ آگ کا ہوتا ہے نہ کہ اس کا بھین۔

عین آتش در اخیر اندیقین پر تو وسایہ ویست اندر زمین

یعنی آگ کا بھین تو کہہ آتش ہی میں ہے یقیناً اور اس کا پر تو اور سایہ زمین میں ہے۔

لاجرم پر تو دنیا یدر اضطراب سوے معدن بازیگر در شتاب

یعنی آخر کار سایہ اضطراب کی وجہ سے تھرتھاتا نہیں ہے بلکہ جلدی سے معدن کی طرف واپس چلا جاتا ہے مطلب یہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ یہ آگ ہر دنیا میں ہے اس آگ کا جو کہ آگ میں ہے سایہ ہے اسلئے فنا ہو جاتی ہے اور وہ اہلی آگ فنا نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو روح عسری ہے وہ تو ایک دم سے فنا ہو جاتی ہے

اور جو روح ملکوتی ہے وہ فنا نہیں ہوتی۔ آگے سایہ کے فنا ہونے اور اصل کے باقی رہنے کی ایک مثال فرماتے ہیں
تمامت تو برقرار مد بساز سایہ ات بوتہ دے یکدم دراز
 یعنی تیرا قدر تو رفتہ سے بڑھتا رہتا ہے اور تیرا سایہ ایکدم چھوٹتا ہے اور ایک دم دراز ہے۔
زائیکہ در پر تو نیاید کس ثبات عکسہا و اکشت سوئے اہیات
 یعنی اسلئے کہ سایہ میں کوئی شخص ثبات نہیں پاتا اور عکس اصول کی طرف لوٹ جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ
 دیکھو تمہارا قدر تو یکساں رہتا ہے اور سایہ چھوٹا ہوتا رہتا ہے اور پھر گھٹتے گھٹتے اصل تک کی طرف لوٹ
 آتا ہے تو بس اسی طرح روح غصہ مری ہے جو فنا ہو جاتی ہے اور روح ملکوتی تو اپنی اصل کی طرف چلی جاتی ہے
 اب بیان فرماتے فرماتے مولانا رکعتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

خشک آرا اللہ اعلم بالرشاد
 شرق و غرب افتاد اندر اضطراب
 ہر یکے باد بیکرے در جنگ شد
 مسلیم کردم تن زوم
 باز گویم گوش کن چون غم فرو
 دود و کندے آمازاہل حسد
 خاطر سادہ دے راپے کند
 بہر مجھو ان مشال معنوی
 دین عجب بنود صاحب ضلال
 غیر گرمے می نہ یا بچشم کور
 سر برون آرد و چون طحانہ
 قصہ پیغمبر ست و پیروی
 کہ دو انشد اولیا زان سو سمنہ
 پایہ پایہ تالقات خدا
 کہ بہ پر زو بر پرد صاحب کد

ہیں دہان بر بند فتنہ لب کشاد
 فتنہ زاد و کرد عالم را خراب
 چون طرب گرد و دلہا رنگ شد
 گفت و گو بسیار شد خامش شدم
 در تو گوئی موجب فتنہ چہ بود
 پیش از ان کاین قصہ تا فخلص رسد
 من بھی رنجہ ازین لیک این لکد
 خوش بیان کرد ان حکیم غزنوی
 کہ ز تسمان گرد نہ بیند غیر قال
 کہ شعاع آفتاب پر ز نور
 خربطے ناگاہ از خیر حناء
 کاین سخن پیست است یعنی مثنوی
 نیست ذکر و بحث و اسرار بلند
 از مقامات تبستل تا فنا
 شرح و حد ہر مقام و منزلے

جملہ سرتاسر فسانت و فسوں
چون کتاب اللہ بیاں ہم دران
کہ اساطیر است و افسانہ نشند
کو و کان خور و ہمیش می کنند
ذکر آدم و نوح و ابرہیم و اہارن
ذکر موسیٰ و کشتی و طوفان تن
ذکر اسمعیل و ذبح و جبریل
ذکر یوسف و ذکر زلف پر بخش
ذکر بلقیس و سلیمان و سبا
ذکر طالت و شعیب و صوم او
ذکر حمل مریم و تحمل و مخاض
ذکر صاع ناقہ و تقسیم آب
ذکر الیاس و غریز و موت او
ذکر ایوب و صبورے در بلا
ذکر موسیٰ و شجر طور و عصا
ذکر عیسیٰ و عروجش بر سما
ذکر فضل احمد و خلق عظیم
ظاہرست و ہر کسے پے مے برد
گفت اگر آسمان نمایم این بتو
جنیان و انسیان و اہل کار

کو و کانہ قصہ بیرون و درون
این چنین طعنہ زند آن کا فرمان
نیست تحقیق و تمیق بلبند
نیست جزا مرپسند و ناپسند
ذکر ہود و ہاد و ابراہیم و ناز
ذکر کنعان و سر از خط تا فتن
ذکر قصہ کعبہ و اصحاب سبیل
ذکر یعقوب و زلیخا و غمش
ذکر داؤد و زبور و اوریا
ذکر یونس و ذکر لوط و قوم او
ذکر زکریا و یحییٰ و ریا حق
ذکر ادریس و مناجات و جواب
ذکر تارون و وزین رفتن فرو
ذکر اسرار سلیمان در تہ لا
خلع نقیلین و خطابات و عطا
ذکر ذوالقرنین و خضر و ارمیا
کہ قمر از معجزاتش شد و دہم
کوہیان کہ گم شود در دہ خند
این چنین یک سورہ گویا بحث گو
کہ یکے آیت ازین آسمان بسیار

مولانا کی شتوی پر کچھ لوگوں نے اعتراضات شروع کئے تھے میں جب مولانا اس مقام تک پہنچے ہیں تو مولانا
کو کسی طریقے سے جس کا بیان ذکر نہیں کیا گیا ان اعتراضات کا علم ہو گیا۔ لہذا مولانا کے طبیعت پر ابتدا کر کچھ
انفس و گنجی گھاٹی اور چاہا کہ اس کو ہمیں ختم کر دینا اسلئے فرماتے ہیں کہ میں جی ہند کر و فتنہ اوٹھ کھڑا ہوا ہے اور خاموش
ہو شاید حق سبحانہ کے نزدیک اسکی تکمیل ٹھیک نہیں اور خدایا رستی سے زیادہ واقف ہے خاموشی کا
سبب جیسا کہ پہلے بھی بیان کر دیا ہے یہ ہے کہ فتنہ پیدا ہو گیا ہے اور اس نے عالم کو خراب کر دیا ہے اور اسکی

سبب مشرق و مغرب میں ہل چل پڑ گئی ہے اور حقائق قلوب کے گرد دنگ ہو گئے یعنی وہ حقائق قلوب پر پوشیدہ ہو گئے تو ہر ایک دوسرے کے ساتھ برسرِ پیکار ہو گیا ہے چونکہ قبلِ قتال بہت ہونے لگی ہے لہذا میں بھی خاموش ہو گیا۔ اور راضی برضائے حق ہو کر چپ ہو بیٹھا۔ اب اگر تم یہ پوچھو کہ اس فتنہ کا سبب کیا تھا تو چونکہ مجھے اس واقعہ سے نہایت صدمہ ہوا ہے اسلئے وہ بھی کہے دیتا ہوں سنو بات یہ ہے کہ قبل اس کے کہ یہ قصہ جو زیرِ بیان ہے تمام ہو جا سکے وہی دن میں آگ لگ گئی اور اوسکا دھواں اور چڑاؤ (یعنی اثر از قسمِ عینا وغیرہ) مجھے محسوس ہوئی سو مجھے اگو طبعاً ناگوار ہوا جیسا کہ پیشتر معلوم ہو چکا ہے مگر عقلاً اس کا کچھ ملال نہیں (کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میں اور میری دشمنی تو کیا بینِ قرآن کریم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ واقعات پیش آئے ہیں جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آئے گی) لیکن خیال صرف اتنا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ بھولے بھالے لوگ جو مساندِ نہیں ان کے دھوکے میں آ جاویں اور اوں کو نقصان پہنچ جائے۔ ان معترضین کی تمغیل حکیم ثنائی علیہ الرحمۃ نے نہایت خوب اور پر معنی بیان کیا ہے ادھون نے فرمایا ہے کہ اگر گمراہ لوگ قرآن کے صرف ظاہری مضامین کو دیکھیں اور اوسپر اعتراض کریں تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ پُر نور آفتاب کی شعاعوں سے اندھے کو بجز گری کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا مان جو آنکھ والے ہیں اوں کو اوس سے خصوصیات دیکھائی دیتے ہیں پس یہی حالت ان معترضین کی ہے کہ الفاظِ دشمنی پر نظر کرتے ہیں اور اوس کے اسرار و دقائق کو نہیں دیکھ سکتے خیر اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک گمراہ نے خرفانہ سے طاعنانہ صورت میں سر نکالا اور کہا کہ یہ کلام یعنی دشمنی ایک گھٹیا کلام ہے کیونکہ اس میں پیغمبرانِ علیہم السلام کے قصے اور ابتلاء کی ترغیب ہے۔ نہ کوئی دقیق بحث ہے نہ اسرارِ مضفیہ ہیں نہ کسی طرف اہل اللہ اپنی عنان توجہ منعطف کریں لیکن مقامِ انقطاع عن الخلق سے لیکر مقامِ فنا تک اور رفتہ رفتہ وصال حق سبحانہ تک کی بحث ہونی چاہئے تھی اور ہر مقام کی تفصیل و تحدید ہونی چاہئے تھی تاکہ ان امور پر مطلع ہو کر اربابِ دل اسے ترقی روحانی حاصل کرتے مگر یہ تو سرسراہِ فسانہ اور تلمیذ ہے اور سرسراہِ کجی کہ انیان ہیں بان صاحبِ تہنہاری کچھ شکایت نہیں کیونکہ جب کتاب اللہ نازل ہوئی تھی تو اوس وقت جو تہنہاے بھائی کفار موجود تھے اوہوں نے بھی قرآن پر اسی قسم کے طعن کئے تھے اور کہا تھا ان بذا الا اساطیر الاولین یعنی یہ تو تمھیں پرانے قصے ہیں نہ کوئی جدید تحقیق ہے نہ کوئی باریک بات ہے بلکہ موٹی موٹی باتیں ہیں جن کو بچے بھی سمجھتے ہیں نیز اس میں اور دھرا ہی کیلئے۔ بجز اس کے یہ کمزورہ نہ کرو یہ کم کو پسند ہے وہ ناپسند۔ اور بجز اس کے کہ آدم اور شیطان اور سانپ کا تذکرہ ہے اور ہود اور یونس اور ابراہیم اور آگ کا قصہ ہے۔ نوح اور شعی اور طوفان اور کھانا اور اوسکی نافرمانی کا واقعہ ہے۔ اسمعیل اور اونکے ذبح کرنے اور جبریل کے دنبہ لایا کا ذکر ہے کہہ اور صحابہ

کا قصہ ہے یوسفؑ اور انکی زلف پر تم یعقوبؑ اور زلیخا اور انکے غم کا بیان ہے یوسفؑ اور سلیمانؑ اور شہر سبا کی تفصیل ہے داؤدؑ زبور اور اوریہ کا واقعہ ہے طالوت کا ذکر ہے شعیب اور انکے روزہ کا قصہ ہے یونس کا ذکر ہے لوط اور انکی قوم کا واقعہ ہے مریم علیہا السلام کے حمل اور انکے درد زہ کی تکلیف اور انکے اس حالت میں درخت خرما سے تسکین حاصل کرنیکا تذکرہ ہے زکریاؑ کی سچی کا تذکرہ ہے باغات کا بیان ہے صالح اور انکی اونٹنی اور پانی کی تقسیم کا طریقہ مذکور ہے ادریس اور انکی مناجات اور اسکے جواب کا بیان ہے الیاس کا ذکر ہے عزیر اور انکی موت کا بیان ہے قارون اور اس کے زمین میں دبھنس جانے کا قصہ ہے ایوب اور انکے مصیبت میں مبر کرنے کا ذکر ہے اسرائیلوں کی داوی دنیا میں سرکشگی کا واقعہ ہے موسیٰ اور شجرہ - عصا و بطور جوتیان اوتارنے اور حق سبحانہ سے ہمکلام ہونے اور توریت وغیرہ ملنے کا قصہ ہے - عیسیٰؑ اور انکے آسمان پر چلے جانیکا ذکر ہے ذوالقرنین خضر اور ارمیا کے واقعات ہیں احمدؑ کے اوصاف اور ان کے خلق عظیم کا بیان ہے اور یہ مذکور ہے کہ آپ کے معجزات میں سے ایک یہ ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے پس یہ ہیں وہ باتیں جو قرآن میں مذکور ہیں اور جو کچھ بھی ہے وہ اس قدر ظاہر اور عام فہم ہے کہ ہر شخص زبان دان سمجھ لیتا ہے ایسے مضامین نہیں جن میں عقل بھی خطا ہو جائے۔ یہ تو انکا اعجاز تھا مگر اب سنو کہ اسکا جواب کیا دیا گیا۔ سو فرمایا گیا کہ بہت اچھا اگر یہ ایسا ہی آسان کلام ہے جس کو بچے بھی سمجھ سکتے ہیں اور اسلئے وہ تمہارے نزدیک محقر ہے تو ایسی ہی آسان تم بھی ایک سورہ بنا دو تم تو کیا بناتے ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ تمام جنات تمام انسان اور تمام وہ جو اس میدان کے اردین ذرا سب کے سب کبھی ہی کر کے بقدر ایک آیتہ ہی ایسا آسان اور محقر کلام بنا دیں۔

شرح شبیری

ہین دہان بر بند فتنہ کشاد خشک آرا اللہ اعلم بالرشاد

یعنی ہاں منکر بند کر کوکہ فتنہ نے لب کھولا خشک لاؤ واللہ اعلم بالرشاد مطلب یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں اب چپ رہا اسلئے کہ ایک فتنہ پیدا ہو گیا ہے اس فتنہ کی تفصیل آگے خود فرماؤ گئے۔

فتنہ زادو کرد عالم را خراب مشرق و غرب افتاد اندر اضطراب

یعنی فتنہ پیدا ہو گیا اور عالم کو خراب کر دیا۔ اور مشرق و غرب اضطراب میں پڑ گئے۔

چون مراتب گردد لہا تنگ شد ہر یکے باد دیگرے در جنگ شد

یعنی جبکہ حقائق قلوب کے گرد تنگ ہو گئے تو ہر ایک دوسرے کیساتھ جنگ میں ہو گیا۔ یعنی جب قلوب پر حقائق

پوشیدہ ہو گئے تو سب آپس میں لڑنے لگے اور کسی نے حقیقت کو نہ سمجھا۔
 گفتگو بسیار شد خامش شدم مسئلہ تسلیم کردم تن زدم
 یعنی گفتگو زیادہ ہو گئی ہے (لہذا) میں خاموش ہوتا ہوں اور مسئلہ تسلیم (کا اختیار) کرتا ہوں اور چپ ہو جاتا ہوں
 یعنی چونکہ گفتگو زیادہ ہو چکی ہے اور فتنہ پیدا ہو گیا ہے تو میں اب چپ رہنا ہی مناسب ہے۔
 درد تو گوتی موجب فتنہ چه بود باز گویم گوش شن چون حسد فزود
 یعنی اور اگر تو کہے کہ فتنہ کا سبب کیا تھا تو میں بیان کرتا ہوں سن جبکہ غم زیادہ ہو گیا۔ یعنی اب چونکہ غم زیادہ
 ہو گیا ہے لہذا اب میں اس فتنہ کا بیان کرتا ہوں تو سن لو۔

بداندیشوں کے خیال کا ذکر

پیش از ان کا این قصہ تا مخلص شد دود و گندی آمد از اہل حسد
 یعنی پہلے اس سے کہ یہ قصہ ختم تک پہنچے وہ ان اور گندگی اہل حسد کی طرف سے آئی۔ یعنی اہل حسد نے قبل اس
 قصہ کے ختم کے اعتراض شروع کر دیا۔ اب کوئی کہتا ہے کہ اگر اعتراض کر ہی دیا تو آپ کو برا کیوں معلوم ہوتا ہے
 صبر کیجئے آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

من نمی رنجم ازین لیک این لکد خاطر سادہ دلے را پے کسد
 یعنی میں تو اس سے رنجیدہ نہیں ہوتا لیکن یہ بات کسی سادہ دل کے دل کو خراب کرے گی۔ مطلب یہ کہ مجھے تو ان اعتراضات
 کی پروا نہیں ہے لیکن اس سے ڈر یہ ہے کہ کہیں کوئی سادہ دل گمراہ نہ ہو جائے اور ان اعتراضات کو صحیح سمجھ کر
 مشغولی سے بد دل نہ ہو جائے اور ان مضامین کا دوسرا محل نہ لے لے اسلئے ہم چپ ہو گئے اب آگے اس اعتراض
 کو اٹھاتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ اس قسم کے اعتراضات تو ہمیشہ ہوتے ہی رہے ہیں جی کہ قرآن پر
 بھی لوگوں نے اس قسم کے اعتراض کئے ہیں آگے حکیم غزنوی کے قول سے اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

خوش بیان کرد آن حکیم غزنوی بہر عجیبان مثال معنوی
 یعنی اس حکیم غزنوی نے عجیب کیلئے ایک معنوی مثال خوب بیان کی ہے (و یہ کہ)

کہ ز قرآن گر نہ بیند غیر فال این عجب ہنود ز اصحاب ضلال
 یعنی اگر مولے فال کے قرآن سے کوئی بات نہ دیکھے تو یہ بات اصحاب ضلال سے عجیب نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگر
 گمراہ لوگ قرآن شریف سے صرف فال دیکھنے کے نفع کو سمجھیں تو اس سے کیا ہوتا ہے قرآن شریف میں جو
 منافع ہیں وہ تو ان لوگوں کے نہ سمجھنے پر بھی موجود ہیں۔

کمز شعل آفتاب پر ز نور غیر گرمی می نہ یا بد چشم کو
یعنی آفتاب پر نور کی شعاع سے سوائے گرمی کے اندھا کچھ بھی نہیں دیکھتا۔ (لیکن اس کے نزدیک کسی قسم کی کمی نہیں آتی تو اسی طرح اگر شتوی پر کوئی اعتراض کرے تو اس سے اس کی خوبی میں کوئی فرق نہیں آتا یا ایک سہید تھی آگے اس نکتہ کا بیان فرماتے ہیں کہ

حس ربطے ناگاہ از خسرو خانہ سر بیرون آورد چون طعانہ
یعنی ناگاہ ایک خربطہ نے ایک خرفاء سے طعن کرنے والے کی طرح سر باہر نکالا اور وہ اعتراض یہ ہے کہ

کاین سخن پست است یعنی شتوی قصہ پیغمبر است و پیروی
یعنی کہ یہ سخن پست ہے یعنی شتوی اور قصہ پیغمبر کا اور پہلے لوگوں کا ہے۔

نیست ذکر و بحث و اسرار بلند کہ دوا خندا و لیلا زانسو تمسند
یعنی ذکر اور بحث اسرار کی نہیں ہے کہ جو اولیا اس طرف کو گھوڑا دوڑا دیں۔

از مقامات متبطل تا فسا پایہ تا ملاقات خدا
یعنی مقامات انقطاع خلق سے فنا تک رتبہ ملاقات خدا تک۔

شرح و حد ہر مقام و منزلے کہ بہ پر ز و بر پر دہ صاحب
یعنی ہر مقام اور ہر منزل کی شرح اور حد کہ بر سے کوئی صاحب لڑ سکے مطلب یہ ہے کہ کسی مترض نے اعتراض یہ کیا

کہ اس شتوی میں صرف قصص اور پہلے لوگوں کی حالات ہی ہیں اور اسرار اور مقامات کی شرح نہیں کی ہے اس میں
تو چاہئے تھا کہ تمام مراتب کو جدا جدا گانہ ملاقات حق تک بیان کرتے چلے جاتے اسلئے کہ یہ تو قصوں کی کتاب ہے اس میں تو اسی قسم کی باتیں ہوتیں اور اب اس کی یہ حالت ہے کہ۔

جملہ سر تا سر فسانست و فسون کو دکانہ قصہ بیرون و درون

یعنی بالکل سارا فسانہ اور فسون ہی ہے اور بچوں کی طرح اندھ باہر کے قصے ہی ہیں۔ اب مولانا سبات کا ایک الزامی جواب دیتے ہیں کہ۔

چون کتاب اللہ بیادیم بران این چنین طعنہ زدن آں کافران

یعنی قرآن شریف کی طرح چاہئے کہ اس پر بھی اسی طرح اون کافروں نے طعن کئے ہیں۔ یعنی فرماتے ہیں کہ شتوی اگر ایسی ہو گئی ہے تو کچھ حرج نہیں ہے اس لئے کہ قرآن بھی تو ایسا ہی ہے اور اوس پر بھی لوگوں نے اسی قسم کے اعتراض کئے ہیں اور کہا ہے کہ۔

کہ اساطیر است و افسانہ نثرند نیست تحقیق و تعمق بلند

یعنی کہ قصے اور پرانے افسانے ہیں کوئی بلند تحقیق اور تعمیق نہیں ہے (بلکہ حالت یہ ہے کہ)
کو دوکان خور و فہش می کنند نیست جز امر لیسند و ناپسند
 یعنی چھوٹے چھوٹے بچے اوس کو سمجھ لیتے ہیں اور سوائے ہانگز اور ناجائز کے کچھ نہیں ہے۔ یعنی اسرار و حقائق و وقایع
 نہیں ہیں بلکہ صرف یہی ہے کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز لطیف باتیں نہیں ہیں۔

ذکر آدم گندم و ابلیس و مار ذکر ہود و باد و ابرہہ و ہیم و فار
 یعنی آدم اور گہیون اور ابلیس اور سانپ کا ذکر ہے اور ہود اور ہوا اور ابرہہ اور نار کا ذکر ہے۔
ذکر نوح و کشتی و طوفان تن ذکر کنعان و سمر از خط تا فتن
 یعنی نوح اور طوفان تن اور کشتی کا ذکر ہے اور کنعان کا اور اوس کے خطا مستقیم سے سر پھرنے کا ذکر ہے۔
ذکر یوسف و ذکر زلف پرخش ذکر یعقوب و زلیخا و غمش
 یعنی یوسف اور او کی زلف پر خم کا ذکر ہے اور یعقوب اور زلیخا اور اون کے غم کا ذکر ہے۔

ذکر اسمعیل و ذبح جبرئیل ذکر قصہ کعبہ و اصحاب فیل
 یعنی اسمعیل اور جبرئیل کے ذبح کا ذکر ہے اور کعبہ کے قصہ کا ذکر ہے اور اصحاب فیل کا ذکر ہے۔
ذکر بلقیس و سلیمان و سبا ذکر داؤد و زبور و اوریا
 یعنی بلقیس اور سلیمان اور سبا کا ذکر ہے اور داؤد اور زبور اور اوریا کا ذکر ہے۔ (اور یا ایک شخص کا نام ہے ہمدان و داؤد
 کا حلام تھا)۔

ذکر طالوت و شعیب و صوم او ذکر یونس ذکر لوط و قوم او
 یعنی طالوت اور شعیب اور اون کے روزہ کا ذکر ہے اور یونس کا ذکر اور لوط اور اون کی قوم کا ذکر ہے۔

ذکر حمل مریم و خنسل و مخاض ذکر زکریا و یحییٰ و ریاض
 یعنی مریم کے حمل کا اور کھجور کا اور جائے درد زہ کا ذکر ہے اور زکریا اور یحییٰ اور باغون کا ذکر ہے۔

ذکر صالح ناقہ و تقسیم آب ذکر ادریس و مناجات و جواب
 یعنی صالح اور ناقہ اور تقسیم آب کا ذکر ہے اور ادریس اور مناجات اور جواب کا ذکر ہے۔

ذکر ایساٹس و عزیر و موت او ذکر قارون و زمین رفتن فسرو
 یعنی ایساٹس اور عزیر اور اون کی موت کا ذکر ہے اور قارون اور اسکے زمین میں چلے جانے کا ذکر ہے۔

ذکر ایوب و صبور و در بلا ذکر اسرئیل و در تہ لا
 یعنی ایوب کا اور اسکے ملائین صبر کا ذکر ہے اور بنی اسرائیل کا ایک نام معلوم جنگل میں پھرنے کا ذکر ہے۔

ذکر موسیٰ و شجر طور و عصا حنعلین خطابات و عطا

یعنی موسیٰ اور شجر کا اور طور کا اور عصا کا اور حنعلین نکالنے کا اور خطابات اور عطا کا ذکر ہے۔

ظاہر است و ہر کسے پے میسر د کو بیان کہ گم شود دروے خرد

یعنی یہ سب امور ظاہر ہیں اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور وہ بیان کہاں ہے کہ جس میں عقل گم ہو مطلب یہ کہ غافل کہا کرتے تھے کہ یہ سب باتیں تو ایسی آسان ہیں کہ ادھر ادھر کے قصے جمع کر دے گئے ہیں باقی اسرار و حقائق و دقائق کا کہیں پتا بھی نہیں ہے تو جیسے قرآن شریف پر اعتراض کیا جاتا تھا اسی طرح مثنوی پر بھی یہ اعتراض ہے تو پھر کیا ہی بات ہے آگے اونکے اس کہنے کا کہ آسان کلام ہے ایک انرا ہی جواب دیتے ہیں کہ۔

گفت اگر آسان نماید این بتو این چنین یک سورہ کو لے سخت گو

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ سچے آسان معلوم ہوتا ہے تو لے سخت کلام ایسی ایک سورہ لے آ کہ دے۔

جنیان و انسان و اہل کار گو یکے آیت از من آسان بیار

یعنی جنات اور انسان اور اہل کار (سب کو) کہہ دو کیا ایک ہی آیت اس سے آسان لے آؤ۔ آگے اس امر کو بیان فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کے صرف الفاظ ہی نہیں ہیں بلکہ قرآن شریف کے اندر بہت سے بطون ہیں جو کظاہر نظر میں معلوم بھی نہیں ہوتے اس کو ایک حدیث سے ثابت کرتے ہیں اور بطور تفسیر حدیث کے بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ذکر ظاہر باطنے بس ظاہر است
خیرہ گرد و داندروں کو نظر
کہ در و گرد و خرد با جملہ لم
جز خداے بے نظیر و بے ندید
فی شمر تو زین حدیث مختصم
دیو آدم را نہ بیند جزو کہ طین
کہ نقوش ظاہر و جانش خفی است
یک سر موے نہ بیند حال او

حرف قرآن را بداند کظاہر است
زیر آن باطن یکے بطن دگر
زیر آن باطن یکے بطن سوم
بطن چہارم از بنی خود کس ندید
ہم چنین تا ہفت بطن اے ذوا لکرم
تو قرآن اے پسر ظاہر حسین
ظاہر قرآن چو شخص آدمی است
مرور اصدال عسم و خال او

مولانا یہاں تک مترنمین کا اعتراض اور اس کا اجمالی جواب بیان کر کے اب تفصیلی جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ قرآن صرف آسان ہے کیونکہ قرآن کیسے ایک معنی ظاہری ہیں اور اس کے تحت میں

ایک معنی باطنی ہیں مگر ان ظاہری اور باطنی معنوں میں تخالف نہیں سمجھ لیں کہ نہ کھانا اور اس باطنی معنی کے تحت میں ایک اور معنی باطنی ہیں جس میں عقول و افکار اہل ظاہر متحیر ہو جاتے ہیں اور اس باطن کے تحت میں ایک تیسرا باطن ہے کہ اس کے اندر تمام عقول حیران ہو جاتی ہیں۔ الاماشارہ اندر اور قرآن کا بطن چہارم خود کے وحدہ لا شریک کے سوا کسی نے دیکھا ہی نہیں اسی طرح تم اس حدیث معتد سے ساتوں بطون کو گن جاؤ۔ (فت مولانا) کے اس مضمون سے یہ امر معلوم ہو گیا کہ کسی مخلوق کو تمام اشیاء کا علم نہیں بلکہ یہ صفت حق سبحانہ کے ساتھ مختص ہے پس جن مضامین سے اہل اللہ کے احاطہ علی کا شبہ ہوتا تھا ان کی تشریح خود مولانا ہی کے مضمون سے ہو گئی۔ اور خود مولانا ہی نے اس شبہ کا انزال فرمادیا۔ اور اس سے ان لوگوں کی غلطی بھی ظاہر ہو گئی جو مامن سراطب دلایا بس الا فی کتاب مبین سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا مان و مایکون پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ اگر یہ امر تسلیم ہی کر لیا جائے کہ کتاب مبین سے قرآن ہی مراد ہے اور یہ بھی مان لیا جائے کہ یہ جھڑپ حقیقی ہی ہے تب بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ تمام اشیاء مذکور بھی ہونگی تو ظہر مع بطون سب سے بڑی مذکور ہو گئی اور بطون چہارم و پنجم و ششم و ہفتم کا علم مختص بذات حل مجہد ہے تو حواشیاء ان بطون اربعہ میں مذکور ہے ان کا علم خدا کے سوا کسی کو نہ ہوگا۔ پس علم ہا مان و مایکون پر استدلال باطل ہو گیا۔ اور نافی احاطہ تصریحات و خصوص میں تاویل کرنا اور بظاہر مثبت احاطہ میں تاویل نہ کرنا کھلی ہرٹ دہری اور جدال صریح ہی واللہ اعلم و علیہ اتم) پس اس مضمون سے ثابت ہو گیا کہ قرآن صرف آسان ہی نہیں بلکہ دشوار بھی اتنا ہے کہ عقول عامہ تو درکنار عقول خاصہ کی رسائی بھی وہاں تک نہیں پس تم قرآن کے ظاہری کو نہ دیکھو بلکہ اس کے بطون پر نظر کرو۔ اس لئے کہ صرف ظاہر کو دیکھنا اور باطن پر نظر نہ کرنا صفت ہے ابلیس کی کہ وہ آدم میں صرف ٹی دیکھتا ہے اور اونکے کمالات علمیہ و عملیہ کو نہیں دیکھتا اور بے دھڑک انا خود منہ کہہ بیٹھتا ہے تمام ظاہر قرآن کو ایسا سمجھ جیسے کہ ظاہر آدمی کہ اس کا تشکل ظاہر ہے اور روح مخفی یونہی ظاہر قرآن کے لئے بھی باطن ہے جو کہ مخفی ہے اور جس طرح کہ آدمی کہ اس کے چار اموں و عزیز و موہوس تک دیکھتے ہیں مگر اس کے تمام حالات باطنی پر مطلع نہیں ہو سکتے یہی حالت قرآن کی ہے کہ کوئی کتنی ہی جدوجہد کرے مگر اس کے کل باطنی معانی پہنچا سکے کبھی اطلاع نہیں ہو سکتی۔

شرح شبیری

حدیث ان للقرآن ظہراً و بطناً و لبطنہ بطناً الی سبعة

البطن وفي رواية الى سبعين بطناً كي تفسير

حرف قرآن را بدان که ظاہر است زیر ظاہر بطنے بس قاہر است

یعنی حرف قرآن کو تو وہ جانو جو کہ ظاہر ہے اگر ظاہر کے نیچے ایک زبردست بطن ہے۔
زیر آن بطن کے بطن دگر خیرہ گرداندر و فکر و نظر
یعنی اس بطن کے نیچے اور دوسرا بطن ہے کہ اس کے اندر نظر و فکر مہیا ہو جاتی ہے یعنی وہ ایسا بطن ہے کہ وہ کس و ناکس کی سمجھ میں بھی نہیں آتا۔

زیر آن بطن کے بطن سوم کہ در و گرد و خرد با جملہ گم

یعنی اس بطن کے نیچے ایک تیسرا بطن ہے کہ اس کے اندر تمام عقول گم ہو جاتے ہیں۔
بطن چارم از بنے خود کس ندید جز حرائے بے نظیر و بے ندید
یعنی چوتھا بطن قرآن شریف سے خود کسی شخص نے سوائے خدائے بے نظیر و بے ندید کے نہیں دیکھا ہے۔

ہم چنین تا ہفت بطن اے ذوالکرم می شمر تو زین حدیث معتصم
یعنی اسی طرح سات بطن تک اے ذوالکرم گئے۔ اس حدیث معتصم سے یعنی اسی طرح ایک سے لے کر سات تک گنتے چلے جاؤ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو کسرخ میں ہے۔

تو ز قرآن اے پسر ظاہر مبین دیو آدم را نہ بیند جز کہ طین

یعنی اے صاحبزادے تم قرآن سے صرف ظاہر کو مت دیکھو کہ شیطان آدم کو سوائے مٹی کے کچھ نہیں دیکھتا مطلب یہ کہ دیکھو جب شیطان کو سجدہ کیلئے کہا گیا ہے تو اس نے یہی کہا ہے کہ یہ تو مٹی کے ہیں میں ان کو کیوں سجدہ کروں اور ان کے اندر جو کمالات تھے وہ اس کو دکھلائی نہیں دئے تو اسی طرح تم بھی قرآن شریف کے صرف الفاظ کو مت دیکھو بلکہ اس کے معانی اور بطن پر بھی غور کرو تاکہ اس کی کچھ حقیقت معلوم ہو۔

ظاہر قرآن چو شخص آدمی است کہ نقوشش ظاہر و جانش خفی است

یعنی قرآن شریف کا ظاہر آدمی کے جسم کی طرح ہے کہ اس کے نقوش ظاہر ہیں اور اس کی جان خفی ہے۔

مر در اصد سال عتم و حال و یک سرموئے نہ بیند حال او

یعنی آدمی کو سو برس تک اس کے چہرے اور مومن (دیکھتے ہیں مگر) ایک بال برابر بھی اس کے حال کو نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ دیکھو انسان کے جسم کو اس کے رشتہ دار یا ہمراہ مومن دیکھتے نہیں مگر اس کے اندر وئی حالات کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ اسی طرح صرف قرآن شریف کے الفاظ سے اس کے بطن اور اس کے اسرار تک

رسائی نہیں ہو سکتی۔ آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء جو غاروں وغیرہ میں پوشیدہ رہتے ہیں اس میں کیا مصلحت ہے۔ چونکہ یہاں بیان کیا تھا کہ صرف جسم کو دیکھ لینے سے حقیقت کا پتہ نہیں چلتا تو اب فرماتے ہیں کہ اسی طرح اولیاء وغیرہ کے پوشیدہ رہنے سے اسکی اصل حقیقت اور وہ معلوم نہیں ہو سکتی۔

شرح حبیبی

آہ کہ گویند اولیاء در گہ بوند
پیش خلق ایشان فراز صد کہ اند
پس چرا پنهان شود کہ جو بود
حاجتش بنود بسوئے کہ گر بخت
چرخ گردید و زیداد گرد جان
گر بظاہر آن پری پنهان بود
نزد عاقل زان پری کو مضمر مست
آدمی نزدیک مافل چون خفی است
آدمی بچون عصائے موسی است
در کف حق بہر داد و بہر زین
ظاہر شچہ و لیکن پیش او
تو بین زافسون عیسے حرف و صوت
تو بین زافشوش آن لجات پست
تو بین مر آن عصارا سہل یافت
تو ز دوری دیدہ چتر سیاہ
تو ز دوری می نہ بینی جز کہ گرد
دیدہ ہارا گرد اور روشن کند
چون برآمد موسی از اقصائی دشت
روئے داؤد از فرش تا بان شد
کوہ باداؤد گشتہ ہمر ہے

تاز چشم روان پنهان شوند
کام خود بر چرخ ہفت تم می نہند
کو ز صد دریا و کہ آنسو بود
کز پیش کرہ فلک صغیر بخت
تغزیت جامہ پوشیدہ آن زمان
آدمی پنهان تر از پریان بود
آدمی صد بار خود پنهان تر مست
چون بود آدم کہ در غیب اوصی است
آدمی بچون فسوں عیسے است
قلب تو من ہست بین الاصبغین
کون یک لقمہ چو بکشاید گلو
آن بین کردہ گریبان گشت موت
آن نگہ کہ مردہ بر جہت و شست
آن بین کہ بحر اخضر لا ترکافت
یک قدم پاپیش نہ بنگر سیاہ
اندکے پیش آہ بین در گرد مرد
کوہ ہارا مردی او بر کند
کوہ طور از مقدس رقاع گشت
کوہ ہاند پیش نالان شدہ
ہر دو مطرب مست در عشق شہے

ہر دو ہم آواز دہم پردہ شد
بہر من از ہمدان ببریہ
آنش شوق اردل شعلہ زدہ
کوہ ہاراپشت آرد آل قدیم
جما پیشیت باد پیائی کنند
بے لب و دندان دی رانا است
ہر شے در گوش حشمتی رسد
ای خنک جان کو بغیبش بگرد
ہم نشین او نیرودہ ایچ بو
میر سدا رلامکان تا منزلت
گر بنزدیک تو آرد گوش را
چون شاتش دیدہ چہنگوی

یا چہکال آؤنی امر آمدو
گفت داؤد تو ہجرت دیدہ
لے غریب فردے مونس شدہ
مطربان خواہی و قوال و ندیم
تا کہ قوالی و سرنائی کنند
تا بداتی نالہ چون گوارا و است
نغمہ اجزلے آن صافی جسد
ہم نشینان نشو تلو و بشنود
بگر در نفس خود صد گفتگو
صد سوال و صد جواب اندر دست
شنوی تو نشو و زان گو شہا
گیرم اے کہ خود تو آنرا شنوی

ادب پر لانا بے بیان فرمایا تھا کہ آدمی کی باطنی حالت مخفی ہے اس کو مبینی قرار دیکر عوام کی غلط فہمی کو دور کرنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء پہاڑوں میں رہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ لوگوں کی نظروں سے مخفی رہیں یہ اونکی غلطی ہے اس لئے کہ وہ تو لوگوں کے سامنے بھی سیکڑوں پہاڑوں سے پرے ہیں۔ اور گویا کہ جرح مغفرت پر مبنی اس لئے کہ لوگ آدمی کی باطنی حالت سے اونکے پیش نظر ہوتے ہوئے بھی طاقت نہیں ہو سکتے جب آدمی کی یہ حالت ہے تو اون کو کیا ضرورت ہے کہ وہ جھپین اور پہاڑ کو ڈھونڈیں یا زیلوں کو وہ تو عوام کے لحاظ سے ایسے ہی ہیں جیسے کوئی سیکڑوں مندر دن اور پہاڑوں کے اوپر ہو پس ماؤ کو اسکی ضرورت نہیں کہ وہ پہاڑوں میں بھاگ کر جائیں کیونکہ وہ تو اس قدر تیز رو ہیں کہ اس فک نے بھی اونکو پانے میں سیکڑوں غلین توڑ ڈالیں آسمان اس قدر گھوما کہ وہ روح کی گرد کو بھی نہ دیکھ سکا۔ اس لئے غم میں ماتی لباس (سیاہی مائل) پہن لیا کہ بظاہر سہری مخفی ہے مگر آدمی پر یوں سے بھی زیادہ مخفی ہے جو شخص سچ رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ آدمی مخفی پری سے گونہ زیادہ مخفی ہے تو شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ پری تو ظاہر بھی مخفی ہے اور بالظن بھی مگر آدمی میں یہ کمال ہے کہ وہ باوجود ظاہر ہونے کے مخفی ہے مگر اس سے اچھا یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ جن کمالات کی قابلیت عام انسان میں مضمر ہے اسکا عشر عشر ہی پر یوں میں نہیں اس لئے یہ زیادہ مخفی ہیں بہ نسبت اونکے پس جبکہ عالمی آدمی مائل کے

نزدیک مخفی ہے تو اس سے تم سمجھ لو کہ انسان کامل کس قدر مخفی ہو گا جو کہ برگزیدہ عالم غیب ہے۔ نیز یاد رکھو کہ آدمی عرصائے موت کی مثل ہے یا پون کہو کہ فسون عیسائی کی مانند ہے مومن کا قلب زینت اور افادہ فیوض کے لئے حق سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں یعنی اوستی و انگلیوں کے درمیان ہے اس میں بیان ہے مضمون ہلا کی علت کا یعنی ایسا کیوں ہے جواب یہ ہے کہ وہ اسکی یہ ہے کہ انسان کامل باعتبار قلب کے اصبغین حق کے درمیان میں ہے پس یہ سب کمالات اور اصبغین کی برکت ہے جس طرح عرصائے موت کے ایک چوبقی مگر یہ موسوی کی برکت سے اس میں کیا کمال ظاہر ہو جاتا تھا چنانچہ آگے اسی مضمون کی تصریح ہے کہ عرصائے موسیٰ ظاہر میں تو ایک لکڑی ہے مگر جب وہ منہ کھولے تو عالم اور کمال ایک لقمہ ہے پس یہی حالت آدمی کی ہے کہ وہ صورت میں ایک خاک کا پتلا ہے مگر اس میں ایسے بسے عجیب و غریب کمالات ہیں کہ عقل رنگ رہ جاتی ہے نیز فسون عیسائی بظاہر آواز اور چند حروف کا مجموعہ ہے مگر تم اسے نہ دیکھو بلکہ اس کے اس کمال کو دیکھو کہ اس سے موت ڈر کر بھاگتی ہے یا تو تم اس کی چپکے چپکے پڑے جانے کو نہ دیکھو بلکہ اس کے اس کمال کو دیکھو کہ اس سے مردہ کو نہ بڑھ جاتا ہے نیز تم عرصائے موسیٰ کی اس ظاہری حالت کو نہ دیکھو کہ سہل الوصول ہے بلکہ اس کے اس کمال کو دیکھو کہ اس نے بحر اخصر کے دو کڑے کر ڈالے (علیٰ ہذا القیاس آدمی کے بھی ظاہر کو نہ دیکھو بلکہ اس کی صفات باطن پر نظر کرو پون ہی قرآن کی بھی ظاہری سہولت پر نظر نہ کرو بلکہ اس کی بواطن سے کو نہ دیکھو علیٰ ہذا دشمنی کی بھی ظاہری عنوان پر نظر نہ کرو بلکہ ان حقائق کو دیکھو جو اس میں سرور عین تمنے در سے چتر سیاہ دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ بس جتنی ہے اور کچھ نہیں مگر یہ تہاری غلطی ہے نہ پاس اگر لشکر جبار کو دیکھو نہ تم کو دور سے صرف گرد دکھائی دیتا ہے مگر نہ آگے بڑھو اور دیکھو کہ اس میں کو بھی ہے اور مرد بھی، ایسا جس کی گرد آنکھوں کو روشن کرتی ہے اور اس کی شجاعت پہاڑوں کو اکھڑاتی ہے دیکھو جب موسیٰ علیہ السلام یہ تہ سے نکلے تھے تو انکی آمد سے طور کو جھنجھکا تھا (واللہ اعلم بحقیقہ) اور دیکھو داؤد علیہ السلام کا چہرہ فرحق سبحانہ سے چکا تو ان کے پیچھے پہاڑ روتے تھے پہاڑ داؤد علیہ السلام کے ہم آواز ہوئے اور وہ لون نغمہ سرا ہوئے اور حکم ہمایا جبال ابی مر اس بنا پر پہاڑ ان کے ساتھ ہم آواز اور ہم نغمہ ہوئے نیز فرحق سبحانہ نے فرمایا کہ داؤد تم نے جہاں دیکھی ہے اور میرے لئے اپنے دوستوں سے قطع تعلق کر لیا ہے اور اے بے کس تنہا اور بے غمخیز تیرے دل میں آتش شوق شعلہ زن ہے اسلئے تجھ کو مطہرون اور قوالون اور ہمشینون کی ضرورت ہے لہذا ہم تیرے سامنے پہاڑوں کو لائے ہیں تاکہ یہ قوالی کریں اور گائیں بکائیں اور سب کے سب تیرے نغمہ سرا ہوں اور اس ذریعہ سے تیری آتش شوق میں کچھ سکون ہو جب تم کو یہ امر معلوم ہو گیا تو تم کو اپنی نظر کو صرف صحت ظاہری انسانی ہی تک محدود نہ رکھنا چاہئے بلکہ ان کمالات کو بھی دیکھنا چاہئے اور اسکی پمقرآن اور دشمنی کی حالت کو قیاس کر لینا چاہئے اب تم یہ سمجھو کہ جب پہاڑ ان کے کر سکتے ہیں حالانکہ ان کے نہ ہونٹ ہیں اور نہ دانت۔ یون ہی قلب اولیاء اللہ

بہی بلا جوتوں اور دانستوں کے ناکہ کرتے ہیں اور ان ہندب الاجسام والقلوب حضرات کے اجزاء کا نالہ ہر شب اونکے
حسی کانوں تک پہنچتا ہے اور وہ ان ہی کانوں سے اوس کو سنتے ہیں گو بوجہ عدم صفا کے اونکے پاس بیٹھنے والے
نہیں سنتے مگر وہ اپنی صفا کے سبب خود سنتے ہیں پس چاہئے کہ اونکی حالت مخفیہ کی تصدیق کی جائے کیونکہ
ایسے لوگ بہت خوش نصیب ہیں یہ لوگ اپنے دونوں کو سیکڑوں طرح کی باتیں کہتے سنتے ہیں مگر اونکے پاس
بیٹھنے والے کو اس کی جو بھی نہیں لگتی مثلاً تمہارے دل اور تمہارے اس مکان میں عالم غیب سے سیکڑوں
سوال و جواب آتے ہیں مگر تم خود اُن کو سنتے ہو لیکن اگرچہ دوسرے لوگ کان پاس لاکر اور خوب غور سے بھی
سننا چاہیں مگر تاہم نہیں سن سکتے۔ پس اے مہرے ہمنے مانا کہ تجھے وہ آواز نہیں سنائی دیتی لیکن جب
تیرے پاس اوس کی نظیر موجود ہے تو پھر اوس کے قبول کرنے میں تجھے کیون جبت ہے (تنبیہ "حرفی قرآن
راہدان کہ ظاہرست" سے یہاں تک مضمون استطراد ی تھا اس کے بعد مقصد اصلی کی طرف عود فرماتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ اے سبک طاعتن تو جو جو مسیک کنی اٹھ۔

شرح شبیری

بیان اس کا کہ انبیاء و اولیاء کا غاروں میں جانا اپنے کو پوشیدہ
کرنیکے واسطے نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کو یہ بات بتلانیکے واسطے ہوتا ہے

کہ دُنیا سے قطع تعلق کرنا چاہئے

آنکے گویند اولیاء اور کہ بوند تاز چشم درماں پہنان شوند
یعنی یہ جو کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ پہاڑوں میں (اسلئے) ہوتے ہیں تاکہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہیں۔
پیش خلق ایشان فراصد گرداند گام خود بر چرخ ہفتم می ہنند
یعنی مخلوق کے سامنے وہ سو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں اور اپنا قدم ساتویں آسمان پر رکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے
کہ لوگوں میں جو مشہور ہے کہ اولیاء اللہ پہاڑوں میں اسلئے رہتے ہیں تاکہ پوشیدہ رہیں تو یہ غلط ہے بلکہ
وہ لوگوں کے سامنے خوب بلندی پر ہوتے ہیں کہ جس کا دل چاہے دیکھ لے اور معلوم کر لے۔
پس چرا پہنان شود کہ جو بود کو ز صد دریاؤ کہ آنسو بود

یعنی پھر وہ پوشیدہ اور پہاڑ کے متلاشی کیوں ہونگے کہ وہ تو سو دریا اور کوہ سے اس طرف ہیں یعنی وہ تو ان سب دریاؤں اور کوہ سے بالا ہو چکے ہیں اور انکو ان تعلقات کی پرواہ نہیں رہی ہے اور وہ اس کے محتاج نہیں ہے ہیں کہ اپنے کو پوشیدہ کرنے کیلئے پہاڑوں میں چھپتے رہیں۔

حاجتش بنود بسوئے کہ گریخت کز پیش کرہ فلک صمد نعل ریخت
یعنی اس ولی کو پہاڑ کی طرف بھاگنے کی حاجت نہیں ہوتی جس کے پیچھے کہ کرہ فلک نے سو نعل گرا دیے۔ یعنی جن حضرات کی تہ کو فلک بھی باوجود کوشش کے نہ پہنچ سکا اور انکو پہاڑوں میں پوشیدہ ہونے کی بھلا کیا حاجت ہے۔

چرخ گردید و ندید او گرد جان تعزیت جامہ پوشیدہ آن زمان
یعنی آسمان پھر اور اس نے (اونچی) جان کی گرد (بھی) نہ دیکھی۔ (قی) اس وقت تعزیت کا پتہ نہیں لیا (چونکہ پہلے جامہ تعزیت نیلا پہنتے تھے اسلئے چرخ کی نیلی رنگت کو جامہ تعزیت کہہ دیا) مطلب یہ ہے کہ جب چرخ نے نیکی نہ کی تو پہنچنا چاہا اور پھر نہ مل سکے تو آخر کار مجبور ہو کر جامہ تعزیت پہنکر بھاگ کر بیٹھ رہا آگے ان حضرات کے حالات کے پوشیدہ ہونے کو دو سکے عنوان سے بیان فرماتے ہیں کہ۔

گریختا ہر اک پری پہنان بود آدمی پہنان تر از پریان بود
یعنی اگرچہ بظاہر جن پوشیدہ ہوتا ہے (لیکن) آدمی جنوں سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے۔

نزد عاقل زان پری کہ مضمر است آدمی صد بار خود پہنان تر است

یعنی عاقل کے نزدیک اس جن سے جو کہ پوشیدہ ہے آدمی سو دفعہ خود پوشیدہ زیادہ ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو جنات بالکل پوشیدہ ہوتے ہیں کہ کسی کو نظر نہیں آتے مگر انسان اپنے حالات کے اعتبار سے اونے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے کہ اس کی اصلی حالت اور اندرونی حال کا پتہ چلنا بہت ہی مشکل قریب بہ محال ہے اور یہ بات ایسی ہے کہ ہر انسان کو عام ہے تو جو ادھیہ برگزیدہ اور ولی خدا ہیں انکے باطن کی حالت تو بھلا کس طرح معلوم ہو سکتی ہے آگے غوامی کو فرماتے ہیں کہ۔

آدمی نزدیک عاقل چون خفی است چون بود آدم کہ در غیب او صفی است

یعنی عاقل کے نزدیک جب آدمی خفی ہے تو وہ آدم کس طرح ہونگے جو کہ غیب میں برگزیدہ ہیں مطلب یہ کہ جب غوام الناس کے باطنی حالات کا پتہ نہیں چلتا تو بھلا اولیاء اللہ اور انبیاء کے حالات کا تو کیا ہی پتہ چل سکتا ہے آگے انسان کے جسم کے ظاہر اور اس کے حالات کے خفی ہونے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

اولیاء اللہ کی صورت اور انکے کلام کی عصائے موسیٰ اور فسون

عیسے علیہا السلام کی صورت سے تشبیہ

آدمی ہنچون عصائے موسے است آدمی ہنچون فسون عیسے است

یعنی آدمی موسے علیہ السلام کے عصا کی طرح ہے اور آدمی عیسے علیہ السلام کے فسون کی طرح ہے۔
در کف حق بہ سردار دو بہر زین قلب مومن بہت بین الاصبغین
یعنی حق تعالیٰ کے قبضہ میں واسطے وار کے اور زینت کے مومن کا قلب دو انجلیون کے درمیان میں ہے۔

ف اس شرکی دہر ربط شتر آئندہ کی تقریر میں آتی ہے۔
ظاہر شس چو بے ولیکن پیش او کون یک لقمہ چو بکشاید گلو

یعنی ظاہر میں تو ایک کڑی ہے لیکن اس کے آگے تمام دنیا ایک لقمہ ہے جو وہ گلو کو کھٹ مطلب یہ کہ انسان بظاہر تو ایک مضبوط لقمہ ہے اس کے اندر کچھ ہی نہیں ہے جس طرح کہ عصائے موسے صرف ایک کڑی تھا لیکن جس طرح کہ وہ موسے کے ہاتھ میں آکر ازاد ہوا جتنا رنج و تاجا تھا اسی طرح یہ قلب انسانی اصبغین حق میں رہ کر اس قدر باقوت و عظمت ہوتا ہے کہ پھر اس کے آگے کوئی ٹہر نہیں سکتا۔

تو مبین زافسون عیسے احرف و صوت آن بہ بین کز فے گریزان گشت موت

یعنی تو افسون عیسوی سے صرف حرف و صوت ہی کو مت دیکھ (بلکہ) یہ دیکھ کہ اس (افسون) سے موت بھاگ گئی مطلب یہ کہ یہ بات صرف مت دیکھو کہ یہ تو صرف الفاظ ہیں انکا پڑھنا کیا مشکل ہے اور اس سے عیسای علیہ السلام کی کیا فضیلت معلوم ہوتی تو بات یہ ہے کہ اس میں غور کرنے کے بعد دیکھنے کی تو یہ بات ہے کہ اس آواز سے موت بھاگ گئی مردے زندہ ہو گئے۔

تو مبین زافسونش آن لہجات پست آن نگر کہ مردہ بر جست و نشست

یعنی تم اونکے افسون سے اون پست لہجوں کو مت دیکھو بلکہ اس کو دیکھو کہ وہ کو کمر نہ بٹھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ حرفت اس کی صورت ہی کو مت دیکھو بلکہ اس کی اصلی حالت کو دیکھو۔

تو مبین مرآن عصا اہل یافت آن بین کہ بحر اخضر را شگافت

یعنی تم اس عصا کو اہل یاب مت دیکھو وہ دیکھو کہ اس نے بحر اخضر کو پہاڑ بنا دیا مطلب یہ کہ عصائے موسوی میں صرف اس بات کو مت دیکھو کہ تو ایک لکڑی ہے اسکا طنا تو بہت آسان ہو کہ ایک اس ساتھ کی لکڑی ہم بھی بنا لیں گے مگر یہ تو دیکھو کہ جو صفت اس کے اندر ہے وہ تو بہت سے عصا میں نہیں ہے جس بھی فرق اس عصائے موسوی اور تمہارے عصا میں ہے کہ مثلاً اس نے دریا کو پہاڑ بنا دیا تھا اور راستہ بنا دیا تھا مگر تمہارا عصا اس کام کا نہیں ہے۔

توز دوری دیدہ چتر سیاہ یک قدم پاپیش نہ بنگر سیاہ
یعنی تہے دور سے چتر سیاہ کو دیکھ لیا ہے ایک قدم پاؤں آگے رکھ اور سیاہ کو دیکھ لے مطلب یہ کہ تم نے دور سے چتر
کو دیکھا ہے تو تم سمجھو گے ہر کس یہ چیز ہی چتر ہے اور کوئی چیز نہیں ہے حالانکہ اس کی ہمراہ فوج بھی تہے اگر تم
آگے بڑھو گے تو اس فوج کو بھی دیکھ لو گے کسی اسی طرح اولیاء کی صورت دیکھ کر تم نے سمجھ لیا ہے کہ جو ہے یہی ہے
حالانکہ تم اگر آگے بڑھو اور دیکھو تو اس وقت ادنیٰ اصلی حقیقت معلوم ہو۔

توز دوری می نہ بینی عیسر گرد اند کے پیش آہ بین در گرد مرد
یعنی تو دور سے سوائے گرد کے اور کچھ نہیں دیکھتا تو تو تھوڑا سا آگے بڑھ تو گرد من تو مرد کو دیکھ گا مطلب یہ کہ
دور سے تو صرف گرد ہی معلوم ہو رہی ہے لیکن آگے بڑھو تو اس میں سپاہی بھی نظر آدین گے۔ آگے بنیاد اولیاء
کے کچھ اور حالات بیان فرماتے ہیں اور اس کے ضمن میں آیت یا جبال اونی الذی کی تفسیر بھی فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ کے قول یا جبال اونی معہ الطیر کی تفسیر
دیدہ ہار گرد اور روشن کند کوہ ہار مردے اور بر کند
یعنی اون (حضرات) کی گرد آنکھوں کو روشن کرتی ہے اور پہاڑوں کو اس کی ایک چھونک اوکھاڑ دیتی ہے۔
چون بنیاد موسیٰ از اقصائے دشت کوہ طور از مقدمش رقا ص گشت
یعنی جب موسیٰ منہائے جنگل سے تشریف لائے تو طور پہاڑوں کے آنے کی وجہ سے ناچنے لگا یعنی
خوشی میں جسد کر لے لگا۔

روئے داؤد از فرش تابان شدہ کوہ ہار اندر پیش نالان شدہ
یعنی داؤد کا چہرہ مبارک حق تعالیٰ کے جلال سے تابان ہوا تھا تو پہاڑوں کے پیچھے نالان ہوئے تھے مطلب یہ کہ دیکھ
بغاہر کو یہ حضرات بھی صرف انسان ہی تھے لیکن چونکہ خدا سے ان کو تعلق ہو گیا ہے اس لئے انکی یہ حالت ہوئی ہے
کہ سب چیزیں ان کے تابع ہو گئی ہیں۔

کوہ باداؤد گشتہ ہم ہے ہر دو مطرب مست در عشق شہ
یعنی پہاڑ داؤد کا ساتھی ہوا کہ دونوں مطرب عشق شاہ میں مست تھے۔ مطلب یہ کہ دیکھو ان حضرات کی وہ شان
تھی کہ پہاڑ بھی ان کے ہم زبان ہو جاتے تھے اور ان کے ساتھ ذکر کرتے تھے اور یہ حالت تھی کہ۔

یا جبال اونی اسر آمدہ ہر دو ہم آواز و ہم پردہ شدہ
یعنی یا جبال اونی حکم آیا ہوا تو دونوں ہم آواز اور ہم پردہ ہو رہے تھے مطلب یہ کہ دیکھو ان حضرات کی شان

تھی کہ پہاڑ و کوہ حکم دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ ہمزبان رہ جاؤ اگر کسی وقت ذکر سے انکو غفلت ہو جائے تو تم بادلا دیا کر کے آگے ایک اور حالت بیان فرماتے ہیں کہ

گفت داود ا تو بحسرت دیدہ بہر من از ہمدان ببردہ

یعنی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ داؤد تم نے جو دیکھا ہے میرے واسطے تم نے ہمدان سے قطع کر لیا ہے۔

اے غریب و فرد بے مونس شدہ آتش شوق از دلت شعلہ زدہ

یعنی اے غریب اور کمینا جو کہ بے مونس ہو گیا ہے اور شوق کی آگ تیرے دل سے شعلہ مار رہی ہے۔

مطربان خوابی و قوال و ندیم کوہ ہارا پیشیت آرد آن قدیم

یعنی تم کو مطربوں کی اور قوالوں کی غماش ہے تو وہ قدیم (حق تعالیٰ) تمہارے آگے پہاڑوں کو لانا ہے یعنی تم کو جو اس کی ضرورت ہے کہ ذکر و شغل میں کوئی تہارا ساتھی ہو تو اس کے لئے پہاڑوں کو مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ تمہارے ہمزبان رہیں گے

تا کہ قوالی و سرنائی کنند تا بہ پیشیت باز پیمائی کنند

یعنی تاکہ (وہ پہاڑ) قوالی اور خوش آوازی کریں اور تاکہ تمہارے سامنے نغمہ سرائی کریں تو ایک تو ان پہاڑوں کی تسبیح میں مصروف تھی کہ داؤد کی ہمزبان ہوا دین اور ایک یہ مصیحت تھی کہ

تا بدانی نالہ چون کہ رار و امست بے لب و دندان ولی رانالہ است

یعنی تاکہ تم جان لو کہ جب نالہ پہاڑ کیلئے جائز ہے تو بے لب و دندان کے ولی کیلئے نالے ہیں مطلب یہ کہ اس سے ایک بات مقصود تھی کہ تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ جب پہاڑ بھی بول سکتے ہیں جن کے کہ دماغ ہے اور زبان ہے

تو اویسا اللہ بھی بے زبان بلکہ صرف دل سے تسبیح و تہلیل کر سکتے ہیں۔

نغمہ را جزائے آن صافی جسد ہر شبے در گوش حشمتی رسد

یعنی اوس صافی جسد کے اجزاء کے نغمہ ہر رات کو اوس کے گوش حشمت میں پہنچتے ہیں۔

ہمندینان نشوند و بشنود اے خنک جان کو بعینہ بش بگردو

یعنی ہمندین لوگ تو سننے نہیں اور وہ سنتا ہے کیا اچھی ہے وہ جان جو کہ اوس کی طرف گرویدہ ہو۔ (اور اوس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ)

بسنگرد در نفس خود صد گفتگو ہمندین او نہرہ، سیج بو

یعنی وہ اپنے نفس میں سو گفتگو دیکھتا ہے اور اوس کا ہمندین کسی قسم کی بو نہیں لے گیا ہے یعنی وہ بہت ہی غفلت میں اپنے نفس میں سنتا ہے اور اوس کے ہمندین کو بالکل خبر بھی نہیں ہوتی آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

صد سوال و صد جواب اندر دلت می رسد از لامکان تا منزلت

یہ حالت ہوتی ہے کہ

صد سوال و صد جواب اندر دلت می رسد از لامکان تا منزلت

صد سوال و صد جواب اندر دلت می رسد از لامکان تا منزلت

صد سوال و صد جواب اندر دلت می رسد از لامکان تا منزلت

صد سوال و صد جواب اندر دلت می رسد از لامکان تا منزلت

صد سوال و صد جواب اندر دلت می رسد از لامکان تا منزلت

صد سوال و صد جواب اندر دلت می رسد از لامکان تا منزلت

صد سوال و صد جواب اندر دلت می رسد از لامکان تا منزلت

صد سوال و صد جواب اندر دلت می رسد از لامکان تا منزلت

یعنی سیکڑوں سوال اور سیکڑوں جواب تیرے دل میں لامکان سے تیرے گھر تک پہنچتے ہیں۔
 بشنوی تو نشنود زان گوشہا گر بہ نزدیک تو آرد گوش را
 یعنی تم تو سنتے ہو اور وہ اون کا نون سے نہیں سنتا اگرچہ وہ کان کو تیرے پاس کو لے آوے (ولانا فلتے ہیں کہ)
 گیرم اے کر خود تو آرا نشنوی چون مثالش دیدہ چون مرغوی
 یعنی اے ہرے میں نے فرم کیا کہ تو خود اون باتوں کو نہیں سنتا مگر جب تو نے اس کی مثال دیکھ لی تو کیوں
 گردیدہ نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو بہت سے خیالات تمہارے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور سوال و جواب لین
 آتے ہیں اور تم سب سنتے ہو مگر تمہارے ہمنشین کو خبر بھی نہیں ہوتی تو اگرچہ تم اولیاء اللہ کی باتوں کو سن نہیں
 سکتے مگر جب یہ ایک مثال موجود ہے اور خود تمہارے ساتھ ہی ایسا ہوتا ہے کہ ایک بات کو تم سنتے ہو اور تمہارا
 ہمنشین نہیں سنتا تو پھر اس مثال ہی سے سمجھو کہ ایسا ہو سکتا ہے آگے اس طاعن مشنوی کا جواب دیتے ہیں۔

شرح جمیلی

اے سگ طاعن تو عموماً سبک	طعن قرآن را بروں مشو سبک
این نہ آن شیرست کز مے جان بری	یا ز پنجہ قہر او ایمان بری
تا قیامت میزند و تر آن ندا	اے گروہ جہل را گشتہ فدا
مراد افانہ پنداشتید	تخم طعن و کافری می کاشتید
خود بدیدید آئینہ طعنہ زودید	کہ شکافاتی و افانہ بدید
من کلام حق و تمام بذات	قوت جان جان و یا قوت زکات
نور خورشید کم فتادہ بر شما	لیک از خورشید ناگشتہ جدا
نک منم مینوع آن آب حیات	تا رہا نم عاشقان را زین حیات
گر چنان کرد آذتان شنگخت	جس بر گوزتان حق ریخت
نے بگیم گفت و پند آن حکیم	دل نگر دامن ہر طعن سقیم

او طعن کرنے والے کہتے تو بھون بھون کرتا ہے۔ ہمارے ہر۔ بحث تو قرآن پر اعتراض کرتا ہے کہ کون کون سا اسلوب
 مشنوی میں اختیار کیا گیا ہے وہ ہی اسلوب قرآن کا ہے پس تیرا اس کو نقص سمجھنا گویا قرآن کو ناقص کہنا
 ہے یا دیکھ میری مشنوی وہ شیریں ہے جس کے پنجے سے تیری جان سلامت رہ جائے یا اس کے پنجے قہر سے تیرا
 ایمان محفوظ رہا وے کیونکہ اس پر اعتراض کرنا مستلزم ہے قرآن پر اعتراض کرنے کو اور قرآن پر اعتراض کرنا تو

سمجھ لے کیا ہے تو قرآن پر کیا اعتراض کرتا ہے یا دیکھ کہ وہ تو قیامت تک با آواز بلند بکارتا رہے گا کہ اے خدا کے بھی گڑھے
 تم نے مجھے، اساطیر لادین سمجھا اور طعن و کفر کا بیج بویا لگا اے طاعن تو نے دیکھ لیا کہ تم خود فانی و افسانہ تھے اور میں فانی
 نہیں ہوں کیونکہ میں کلام اللہ اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہوں گو میرے پاس یعنی اصوات قائمین فانی ہیں اور
 میں خدا کے روح کامل اور ایک یا قوت مزی عن اذنا اس انقائض ہوں گو میں تمہارے پاس آیا ہوں مگر ذات حق
 سے جدا نہیں ہوں اسلئے میری مثال ایسی ہے جیسے آفتاب کا نور کہ وہ دنیا کا اپنے فیوض سے مستفید بھی کرتا ہے
 اور ذات غور شید سے جدا بھی نہیں دیکھو میں اب حیات کا ایک چشمہ ہوں اور اسلئے ہوں کہ عاشقان آج بھی کو
 موت روحانی سے بچاؤں اگر تمہاری حرص مگر اعتراض نامرعاتی تو ممکن تھا کہ حق سبحانہ میرا کچھ فیض تم کو بھی
 عطا فرماتے جس سے اگر تم کو حیات کامل حاصل نہ ہوتی تو بالکل مردہ ہی نہ رہتے۔ یہاں تک مولانا افسردہ خاطر
 تھے اور چاہتے تھے کہ سلسلہ مشنوی کو ختم کر دوں اب فرماتے ہیں کہ میں ایسا نہیں کرتا اور اس سلسلہ کو
 ختم نہیں کرتا بلکہ حکیم ثنائی کے مقولہ اور اونچی نصیحت کو اختیار کرتا ہوں اور یہودہ دلا یعنی اعتراضات پر کوئی
 توجہ نہیں کرتا۔ آگے اوس نصیحت کو الفاظ سے بیان فرماتے ہیں آنگہ فرمودہ است اوامد خطاب الخ

شرح شبیری

مشنوی پر اپنے فہم کی کمی کی وجہ سے طعن کرنیوالے کا جواب

اے سگ طاعن تو عو عو مسکینی طعن قرآن را بروں تو مسکینی

یعنی اے طعن کرنے والے کچھ تو بھول بھول کر کتاب ہے اور قرآن کے طعن کو مخلص تلاش کرتا ہے۔

ایمان نہ آن شیر مست کز لے جان بری یا ز پنجہ قہر او ایمان بری

یعنی یہ وہ شیر نہیں ہے کہ اوس سے تو جان بر ہو سکے یا اوس کے پنجہ قہر سے ایمان لیجائے مطلب یہ ہے کہ طاعن
 تو جو مشنوی پر طعن کر رہا ہے اور وہ طعن بالکل طعن قرآن کے مثل ہے اور مشنوی کی حالت بالکل قرآن جیسی ہے اور
 قرآن پر طعن کرنے سے ظاہر ہے کہ ایمان کی سلامتی نہیں ہے تو میں مولانا فرماتے ہیں کہ مشنوی پر طعن کرنے سے بھی
 ایمان سلامت نہ رہے گا۔

تاقیامت می اند فتر آن ندا کاے گرہ جہل را گشتہ خدا

یعنی قیامت تک قرآن خدا کرنا ہے کہ لے وہ مردہ جو کہ جہل پر خدا ہوا ہے۔

مرزا افسانہ سے پنداشتید تخم طعن و کافری سے کاشتید

یعنی جبکہ تم ایک افسانہ سمجھتے تھے اور طعن و کافری کا بیج بے تھے۔

خود بدیدیدائے خسیانِ زمن کہ شما بودید افسانہ زمن
یعنی اے خسیانِ زمن تم خود دیکھ لو گے کہ تم ہی افسانہ زمن تھے۔

تا بدیدیدائے کہ طعنہ فی زوید کہ شما فانی و افسانہ بدید
یعنی یہاں تک کہ اے لوگو جو کہ طعنہ مارتے تھے دیکھ لو گے کہ تم ہی فانی اور افسانہ تھے اور سہی تو یہ حالت ہے کہ۔

من کلامِ حقہم و قائم بذات قوت جانِ جان و یا قوت زکات

یعنی میں تو کلام حق ہوں اور قائم بذات (حق) ہوں اور جانِ جان کی روزی اور یا قوت پاکی کا ہوں مطلب یہ کہ وہ کلام پاک کہتا ہے کہ میں کلامِ نفسی کے درجہ میں فانی نہیں ہوں اور قائم بذات حق ہوں اب تم ہی دیکھ لو کہ کون فانی اور افسانہ ہے

نورِ خورشیدِ مفاوہ بر شما لیک از خورشیدِ ناگشتہ جدا

یعنی میں نورِ خورشید ہوں جو کہ تم پر پڑا ہے لیکن خورشید سے جدا نہیں ہوا ہے مطلب یہ کہ میں نورِ خورشید ہوں کہ تم پر اپنا فیض اور اپنی روشنی ڈال رہا ہوں مگر خورشید سے بھی الگ نہیں ہوا بلکہ خورشید سے میرا تعلق باقی ہے اور میں خورشید کے ساتھ رہ کر تم کو فیض پہنچا رہا ہوں۔

نہ منہم مینوع آں آبِ حیات تا رہا ہم حاشقاں را زین مات

یعنی میں اس آبِ حیات کا چشمہ ہوں تاکہ میں عاشقوں کو اس مات سے چھڑاؤں مطلب یہ ہے کہ وہ مقرر ان کہتا ہے کہ میں آبِ حیات کا چشمہ ہوں کہ میں غشاق کو اس موت ابدی سے چھڑاتا ہوں۔

گر چنان گسدا ز تان ننگختے جعسر بر گورتان حق رنجختے

یعنی اگر تمہاری مرضی اس طرح گندگی نہ پھیلانی تو ایک گھونٹ تمہاری توبہ پر حق تعالیٰ ڈالتے مطلب یہ کہ اگر تم لوگ حرص و طمع کو نہ پھیلاتے تو حق تعالیٰ اس کلام پاک میں سے تم کو بھی حصہ عنایت فرماتا مگر تم لوگ تودنیائیں لگ گئے تو پھر اس کا فیض تم تک کب پہنچ سکتا تھا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

نہ بگیریم گفت و سپندانِ کلیم دل نگر داختم بہر طعن سقیم

یعنی ہمیں اس حکیم کی بات اور پند کو اختیار کرتا ہوں اور ہر طعن سقیم کو جو سے دل نہیں پھرتا

تا بسا بدرد من از او دوا فاسخ آیم من زہر طعن جدا

یعنی تاکہ میرا درد اس سے دوا پائے اور میں ہر اس طعن سے فاسخ اور جدا ہو جاؤں مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ میں ان طعنوں کی وجہ سے رکو لگا نہیں اور اسی طرح فیض دیتا رہتا ہوں اور میں حکیم کی پند پر عمل کروں گا جس کو کہوں گا میں یہاں کہتے ہیں حکیم سے مراد حکیم غزنوی ہیں وہ ایک مثال بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

آنکه فرموده است اواند خدایا
می شخو لیدند مردم آن عشر
آن شخو لیدن بجزه می رسید
بادشش پرسید کاه که چسرا
گفت کتره می شخو لند این گروه
پس دلم می لرزد از جامی رود
گفت مادر تا جهان بوده است این
هین تو کار خویش کن ای اچسند
وقت تنگ و میر و آب فراخ
شهره کاریزی است بر آب حیات
آب خضر از جوئے نطق اولیا
گر نه بیخی آب کورانه بفض
چون شنیدی کاندین جو آب هست
بوفرو بر مشک آب اندیش را
چون گران دیدی شوی تو مستدل
گر نه بدیند کور آب جو عیان
که ز جو اندر سبب آب برفت
زانکه هر بادے مراد می ربود
مر سیفیان را را باید هر هوا
کشتی بے سنگ آمد مرد شر
لنگر عقاست عاقل را امان
او مدد های خسر چون در بود
زین چنین امداد دل پُر فن شود

کتره و مادر نمی خوردند آب
بهر اسپان که بلا زین آب خور
سر نمی برداشت و ز خود می رسید
می رمی هر ساعت زین استقا
و اتفاق بانگ شان دارم شکوه
و اتفاق نعره خو می رسد
کار افزایان بدند اندر زمین
ز و و کایشان ریش خود بر می کنند
پیش ازان که بجز گردی شاخ سلاخ
آب کش تا بر مد از تو نبات
میخوریم اے تشنه غافل بیا
سوی جو آ و ر سبب در جوئے زن
کور را تقلید باید کار بست
تا گران بینی تو مشک خویش را
رست از تقلید خشک نگاه دل
لیک داند چون سبب بند گران
که سبک بود و گران شد و آب رفت
بادی نر بایدم ثقت لم فرود
زانکه بنودشان گرانے و قوی
که زیاد کثر نیاید و حذر
لنگرے در یوزه کن از عاقلان
از خزینہ در آن دریائے جود
بجز از دل چشم هم روشن شود

تا چوں شد دیدہ تو عاقل است
زان نصیبی ہم بد و دیدہ دهد
وحی دہا تا شد و صدق بیان
سوئے آن و سو اس طاعن تنگ
طعن خلقان ہمہ بادی شمر
گوش با بانگ سنگان کے کردہ اند
اندر آن مسجد چہ بودش چہ کرد

زائیک نور از دل برین دیدہ نشست
دل چو برانوار عقلے بر زند
پس بدان کاب مبارک ز آسمان
ما چو آن کترہ ہم آب جو خوریم
پیر و پیغمبرانی رہ سپر
آن خداوندان کردہ طے کردہ اند
باز گوکان پاکباز و شیر مرد

ہم کو اس نصیحت کو اختیار کرنا چاہیے جو انہوں نے اثنائے گفتگو میں فرمائی ہے یعنی یہ کہ ایک گھوڑی کا بچہ اور ایک گھوڑی پانی پی رہے تھے سائیس لوگ پانی پلانے کیلئے سیٹیاں بجا رہے تھے جس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ گھوڑو پانی پیو۔ ان سیٹیوں کی آواز گھوڑی کے بچہ تک بھی پہنچتی تھی اور وہ اس کو سن کر بھڑکتا اور پانی سے سہرا اٹھا لیتا اور پھڑکتا تھا۔ آخر اس کی ماں نے پوچھا کہ بچہ میرے تو پانی کیوں نہیں پیتا اور ہر دم بھڑکتا کیوں ہے اس نے کہا کہ یہ لوگ سیٹیاں بجاتے ہیں اور پھر پرانگی مجھ سے آواز سے ایک خوف طاری ہوتا ہے اس لئے میرا دل کانپتا ہے اور دل ٹھکانے نہیں رہتا۔ مجھے تو انکی مجموعی آواز سے خوف معلوم ہوتا ہے مال نے کہا بیٹا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اوی وقت سے فنون حرکتیں کرنے والے اور کام کر چلنے والے لوگ بھی ہوتے رہے ہیں۔ پس تم ایسے لوگوں کی طرف التفات نہ کرو اور جلدی سے اپنا کام کر لو یہ لوگ تو لامبنی حرکتیں کر کے اپنا نقصان کر رہے ہیں دیکھو وقت تھوڑا ہے اور پانی بکثرت چلا جا رہا ہے پس تم قبل اس کے کہ انکی جدائی سے معلوم ہو خوب سیراب ہو لو یہ ایک آب حیات سے ہر اور مشہور کاروبار سے تم پانی پی لو تاکہ تم کو غما حل ہو یہ تو ایک واقعہ تھا قبل اس کے کہ ہم اس سے مناسب مقام نتیجہ نکالیں ایک ضروری اور استغراضی مضمون سن لو اہل اللہ کے کلام کی ہنر سے اب حیات جاری ہے اور ہم اس کو پیتے ہیں پس لے لے خبر پوچھو آؤ۔ بھی پی لے۔ اگر تو اندھنی طرح پانی نہیں دیکھتا تو جبکہ تو نے سن لیا ہے کہ اس نہر میں پانی ہے اور اس سے بہت سے نشے سیراب ہوتے ہیں تو اس نہر میں گھڑا لاکر ڈال یعنی اگر تجھے انکی کلام کی صفت حیات بخشی معلوم نہیں ہے تو سن کر ہی اپنے قلب کو غلوں کے ساتھ اس کی طرف متوجہ کر کیونکہ اندھے کو دوسرے جیناؤ کی تقلید اور پیروی کرنی چاہئے۔ اور یہ تیرا دل جو ایک مشک کی مانند ہے جس کو آب فیض کے ہونے میں شبہ ہے اس کو تو اس نہر میں ڈال یعنی اس کے کلام کی طرف غلوں سے توجہ نہ کرنا کہ تو اپنی مشک کو پانی سے بھاری نیچے یعنی اثر جدید کو اس کے اندر محسوس کرے۔ جب تو اس مشک کو بھاری دیکھے گا اور اس کے اندر نئی کیفیت ٹھوس

کر چکا تو اس وقت تیرا دل تقلیدِ حامد سے نکل جاوے گا اور دلیل سے تجھے اوس کا وجود معلوم ہو جاوے گا کیونکہ اگر
اندھا آنکھ سے نہر کا پانی نہیں دیکھتا تو نہ بھی گرجب وہ اپنے گھر سے کہ بھاری دیکھتا ہے تو اسے پانی کا جو حقیقی
طور پر معلوم ہوتا ہے اور وہ سمجھ لیتا ہے کہ نہر سے گھر سے میں پانی آ گیا۔ کیونکہ اول وہ ہلکا تھا اور اب وہ
بہت سے پانی کے سبب بھاری ہو گیا ہے اسی طرح یہ شخص بھی سمجھ لے گا کہ مجھ میں ایک نئی بات پیدا ہو گئی ہے
کیونکہ وہ سمجھے گا کہ اول مجھے ہر باد ہوا تو ہوس اڑا لے جاتی تھی اور اب مجھے ہوا نہیں اڑا سکتی لہذا معلوم ہوا کہ اب
مجھ میں گرانی بڑھ گئی ہے اب مجھ کو خفیف العقل لوگوں کو ہر باد ہوا تو ہوس اڑا لے جاتی ہے کہ کیونکہ وہ ان میں
گرانی ہوتی ہے نہ قوت ایسے برے لوگ ہوج کر قرار ہوا سے محفوظ نہیں رہتے کشتی بے لنگر کے مانند ہوتے
ہیں اور اہل عقل کی کشتی کو لنگر عقل تیرائی سے بچاتا ہے اس لئے تم کو چاہئے کہ عقل سے اس لنگر کو حاصل
کر دو۔ پس جبکہ کوئی اس بحرِ سنی (عقل) کے خزانہ در سے عقل کی یہیم امداد حاصل کر چکا تو اس دوا سے اوسکے
دل میں بھی ہوشیاری پیدا ہو جاوے گی۔ اور وہ دل ہی تک محدود نہ رہے گی بلکہ اوس سے تجاوز کر کے آنکھوں
تک بھی پہنچے گی اور آنکھوں کو بھی اوس سے فی الجملہ روشنی حاصل ہوگی۔ اور جو نقص آنکھوں میں دل کے
نقص کے سبب تھا مثلاً عداوت کے سبب اچھے کا بُرا دکھلائی دینا وغیرہ وہ دفع ہو جائے گا۔ یہ چہارم ہے
کہا ہے کہ اوس کی ہوشیاری کا اثر آنکھوں تک بھی پہنچے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ آنکھ میں جو نور آیا ہے وہ
دل ہی کے سبب ہے دیکھ لو جب دل نہیں رہتا تو آنکھیں بھی بیکار ہو جاتی ہیں مثلاً حیات کا تعلق جب دل
سے منقطع ہوتا ہے تو آنکھیں بھی کچھ نہیں دیکھ سکتیں یا یہ کہ جب دل تندرست نہیں رہتا اور اس میں حسد وغیرہ
امراض پیدا ہوجاتے ہیں تو آنکھیں بھی انداک اشیا پر غلے مابھی علیہ سے قاصر رہتی ہیں جبکہ دل کا تعلق آنکھ سے
معلوم ہو گیا تو اوس کی روشنی سے اوس کی روشنی کے بڑھنے کا استبعاد جانا رہا۔ اور ثابت ہو گیا کہ جب دل
انوارِ عقلی سے متلبس ہوتا ہے تو اوس سے دونوں آنکھوں کو بھی حصہ ملتا ہے یہ تو استطرادِی مضمون تھا اب ہم
اس قصہ کا نتیجہ مقصود بیان کرتے ہیں سنو کہ آسمان کا پانی الہامِ قلب اور صدقِ بیان ہے پس ہم بھی اوس
پیغمبر کے مانند یہ پانی پیتے ہیں اور طاعن کے وسوسا کی طرف التفات نہیں کرتے ہیں لے سالک تو پیغمبر کا
پیرو ہے لہذا لوگوں کے ظنون کو ایک ہوا سمجھ۔ جو ادھر سے آتی ہے اور ادھر کو چلی جاتی ہے کیونکہ ہمیشہ سے سالکین
کا یہی طریق رہا ہے کہ کتنوں کی آواز غی طرف اوٹھو لے التفات نہیں کیا ہے اچھا یہ قصہ تو ہو چکا اب یہ
بیان کر دو کہ اوس شیر اور بہار آدمی نے کیا دیکھا اور کیا کیا۔

شرح شیری

ایک بچہ میرے کے پانی پینے سے بھاگنے کی مثل

آجکے فرمودہ است او اند خطاب کرتا ہوں اور ہے خوردند آب
یعنی وہ کہ اوس حکیم نے خطاب میں فرمایا ہے کہ ایک بچہ میرا پانی پنی رہے تھے۔ یعنی اوس حکیم نے یہ
حکایت بیان کی ہے کہ ایک بچہ میرا اور اوس کی ماں دونوں پانی پیا رہے تھے۔

می شخولید ہر دم آن نفر بہر اسپاں کہ ہلا زین آب خورد
یعنی وہ ایک جماعت ہر دم جلاری تھی گھوڑوں کے واسطے کہ اس آب خورد سے بھاگو مطلب یہ کہ گھوڑے جو
پانی پینے آتے تھے تو لوگ انکو بھگانے کیلئے گل چایا کرتے تھے۔

آن شخولیدن بکرہ می رسید سرہمی برداشت وز خودی رسید
یعنی وہ جلانا بچہ میرے کو پہونچتا تھا تو سر اٹھاتا تھا اور خود بخود بھاگتا تھا یعنی وہ شور کو سہک رہا کرتا تھا۔
مادرش پر رسید کاے کہہ چرا می ہر ساعت زین استقا
یعنی اوسکی ماں نے پوچھا کہ بچہ میرے تو ہر گھڑی پانی پینے سے بھاگتا کیوں ہے۔

گفت کرہ می شخولند آن گروہ ز اتفاق بانگ شان دارم شکوہ
یعنی بچہ میرے نے کہا کہ وہ گروہ شور کرتے ہیں تو اونکی آواز کے اجتماع کی وجہ سے مجھے غم معلوم ہوتا ہے۔
بس دلم می لرزد از جانی رود ز اتفاق نعرہ غم می رسد

یعنی بس میرا دل کانپتا ہے اور جگہ سے جانا ہے اور آواز کے اتفاق سے مجھے غم پہونچتا ہے یعنی یہ لوگ جو
ایک دم سے شور کر رہے ہیں اس سے مجھے ڈر لگتا ہے۔

گفت مادر تا جہان بودہ است این کارا فرایان بدندان در زمین
یعنی ماں نے کہا کہ جب سے کہ جہاں ہوا ہے ایسے بیہودہ لوگ زمین میں رہے ہیں۔

ہن تو کار خویش کن ای ارجمند زود کایشان ریش خود برمی کنند
یعنی اے صاحبزادے تو اپنا کام کرو اور یہ جلدی ہونے والا ہے کہ یہ لوگ اپنی ڈاڑھیاں اٹھائیں گے مطلب یہ کہ
اوس نے کہا کہ ایسے لوگ ہمیشہ کے ہیں آج کوئی نئی بات نہیں ہے تم اپنا کام کرو یہ خود پریشان و پشیمان ہو کر
چپ ہو جاؤ گے بس اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ میں ان طاعون کی پرواہ نہیں کرتا اور میں اپنا کام کرتا ہوں یہ

خود ہی اپنا ضرر کر رہے ہیں میرا اس میں کیا ہرج ہے۔

وقت تنگ و میرود آب فراخ پیش ازان کہ ز بجر گردی شاخ شلخ
شہر کاریزی مست پر آب حیات آب کش تا برود از تو نہات

یعنی وقت تنگ ہے اور آب فراخ چل رہا ہے تو پہلے اس سے کہ تو بجر کی وجہ سے شاخ شلخ ہو تو ایک سوت
آب حیات سے بھرا ہوا ہے تو پانی کھینچنے لے تاکہ تجھ سے نہات پیدا ہو مطلب یہ کہ زندگی دنیا کی تو کم ہے اور یہ
دنیا جاری ہے اس کے اندر جو اعمال ہو سکیں وہ کرو اور اون کو بجالو اس سے پہلے کہ تم اس جہان کو چھوڑو لہذا
منشی کا لکھنا بھی ترک مت کرو بلکہ اس کو لکھتے رہو اس میں اجر عظیم تم کو ملے گا۔

آب خضر از جوئے لطف اولیا میخوریم اے تشنہ غافل بیا

یعنی اولیاء اللہ کے کلام سے ہم آب خضر پی رہے ہیں تو اے تشنہ غافل تو بھی آ جا (آب خضر سے مراقب حیات
ہے اور اضافت ہونے سے ملا سبت ہے) مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے کلام سے ہم آب حیات پی رہے ہیں تو اے
غافل تو بھی آ جا اور تو بھی پی لے اب کوئی کہتا ہے کہ ہمیں تو آب حیات کہیں نظر نہیں آتا مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ
گر نہ بینی آب کو را نہ بفن سوئے جو اور بسود جوئی زن

یعنی اگر تو پانی اندر بھی طرح فن سے نہ دیکھے تو توندی کی طرف آ اور ندی میں گھرے کو مار مطلب یہ فرماتے ہیں
کہ اگر تم کو اولیاء اللہ کے کلام میں آب حیات دکھائی دے تو تم اون کے پاس آ کر اون کی صحبت اختیار کرو
اوس کے بعد خود تم کو معلوم ہو جا دے گا۔

چون شنیدی کا لہرین جو آب مست کور را تقلید باید کار بست

یعنی جب تو نے سنا کہ اس ندی میں پانی ہے تو اندر سے کو تقلید سے کام کرنا چاہئے۔

جو فرو بر مشک آب اندیش را تا گراں بینی تو مشک خویش را

یعنی پانی کی مشک کو توندی پر لیجا تاکہ تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے۔

چون گراں بینی شوی تو مستدل رست از تقلید خشک انگاہ دل

یعنی جب تو نے (مشک کو) گراں دیکھا تو مستدل ہو گیا اور اوس وقت تقلید خشک ہے دل چھوٹ گیا مطلب
یہ کہ جو اندھا ہو اور سننے کی ندی میں پانی ہے تو اوس کو چاہئے کہ اپنی مشک کو لے جا کر دوسروں کے کہنے ہی سے ندی میں
ڈالے تو جب وہ بھرتی اور بھاری ہوگی معلوم ہو جاوے گا کہ پانی ضرور ہے اور پہلے تو مقلد تھے اب خود محقق ہو جاوے
تو اسی طرح جب کوئی کہتا ہے کہ اولیاء اللہ کے پاس آب حیات ہے تو اب تم کو چاہئے کہ اون کی صحبت اختیار کرو
اور اپنے کو اون کے سپرد کرو تو اول تو تم تقلید ہی اون کے پاس گئے تھے پھر خود تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ بے شک

ان حضرات کے پاس آب حیات تھا اور لوگ سچ کہتے تھے۔
 گر نہ بدینہ کو آب جو عیان لیک دانہ چون سب کو گرد گران
 یعنی اگرچہ اندہاندی کے پانی کو ظاہر طور پر نہ دیکھے لیکن جان لینے کے جبکہ گھڑا بھاری ہو جائے
 کہ زہر اندر سب کو آبے برفت کاین سبک بود و گران شد ز آب زلفت
 یعنی کہ ندی سے گھٹے میں کچھ پانی گیا ہے کہ یہ ہلکا تھا اور (اب) بہت سے پانی کی وجہ سے بھاری ہو گیا ہے۔
 زانکہ ہر بادے مرا و رانی ر بود بادے نہر بایدم فتم فم فرود
 یعنی اسلئے کہ ہر ہوا اس کو لیجاتی تھی (ادب) ہوا مجھے اڑاتی نہیں ہے تو میرا نقل بڑھ گیا ہے مطلب یہ ہے کہ
 جو لوگ حقیقت سے اندر ہے ہیں اور ان کو اولیاء اللہ کے وہ الزام نظر تو آتے نہیں لیکن اگر وہ ادروں کے کہنے سے
 اونکی صحبت میں جانا شروع کرتے ہیں تو اس سے اون کو فیض ہوتا ہے اس وقت اون کو معلوم ہوتا ہے کہ بیشک
 انواران حضرات کی خدمت میں موجود ہیں اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ پہلے ہر ہوا دوس ان کو دین سے الگ کرتی تھی
 تھے اور اب بڑے سے بڑی شہرت و ہوا کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور ادب یہ ہلنے بھی نہیں تو معلوم ہوا کہ کوئی شے
 اور ان حضرات کے اندر سے ان میں آئی ہے اور کوئی فیض اور ان حضرات سے اور ان کو بھی پہنچا ہے لہذا تم اگر ان
 حضرات کے انوار کو خود نہیں دیکھتے تو اس سے یہ مت سمجھو کہ ان کے اندر کچھ ہے ہی نہیں بلکہ یوں سمجھو کہ تم ان سے
 ہوا در یہ سمجھ کر تقلید اونکی خدمت میں حاضری شروع کر دو اس کے بعد خود تم بھی وہی کہو گے جو کہ اند لوگ تم کو
 کہہ رہے تھے آگے سلطان فرماتے ہیں کہ۔

مرسفیہاں را ربا ید ہر ہوا زانکہ بنودشان گرانے وقوئی
 یعنی بیوقوف و کم ہوش ہر ہوا سے بھاگتی ہے اسلئے کہ اور ان کے اندر گرائی (ایمان) اور قوت نہیں ہوتی مطلب
 یہ کہ جو دیندار اور بزرگوں کے خدمت گزار نہیں ہیں وہ ذرا ذرا سی بات میں دین سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور
 تھوڑی سی خواہش نفسانی اور ان کے دین کو برادر کرنے کیلئے کافی ہے آگے اونکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔
 کشتی بے لنگر آدم در شمر کہ ز باد کثر نیا بداد حذر
 یعنی شکر کا آدمی بے لنگر کی کشتی ہوتا ہے کہ کج ہوا سے وہ خدشہ نہیں پاتی۔ مطلب یہ کہ جس طرح بے لنگر کی کشتی
 ہوتی ہے کہ ہر ہوا اس کو درہم بہم کرنے کے واسطے کافی ہے اسی طرح جو شخص شر و لاہوت ہے اس کو بھی تھوڑی
 سی خواہش نفسانی دین سے اور راہ مستقیم سے ہٹانے کے لئے کافی ہے۔
 لنگر عقل است عاقل لایمان لنگرے در یوزہ کن از عاقلان
 یعنی عاقل کو عقل کا لنگر من ہے تو عاقلوں سے لنگر مانگ مطلب یہ کہ عاقل آدمی کے پاس عقل ایک ایسی شے ہے

کہ وہ انکو ڈانوال ڈول نہیں ہونے دیتی اور راہ مستقیم پر لے چلی جا رہی ہے تو تو بھی ماقول سے اس عقل پر
کو سیکھ اور حاصل کر کہ یہی وہ شے ہے کہ انسان کو سید ہے رستہ پر پہنچا سکتی ہے۔

اودمد ہائے خرد چون در بود از خزینہ در آن دیانے جود

یعنی اوس نے جب خرد کی امداد اوس دیانے جود کی موتی کے خزانہ سے لی۔ (تو یہ ہوا کہ)

زین چنین امداد دل پر فن شود بجہد از دل چشم ہم روشن شود

یعنی ایسی امداد سے دل پر فن ہو جاتا ہے اور دل سے کون سا ہے تو آنکھ بھی روشن ہو جاتی ہے۔

زنا نیک نور از دل برین دیدہ شست تا چو دل شد دیدہ تو ماعطل است

یعنی اسلئے کہ نور دل ہی سے اس آنکھ پر بیٹھا ہے یہاں تک کہ جب دل جاتا رہا تو تمہاری آنکھ بیکار ہے۔

(دریائے جود سے مراد طواف، مطلب یہ کہ جب کسی شخص نے عارف سے عقل سلیم لے لی اور دل اس عقل

کی وجہ سے پر فن اور چست و چالاک ہو گیا تو اب اس دل میں سے اوس عقل سلیم نے جوش کیا اور اوس نے

آنکھ کو بھی روشن کر دیا اور اب آنکھ سے ظہور و معارف نظر آنے لگے اسلئے کہ جب تک دل ہے اور قوت

تک آنکھ بھی کام دیتی ہے اور جب دل نہ رہا تو آنکھ بھی بیکار ہو جاتی ہے۔ لہذا دل جب روشن

ہو اوسی وقت دل سے امداد آنکھ کو پہنچتی کہ وہ دل کی تالچہ تھی۔

دل چو بر انوار عقلی پر بزد زان نصیبے ہم بد و دیدہ دہر

یعنی دل جب عقلی پر پہنچتا ہے تو اوس میں سے ایک حصہ دونوں آنکھوں کو بھی دیتا ہے مطلب یہ

کہ جب انوار حق سے دل روشن ہوتا ہے تو اوسکی روشنی آنکھوں تک بھی پہنچتی ہے اور آنکھیں بھی روشن ہو جاتی ہیں۔

پس بدان کاب مبارک ز آسمان وحی دلہا باشد و صدق بیاں

یعنی پس جان لو کہ آسمان سے قلوب کی وحی ہوتی ہے اور صدق بیان ہوتا ہے مطلب یہ کہ

آسمان سے جو وحی اور اہامات اور انوار آ رہے ہیں وہ گویا کہ پانی ہیں۔

ما چو آن کر دہم آب جو خوریم سوئے آن و حواس طاعن سنگریم

یعنی ہم بھی اوس پیچھے کی طرح آب جو پی لے رہے ہیں اور اوس طاعن کے دوساں کی طرف نہیں دیکھتے

مطلب یہ کہ یہ انوار وغیرہ آسمان سے پانی کی طرح آ رہے ہیں اور ہم اوس پیچھے کی طرح اوس سے مستفیض

ہو رہے ہیں تو اب ہم کو ان طاعنوں اور شور مچانے والوں کی دمننا چاہئے بلکہ کام میں لگنا چاہئے۔

پیر و پیغمبرانی رہ سپر طعنہ خلقان ہمہ بانے شمر

یعنی تو پیغمبروں کا پیرو ہے تو راستہ چل اور مخلوق کے طعنوں کو ایک ہوا گن۔ مطلب یہ کہ اپنے نفس کو

خطاب فرماتے ہیں کہ تو پیغمبروں کا پیرو ہے تو تجھے چاہئے کہ اپنا راستہ لے اور کام کرے اور ان طاعونگی
 نہ سنے اور اون کی وجہ سے اپنے کام میں حرج نہ کرے۔
 آن خداوندان کردہ طے کردہ اند گوش بابانگ سنگان کے کرد و اند
 یعنی اولن آقاؤن نے کردہ طے کیا ہے کان کون کی آواز پر کب کئے ہیں مطلب یہ کہ جن لوگوں نے کہ کام کئے
 ہیں اونہوں نے طاعون کے کہنے پر کب کان دہر لے اور مفلون نے ہمیشہ اپنا کام کیا ہے اگر وہ اس طرف
 توجہ کرتے تو اون کا کام رہ جاتا اسی طرح اگر تم ان طاعونگی طرف توجہ کرو گے تو پھر کام نہ کر سکو گے لہذا
 اوس طرف توجہ نہ کرو اور کام کئے جاؤ۔

باز گو کان پاک باز و شیر مرد اندر آن مسجد چہ پیوود و چہ کرد
 یعنی پھر بیان کر کہ اوس پاک باز شیر مرد نے اوس مسجد میں کیا ناپا اور کیا کیا مطلب یہ کہ اب ان
 طاعونگی باتیں تو سنو مت اور اوس شخص کا قصہ بیان نہ کرو۔

شرح حبیبی

خفتہ در مسجد خود اور خواب کو
 خواب مرغ و ماہیان باشد ہی
 مرد غرقہ گشتہ چون سپید بخو
 عاشقان راز بر عرقاب غمی
 نیم شب آواز باہو نے رسید
 کاہم آہم بر سر ت ای استفید
 پنج گزرت ام پچنیں آواز محنت
 می رسید و دل ہی شد سخت لخت

غرض کہ وہ مسجد میں سو رہا مگر اسے نیند کہاں کیونکہ وہ تو بحرالمیں ڈوبا ہوا تھا اور ڈوبنے والا شخص نہ کہ
 اند کیسے سو سکتا ہے عاشق تو بحرالمیں ڈوب کر لیں ہی خواب نہیں چاہتا جس طرح مرغ ہوا میں یا مچھلی پانی میں
 سونا نہیں چاہتی لہذا اقلیل و الشاعلم آدھی رات کے وقت ایک خوفناک آواز آئی کہ میں آتا ہوں
 تیری خبر نہ لگا پانچ مرتبہ ایسی ہی سخت آواز آئی اور خوف طبعی سے اوس کا دل پاہ پاہ بھا جاتا تھا اس
 مرد لانا ایک مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ۔ تو جو عزم دین کنی بلا اجتہاد الخ

شرح شیریں

ہمان کش مسجد کے ہمان کے قصہ کا بقیہ

خفته در سحر خود اورا خواب کو مرد غرق گشته چون سپید بجز
یعنی وہ سجد میں سویا ہوا تھا (مگر) اس کو خود نیند کہاں - ڈھلایا ہوا آدمی نندی میں کس طرح سوئے مطلب
یہ کہ وہ سجد میں جا تو بیٹھا مگر اس کو نیند کہاں اوس کی ایسی مثال تھی جیسے کہ ڈھلایا ہوا آدمی تو ڈوبے
ہوئے آدمی کو نیند کہاں آیا کرتی ہے تو وہ جب اس قدر خوف و ہراس میں مبتلا تھا اور سکون نہ کیا جاسکتا تھی
خواب مرغ و ماہیان باشد نمی عاشقان را زیر غرقاب غمی
یعنی پرند جانوروں اور چھلیوں جیسی نیند عاشقوں کو غم کے غرقاب کے نیچے ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ صریح
کہ اڑتا جانور اور چھلی کو نیند نہیں آتی بس یہی حال اوس عاشق کا ہوتا ہے جو کہ کسی غم کے اندر ڈوبا ہوا ہو
کہ اوس کو بھی نیند نہیں آیا کرتی غرضیکہ وہ لیٹ تو گیا مگر اوس کی آنکھ تک نہ جھپکی۔

نیم شب آوار با ہولے شنید کاہم آہم بر سر تائے مستفید
یعنی آدھی رات کو ایک ہولناک آواز سنی کہ لے فائدہ اٹھانے والے میں سر ہر آتا ہوں۔ مطلب
یہ کہ آدھی رات کو ایک ہولناک آواز پر شنائی دی کہ آتا ہوں آتا ہوں۔

بہج کرت این چنین آواز سخت می رسید و دل ہی شد لخت لخت
یعنی پانچ مرتبہ ایسی ہی سخت آواز پہنچی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آگے مولانا ایک دوسرے مضمون
کی طرف منتقل ہوتے ہیں کہ جس طرح یہ آواز آ رہی تھی کہ آتا ہوں حالانکہ کوئی بھی نہ آتا تھا صرف ڈرانا ہی
ڈرانا تھا جیسا آگے معلوم ہوگا اسی طرح جب انسان کوئی نہک کام کرنا چاہتا ہے تو اوس کو شباطین
اسی طرح ڈرایا کرتے ہیں اور اوس کو کہتے ہیں کہ اس کام کو مت کر لیکن وہ صرف ڈرانا ہی ڈرانا ہوتا ہے
واقعت کچھ نہیں ہوتی۔ یہ تو اجمال تھا اب اس کی تفصیل سنو اس کو مولانا ایک آیت کی تفسیر کے
پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں۔

شرح شبی

تو جو عزم دین کنے با اجتہاد	دیو ہانگت بر زند اندر نہاد
کہ مرد زان سو بیندیش ای غوی	کہ اسیر رنج درویشے شغوی
بینوا اگر دی نیاران و ابری	خوار گردی و پشیمانی غوری
تو ز بیم بانگ آن دیو لعین	واگریزی در صلاست از یقین
کہ ملا فردا و پس فردا مرست	راہ دین پویم کہ ہمت میں است

مرگ را بینی که از چپ و راست
 باز عزم دین کنی از بیم جان
 پس سلاح از علم سازی و حکم
 باز بانگی برزند بر تو ز مکر
 باز بجز می ز راه روشنی
 سالها دورا بسا بنگی بنده
 ہیبت بانگ شیا طین خلق را
 تا چنان نو میدشد جان شان ز نور
 این شکوه بانگ آن طعون بود
 ہیبت بانگ است بر کبک نجیب
 زانکه نبود باز صیت او مگس
 عنکبوت دیو بر چون تو ز باب
 بانگ دیوان مکتب ان اشقیاست
 تا نیا میزد و بسیم بین او کور

می کشد بمسایه را تا بانگ خاست
 مرده سازی خویش را یک زبان
 که من از خوفی نیارم پائے کم
 که ترس و باز گرد از تیغ فقر
 آن سلاح علم و فن و افگنی
 در چنین ظلمت خمد افگنده
 بند کرد دست و گرفت حلق را
 که درون کافران از ابله تبور
 ہیبت بانگ حسد ای چون بود
 هر کس را نیست زان ہیبت نصیب
 عنکبوتان می مگس گیرند بس
 مکر و فر دارد نه بر کبک و عقاب
 بانگ سلطان پاسبان اولیاست
 قطره از بحر خوشش با بحر شور

حسب تم دین کا مستحق کے ساتھ بخت ارادہ کرتے ہو تو یوں ہی تمہاری باطن میں شیطان آواز دیتا ہے کہ خبردار
 اس طرف نہ جانا اور غیب سے لینا کہ تو اس طرف چکر رنج اور روشنی میں پھنس جاوے گا (اشارہ الی قولہ)
 الشیطان یعدکم الفقر (الح) تو مخلص ہو جائے گا یا رد ستون سے تعلقات منقطع ہو جائیں گے ذلیل
 و پست رہاں ہو گا تم شیطان کی اس آواز کو سن کر خوف کے سبب یقین کو چھوڑ کر گمراہی میں بھاگتے ہو اور کہتے ہو کہ کل
 اور پھر یوں تو بتائی ہی ہے ابھی تو بہت وقت بڑا ہے دین کے راستہ پر بھی چل سکتے گے اس کے ساتھ تم دیکھتے
 ہو کہ دین باطن میں موت پر وسیلہ کو مار رہی ہے اور ازل کے گھروں سے سڑو شیون بلند ہو رہا ہے اس پر تم خاک
 ہو کر تو دل سے پھر عزم دین کرتے ہو اور تھوڑی دیر کیلئے اپنے کو مردہ بنا لیتے ہو اس کے بعد تم علم و حکمت سے کام
 لے کر شیطان کا مقابلہ کرتے ہو اور ارادہ کرتے ہو کہ میں نے کہہ کر گزشتہ میں چھوڑ دیا لیکن پھر وہ تم کو ڈالتا ہے
 اور کہتا ہے کہ اے کجبت ڈرا دین فقر کے سامنے سے ہٹ جا اب تم اس سے پھر متاثر ہوتے ہو اور روشنی
 کے راستہ سے ہٹا گئے ہو اور علم و فن کے ہتھیار ادا کرتے ہو مگر برسوں سے یوں ہی تم شیطان کی آواز کے
 ظلم ہو اور ظلمت و غلامت میں انقامت پائی ہو بات یہ ہے کہ شیطان طین کی آواز کی ہیبت نے خلق کو ہلاکت

کر رکھ ہے اور انکا خلق بند کر رکھا ہے کہ نہ وہ راہ دین پر چل سکتے ہیں اور نہ خدا سے روحانی کھا سکتے ہیں۔ یہ سب
 نتیجہ یہ ہوا کہ فہرہایت سے انکی جان یوں نا امید ہو گئی کہ جیسے مردہ کفار کی بھلائی سوچو تو یہی کہ جب شیطان
 کی آواز میں یہ شوکت ہے تو خدا کی آواز میں کس قدر ہیبت ہو گئی تم یہ شہرہ کرنا کہ اگر خدا کی آواز میں شیطان کی
 آواز سے زیادہ ہیبت ہوتی تو اس کو واسطہ غالب آتا چاہئے تھا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ہم شیطان کی آواز
 سے متاثر نہ ہوتے۔ حالانکہ اس کے خلاف مشاہدہ ہے کہ جو کم تر بین ہنوز اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اس میں ہیبت نہیں
 یہ وجہ ہے کہ تم اس سے متاثر نہیں ہوتے اور شیطان کی آواز سے متاثر ہوتے ہو۔ یہ نہیں کہ اس میں ہیبت نہیں
 دیکھو بدایت با زکی ہیبت کڑی کی ہیبت سے زیادہ ہے مگر کب تک یعنی چکھو پر تو اس کی ہیبت ہے لیکن کبھی پر
 اس کا کچھ اثر نہیں اور راز اس کا یہ ہے کہ باز کبھی کاشکار ہی نہیں کرتا اور کڑی جو اس کا شکار کرتی ہے اسے اسکی
 ہیبت اس پر ہے یوں ہی شیطان جو ایک کڑی کی مانند ہے تجھ پر جو کہ ایک کبھی کی مانند ہے اکثر زون کرتا
 ہے اور تو اس کی ہیبت سے متاثر ہوتا ہے مگر اہل اللہ جو کہ چکھو اور عقاب کی مثل ہیں ان پر اس کا کچھ بس
 نہیں چلتا۔ کہا قال اللہ تعالیٰ (ان عبادی لیس لك علیہم سلطان بس یہ راہ ہے کہ
 شیطان کی آواز اشقا کو بانگتی ہے اور پادشاہ حقیقی کی آواز اولیا را اللہ کو اور مقصود یہ ہے کہ انہی سے
 اور دیکھنے والے مخلوط نہ ہو جائیں اور بحر شیرین کا قطرہ بحر شور میں نہ مل جائے یعنی اہل اللہ اور غیر اہل اللہ
 میں امتیاز ہے اور جو جس مرتبہ کے قابل ہے وہ اسی مرتبہ پر پہنچے اپنی حد سے تجاوز نہ کر سکے۔

شرح شبیری

آیت واجلب علیہم بخیلک ورجلک کی تفسیر

تو جو عزم دین کنی با اجتہاد دیو بانگت بر زندا نند نہاد
 یعنی تو جب دین کا قصد کر شش کے ساتھ کرتا ہے تو شیطان حیرے بدن میں آواز دیتا ہے کہ
 کہ مروزا نسو بند لیشی ای ٹوی کہ اسیر رنج و درویشی شوی
 یعنی کہ گمراہ اس طرف مت جا کہو کہ رنج اور درویشی میں قید ہو جاوے گا۔

بے نوا گردی زیاران دابری خوار گردی و پشیمانی خوری

یعنی فقیر ہو جاوے گا اور دوستوں سے الگ ہو جاوے گا اور ذلیل ہو جاوے گا اور پشیمانی کھاوے گا مطلب یہ کہ
 جب تو کوئی دین کا کام کرنا چاہتا ہے تو شیطان تجھے ڈراتا ہے اور کہتا ہے کہ اے مولوی ہو گا اور غریبی

پڑے گا تو مسجد کا مینڈھا ہو جاوے گا بخانی روشنی والوں میں تیری قد نہ رہے گی ذلیل و خوار پھر گھبراوے پھر
پشیمان ہوگا لہذا تو بولی مت بن اور دین کا کام مت کر جب وہ یوں ڈراتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ
تو زہیم بانگ آن دیو لعین و اگر یزی در ضلالت از یقین
یعنی تو اوس شیطان لعین کی آواز کے خوف سے یقین سے گمراہی میں بھاگتا ہے یعنی دین کو چھوڑ کر دنیا
میں اور گمراہی میں پھنس جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ

کہ ہلا فردا و پس فردا مر است راہ دین پویم کہ جہلت پیش است

یعنی اے کل ہر سون (سب) میرے لئے ہے تو دین کی راہ میں اوڑھ لوں گا کہ بہت ہمارے سامنے ہے مطلب
یکہ تیری یہ حالت ہو جاتی ہے کہ سب ہر شے کو ہم کر ذرا ترک این سودا کم بہ باز چون فردا شود امروز را
فردا کنم یا غرض کہ یہ سمجھ کر کہ بھی تو جوان ہیں عمر بڑی ہے دین کے کام بھی کر لیں گے دین سے غافل ہو جاتے
ہو۔ اوس کے بعد ایسا ہوتا ہے کہ۔

مرگ را بینی کہ اواز چپ رہ است می کشد ہمسایہ را تا بانگ خاست

یعنی تو موت کو دیکھتا ہے کہ کہنے ہائیں سے ہمسایوں کو کھینچ رہی ہے یہاں تک کہ آواز ادا ہوئی مطلب یہ کہ اول تو
دین سے غافل ہو جاتے ہو پھر جب دیکھتے ہو کہ لوگ مر رہے ہیں اور جاتے ہیں اوس وقت ذرا ہوش ہوتا ہے۔

باز عزم دین کنی از بیم جان مرده سازی خویش تن را یک زمان

یعنی پھر جان کے خوف سے دین کا قصد کرتے ہو اور اپنے آپ کو ایک زمانہ کیلئے مردہ بنا لیتے ہو یعنی کچھ دنوں کیلئے مردہ
کی طرح ہو جاتے ہو اور بہت ہی خشوع و خضوع سے کام لیتے ہو۔

پس سلاح از علم سازی و حکم کہ من از خوف نیام پائے کم

یعنی پھر علم اور حکمت کے ہتھیار بناتے ہو اور کہتے ہو کہ میں خوف کی وجہ سے پاؤں کم نہ لاؤں گا یعنی کچھ دنوں کے
لئے تدبیر پیدا کر جاتا ہے اور اوس وقت کہتے ہو کہ اب کبھی دین میں قدم سست نہ کروں گا۔

باز بانگے بر ز ند بر تو ز مکر کہ ترس و باز گرد از تیغ فقر

یعنی شیطان پھر مکر سے آواز لگاتا ہے کہ اے تجھے فقر سے ڈراؤ اوراپس ہو جاوے مطلب یہ کہ جب تم خدا دین کی طرف
توجہ کرنے لگے ہو وہ شیطان پھر تم کو فقر سے ڈراتا ہے کہ تم نے خود فراتے ہیں کہ ان الشیطان لعل کما الفقر

جب وہ پھر فقر سے ڈراتا ہے دین پہنچنے سے دنیا کا نقصان دکھاتا ہے تو پھر یہ ہوتا ہے کہ۔

باز بگریزی ز راہ روشنی آن سلاح علم و فن را بھکنی

یعنی پھر تو روشنی کی راہ سے بھاگتا ہے اور اوس علم و فن کے ہتھیار کو پھینک دیتا ہے مطلب یہ کہ وہ بھی تھکا ہوا

علم و حکمت کے تیار کئے تھے اب اوس کے ڈرانے سے اون کو الگ پھینک پھانک اور پھر دین کو چھوڑ دیتے ہو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

سالاہا اور اب جائگے بندہ در حنین ظلمت نہ افگندہ

یعنی سالاہا سال تک اوس کی آواز کے تم غلام ہو اور ایسی ظلمت میں تم نے منہ پھینک دیا ہے مطلب یہ کہ سالاہا سال تک شیاطین کے تابع فرماں ہے ہو اور ظلمت دنیا اور فریض اپنے دین کو برباد کیا ہے۔

ہیبت بانگ شیاطین خلق را بند کروست و گرفت خلق را

یعنی شیاطین کی آواز کی ہیبت نے مخلوق کو بند کر دیا ہے اور خلق کو پکڑ رکھا ہے۔

تا چنان نو مید شد جانشان ز نور کہ روان کافران ز اہل قبور

یعنی یہاں تک کہ اون کی جان تو ایسی ناامید ہو گئی جیسے کہ قبر والے کافر دینی جان مطلب یہ کہ جو کفار مر چکے ہیں انکو چونکہ حقیقت منکشف ہو گئی ہے تو اون کو معلوم ہو گیا ہے کہ تم کو اب تو حاصل نہیں ہو سکتا اور اب بالکل مایوسی ہو گئی ہے پس اسی طرح جو لوگ کہ شیاطین کی آواز کو سنتے ہیں اور اوس پر عمل ہوتے ہیں وہ بھی نور سے اسی طرح ناامید ہو چکے ہیں کہ انکو کسی درجہ میں امید رہی ہی نہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

این شکوہ بانگ آن ملعون بود ہیبت بانگ حسدائی چون بود

یعنی یہ درجہ اوس ملعون کی آواز کا ہوتا ہے تو اوز خداوندی کی ہیبت کیسی ہوگی یعنی اب دیکھ لو کہ اوس کی آواز کی

اس قدر ہیبت ہے کہ سب اوس کے پیچھے پیچھے بولے تو پھر جو آواز خداوندی ہے اوس کا دبدبہ تو کیا کچھ ہوگا اب

یہاں یہ شبہ ہو کہ جس طرح کہ اوس ملعون کی آواز کے دبدبہ نے ہم پر اثر کیا اگر خداوندی میں زیادہ دبدبہ ہو تو وہ

ہم پر کیوں اثر نہیں کرتی۔ اور ہم کو دین پر کیوں نہیں لگائے رہتی۔ مولانا اس شبہ کو آگے دفع فرماتے ہیں کہ

ہیبت باز دست بر کبک نجیب مرگس رائست زان ہیبت نصیب

یعنی نجیب چکر ہر باز کی ہیبت ہوتی ہے اور کبھی کو اوس ہیبت میں سے کچھ ہی حصہ نہیں ہے۔

زانکہ بنو رہا ز صیت و مگس عکس بو تان می مگس گیر بد و بس

یعنی اس لئے کہ باز کبھی کا شکار کرنے والا نہیں ہوتا مگر کیا مکیوں کو پکڑتی ہیں اور کبھی مطلب یہ کہ دیکھو باز کاغوف

کبک وغیرہ کے دل میں تو ہوتا ہے مگر مکیوں کے دل میں بالکل بھی باز کاغوف نہیں ہوتا بلکہ کبھی کو کبھی کاغوف ہوتا ہے

تو اسی طرح تم چونکہ گنہگار ہو گئے اس لئے ذلیل و خوار ہو گئے ہو لہذا تم پر غوف حق طاری نہیں ہوتا بلکہ اوس شیطان کا جو کبھی

مکرمی کی طرح خیرہ تم جیسے مکیوں پر غوف طاری ہوتا ہے۔

عکس بو دیو بر چو نتو فر باب کرد و فردار دہر بر کبک و عقاب

۱۷۱

یعنی شیطان کی کڑی تہجیبی کمی پر کڑو فرمکتی ہے کہ کہک و عقاب پر یعنی شمشاہین کی ہیبت تم جیسے ذلیل
اور خفیہ لوگوں پر پڑ جاتی ہے اور فرمان بردار اور دیندار لوگوں پر اوس طعون کی ہیبت ہرگز بھی نہیں پڑتی :-
بانگ دیوان گلہ بان اشقیا است بانگ سلطان پاسبان اولیا است
یعنی شمشاہین کی آواز شفی کو گوئی گلہ بان ہے اور سلطانی آواز اولیا و کرام کی پاسبان ہے یعنی شمشاہین
کی آواز پر چلنے والے تو اشقیا ہیں اور آواز سلطانی پر چلنے والے اولیا و رشتہ دار دیندار لوگ ہیں اور یہ اس لئے کہ -
تا نیا میسر دہم بینا و کور قطرہ از بحر خوش با بحر شور
یعنی تاکہ آپس میں اندھا اور سکتا ہوا ایک قطرہ دریائے شیریں دریا کے ساتھ نہ ٹپکے مطلب یہ کہ اگر سب
لوگ ہر آواز پر چلا کرتے اور ہر آواز کا اثر ہر شخص پر ہو اگر تاکہ تو پھر فرق ہی کیا رہتا یہ فرق اس لئے لکھا گیا ہے تاکہ
شفی اور معید میں فرق ہے اور آپس میں مل دیکھن آگے پھر اسی جہان مسجد کا تصدیق بیان منسرتا ہے۔

شرح حبیبی

کہ زفت از جابدان آن نیک بخت
پاؤ بل ترسد کہ زخم اور اربسید
قسم تان عید جان شد خم خوب
ماچو اہل عید خمندان پچو کل
زیگ دولت ما چگونہ می پزد
گفت چون ترسد دلم از طبل عید
مرد جان بد دلال بے یقین
ملک گیرم یا پسر دلازم بدن
حاضرم اینک اگر مردی سیا
زر بھی ریزید ہر سو قسم
تا نگیرد ز زر پیری راہ در
مرد حیران شد ز تفت ہر آلہ
تا سحر گر زربہ بیرون کشید
با جوال و تو برہ بار دگر

بشنوا کنون قصہ آن بانگ بخت
گفت چون ترسم کہ بہت ہر بل عید
لے دہلہائے تہی بے قلوب
شد قیامت عید و بید نیان دہل
بشنوا کنون این دہل چون بانگ د
چونکہ بشنودان دہل آن مرد وید
گفت با خود بین طرزان دل کزین
وقت آن آمد کہ حیدر وار من
بر جہیدد بانگ برزد کای کیا
در زمان بشکست ز آواز آن طلسم
ریخت زر چندان کہ ترسید آن پسر
پیشد آن مسجد ز رہر جا نگاہ
بعد از ان برخواست آن شہیر عقیقہ
دفن میسکرد و بھی آید ہزر

گنجناہبسا دان جانناز ازان
 این زرد نظایر بخاطر آمدست
 کو کمال اسفہا لہا را بشکند
 اندراں بازی جو کوئی نام زر
 بل زر مضروب ضرب ایزدی
 آن زرے کینند زان زرتاب یافت
 آن درے کہ دل از دگر دوختی
 شمع بود آن مسجد پرہمانہ او
 سوخت پیش را و لیکن حشاش
 با محو موئے بود آن مسجد و بخت
 چون عنایتہا بر دو نور بود
 مرد حق را چون یہی سنی الے پیر
 تو ز خودی آنی قائل در تو است
 او درخت موسی است و پھنیا
 نے فطام این جہاں تارے نمود
 بس بیا محو شمع دیں برمی شود
 این نمائید نور و سوز دیار را
 این چوسا دندہ ولے سوزندہ
 شکل شعلہ نور پاک ساز دار
 این سخن را نیست پایا نے پدید

کوری و ترسانے و الیں خنزاں
 در دل ہر کورہ دل زہر پرست
 نام زر تہند و در دامن کنند
 آن کند در خاطر کودک گذر
 کو تگرہ د کا سد آمد سرمدی
 گوہر و تابستہ گی و آب یافت
 غالب آید بر قفس در روشنی
 غولیشتن در باخت آن پروانہ خود
 لبس مبارک آمد آن انداختش
 کاتشہ دیدار بسوئے آن جزت
 ناری پنہاشت خود آن نور بود
 تو کمال داری برو ناربشر
 نار و خوار و ظن و باطل این سو است
 نور خال نارکش فحال بائے میا
 سا کمال رفتند آن خود نور بود
 این نہ تہجول دیگر آتشہا بود
 دآن بصورت نار گل زوار را
 وال کہ وصلت دل افروزندہ
 حاضران را نور و ودال را چونار
 گو حدیث عاشق و مسد حمید

چہا تا باب اوس تخت آدا کا قصہ سنا جائے وہ یہ ہے کہ اس کو سن کر بہان گو طعنا خائف ہوا مگر موش
 و جو اس قائم ہے اور اپنے دل میں کہا کہ یہ تو عید کا لہارہ ہے پھر میں کیوں ڈرول مجھے تو خوش ہونا چاہیے۔
 ہاں تو بول کو تو نہا چاہئے کہ او سپر حویپ بڑتی ہے یعنی اس سے اہل دنیا کو ڈرنا چاہئے جو بول کی طرح اندر
 سے خال ہیں اور صفات کمال نہیں رکھتے کیونکہ یہ انہیں کو ضرر پہنچا سکتی ہے نہ کہ مجھے لگے مولانا انتقال
 فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لے ڈبول کی طرح خالی اور قلب ہماقی در کھنے والے کو گویا رکھ کر جس طرح

کے لئے عید ہے یون ہی روح کیلئے بھی عید ہے اور روح کی عید سے تمہارے صدر میں مجز ڈنکے کی چوٹ کے
اور کچھ نہیں یاد رکھو کہ عید روح قیامت ہے اور عید بن لوگ ڈھول اور ہم اہل اللہ عید والے اور مل
کی طرح خون ہیں ظہیرہ استغفار اوی مضمون تو ختم ہو گیا اب سنو کہ جب اس دُہل طلسم نے آواز دی تو وہ
ہانڈی جس کا شور بادولت ہے کیسے بختی ہے اور اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے سو بات یہ ہے کہ جب اس عارف نے
اوس ڈھول کی آواز سنی تو اپنے دل میں کہا کہ یہ تو میرے لئے عید کا نقارہ ہے اور عید کے نقارہ سے میلاد
کیو کہ کر ڈر سکتا ہے اللہ یہ بھی کہا کہ اس سے بہتر اولاد کا پنا چاہئے کیونکہ یہ تو بد باطن اور بے یقین لوگوں کی
موت روحانی کا سبب ہے نہ کہ تمہاری موت کا بس اب وقت آ گیا ہے کہ کیا تمہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کی طرح ملک نے یون یا جسم کو روح سے خالی کر دیں اور ہر جاؤں یہ سوچو کہ وہ اوشا اور لکارا کا آواز لینے
والے میں موجود یون اگر تو مرے تو چاہیے کہنا تھا کہ وہ طلسم ٹوٹ گیا۔ اور ہر طرف طرح طرح کا سونا برسنا شروع
ہو گیا اور اس قدر برسا کہ اسے اندیشہ ہوا کہ موت کی کثرت سے نکلنے کا وہ آواز نہ بند ہو جائے غرض کہ وہ مسجد
اوس سونے سے ہر گھسے بھر گئی اور وہ شخص اس نقصانے الہی کو دیکھ کر تعجب ہو گیا اسکے بعد وہ بہادر اٹھا اللہ
صبح تک سونا ڈھرتا رہا ایک دفعہ لپکا کہ دفن کراتا تھا اور پھر دوبارہ تو بہر زمین لپکا کرتا تھا غرض کہ اس
جاننا نہ بھڑانے چھپے نکلنے والوٹکی کوری اور خون کے اس طرح خزانہ قائم کرنے معلوم ہوتا ہے کہ اندر سے
اور بہت ہمت زہر پرست لوگوں نے اس سے ظاہری سونا سمجھا اور یہ ان سے کچھ بعید نہیں کیونکہ بچہ ٹھیکرے
توڑتے ہیں اور اس کا نام اشرفیان رکھ کر دامن میں بھرتے ہیں پس کھیل کے اندر جب اشرفی کا نام آتا
ہے تو بچے کے ذہن میں وہی ٹھیکرے آتے ہیں پس یہی حالت ان زہر پرستوں کی ہے کہ جب یہ سونے کا نام سنتے
ہیں تو ان کا ذہن زہر ظاہر کی طرف متغزل ہوتا ہے ہماری مراد یہ سونا نہیں بلکہ وہ اشرفیان مراد ہیں جن کا سکہ
خدا فیما ہے اور جن کے کھڑے ہوئی خدا تصدیق کرتا ہے اور جو اس کے یہاں کا راند ہیں اور جو کبھی کبھو
نہیں ہو سکتے بلکہ بد رائج ہیں اور وہ اشرفیان مراد ہیں جن سے اس سونے کو چمک حاصل ہوئی ہے
(غالباً تجلیات رہائی مراد ہیں) اور جسے کہ اون کو جو ہر اور چمک اور رونق حاصل ہوئی ہے اور وہ
اشرفیان مراد ہیں جن سے کہ خدا قلب حاصل ہوئی ہے اور جن کی روشنی چاند کی روشنی بہ غائبانہ
ہے (اور مسجد سے مراد دین ہے اور نا مہین سے تقاضا مانے نفسانی اور آواز سے آواز شنیدنی
اور حاصل یہ کہ جب اوس نے تقاضا مانے نفسانی کی اطاعت نہ کی اور راہ دین پہا ستوار ہوا تو شیطان
نے دیکھی دی اور اوس نے اوس کی مزاحمت کی تو دولت باطنی سے مالا مال ہو گیا واللہ اعلم) یاد رہے
عنوان سے یون مجھو کہ مسجد بمنزلہ شمع کے تھی اور یہ اوس کا پیر واند تھا یہ پروانہ خصلت شخص اوس کیلئے

اپنی جان پر کھیل گیا جس سے اس کے پر چل گئے اور خواہشات نفسانی کا قلع قمع ہو گیا مگر اس سے اس کو نقصان نہ پہنچا بلکہ اس نے اس کو بنادیا اور اس کا اپنے کس خطرہ میں ڈالنا نہایت مبارک ہوا یا یوں کہو کہ وہ خوش قسمت محو سے علیہ السلام کی مانند تھا کہ اودھنوں نے درخت کی جانب آگ دیکھی تھی لیکن چونکہ حق سبحانہ کی عنایت میں وہ بہر بہت تھیں اس لئے وہ تو آگ سمجھتے تھے مگر وہ اذکے لئے نور حق علی ہدایہ تو اس کو بظاہر مفہوم نہ تھا۔ حقیقت میں وہ اس کے لئے مفید ثابت ہوئی اس مقام پر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جب تم کسی اہل اللہ کو دیکھتے ہو تو اس کو آگ یعنی بشر محض مثل دیگر عوام سمجھتے ہو پس یہ تمہارا خیال اپنی اصل پر جاننا اور اس کو اپنے ادب پر قیاس کرنا ہے کیونکہ یہ بات خود تجھ میں موجود ہے نہ کہ اس میں نارایت اور غاربت اور وطن و باطل سب تیرے اندر موجود ہیں لہذا تو اس میں بھی سمجھتا ہے اس کو تم ایسا سمجھو جیسے شیخ موسیٰ جو کہ دیکھنے والے کو آگ معلوم ہوا اور واقع میں نور ہوا لہذا اس کو تم تو کہو کہ نہ را در اس سے اتصال پیدا کرنا کہ اس کی نورانیت تم پر شکست ہو جاوے ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بظاہر ناراض و مضر معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ فائدہ مند و مفید ہوتا ہے دیکھو ترک عالمنا سوت اک آگ اور ناموافق معلوم ہوتی تھی مگر مالکین اس دش پر چلے تو ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ نار نہیں بلکہ نور ہے جب یہ واقعہ معلوم ہو گیا تو ثابت ہو گیا کہ ہم نے جو کہا تھا کہ ہر ایک شمع عشق چوں آن شمع نیست انہما کل شمع ہے اور شمع دین (یعنی عشق) روشن ہوتی ہے تو یہ اور آگ کوئی طرح نہیں ہوتی کیونکہ اور آگیں تو نور دکھلائی دیتی ہیں مگر قریب آتے سے جلادیتی ہیں اور یہ دور سے آگ معلوم ہوتی ہے اور واقع میں تماشائی کیلئے بھول ہوتی ہے یہ آگیں بظاہر موافق طبع ہیں مگر حقیقت میں جلانے والے اور خلاف انکے شمع عشق اتصال کے وقت دلوں روشن کرنے والی ہے وہ بظاہر شعلہ کی مانند ہے اور حقیقت میں نور پاک اور موافق طبع ہے وہ پاس والوں کے لئے نور ہے اور دور والوں کے لئے آگ کی مثل خیر کس گفتگو کی تو کہیں آہٹا ہی نہیں جہاں اب اس عاشق اور صدر جہاں کا قہر سبب ان کو دے۔

شرح شبیری

مسجد کے جہان کو آدمی رات کو طلسم کی آواز آنا

بشنوا کنوں تھہ آں بانگ بخت کہ زلفت از جا بادل آں نیک بخت

یعنی اب اس بخت آواز کا تھہ تنہ کہ نیک بخت اس کی وجہ سے جگہ سے گیا نہیں یعنی جب یہ طلسم کی بخت

آواز آئی تو اس کی وجہ سے وہ شخص اپنی جگہ سے ملا نہیں بلکہ وہیں جا رہا۔
 گفت چون ترسم چو بہت آن طبل عید تا دہل ترسد کہ زخم اور اس سید
 یعنی وہ بولا کہ میں کیوں درون خجک وہ طبل عید ہے ڈھول ہی دڑتا ہے کہ اوس کو زخم پہونچا یعنی اوس نے سوچا کہ
 میں تو مرنے کو پہونچا ہوں پھر میں درون یہ تو میرے لئے طبل عید ہے آگے بولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے دہلہائے تہی و بے قلوب قسم تان از عید جان شد زخم چوب
 یعنی اے خالی اور بے قلوب ڈھول بھٹا را حصہ جان کی عید میں سے زخم چوب ہے مطلب یہ کہ اے وہ لوگو جو کہ باطن سے
 خالی ہو اور بھٹا اے قلوب ناپاک ہیں تعمیر کے روز کے ڈھول تو تم بھی ہو مگر تہی قسمت میں لکھا ہے کہ میں ہی ہیں کہ
 لکھنا پڑتی ہیں اور پٹے ہو آگے اوس عید کو اور ان کے دہل تہی ہو مگر بھٹاتے ہیں کہ وہ کیا کیا ہیں فرماتے ہیں کہ۔

شد قیامت عید و بید نیان و دہل ما چو اہل عید خندان ہمو گل
 یعنی قیامت تو عید ہے اور بے دین لوگ ڈھول ہیں اور ہم اہل عید کی طرح گل کی طرح خوش ہیں مطلب یہ کہ قیامت کے
 روز عید ہوگی لیکن دین داروں کے لئے تو خوشی ہوگی لہذا وہ تو گل کی طرح خوش ہونگے اور بیدین کیلئے رنج ہوگا اور وہ
 جس طرح کہ ڈھول عید میں بٹا کرتا ہے اسی طرح ہے گا تو مطلب یہ کہ وہ ڈھول کہ وہ باطن میں سے خالی ہو اوس کی تو گت بنتی
 ہے اور جو ڈھول کہ ٹھوس ہوتا ہے اوس کو کوئی بھی نہ مارے نہ مارے جائے آگے فرماتے ہیں کہ

بشنا کنون این دہل چون بانگ زد دیگ دولت ما چو گونڈی نیرد
 یعنی اب سنو کہ اس ڈھول نے جب آواز لگایا تو ہجاری دولت کی آواز کس طرح پکیتی ہے یعنی وہ ڈھول خالی تو
 پٹے ہی میں رہا مگر اب جو ہمارا دہل بولا تو اس سے کیسے دولت حاصل ہوئی ہے تو سنو

چو فکد بشنود آن دہل آن مرد وید گفت چون ترسد دلم از طبل عید
 یعنی کہ اوس دہل کو اوس آنکھ والے مرد نے سنا تو بولا کہ میرا دل عید کے قبل سے کیوں ڈرے۔

گفت با خود ہین ملرزان دل کزین مرد جان بد دلان بے یقین
 یعنی اپنے سے بولا کہ اے دل کو لڑامت کداس سے تو بد دل اور بے یقین لوگو کی جان مری ہے مطلب یہ کہ اوسے
 کہہ کہ جو بد دل ہوں اور بے یقین ہوں اون کو اوس سے گزند پہونچ سکتا ہے اور میں ایسا ہوں نہیں لہذا بچے
 گزند بھی نہیں پہونچ سکتا تو میں کیوں درون اور بولا کہ

وقت آن آمد کہ حیدر وار من ملک گیرم یا پیر دازم بدن
 یعنی وہ وقت آیا ہے کہ حیدر کی طرح ملک لوں یا بدن خالی کو دون یعنی وہ بولا کہ اب تو اس کا وقت آگیا یا تو یہ
 نہیں یا ہم نہیں جب یہ ٹھان لی تو پھر ڈر کس کا۔

برجہیں دو بانگ برزو کا ئے کیا حاضر م ایک اگر مروی بی
یعنی کوہ اور آواز دی کہ اے زیرک میں یہ موجود ہوں اگر تو مرد ہے تو آجا۔ یعنی اوس کے جواب میں اوس نے
کہا کہ تو آ جا ہے تو میں بھی حاضر ہوں لے آ جا اس کے کہتے ہی یہ ہوا کہ

در زمان بشکست ترا و از آن طلسم زریعی زینید ہر سو قسم قسم
یعنی اوی وقت آواز سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور سونا ہر طرف قسم قسم کرنے لگا۔ مطلب یہ کہ اوس شخص نے جو کہا کہ ہاں
ہاں میں حاضر ہوں تو آ جا اور اس طلسم کے ٹوٹنے کی یہی تدبیر تھی کہ کوئی دلیہ ہو کہ اوس کا مقابلہ کرے اور اوس وقت تک
جو کوئی دہان آیا تھا وہ اُس کی ڈر کے مارے پہلے ہی مرجا تا تھا تو بس جب اوس نے دلیہ ہو کر جواب دیا تو فوراً وہ طلسم
ٹوٹ گیا اور اوس کے اندر جو سیم وزرقادہ گرنا شروع ہو گیا۔

ریخت چندان زرت کہ رسید آن پسر تا جگر وزر ز پیری راہ در
یعنی اس قدر سو ناگر کہ وہ لڑکا ڈرا کہ کہیں سونا زیادتی کی وجہ سے دروازہ کی راہ نہ روک لے مطلب یہ کہ
روپیہ پیسہ کی اس قدر زیادتی ہوئی کہ یہ شخص ڈرا کہیں ساری مسجد اس روپیہ سے بھر جائے تو بچے دروازہ
میں سے نکلنے کی بھی جگہ نہ رہے گی۔

پیرشدان مسجد زر ہر جا لگاہ مرثیان شذر ز تقدیر آلہ
یعنی وہ مسجد سونے سے پوری بھر گئی اور یہ مرد خدا کی تقدیر سے حیران تھا یعنی یہ خدا کی قدرت کے تماشے دیکھ رہا
تھا کہ اللہ تو نے یہ دولت مجھے عطا فرمائی جو کہ منکر و تیار تھا۔

بعد از ان بر خاست آن شیر عتید تا سحر گہ زر بہ پیر و ن می کشید
یعنی اوس کے بعد وہ شیر تیار تھا اور صبح تک روپیہ باہر کھینچتا تھا یعنی مسجد کے اندر سے صبح تک اوس کے
صحن میں وہ روپیہ ڈھو ڈھو کر لایا۔

دفن میسکو و تھی آمد بہ زر با جوال و تو برہ بار دگر
یعنی دفن کرتا تھا اور روپیہ کے پاس آتا تھا مگر کون اور تو برہ کے دوسری مرتبہ مطلب یہ کہ روپیہ کو صحن مسجد
میں دفن کر کے پھر کون اور تو برہ لے کر آتا تھا کہ پھر بھر کر لیا۔

گنجناہنبا و آن جانبا ز ازان کوری و ترسانی واپس خزان
یعنی اوس جان باز نے اوس میں سے بہت سے خزانے اوٹھائے واپس بیٹھے والوں کی ناکامی اور خوف پر مطلب
یہ کہ جو لوگ کہ اوس خوف کی وجہ سے ہمت نہ کرتے تھے اور اوس مسجد میں نہ جاتے تھے ان کی خلاف اور ناکامی
کے باوجود اوس نے بہت سے خزانے جمع کر لئے اور خوب روپیہ بھر لیا اور وہ خائف لوگ محروم ہی رہے۔

آگے مولانا اس حکایت سے مصلحتاً اس کا اصلی مقصود بیان فرماتے ہیں کہ اس قصہ سے مراد کیا ہے فرماتے ہیں کہ

ایں زندہ ظاہر بخاطر آمد است در دل ہر کور و دل زہر پرست

یعنی یہ ظاہری روپیہ دل میں آیا ہے ہر اندھے کہنے زر پرست کے مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس قصہ سے لوگ یہی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ظاہری روپیہ پیسہ اس کو مل گیا۔ اور غیبی دولت مل گئی لیکن یہ بات نہیں سچی اس لئے کہ یہ ظاہری روپیہ پیسہ تو اصل میں چاندی ہے ہی نہیں اس کی کوئی مثال ہے کہ

گود کان اسفا اسرا بشکند نام زر نہیں در در دامن کنند

یعنی بچے ٹھیکروں کو توڑتے ہیں اور نام روپیہ رکھتے ہیں اور دامن میں بھر لیتے ہیں۔

اندر ان بازی چو گوی نام زر آن کنند در خاطر گودک گذر

یعنی اس کھیل میں جب تم روپیہ کا نام لوتو بچہ کے دل میں وہی گزر جاویگا۔ تو بس چڑھ کر کہو بچہ روپیہ کے نام سے اون ٹھیکروں کو سمجھیں گے اچھا و نیا دار لوگ روپیہ کے نام سے اس ظاہری روپیہ پیسہ ہی کو مار دیتے ہیں اس کے بجائے کہ یہ روپیہ ملا ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ روپیہ نہیں ملا بلکہ

بل زر مضروب ضرب ایزدی کو نگر دو کا سدا آمد سردی

یعنی بلکہ روپیہ سکہ خداوندی کا سکہ زدہ کہ وہ کم نہیں ہوتا سردی آیا ہے مطلب یہ کہ اس کو وہ روپیہ ملا تھا کہ جس پر ضرب خداوندی لگی ہوئی تھی یعنی اس کو دولت بانی نصیب ہوئی تھی اور وہ اس کو ملی تھی۔

آن زر سے کا میں زرازان ز تاب یافت گوہر و تابندگی و آب یافت

یعنی وہ زر کہ اس زر نے اس سے تاب پائی گہری اور چمک اور آب پائی یعنی اس کو وہ زر ملا تھا کہ جس کی یہ شان تھی کہ اس دنیاوی سیم زر نے ہی اس سے رونق پائی تھی۔ اور اس کے اندر بھی تاب اوی کی و بجا آئی ہو

آن زر سے کہ دل از گرد و غنی غالب آید بر قسور و روشنی

یعنی وہ زر کہ اس سے دل غنی ہوا اور روشنی میں گر پڑی غالب آجا و سے اور یہ نشانی دولت باطنی ہی کی ہے تو معلوم ہوا کہ اس کو دولت باطنی حاصل ہوئی تھی۔

شیخ بود آن مسجد و پروانہ او خوشن در باخت آن پروانہ خو

یعنی وہ مسجد شیعہ تھی اور وہ شخص پروانہ تھا تو اپنے کو اس پروانہ کی خصلت والے نے ہار دیا مطلب یہ کہ چونکہ اول میں بھی وہ مسجد اس کی مطلوب تھی اور آخر میں بھی اس لئے کہ اول جب اس میں گیا تھا تو معلوم ہوا تھا کہ اس میں جو آجائے مر جاتا ہے تو اس کا اس وقت بھی مطلوب تھا اور وہ مرنے کو حاضر تھا اب آخر میں اس کو دولت بے انتہا مل گئی اس بنا پر وہ مسجد اس کی مطلوب بن گئی۔

سوخت پرش را و لیکن ساحتش بس مبارک آمد آن انداختش
یعنی اوس کے پر کو جلادیا لیکن اوس کو بنا دیا اور اوس کا وہ ڈال دیا بہت مبارک آیا۔ مطلب یہ کہ بظاہر تو وہ
سجد میں ہلاک ہوئے گیا تھا اور مہجور اوس کے لئے ظاہر ایک تھی مگر اصل میں سجد نے اوس کو بنا دیا اور اوس کا
کام چلا دیا اور وہ جو سجد میں جا کر پڑا تھا اوس کا یہ پڑنا سجد مبارک تھا کہ بس اسی نے اوس کا کام
بنا دیا اور اوس کو بے انتہا دولت دلا دی۔

ہمچو موسیٰ بود آن مسعود بخت کاشے دید او بسوے آند رخت
یعنی وہ نیک بخت موسیٰ کی طرح تھا کہ انھوں نے اوس رخت کی طرف ایک آگ دیکھی تھی۔
چون عنایتہا برو مو فور بود ناری پسنداشت آنخو نور بود
یعنی جب عنایتیں اوس پر بھیجیں تو وہ آگ بجھتے تھے اور وہ خود نور تھا مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس طرح
کہ موسیٰ علیہ السلام نے آگ جلانے والی تھی اور وہ حالانکہ نور تھا اسی طرح اوس شخص نے بھی ہلاکت
بھی حالانکہ وہی اوس کے لئے حیات ابدی اور سرمدی تھی۔

مرد حق را چون بہ بینی اے پسر تو گمان داری بر او ناز بشر
یعنی اے لڑکے مرد حق کو جب تو دیکھتا ہے تو اوس پر تو ناز بشر کا گمان کرتا ہے (ناز بشر میں اصناف میاں ہے)
مطلب یہ کہ جب مرد حق کو دیکھتے ہو تو سمجھتے ہو کہ جس طرح اللہ بشر بن دیا گیا ہے حالانکہ وہ سر اسفل ہو گیا
ہے اور اوس کے اندر سے اوصاف بشریت کے مطلوب ہو چکے ہیں وہ صرف بشر نہیں رہتا بلکہ بشر سے اوصاف
ملک ہو جاتا ہے۔

تو ز خود می آئی و آن در قیامت نار و خار و ظن باطل این سواست
یعنی تو اپنے ہی میں سے آتا ہے اور وہ تیرے ہی اندر ہے نار اور خار و ظن باطل اسی طرف ہے یعنی فرطے
ہیں کہ یہ حضرات جو کہ صرف بشری نظر کرتے ہیں اور انکی اصل حالت جو تم کو معلوم نہیں ہوتی اوس کی وجہ یہ
ہے کہ یہ تمام اوصاف بشری تمہاری ہی اندر ہیں تو وہ صفات بشری جو تمہارے اندر ہیں نہیں اور انکی
اندر بھی معلوم ہوتے ہیں۔

او درخت موسیٰ است و پر ضیا نور خوان نار شش خوان بائے بیا
یعنی وہ درخت موسیٰ ہیں اور پر ضیا ہیں اور انکو نار مت کہہ بائے آ۔ مطلب یہ کہ انکی مثال درخت موسیٰ
علیہ السلام جیسی ہے کہ جس طرح وہ دور سے نار معلوم ہوتا تھا لیکن اصل میں نور تھا اسی طرح یہ حضرات نہیں نار
معلوم ہوتے ہیں اور ان سے تم کہہ لے ہو مگر آؤ تو وہی ایک دفعہ انکی پاس ہو تو جاؤ اس کے بعد ہی کوئی رائے قائم کرنا۔

نے فقط امین جہان نارے نمود سا لکان رفتند آں خود نور بود
یعنی کیا اس جہان کا چہرہ ٹٹا آگ نہیں دکھائی دیا سالک لوگ چلے گئے تو وہ خود نور تھا مطلب یہ کہ دیکھو اس
عالم سے جیانی شاق معلوم ہوتی تھی اور آگ کی طرح اگر معلوم ہوتی تھی مگر جب سالک لوگ چلے گئے تو اب
وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جس کو نار سمجھا تھا تو سراسر نور ہی نور تھا تو اسی طرح اگر دور سے نار اور آگ کا سمجھ رکھا
ہے جب قریب جاؤ گے تو اس وقت معلوم ہوگا کہ سراسر نور ہی نور ہیں آگے اس پر تفریح فرماتے ہیں کہ
پس بدانکہ شمع دیں برسی شود ایں نہ ہنجوں دیگر آتشہا بود
یعنی پس جان کو کہ شمع دین کی بڑھتی ہے اور یہ دوسری آگ کی طرح نہیں ہوتی مطلب یہ کہ جب معلوم ہوا کہ پس اور
دستار لوگ دور ہی سے پڑے اور آگ کا معلوم ہوتے ہیں اور قریب سے اددہ اصل نور ہونے ہیں تو پس شمع
دین کی کو زیادہ ہوتی ہے تو اس میں سویش نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ محض نور ہی نور ہوتی ہے اور آتش کی طرح
جلانے والی اور آگ کا نہیں ہوتی۔

ایں مساید نور و سوز و یار را وال بصورت نار و گل زوار را
یعنی یہ روینا نور دکھائی دیتی ہے اور باک کو جلا دیتی ہے اور وہ (دین) صورت میں نار ہے اور زیارت کرنے
والے کیلئے پھول ہے مطلب یہ ہے کہ دین بظاہر تو بہت مشکل شے ہے کہ اس کے مجاہدات و ریاضات بہت مشکل
ہیں مگر اصل میں جب اس کو دیکھو تو وہ بہت خوشگوار ہے اور یہ دنیا ظاہر میں تو نور ہے کہ خوب ٹیپ ٹیپ نور معلوم ہوتی
ہے لیکن اصل میں نار ہے کہ ہلک اور بریاد کرنے والی ہے
ایں چو سار زندہ ولے سوزندہ وال گہ وصلت دل افرودندہ
یعنی یہ سقارنے والے کا طرح ایک جلانے والا ہے اور وہ وصل کے وقت دل کو روشن کرنے والا ہے یعنی
دنیا ظاہر میں تو عیش کی جگہ ہے مگر اصل میں بریاد کرنے والی ہے اور دین جب اس سے وصل ہو تو کوروشن
کرونے والی شے ہے۔

شکل شعہ نور پاک و سادوار حاضران را نور و دورال را چونار
یعنی شکل تو شعہ کی اور ہے پاک اور ستوارنے والا حاضران کے لئے تو نور ہے اور دورال کے لئے تاریک ہے
حاضران از غائبان خوشحال تر غائبان را نیست تو فنیق جبر
یعنی حاضر لوگ غائبین سے زیادہ خوش حال ہیں اور غائبین کو خبر کی (یہی) توفیق نہیں ہے مطلب یہ کہ جو لوگ
سکان حضرت کے پاس رہنے والے ہیں وہ اُن لوگوں سے جو غائب ہیں زیادہ اچھے ہیں اگرچہ ظاہر میں مشقت میں
ہوتے ہیں مگر اصل میں آرام میں ہوتے ہیں تو غم کہ جو اس جہان کیلئے مشقتیں اور رت کیلئے تیار ہوئے ہوئے ہیں

اس سے مراد مجاہدات و ریاضات ہیں اور اس کو جو روپیہ پیسہ ملنے کو کہا ہے اس سے مراد دولت باطنی کا حصول ہے کہ وہ مجاہدات و ریاضات بظاہر تو جہد تک تھے مگر اصل میں وہ اس کے لئے نور اور حصول دولت کا باعث تھے اب آگے فرماتے ہیں کہ۔

• ابن سخن را نیست پایا نے پدید گو حدیث عاشق صدر حمید
یعنی اس گفتگو کی تو ظاہر کہیں انتہا نہیں ہے تو عاشق اور صدر حمید کی بات کو مطلب یہ کہ ان اسرار و خفایاں کی تو بظاہر کہیں انتہا معلوم نہیں ہوتی یہ تو بے انتہا ہیں لہذا ان کے بیان کو چھوڑو اور اس عاشق اور صدر حمید کے معشوق اور بادشاہ کا قصہ بیان کرنا گئے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

<p>آن بخاری نیز خود بر شمع زد آہ سوزانش سوئے گردون شدہ گفت با خود در سخن کہ کائے احد او گشتاے کرداد دیدم لیک خاطر محبم ز ماترسان شود من بر سائیم و تسبیح و یاوہ را بہر دیگر سدا آرمی رود ایمانا من بر سائیم بحسب پارہ و وزم پارہ در موضع نہیں ہست سترم و چون پنج درخت در خورد آن برگ رستہ برگہا بر فلک بر است ز اشجار و فا چون بدست از عشق بر آسمان موج می زد و دلش عشق گنہ کہ ز دل تا دل یقین روزن بود متصل نبود سفال و چراغ</p>	<p>گشتہ بود از عشق آسمان آن کبد دول صدر جهان ہر سر آمدہ حال آن آوارہ ماجون بود رحمت مارا نمی دانست نیک لیک صدا میداد ترشش بود آنکہ ترسد من چہ ترسانم و را نے بدان کہ جوشش از سرنی رود حالتان را ترس بردارم ز سلم ہر کسے را شربت اند خورد ہم نان بروید برگہا ش از چوب سخت در درخت و در نفوس و در نہا اصلہا تا بہت و فرعی السما چون نروید در دل صدر جهان زانکہ از دل تا دل آمد روزنہ نے جدا و دور چون دو تن بود نور شان مزوج باشد در مسلخ</p>
---	---

هیچ عاشق خود نباشد وصل جو
 لیک عشق عاشقان تن زه کند
 چون درین دل برق مهر دوست جبت
 در دل تو مهر حق چون شد و تو
 پیس با نچه کف زدن آید بدر
 تشنه مینالد که لے آب گوار
 جذب آبست این عطش و جان ما
 حق بحکمت در قضا و در قدرت
 جمله جزای جهان زان حکم پیش
 هست بهر جزوے بعالم جفت خواه
 آسمان گوید زمین را مریح
 آسمان مرد و زن و نرو
 چون نماند که میشی بفرستاد
 بمرج حنای خاک ارضی را بدو
 بمرج باوی ابر سوے او برو
 بمرج آتش گرمی خورشید او
 هست سرگردان فلک اندر زمین
 دین زمین که با تو بیامی کند
 پس زمین و چرخ را دان شو شمند
 گرنه از هم هر دو و لبس می زند
 بے زمین که گل بروید و ارغوان
 بهر آن میسل است در ماده و نر
 میل اندر مرد و زن حق زان نهاد
 میل هر جزوے بجزوے هم نهاده
 شب چنین تا روزاندر اعتناق

که نه معشوقش بود و یارے او
 عشق معشوقان خوش و فربه کند
 اندر آن دل دوستی میدان که هست
 هست حق را بیگمان مهرے بتو
 از یک دست تو بے دست و دگر
 آب مینالد که کو آن آب غوار
 ما را را دو او او هم زان ما
 کرده ما را عاشقان هم دگر
 جفت جفت و عاشقان جفت خوش
 راست همچون کبریا و برگ کاه
 با تو ام چون آهن و آهن ربا
 هر چه او انداخت این می پرورد
 چون نماند تری و نم بدو داد
 بمرج آبے تریش اندر و پدر
 تا بحیات و غم را بر کشد
 همچو تاب سحر ز آتش پشت رو
 همچو مردان گرد و کسب بهر زن
 بر دلاوات و رضا عشق می تند
 چون که کار جو شمنان می کنند
 پس چرا چون جفت و دریم میزند
 پس چه زاید ز آب تاب آسمان
 تا بود تمییل کار هم دگر
 تا بقایا بند جهان زین اتحاد
 ز اتحاد هر دو تولید چه شد
 مختلف در صورت اما اتفاق

روز و شب ظاهر و صند و دشمن اند
 هر یک فغانان و گمراهی خویش
 زانکه به شب و خل بنود طبع را
 خاک گوید خاک تن را باد گرد
 جنس مانی پیش ما و لے تری
 گوید آلمے یک من با بسته ام
 تری تن را بجویند آبهی
 گر مئے تن را همی خواند اشیر
 هست هفتاد و دو علت در بدن
 علت آید تا بدن را بکشد
 چار مرغ اند این عناصر بسته با
 پائی شان از همه گر چون باز کرد
 خدایه این اصلها و فروعها
 تا که این ترکیبها را برورد
 حکمت حق مانع آید زین عجل
 گوید که اجزا اجل مشهود نیست
 چون که هر جزوے بگوید از اتفاق
 گوید که اجزای پست فر شیم
 امیل تن در سبزه و آب روان
 میل جان اندر حیات و درجی است
 میل جان در حکمت ست و در علوم
 میل جان اندر ترقی و شرف
 میل عشق آن شرف هم سوائے جان
 گر گویم شرح این بیمد شود
 حاصل آنکه هر که او طالب بود

لیک بر دو یک حقیقت فی تن
 از پی تمکیل فعل و کار خویش
 پس چه اندر خرج آرد روزها
 ترک جان گو سوائے ما آنچه کرد
 به که ران تن و در هر زین سویری
 گر چه همچون تو ز بحر ان خسته ام
 کای تری باز از غربت سوئے ما
 که زنا رے راه اصل خویش گیر
 از کششهای عناصر بے رسن
 تا عناصر همه گمراه و راه بلد
 مرگ در بخوری و علت پاکشا
 مرغ هر عنصر یقین برود کرد
 هر دے رنجی نه در جسمها
 مرغ هر جزوے با وصل خود پر
 جمع شان دارد بصمت تا اجل
 بزدن پیش از اجل تا سود نیست
 چون بود جان غریب اندر فراق
 غربت من تلخ تر من عشق
 زان بود که اصل او که از ان
 زانکه جان لامکان اصل و نیست
 میل تن در باغ دراع ست و کرم
 میل تن در کسب اسباب علف
 زین یکب را و یکبون را بدان
 مثنوی هشتاد و من کاغذ شود
 جان مطلوبش برور اغیب بود

آدمی حیوان نبات و جماد
 بے مرادان بے مرادے می تنند
 لیک میل عاشقان لاغر کند
 عشق معشوقان دور رخ افروخته
 کبریا عاشق بشکل بے نیاز
 این رہا کن عشق آن تشدد مان
 دود آن عشق و غم عشق کدو
 لیک از ناموس و پوشش و آبرو
 رحمتش مشتاق آن مسکین شده
 عقل حیران کین عجب اورا کشید
 ترک جلدی کن کزین نا واقعی
 لب پیغمبر بر زمینان سخن
 کاین سخن را بعد ازین مدفون کنم
 کیست آن کت می کشد ای مقتدی
 صد عزیمت می کنی ای سر سفر
 زان بگردانند پیسہ سو آن لگا
 اسب ز یک سار زان نیکو بیت
 او دولت را بر دو صد سودا بہ بست
 چون شکست او بال آن رائے نخست
 چون تضایت جبل تہ بہت شکست
 عرہا و قصہ ہا در با حرا
 تا بہ طمع آن دولت یت کند
 در بجلی بے مرادت داشتے
 ورنہ کاریدے عمل از عورش
 مانتلان از بے مراد یہائی خویش

ہر مرادے عاشقی بے مراد
 وان مرادان جذب ایشان می کنند
 میل معشوقان خوش و باکر کند
 عشق عاشق جان اورا سوخته
 گاہ می کوشد دران راہ دراز
 تافت اندر سینہ صدر جہان
 رفتہ در محنم اد مشفق شد
 شرم می آید کہ واجوید از و
 سلطنت زمین لطف مانع آید
 یا کشش زان سو بدین جانب سید
 لب پیغمبر را شد عمل باطنی
 تو بہ آدم ہر زمان صد بار من
 وان کشند می کشد من چون کمر
 آنکہ می نگذاردت کہ دم زنی
 می کشاند مر تر اہلے دگر
 تا خبر یا بد ز فارس سب غام
 کو ہی دانند کہ فارس بر دست
 بے مرادت کہ و پس ل را شکست
 چون نشد بہستی بال اشکن در دست
 چون نشد بر توفیق استاد دست
 گاہ گاہے راست می آید ترا
 بار دیگر نیت را بشکند
 دل شدے نو میدا بل کے کا شتے
 کے شدے پیدا برو مقبولش
 با خبر گشتند از مولائے خویش

بے مرادی شد قلا و ز بہشت
چون مرادات ہمہ اشکست یاست
پس شدند اشکست پاش این صاوقان
عاقلان اشکست ساش از منظر
عاقلانیش بسندگان بندہ اند
ایستیا کہ ما ہمار عاقلان

حفت الجذہ شہوائے خوش مشرت
پس کسے باشد کہ کام اور و است
لیک کو خود آن شکست عاشقان
عاشقان اشکستہ با صدا اختیار
عاشقانیش شکری و قندی اند
ایستیا طو عا ہمار بے دلاں

ہاں تو اس بخاری نے بھی پہنے کو اس جہان کی طرح شمع سے ٹکرایا تھا اور شمع کی بدولت اس کی یہی تمام تکلیفیں آسان ہوئی تھیں اس کی آہ سوزان آسان ہو جاتی تھی بالآخر صدر جہان کے دل میں محبت پیدا ہو گئی اور اس قدر نے اپنے دل میں ایک مہم کو کہا کہ اے اللہ ہمارے اور آوارہ کاحالی نہیں معلوم کہ بسے اس نے قصہ کیا تھا اور پہنے دیکھ لیا تھا جس سے وہ خون زہہ ہو کر جھٹ گیا گمراہ ہمارے رحم کو اپنی طرح نہ جانتا تھا گو مجرم کا دل اس سے ڈرنا ہی مگر واقعہ میں اس کے ذہن سے سیکڑوں امیدیں نکلتی ہوئی تھیں گو اس کو ان کا احساس نہ ہو میں اس کو ڈرانا ہوں جو دیدہ دلیر اور لغو افتی ہو۔ اور جو خود ڈرے میں اسے کیا ڈرانا آگ سرد ہاڑی کے لئے ہوتی ہے اور اس کے لئے نہیں ہوتی جس کا ابدال سر سے تیار کر رہا ہے جو ڈر ہوں میں ان کو غضب سے ڈرانا ہوں اور جو ڈرتے ہوں ان کے خوف کو کلم سے دور کرنا ہوں میں تو یہ نہ لگنے والا ہوں لہذا جہان جیسے چونکہ کی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی لگانا ہوں۔ اہ جہان نہیں ہوتی۔ ان نہیں لگاتا۔ اور میں ایک طہیب ہوں کہ ہر ایک کو اس کے مرض کے موافق مشرت دیتا ہوں آدمی کا باطن درخت کی جڑ سے مشابہ ہے اور اس جڑ سے مختلف قسم کے پتے نکلتے ہیں اور پتے جڑ کے موافق ہوتے ہیں۔ خواہ بیج درخت ہو یا بیج غلظت ہو یا بیج سودا یا ایک ایسا درخت ہے جس کے پھل آسمان پر ہیں لہذا اس کو یوں کہنا چاہئے کہ اس کی جڑ تو زمین میں ہے اور شاخ آسمان میں یعنی درخت و فایک عظیم الشان درخت ہے جس کے پھل و نتائج نہایت اعلیٰ ہیں اور جبکہ عشق کا پھل آسمان میں پیدا ہوتا ہے تو صدر جہان کے دل میں کیوں نہ پیدا ہوگا لہذا اس کے دل میں غمگناہ ہو جزا تھا کیونکہ دل کو دل سے راہ ہے اور ان میں آپس میں اتصال ہے اور وہ دو جسموں کی طرح ایک دوسرے سے دور اور جدا نہیں ہوتے پس جبکہ وہ اس کا جان نثار تھا تو یہ اس کا دشمن جان کیونکہ ہر مسکاتا تھا اتصال قلوب اور انفصال اجسام کو یوں سمجھو جیسے دو چراغ آپس میں نہیں ملتے مگر ان کا نور مزوج ہوتا ہے۔ یہاں تک پہنچے بیان کیا تھا کہ صدر جہان کی محبت کا منشا غلام کی محبت تھی مگر یہ گفتگو بنا بر ظاہر تھی۔ اب ہم نظر کو ادا رفتی کے کہتے ہیں کہ اس عاشق کی محبت خود صدر جہان کی محبت کا نتیجہ تھی کیونکہ کوئی عاشق اس وقت تک طالب وصال نہیں ہو سکتا جب تک کہ

اوس کا مشوق اوس کا طالب نہ ہو مگر دونوں کے آثار میں فرق ہوتا ہے عشق عاشق تو جسم کو مکان بنا دیتا ہے اور عشق مجبور جان اودن کے جسم کو مکان نازہ کرتا ہے اس تفاوت اثر سے ظہر ہو جاتا ہے کہ مشوق کو محبت نہیں ہوتی پس جب کسی کے دل میں کسی کی محبت پیدا ہو تو یقین کر لینا چاہیے کہ اوس کے دل میں بھی اوس کی محبت ہے جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو اس سے تم کو سلوک کا ایک فلسفہ معلوم ہو گیا وہ یہ کہ جب تمہارے دل میں خدا کی محبت بڑھے تو تم کو یقین ہونا چاہیے کہ خدا کو بھی تم سے محبت ہے مگر کئی بات ہے کہ ایک ہاتھ سے مائی نہیں جگتی پس جبکہ اوس کو محبت ہے تو لازم ہے کہ اوس کو بھی ہو پس اگر ہوا سا پانی کیلئے روتا ہے تو پانی بھی روتے ہے اور کہتا ہے کہ پانی پیئے والا کہاں ہے یہ چہاٹے اندر پیاسا ہے یہ پانی ہی کا جذب ہے پس ہم پانی کے چین اور پانی ہمارا۔ اللہ جل جلالہ نے اپنی حکمت سے جو کہ قضا و قدر میں ہے ہر کو ایک دوسرے کا عاشق کر دیا ہے اور تمام اجزاء عالم اوس حکم ازلی کی بنا پر جوڑا جوڑا الہ اپنے جوڑے کے عاشق ہو گئے ہیں عالم میں ہر جزو یقیناً ان ہی جوڑے کا طالب ہے۔ جیسے کہ ہر اور بڑگ کا وہ اسی بنا پر آسمان زمین کی آؤ جھلکت کرتا ہے الہ کہتا ہے کہ میری اور تیری ایسی ہی مثال ہے جیسے مقناطیس اور لوہا ان میں حکم قفل آسمان مریے اور زمین عورت کیونکہ جو وہ ڈالتا ہے اوس کی ہر شے گرتی ہے اور جہاں گرمی نہیں رہتی تو وہ جھپٹتا ہے اور جب تری دھنی نہیں رہتی تو وہ تری عطا کرتا ہے ہر شے خاک خاک کی مدد کرتا ہے ہر شے آبی اوس کو تری عطا کرتا ہے ہر بات بادی اوس کے پیاسا ہو کر کھینچ کر لاتا ہے اور پانی برساتا ہے تاکہ مخلوقات رہ رہ نکل جائیں راہ ہجرتی سب قباب کی گرمی اوس کے سبب ہے اور آفتاب کی رو و پشت اوس کی گرمی سے تو س کے حرارت مٹتا ہے تو آفتاب سے جو حرارت زمین کو حاصل ہوتی ہے وہ ہر شے آفتابی ہی کی ہے اسلئے ہر شے آفتابی سے اوس کو حرارت پہنچتی ہے غرض کہ ہر ملک زمین کیلئے یون ہی سرگردان ہے جیسے مرد عورت کیلئے کہتا ہے اور یہ زمین اوس کے لئے جگہ کا کام دیتی ہے کہ اوس کیلئے بچے جنمی اور اوس کے بچوں کو دودھ پلاتی ہے اسی سے تم سمجھ لو کہ آسمان و زمین ہی جس رکھتے ہیں کہ کوئی ذوی العتول کے سے کام ان سے ہمارا ہوتے ہیں ہر کہ دلیل ہیں اودن کے حساس ہو گئی اگر یہ دونوں دلیل ایک دوسرے سے مستفیض نہیں ہوتے تو میان بیوی کی طرح ایک دوسرے میں کیوں گھسے ہوئے ہیں اور خاوند بیوی کے سے تعلقات ان میں کیوں ہیں دیکھ لو ملازمین کے گل دار خزان پیدا نہیں ہوتے اور صرف آسمان کی آب و تاب سے بدلتا زمین کے کوئی نتیجہ نہیں پیدا ہوتا تو معلوم ہو اگر آسمان زمین سے یوں ہی مستفیض ہے جیسے کہ زمین آسمان سے اور ان میں تعلقات زن و شوئی ہیں آسمان خاوند ہے اور زمین بیوی اور ان مرد و مادہ میں ایک کو دوسری کی طرف ملنے رغبت ہے کہ ہر ایک کے کام کی دوسرے سے تکمیل ہو۔ اسی لئے جس بیوی نے عورت و مرد کے اندر بھی ایک دوسرے کی طرف رغبت رکھی ہے تاکہ اودن کے اتحاد سے عالم وقت معلوم ہو پائی ہے

پس اسی لئے اور اجزاء عالم میں بھی دوسرے اجزاء کی طرف میلان رکھا ہے کہ انکے اتحاد سے نتائج پیدا ہوں
یوں ہی اہل بیت بھی دن کے گلے پیٹی ہوئی ہے گو صورت میں مختلف ہیں کہ ایک آتی ہے تو دوسرا جاتا ہے اور وہ
آتا ہے تو یہ جاتی ہے مگر معنی ان میں اتحاد و اتفاق ہے اور گو ہر دو بظاہر ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ مگر
حقیقت میں ایک کو دوسرے سے تعلق ہے اور اپنے کام کی تکمیل کے لئے ہر ایک دوسرے کو یوں ہی چاہتا
ہے جیسے اپنے کو چاہتے ہیں کیونکہ دن کا کام ہے صرف کرنا اور صرف بدوں آمدنی کے نہیں ہو سکتا۔ اسلئے آمدنی
کیلئے رات کی ضرورت ہے زمین و آسمان عورت و مرد میل و نہار کا ازدواج تو معلوم ہو گیا جس سے اشیاء متخالف
میں ازدواج ثابت ہوا اب اشیاء متجانسہ کا ارتباط سنو۔ مثلاً خاک جسم کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور کہتی ہے کہ
میرے پاس چلی آ اور جان کو چھوڑ دے کیونکہ تو اوس کی بھجنس نہیں ہے بلکہ ہماری جس ہے اسلئے ہمارے
ہی پاس رہنا تیرے لئے بہتر ہے اسلئے بہتر ہے کہ تو جسم سے الگ ہو کر ہمارے پاس آباد ہو جاوے جواب دیتی ہے کہ یہ
آپ بجا فرماتی ہیں مگر میں مقید ہوں گو میں بھی صدمہ فراق سے نڈبال ہوں مگر مجبور ہوں کچھ نہیں پڑتی پانی
جسم کی تری کے طالب ہیں اور کہتے ہیں کہ اے تری تو اپنے اصلی وطن میں چلی آ اور سافرت کو چھوڑ دے
کہہ کر انا حرم کی گری کو اپنی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ تو از جس نار ہے اپنی اصل کی طرف آ۔ پس یہ جو کثرت
امراض جسم میں واقع ہوتے ہیں اوس کی وجہ وہی عناصر کی معنوی کشش ہے جس میں اس کو دخل نہیں اور مرض
اسی لئے آتا ہے تاکہ بدن کے اجزاء کو متفرق کر دے اور عناصر کو اپنی اپنی اصل کی طرف چلتا کر دے۔ پس یہ عناصر
ایسے ہیں جیسے چار جانور جن کے پاؤں باندھ دئے گئے ہوں اور امراض ان کے پاؤں کھولنے والے۔ جبکہ کوئی
مرض ان کے پاؤں کھول دیتا ہے تو مرغ ہر عنصر اپنے اشیاء و چیز کی طرف اڑ جاتا ہے پس ان اصول و
فروع میں جو باہم تجاذب فطری ہے یہی تجاذب ہر وقت ہمارے اندر ایک نیا مرض پیدا کرتا ہے اور مصلحت کا
یہ ہوتا ہے کہ ان ترکیبوں کو جدا کر دے اور مرغ ہر جزو عنصری اپنی اصل کی طرف اڑ جائے لیکن حکمت خداوندی
اون کو جلدی سے روک دیتی ہے اور اذکو ایک وقت معین تک صحت کے ذریعہ سے منع رکھتی ہے وہ کہتا ہے
کہ اے اجزاء ابھی وقت نہیں آیا۔ اور وقت سے پہلے پھڑ پھڑانا اور چھوڑنے کی کوشش کرنا بیگناہ ہے۔
جبکہ تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ ہر جزو عنصری اپنی اصل کی مرافقت چاہتا ہے تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اسکی متناسبہ
و متجانسہ میں بھی ارتباط ہے اور اوس سے تم یہ بھی اندازہ کر سکتے ہو کہ جب اجزاء غیر حساسہ بظاہر کی فراق میں
یہ حالت ہے تو جان چوٹا ہر حقیقت ہر دو طرح حساس ہے مفارقت میں اوس کی کیا حالت ہوگی اور وہ اپنی
اصل کی طرف لوٹنے کی کس قدر شاق ہوگی وہ کہتی ہے اے میرے اجزاء انا سو تیرے سخیہ میں عیشی ہوں اور تیرے
یہ غربت نہایت ناگوار ہے دیکھو جسم ہنرہ و آب روان کی طرف اسلئے مائل ہے کہ وہ اس کی اصل ہے تو

ہو کر لامکان و عالم غیب روح کی اصل ہے لہذا اس کو اس کی طرف میل ہو گا جو کہ عالم حیات بلکہ خودی ہے نیز چونکہ
 جان خودی ہے اسلئے اس کو صفات احیاء یعنی حرکت و علوم کی طرف میل ہے اور جسم چونکہ خود بیجان ہے اسلئے اس کو
 اشیاء مردہ مثل باغ و جنگل انکسور وغیرہ کی طرف میلان ہے نیز چونکہ روح علوی الاصل ہے اسلئے اس کا میلان نفی
 و شرف کی طرف ہے اور تن چونکہ سفلی الاصل ہے اسلئے اس کا میلان کھانے پینے کی طرف ہے اور جس طرح روح کو
 شرف کی طرف میلان ہے یوں ہی شرف کو روح کی طرف اسی سے تم مجہم و پیچیدہ کی حقیقت سمجھ سکتے ہو اگر مین
 اس معنوں تجارب و ازواج کی تفصیل کروں تو کلام بہت دراز ہو جائے گا اور دشمنی کا وزن اس حق کا غلظ
 ہو جاوے گا۔ خلاصہ یہ کہ مطالبہ ہو تاکہ تو اس کے مطلوب کا دل بھی اس کا خواہاں ہو تاکہ خواہ آدمی ہو خواہ
 جانور۔ نبات ہو یا جماد غرض کہ ہر مطلوب اپنے طالب کا عاشق ہے عاشق اپنے معشوق سے تعلق رکھتے ہیں
 اور معشوق کو اپنی طرف کھینچتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ عاشقوں کا میلان تو ان کو دہلا کر تاکہ وہ اپنے معشوقوں کا
 میلان ان کو شاندار بنانا ہے معشوقوں کا عشق ان کے محالوں کو فروغ حسن سے چمکانے ہے اور عاشق کا عشق
 اس کی جان کو جلا لے ہے۔ کہہ رہا ہوں عاشق ہے مگر صورہ ہے پیانہ ہے اور گھاس بھی عاشق ہے مگر وہ راہ در آگے
 قطع کر کے اپنے معشوق تک پہنچنا چاہتا ہے اچھا اس بحث کو چھوڑ دھل مطلب یہ ہے کہ اس طالب
 صادق کا عشق صدر جہان کے سینہ میں چمکا اور اس عشق کے دیوہین اور اس آتش کہ وہ کے علم نے آفتاب کے
 دل میں مہریت کی اور وہ بھی ہیران ہو گیا انگریز و شان و آبرو کے سبب سے اس کو شرم آتی ہوئی کہ اس کو نہ خود
 اس کا رزم تو اس کی کمشتاں تھا مگر حکومت اس عنایت سے مانع ہوئی عقل حیران اور متعجب ہے کہ
 اس عاشق نے اس کو کھینچا یا اور ہر سے کشش ہوئی اور اس نے اس سے کھینچا اور محشین نے اس کی کشش کو یون
 کی ہے کہ عقل حیران ہے کہ صدر جہان نے خود بخود اس کو کھینچا ہے یا عاشق کی کشش صدر جہان تک
 پہنچی اس کے دل میں اس کی محبت پیدا ہوئی اور اس کشش کے ذریعہ سے اس نے اس عاشق کو کھینچا
 وانشاء علم! اب مولانا فرماتے ہیں کہ عقل اس راز کے معلوم کرنے میں جلدی ذکر کہہ کر تو بھی اس قابل نہیں ہے
 اور عاقل شہرہ اور اس کے علم کو خدائے حاکم کر دے اور کہہ دے کہ خدای تعالیٰ اسرار کو خوب جانتا ہے میں ہر وقت
 ایسی باتیں کہ باتوں کے اظہار سے خاموش رہنا چاہتا ہوں اور ہر وقت سو مرتبہ تو کہتا ہوں کہ باری ہاتھوں کو
 دھن کر دینا۔ مگر کھینچنے والا کھینچتا ہے میں کیا کروں تم جانتے ہو کہ وہ کھینچنے والا کون ہے وہ وہی ہے جو تم کو
 کھینچتا ہے اور دم نہیں مارتے دیتا۔ اچھا اب سمجھو کہ تم سفر دینی یا دنیوی کیلئے سوار پختہ ارادہ کہتے ہو مگر وہ
 تم کو دوسری طرف کھینچ لیا تاکہ اس میں کیا راز ہے اس ہر طرف ہاگ ہوئے میں ماز ہے کہ ناواقف گھوڑا
 اپنے سوار سے واقف ہو جائے جو عقل نہ گھوڑے میں وہ ٹھیک اس لئے چلتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ شہسوار

ہماری پیشہ رسوا ہے پس ایسا کرنے سے تم بھی بوجھ سہارا ہو جائے گے۔ لہذا اولاً اوس سے تمہارے دل کو
سیکڑیوں خیمات میں آکا رہا۔ پھر تم کو ناکام کے تہار لول توڑا تاکہ اس سے اوس حاکم کا وجود اور تصرف
فی الامر مونا ثابت ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کیونکہ جبکہ اوس نے تمہارے ارادہ کا بازو توڑ دیا تو اس سے اس
بازو شکن کا وجود کیوں نہ ثابت ہو ضرور ثابت ہوا اور جبکہ قصہ نے تمہاری تدبیر کی رسی کو منقطع کر دیا تو تم پر
اوس کی قضا کا تسلط کیوں نہ ثابت ہو ضرور ہوا ایسی یہ راز تھا تمہارے شیخ عزائم کا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ
ہم خود مختار نہیں بلکہ محکوم ہیں کسی حاکم بالا دست کے اور اس ذریعہ سے تم نیک کردار بن جاؤ جب شیخ عزائم کی
حکمت معلوم ہو گئی تو اودنی تنقید کا راز سمجھو کبھی بھی تمہارے عزم اسلئے ٹھیک ہوتے ہیں تاکہ اس سے تمہارے
دل میں لالچ پیدا ہوا وہ تم اپنے کو فی الجملہ غمناک سمجھ کر نیت اعمال کرو اور پھر وہ تمہاری نیت کو توڑ دیتا ہے تاکہ
تم کو اپنے اور اودن کے پوسے ہوتے رہنے سے اس پہلے علم سے ذہول نہ ہو جاوے اور تم اپنے کو خود مختار نہ سمجھو
بیشو۔ اگر تم کو بالکل ناکام رکھنا تو تمہارا دل بالکل ناامید ہو جاتا اور کوئی آرزو بھی نہ پیدا ہوتی اور اگر وہ اجل
کے خلوعن الفائدہ کے سبب غم اہل کو ہوتا ہی نہیں تو اس کی مغلوبیت کیسے ثابت ہوتی کیونکہ مغلوبیت تو
فزع اوس کی ہے کہ موجود ہوا اور کام نہ کر سکے اگر اس کا وجود ہی نہ ہوتا تو مغلوبیت کیونکر ہوتی پس عقلا اپنے بے ادبیوں
اور سہمنا کامیوں کے سبب خدا سے واقف ہو گئے اور اودن کے لئے ناکامی راہبر بسوسے جنت ہو گئی چنانچہ فرمایا
گیلے ہے کہ حفت الجحیم بالمرک و ملت۔ امر ناکامی بھی بھول کر و ملت ہے لہذا وہ بھی فی الجملہ جنت میں پہنچائے والی
ہے۔ ناکامی سے خدا کی واقفیت کا راز یہ ہے کہ جب سب کی مراد میں شکستہ پاہین تو اس سے اودن کو معلوم ہوا کہ
کوئی ایسا بھی ضرور ہے جس کے سبب منشیا کام ہوتا ہے اور وہ خدا کے عروج ہے لہذا وہ خدا کے قائل ہوئے اور
جبکہ خدا کے قائل ہوئے تو بغتہ اوس عقل اودن کو اسکی اطاعت لازم ہوئی اور اس بنا پر اودنوں نے اوس کی اطاعت
کی لہذا جنت میں پہنچے یہ سب کچھ ہے مگر شکستہ عاشق کی شکست سے جدا گانہ ہے عقلا نے منظر را
شکستہ مانی ہے اور عاشقوں نے باختیار یعنی خوشی شکست کھائی ہے اور اپنے کو اوس کا مطیع کر دیا ہے
لہذا عقلا تو اوس کے قید کیے ہوئے غلام ہیں اور عشاق شکر و قد کہلائے ہوئے عقلا کو تو امتیاز کر لیا طاعت
پر مجبور کرتا ہے اور عشاق کو امتیاطا اس طرف کھینچتا ہے۔

شرح شیریں

اوس عاشق کی ملاقات صدر جہان کی ساتھ

آن بکھاری نیز خود بر شمع زد گشتہ بود از عشق آسان کبد
یعنی اوس بخاری نے بھی اپنے کو شمع پیرا اور عشق کی وجہ سے اوس کو وہ مصائب آسان ہو گئے تھے مطلب یہ کہ اوس
بخاری نے بھی اپنے کو بظاہر مصائب میں پھنسا رکھا تھا مگر وہ مصائب اوس کے لئے عشق کی وجہ سے بآسان
ہو گئیں۔

آہ سوز انش سوئے گردون شد در دل صد ریحان ہر کردہ
یعنی اوس عاشق کی آہ سوز ان آسمان کی طرف گئی ہوئی اور صد ریحان جہاں کے دل میں محبت آتی ہوئی۔

گفت با خود در سمر کہ گائے احد حال آں آوارہ ما چون بود
یعنی اپنے سے صبح کے وقت میں کہتا تھا کہ اے اللہ ہمارے اوس آوارہ کا کیا حال ہوگا۔

او گناہے کروما ویدیم لیک رحمت مارا کنی دانست نیک
یعنی اوس نے ایک گناہ کیا اور ہم نے دیکھ بھی م لیا لیکن اوس نے ہماری رحمت کو اپنی طرح نہ جانتا یعنی اوس نے اگر گناہ
کیا تھا تو معاف کرنا اور سمجھنا کہ بڑے رحیم ہیں معاف کر دیں گے یہاں سے چلا کیوں گیا آگے ملانا انتقال فرماتے ہیں کہ
حق تعالیٰ بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

خاطر مجرم ز ماترسان شود لیک صد امیر در تریش بود
یعنی مجرم کا دل ہم سے ترسان ہوتا ہے لیکن اوس کے خوف میں تنہا میدان ہوتی ہیں مطلب یہ کہ مجرم ہم سے ڈرتا ہے مگر
اوس خوف کی حالت میں بھی اوس کو بہت سی امیدیں ملتی ہیں۔

من بترسام و قیح دیا وہ را آنکہ ترسد من چہ ترسام خم و را
یعنی میں تو بے گناہ اور گمراہ کو ڈرتا ہوں اور جو کہ خود ڈرے میں اوس کو کہا ڈراؤں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے کہا کہ میں خود تو
اوس کو ڈراؤں جو کہ خود نہ ڈرتا ہوں اور جو خود ہی ڈرتا ہوں اوس کو ڈرنے کی تو کوئی وجہ نہیں ہے آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ
بہر ویک سرد آذر مے رود نے بدان کہ جوشش از سر میرود

یعنی ٹھنڈی ہنڈیا کیلئے آگ جاتی ہے۔ نہ کہ اوس کے لئے جس کا جوش کمر سے گزر گیا ہو مطلب یہ کہ جو ہنڈیا
کہ خود ہی اوہل رہی ہوں اوس کو آگ کی کیا ضرورت ہے آگ کی ضرورت تو جب ہوگی جب ہنڈیا اوہل نہ رہی ہوگا
تو اسی طرح خود ڈرنے کی تو جب ضرورت ہو جبکہ وہ پہلے سے خائف نہ ہوں اور جب وہ پہلے سے خود خائف
ہے پھر ڈرنے کے کیا معنی۔

ایمانرا من بترسام بعلم خائفان را ترس بر دایم و علم
یعنی مگر لوگوں کو میں علم سے ڈراتا ہوں اور ڈرنے والوں کا علم سے خوف اٹھا دیتا ہوں۔ یعنی جو لوگ کہ بے خوف ہیں

اوندکو تو اس طرح خوف دلاتا ہوں کہ دیکھو میں عظیم بھی ہوں مجھے سب باتوں کا علم ہے اور جو خود ہی ڈر رہے ہیں اوندکو کہتا ہوں کہ میں عظیم ہوں تاکہ اوندکا خوف کم ہو۔

پارہ دوزم پارہ در موضع ہسم ہر کے راشربت اندر خور ہسم
یعنی میں پیوند سیٹا ہوں اور پیوند کو جگہ سے رکھتا ہوں اور ہر شخص کو شربت اوس کے لائق دیتا ہوں۔

ہست ستر مرد چون پنج درخت زان بروید بر گھاش از چوب سخت

یعنی انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے کہ اوس سے اوس کے پتے چوب سخت سے اُگتے ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ شاخ میں سے کہ وہ چوب سخت ہوتی ہے پتے نکلتے ہیں اسی طرح انسان کا باطن بھی ایک جڑ ہے کہ اسپر بہت سے پتے وغیرہ نکل رہے ہیں اور وہ پتے اوس کے احوال ہیں جو کہ اوپر وقتاً فوقتاً طاری ہوتے ہیں۔

در خور آن پنج رستہ برگ ہا در درخت و در نفوس و در رہنا

یعنی اوس جڑ کے لائق پتے اوگے ہوئے ہوتے ہیں درخت میں اور نفوس میں اور عقول میں مطلب یہ کہ بس جیسا آدمی ہوتا ہے اوس کے ساتھ ویسا ہی عمل کیا جاتا ہے۔

بر فلک بر ہست ز اشجار وفا اصل ثابت و فرعی سما

یعنی فلک پر بہت سے پہل اشجار وفا کے ہیں کہ اوکی جڑ تو قائم ہے اور اوکی شاخیں آسمان میں ہیں مطلب یہ کہ بہت اعمال ایسے ہیں کہ اونکے پھل پھول نہیں آؤں گا اگر تو آسمان پر ہوتا ہے اور وہ خود زمین میں قائم ہوتے ہیں۔

چون برست از عشق بر آسمان چون تر وید در دل صدر جہان

یعنی جبکہ عشق کیوجہ سے پھل آسمان پر آگ آیا تو صدر جہان کے دل میں کیون نہ اوگے گا۔ مطلب یہ کہ جب عشق کا اثر آسمان پر ہوتا ہے تو پھل صدر جہان کے دل میں کیون نہ ہوتا ضرور ہوا۔

موج می زد در دشت عفو گنہ زانکہ از دل تا دل آندر روز نہ

یعنی اوس صدر جہان کے دل میں عفو گنہ موج مار رہا تھا اسلئے کہ دل سے دل تک روزن ہوتا ہے مطلب یہ کہ صدر جہان کے دل میں یہ امر موج زن تھا کہ اوس کے گنہ کو معاف کر دیا جائے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ دل را بدل رہیت درین گنہ سپر از تو ای کے موافق اس عاشق کے قلب کا اثر صدر جہان کے قلب پر پڑا اور وہ بھی نرم ہو گیا۔

کہ ز دل تا دل یقین روزن بود نے حب او در چون دو تن بود

یعنی کہ دل سے دل تک یقیناً راہ ہوتی ہے کہ دو جہنمی طرح دور اور جدا ہوتے ہیں مطلب یہ کہ قلوب میں ایسے ہیں جو تعلق ہوتا ہے اوسکی وجہ سے ایک کے بیچ اور کلیف اور راحت اور خوشی کا اثر دوسرے پر بھی پڑتا ہے اور جہنمی طرح نہیں ہوتے کہ ان میں کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا اگے اوس کی ایک مثال دیتے ہیں۔

متصل نبود سغال دو چراغ نورشان کمزور باشد و صانع
یعنی دو چراغ ان کے تھیکرے متصل نہیں ہوتے (مگر) ان کا نور گزراہ میں ملا ہوا ہوتا ہے مطلب یہ کہ دو کچھ دور پر ان کی
اجسام تو طبعیہ ہوتے ہیں اور ان کا نور ایک دوسرے میں ملا ہوا ہوتا ہے کہ ہر ایک کے نور کو مٹا نہیں کر سکتے اور ان کے اجسام طبعی
ہوتے ہیں اور آپس میں اجسام میں بعد ہوتا ہے لیکن دل کو دل سے برابر راہ ہوتی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو آگے قاعدہ کلیہ
بیان کرتے ہیں۔

یہیچ عاشق خود نباشد وصل جو کہ ز معشوقش بود جو یائے او
یعنی کوئی عاشق خود وصل کا طالب نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا معشوق اوس کا طالب نہ ہو (مگر فرق یہ ہوتا ہے)
لیک عیش عاشقان تن زہ کند عشق معشوقان خوش و فرہ کند
یعنی لیکن عاشقوں کا عشق تو بدن کو ضعیف کر دیتا ہے اور معشوق کا عشق خوش و فرہ کرتا ہے مطلب یہ کہ عاشقوں کے
عشق میں تو چونکہ طلب زیادہ غالب ہوتی ہے اسلئے اوس کا عشق اوس کو ضعیف اور کمزور کر دیتا ہے اور معشوقوں کے
عشق میں بھی طلب ہوتی ہے مگر ایک مجہدیت کی شان کو لئے ہوئے لہذا اوس کے عشق کا اثر خاطر نہیں ہوتا۔
چون درین دل برق مہر دوست هست اندر آن دل دوستی مہر دل کہ هست
یعنی جب اس دل (عاشق) میں دوست کی محبت کی بجلی چمکی تو جان کو کہ اوس دل (معشوق) میں محبت ہے مطلب یہ
کہ اگر کوئی کسی پر عاشق ہو تو سمجھ لو کہ محبوب کو بھی اس کا خیال اور اوس کی محبت ہے۔

در دل تو ہر حق چون شد دو تو ہست حق را بیکان ہرے تو
یعنی جب تیرے دل میں حق قائلے کی محبت زیادہ ہو تو یقیناً حق قائلے کو تجھ سے ایک محبت ہے مطلب یہ کہ اگر وہ بیان
کیا ہے کہ بے معشوق کے جذبے کے عاشق کو طلب نہیں ہو سکتی تو فرطے ہیں کہ اسی طرح اگر کسی کے قلب میں حق قائلے
کی محبت اور طلب پیدا ہو تو اوس کا اپنا کمال نہ سمجھے کیونکہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ اسی طرف کی کشش ہے اگر اوس طرف
سے جذبہ ہو تو نہ اوس میں طلب ہے اور نہ یہ محبت ہے یہ سب اسی طرف کی کشش کا اثر ہے آگے مرن ایک قلب
سے بچو دوسرے کے متوجہ ہونے عشق نہ ہو سکنے کی ایک مثال دیتے ہیں۔

ہیچ بانگ کفن ز دل آید بدر از بے دستے تو بے دستے دگر
یعنی کیا تالی بجائے کی آواز نہ آئے ایک ہاتھ سے بے دوسرے ہاتھ کے نکلتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو تالی ایک ہاتھ سے
نہیں بجا کرتی بلکہ دونوں ہاتھوں کے ملنے سے آواز نکلتی ہے اسی طرح عشق بھی ایک طرف سے نہیں ہوا کرتا بلکہ
دونوں طرف سے ہوتا ہے آگے اسی کی چند مثالیں دیتے ہیں۔

تشنہ می نالد کہ اسے آب گوار آب ہم نالد کہ کو آن آب خوار

یعنی ہمارا ساق ہے کرے پانی خوشگوار (تو کہاں ہے) تو پانی بھی دریاں حال (دوتا ہے کہ وہ پانی پینے والا کہاں ہے)
 جذب آبست این عطش در جان ما ما از آن او و او رسم زان ما
 یعنی ہماری جان میں جو یہاں ہے پانی کا جذب ہے ہم اس کے ہیں اور وہ بھی ہمارے مطلب ہے کہ جس طرح ہم
 اس کے طالب ہیں وہ بھی ہمارا طالب ہے وہ یہ ہے کہ اگر یہاں سے نہ ہوں تو پانی کو کون پوچھے تو اس کی طرف سے
 بھی طلب اپنے اظہار کمال کیلئے ضروری ہوئی کہ اگر یہاں سے ہو گئے تو اس کا یہ کمال کہ وہ سیراب کرنے والا ہے
 ظاہر ہو گا ورنہ کسی کو خبر بھی نہ ہوتی۔ آگے کلیفہ فرماتے ہیں۔

حق بحکمت در قضا اور قدر
 کردہ مارا عاشقان ہمدگر
 یعنی حق تعالیٰ نے حکمت سے قضا و قدر میں ہمیں ایک دوسرے کا عاشق کر دیا ہے۔

جملہ اجزائے جہان زان کم پیش جفت جفت و عاشقان جفت خویش
 یعنی تمام اجزاء جہان کے اس حکم ازلی کی وجہ سے جوڑا جوڑا ہیں اور اپنے جوڑے کے عاشق ہیں مطلب یہ کہ دنیا
 میں ہر چیز کو دیکھ لو کہ وہ یقیناً کسی دوسری چیز کی طالب اور محتاج ہو گئی آگے ہی اسی کو فرماتے ہیں۔

ہست ہر چیز سے لیا جفت خواہ راست آنچون کہر با و برگ کاہ
 یعنی ہر ایک چیز و عالم زمین جوڑے کا طالب ہے ٹھیک جیسے کہ کہر با اور گھاس کا پتہ مطلب یہ کہ دنیا میں ہر چیز دوسرے
 کی طالب ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کہر با گھاس کو کھینچتا ہے اور جذب کرتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی ہر چیز
 ایک دوسرے کو جذب کر رہی ہے آگے زمین اور آسمان کے ایک دوسرے کے طلب کر نیکو بیان کرتے ہیں۔

آسمان گوید زمین را مر حب با تو ام چون آہن و آہن ربا
 یعنی آسمان زمین سے کہتا ہے کہ مر حب! میں نے تیرے ساتھ مثل لوہے اور لوہے کے اوچک لینے والے کے کون مطلب یہ
 ہے کہ آسمان زمین سے یہاں حال کہتا ہے کہ میری اور تیری مثال لوہے اور مقناطیس جیسی ہے کہ اول میں بھی ہر ایک
 دوسرے کا طالب ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں بھی میں تیرا طالب اور محتاج ہوں اور تو میری آگے۔ اول کے ایک
 دوسرے کے محتاج ہونے کی صورت بتلاتے ہیں۔

آسمان مردوز زمین زن درخو ہر چہ او انزلحت این فی پرورد
 یعنی آسمان تو مرد ہے اور زمین سچنے میں عورت ہے جو کچھ وہ (آسمان) انزل ہے یہ (زمین) پالتی ہے مطلب یہ
 کہ جس طرح مرد عورت کے رحم میں نطفہ ڈال دیتا ہے اور وہ ان پرورش پاکر جاندار بن جاتا ہے اسی طرح آسمان
 پانی برساتا ہے وہ پانی سردی اور گرمی پہنچاتا ہے جس سے کہ زمین کے پھل پھول پرورش پاکر دیکھنے
 والی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو جاتے ہیں تو دیکھو کہ اگر آسمان نہ ہو تو زمین بیکار اور اگر زمین نہ ہو تو آسمان کی یہ طاقت

وہش بیکار پس معلوم ہو گیا کہ جذب اور کشش اور طلب دونوں طرف سے موجود ہے آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔
 بُرجِ حنّ کی خاک ارضی راندو بُرجِ آبی تریش اندر دبد
 یعنی بُرجِ خاکی زمین کی خاک کیلئے مدہ ہے اور بُرجِ آبی اوس کو تری دیتا ہے۔

بُرجِ بادِی ابر سوائے او برو تا بجا رات و ضم را بر کشد
 یعنی بُرجِ ہوائی اوس (مین) کی طرف ابر لپاتا ہے تاکہ خواب بخارات کو بچھنے لے۔
 بُرجِ آتش گرمی نور شیدازو ہمو تا بہ سرخ ز آتش پشت رو

یعنی بُرجِ آتش خورشید کی گرمی اوس سے ہے اور تویے کی طرح آگ کی وجہ سے پشت و رو سے سرخ ہے
 مطلب یہ ہے کہ بُرجِ خاکی اور آبی اور بادِی اور آتش یہ سب آسمان میں ہی ہیں تو اگر زمین کو تری کی ضرورت
 ہوتی ہے تو آسمان بُرجِ آبی کے ذریعہ سے تری پہنچاتا ہے اور اگر گرمی کی ضرورت ہوتی ہے تو بُرجِ آتش سے
 بذریعہ آفتاب کے گرمی پہنچاتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ زمین کو اپنے پھلنے پھولنے میں آسمان کی سخت
 احتیاج ہے اور یہاں پر بھی سمجھ لینا چاہئے کہ مولانا نے جو بُرج کے عمل بتلائے ہیں اس سے مولانا یہ عقیدہ ہونا
 لازم نہیں آتا بلکہ مولانا نے علی المشہور مخمین کی اصطلاح سے اپنے مدعا کو ثابت کر دیا ہے جس میں کوئی
 خرابی نہیں کہ ایک تائید کے درجہ میں اونکی اصطلاحات کو بھی بیان کر دیا گیا اگرچہ وہ محض ظنی ہیں آگے
 آسمان کا طالب زمین ہونا بیان فرماتے ہیں۔

ہست سرگردان فلک اندر زمین ہمو مردان گرد و کسب بہر زن
 یعنی آسمان زمین میں مثل اود مرد و عورت کیلئے کماٹی کے گرد پھرتے ہیں سرگردان ہے۔
 دین زمین کدبانوی بامی کند بر ولادات و رخصت و عیش و تنہ

یعنی اور یہ زمین بیگم بنا کرتی ہے اوپر ولادتوں اور دودھ پلانے اوس (مولود) کے تیار ہوتی ہے مطلب یہ کہ آسمان
 تو مرد و عورت کی طرح کماٹی کرتا پھرتا ہے اور بچہ کی پرورش کیلئے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے اوس کو مہیا کر دیتا ہے جیسا
 اوپر معلوم ہوا اور زمین بیوی کی طرح اوس مولود بھل بھول گھاس وغیرہ کو اپنے اندر رکھ کر پرورش کرتی ہے آگے
 اس پر ایک تفریع فرماتے ہیں۔

پس زمین و چرخ را دان ہوش مند چو کھ کار ہوش مندان می کنند

یعنی پس زمین و آسمان کو باشعور سمجھو جبکہ وہ شعور والوں جیسا کام کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ صوفیہ کہتے ہیں
 کہ ہر شے میں ایک قسم کا شعور ہے جس سے کہ اوس کو اپنے مرتبہ کے موافق معرفت حق حاصل ہوتی ہے تو مولانا فرماتے
 ہیں کہ ہمارے اس تمام بیان سے صوفیہ کا یہ مسئلہ ثابت ہو گیا کہ زمین و آسمان میں بھی شعور ہے۔

گر نہ از ہم این دو دلبر می خزند پس چرا چون جفت در ہم می خزند
یعنی اگر یہ دونوں دلبر آپس میں نہیں چوستے ہیں تو کیوں جوڑے کی طرح آپس میں گھستے ہیں مطلب یہ کہ اگر یہ
دونوں زمین و آسمان جو دو دلبر کی طرح ہیں ایک دوسرے سے محتاج بہ کو جذب نہیں کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ
ہے کہ میان ہیوی کی طرح تعلقات رکھتے ہیں۔

بے زمین کے گل بر دیدار خوان پس چه زاید ز آب تاب آسمان
یعنی بے زمین کے گل بھول اور ارغوان جیسے ہیں اور آسمان کی پانی اور گرمی سے پھر کیا پیدا ہوگا مطلب یہ کہ
اگر زمین نہ ہو تو آسمان کی پانی اور اوس کی گرمی سب بیکار ہو جائے کوئی پھول پھل جم ہی نہیں سکتا اور
بے آسمان کے زمین بیکار ہے جیسا کہ ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں۔

بہر آن میلست در مادہ ز نر تا بود تکمیل کا ہر گر
یعنی اسی واسطے مادہ میں نر کی طرف سے رغبت ہے تاکہ ایک دوسرے کے کام کی تکمیل ہو جائے۔
میل اندر مرد و زن حق زان نہاد تا بقایا بد جہان زمین اتحاد
یعنی حق تعالیٰ نے مرد و زن میں رغبت اسلئے رکھی تاکہ جہاں اس اتحاد سے بقا پائے۔

میل ہر جزو سے بجزو سے ہم نہد ز اتحاد ہر دو تو لیسے جہد
رغبت ہر ایک جزو کی دوسرے جزو سے بھی رکھی ہے کہ دونوں کے اتحاد سے ایک ولادت نکلتی ہے۔
شب چنین تار و زاندر اعتناق مختلف در صورت اما اتفاق
یعنی رات کو اسی طرح دن تک لیٹنے میں مختلف صورت میں لیکن (اصل میں) متفق۔

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمن اند یک ہر دو یک حقیقت می تنند
یعنی رات دن ظاہر دو ضد اور دشمن ہیں لیکن دونوں ایک حقیقت پر تبتے ہیں مطلب یہ کہ رات دن ایسا ہوتا
ہے کہ ظاہر میں جو دو چیزیں ضد اور دشمن ہیں ان کے ملنے سے حقیقت واحدہ پیدا ہوتی ہے اور دونوں کی

حالت یہ ہوتی ہے کہ ہر ایکے خواہاں و گر را پچو خویش از بے تکمیل فعل و کار خویش
یعنی ہر ایک دوسرے کا اپنوں کی طرح اپنے فعل اور کام کی تکمیل کے واسطے خواہاں ہے۔

ز انکہ بے شب و حشر نہ بود طبع را پس چه اندر خنجر آرد روز را
یعنی اسلئے کہ بے رات کے طبیعت کو آمدنی نہیں ہوتی پھر دن خنجر میں کیا لاوین گے مطلب یہ کہ رات کو چونکہ
سکون ہوتا ہے اسلئے طبیعت علوم وغیرہ کو جمع کر لیتی ہے جن کو دن میں خنجر کر دیتی ہے سو اگر رات نہ ہو تو آمدنی

یہی نہ ہو چھ دن میں خرچ کیا کرے ہیں معلوم ہوا کہ دن رات کا طالب ہے اور اگر دن دہورات کا خزانہ یوں ہی جسٹ
ر ہے لہذا رات بھی دن کی طالب ہے۔ آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ انسان کے اندر جو عناصر کا مجموعہ ہے وہ بھی
ہر ایک اپنی اپنی جنس کا طالب ہے اور اسی کو جذبہ کہتے ہیں۔

ہر عنصر کا اپنی جنس کو جو کہ آدمی کی ترکیب میں مقید ہے جذب کرنا
خاک گوید خاک تن را باز گرد ترک جان گو سوسے ما آ بچو گرد
یعنی (کہ) خاک بدن کی خاک سے کہتا ہے کہ لوٹ آجان کو ترک کر اور ہماری طرف گرد کی طرح چلی آ مطلب
یہ کہ انسان میں جو ایک عنصر خاک ہے اس کو کہہ خاک جذب کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ ہائے اندر چلا آوے
اور کہتا ہے کہ۔

جنس مائی پیش ما اولے تری برکہ زان تن واری واین سو پری
یعنی تو ہماری جنس ہے ہائے ہی سانسے زیادہ بہتر ہے۔ بہتر ہے کہ اس تن کو چھوڑے اور اس طرف اٹھے
مطلب یہ کہ وہ کرہ بدن حال کہہ رہا ہے کہ لے خاک تو تو مجھ میں سے ہے اور غیر جنسوں میں کہان جالی اون کو
چھوڑ کر میرے پاس چلی آ تو وہ کہتی ہے کہ۔

گوید آ رے لیک من پابستہ ام گرچہ بچون تو ز ہجران خستہ ام
یعنی وہ کہتی ہے کہ ہاں لیکن میں پابند ہوں اگرچہ تری طرح جدائی سے تجھی ہو رہی ہوں۔ مطلب یہ کہ بدن انسانی
خاک بھی کہتی ہے کہ لے کرہ میں بھی تری جدائی میں چین سے نہیں ہوں مگر کیا کروں ایسی مقید ہوں کہ انہیں سکتی
تو دیکھئے کہ یہاں بھی دونوں ہی طرف سے طلب اور جذب ہے۔

ترمی تن را بچو سیندا بہنا کائے تری باز از غربت سوائے ما
یعنی تن کی تری کو پانی ڈھونڈ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ لے تری مسافرت سے ہماری طرف چلی آ مطلب
یہ کہ بدن انسان میں جو ایک عنصر پانی کا ہے اس کو کہہ آب جذب کر رہا ہے۔

گر می تن را بچو خواندائیسر کہ ز ناری راہ اصل خویش گیر
یعنی بدن کی گرمی کو کہہ کرہ نار بلدا رہا ہے کہ تو تو نار میں سے ہے اپنے اصل کی راہ اختیار کر۔

ہست ہفتا و دو علت بدن از کششائے عناصر بے رسن
یعنی بدن میں بہتر تہا ریاں عناصر کی کشش کی وجہ سے جو کہ بے رسی کے ہیں (بہتر سے مراد معدہ نہیں بلکہ صحت کثرت
مراد ہے) مطلب یہ ہے کہ یہاں ریاں جو آتی ہیں وہ اس لئے آتی ہیں کہ ہر عنصر اپنے اصل کی طرف جانا چاہتا ہے تو

اوس کشش کی وجہ سے بدن مضبوط ہوتا ہے۔

علت آید تا بدن را بکسلد تا عناصر مردگر را و اہل
یعنی بیماری آتی ہے تاکہ بدن کو ٹوڑ دے تاکہ عناصر ایک دوسرے کو چھوڑ دیں (لیکن)

چار مرغ اند این عناصر بستہ پائے مرغ و رنجوری و علت پاکشائے
یعنی یہ عناصر چار جانور پاؤں بندہ ہے ہوتے ہیں موت اور تکلیف بیماری پاؤں کے کھولنے والی ہے۔
پائے شان از ہمدگر چون باز کرد مرغ ہر عنصر یقیناً پر واز کرد

یعنی پاؤں اور کلا ایک دوسرے سے جہاں موت نے (کہو لیا تو ہر عنصر کا جانور یقیناً اگر ایک مطلب ہے کہ انسان کے بدن میں چار عناصر ہیں، اور انکی ایسی مثال ہے کہ جیسے مختلف مقامات کے چار جانور چون کہ ایک دوسرے کا پاؤں آپس میں بند ہوا ہو کہ کوئی علیحدہ ہو کر نہ اڑ سکے لیکن اگر کوئی اونکے پاؤں کی رسی کو کاٹ دے تو ہر جانور اپنی اپنی جگہ میں چلا جا ویگا بس، اسی طرح یہ عناصر بھی بدن انسانی کی رسی میں اس طرح بند ہے جیسے جن کو کوئی ایک دوسرے سے الگ ہو کر نہیں جاسکتا لیکن اگر انسان کی موت آجاتی ہے تو یہ موت اونکی پاؤں کی کھولنے والی ہوتی ہے اور ہر عنصر اپنی اپنی اصل میں جا ملتا ہے اور اون میں جو آپس میں ہر ایک کی اصل کشش کرتی ہے اور بدن جو مثل رسی کے ہے اوس کو توڑنا چاہتے ہیں یہ بیماریاں جن اور اوس رسی کا ٹوٹ جانا موت ہے

جذبہ این اصلا و فروعہا ہر دمے رنجے نہد و جسم
یعنی ان اصلوں اور فروع کی کشش ہر دم ایک تکلیف ہمارے جسم میں رکھ دیتی ہے۔

تا کہ این ترکیب را برورد مرغ ہر جذبہ باصل خود ہر
تاکان ترکیبوں کو توڑ ڈالے اور ہر جزو کا جانور اپنی اصل کی طرف اڑ جائے (مگر)

حکمت حق مانع آید زین عجل جمع شان وارد بصحت تا اصل
یعنی حکمت حق کی اس جلدی کرنے سے مانع آتی ہے اور اون کو تندہی کے ساتھ موت تک جمع رکھتی ہے۔

گویدارے اجزا را جل مشہود نیست ہر ذون بیش از اجل تاں موافقت

یعنی وہ حکمت حق (آہنی ہے کہ لے اجزا موت حاضر نہیں ہے اور موت سے پہلے پرانا تھا ہے مفید نہیں مطلب یہ کہ جب اصول اپنے فروع کو اپنی طرف کھینچے ہیں تو وہ فروع چاہتے ہیں کہ جسم انسانی کی رسی کو توڑ کر ایک دفعہ اپنی اصل میں جا ملیں اور اس ارادہ ہی کا نام مرض ہے مگر چونکہ حکمت حق اون کو اس بدن کی قید میں کچھ روز اور کہنا چاہتی ہے لہذا وہ اس رسی کو صحت کے ذریعہ سے پھر قوت دیتی ہے اور ان اجزا سے کہتی ہے کہ موت سے پہلے کوئی مڑتا نہیں نہا ہے پاؤں کی کھولنے والی موت ہی ہے اور اوس کا وقت مقرر ہے پھر

وقت سے پہلے ہاتھ پر پٹیا کیا لٹا دے آگے مولانا دوسرے معنوں کی طرف منتقل ہوتے ہیں
 چونکہ ہر جزو سے یکجہاں اتفاق چونکہ بود جان غریب اندر فراق
 یعنی جبکہ ہر جزو فراق کو نہ معطل ہوتی ہے تو غریب جان فراق میں کس طرح ہوگی۔ مطلب یہ کہ غماز جو کہ
 ناسوتی میں گمراہی کو اپنے اصول سے یکجہاں ہو گیا ہے اپنی اصل کی طرف جانے کیلئے کس قدر کوشش کرتے ہیں
 تو درجہ جو کہ ملکوتی ہے اس ناسوت میں اگر کس درجہ پر نشان ہوگی اور وہ اپنی اصل کی طرف کتنا جانا چاہتی ہوگی
 آگے اسی کیسیاں کرتے ہیں

روح کا بھی عالم اوداع کی طرف منجذب ہونا

گوید اے اجڑائے پست فرشیمن غیبت من تلخ تر من عرشیم
 یعنی (جان) کہتی ہے کہ اے میرے پست اور فرنی اجڑا میری غیبت زیادہ تلخ ہے (کہو کہ) میں عرش ہوں۔
 مطلب یہ کہ جب اجڑا لے بدن اپنی اپنی اصلوں کی طرف جانا چاہتے ہیں تو روح کہتی ہے کہ اے تم تو ناسوتی ہو تم کو
 اپنے اصول سے اتنا بعد نہیں ہوا ہے جتنا کہ تجھے اپنی اصل سے ہے کیونکہ میں ملکوتی ہوں اور یہاں ناسوت میں
 آکر پھنس گئی ہوں اور ملکوت اور ناسوت میں جو لہو ہے وہ ظاہر ہے کہ گئے فراتے ہیں

میل تن در سبزہ و آب رواں زان بود کہ اصل او اندازاں
 یعنی بدن کی رغبت سبزہ اور آب رواں میں اس لئے ہوتی ہے کہ اس کی اصل اسی سے آئی ہے در سبزہ و آب
 رواں سے مطلق ناسوت مراد ہے)

میل جان اندر حیات و درجی است زانکہ جان لامکان اصل و لیست
 یعنی روح کی رغبت حیات اور حیات میں ہے اسلئے کہ روح لامکانی اس کی اصل سے مطلب یہ ہے کہ صوفیہ
 اس روح کو جو بدن انسانی میں مقید ہے روح زجاجی کہتے ہیں اور اس کی اصل ایک روح اعظم کہلاتے ہیں جس کا
 کہ یہ روح انسانی عکس اور برعکس ہے تو یہ ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اس روح زجاجی کو ملکوت کی طرف اس لئے رغبت
 ہے کہ اس کی اصل وہیں ہے اور روح اعظم کا اطلاق بعض اوقات صوفیہ ذات حق پر بھی کر دیتے ہیں
 میل جان در حکمت است و در علوم میل تن در باغ و در انصاف و کرم
 یعنی روح کی رغبت تو حکمت اور علوم میں ہے اور بدن کی رغبت باغ میں اور کھیتی میں اور انکسار و کرم میں ہے حکمت
 و علوم سے مراد مطلق ملکوت ہے اور باغ و درانے سے مطلق ناسوت ہے)

میل جان اندر ترقی و شرف میل تن در کسب اسباب حلف

یعنی روح کی رغبت تو ترقی اور شرف میں ہوتی ہے اور بدن کی رغبت رذی کا نیکی اسباب میں ہوتی ہے۔
 میل و عشق آن شرف بہ سوائے جان زمین کیب را ویکسبون را بدان
 یعنی رغبت اور عشق اوس شرف کا بھی جان کی طرف ہے اس سے کیب اور یکسبون کو جان کو مطلب یہ کہ قرآن شریف
 میں حق تعالیٰ مومنوں کے بارہ میں فرماتے ہیں یحبہم ویحبونہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محبت اور عشق
 اور جذب اور رغبت سبب دونوں طرف سے ہوتے ہیں آگے فرماتے ہیں۔

گر بگویم شرح این یحیدر شود مثنوی ہشتاد و من کاغذ شود
 یعنی اگر اس کی شرح کہوں تو یہیدر ہو جائیگا اور مثنوی اسی من کاغذ ہو جائے (اسی من سے صرف زیادتی مراد ہے)
 حاصل آنکہ ہر کہ او طالب بود جان مطلوب پیش برور اغب بود
 یعنی حاصل یہ ہے کہ جو کوئی طالب ہوتا ہے اوس کے مطلب کی جان اوس پر راغب ہوتی ہے۔

آدمی حیوان نباتی و جماد ہر مرادے عاشقے ہر بے مراد
 یعنی آدمی حیوان گھاس پھوس اور پتہ پھر ایک مطلب ہر طالب کا عاشق ہے۔ (ان فرق یہ ہے)
 بے مراد وان ہر مرادے می تنہد وان مراد ان جذب الیشان می کنند
 یعنی عاشق تو مطلوبیت پر تنہ ہے اور وہ معشوق ان کو جذب کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ عاشق تو اس کی کوشش
 کرتے ہیں کہ مطلوب بجا آئے اور معشوق صرف کشش کرتے ہیں تو عاشق میں شان طلب زیادہ ہوتی ہے اور
 معشوق میں بے نیازی زیادہ ہوتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے۔

لیک میل عاشقان لاغر کند میل معشوقان خوش و بافر کند
 یعنی لیکن عاشق بھی رغبت تو (اونکو) لاغر کر دیتی ہے اور معشوق کا میلان (اونکو) خوش اور با دبیر کرتا ہے
 عشق معشوقان دور رخ افروختہ عشق عاشق جان اور اسوختہ
 یعنی معشوق کا عشق تو (ادن کے) دونوں رخساروں کو چپکائے ہوئے ہوتا ہے اور عاشق کا عشق اوس کی
 جان کو جلائے ہوئے ہوتا ہے۔ (آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں)

کبریا عاشق بشکل بے نیاز کاہ مے کوشد در آن راہ دراز
 یعنی کبریا عاشق ہے (اگر کسی بی نیازی کی شکل میں اور نہ کا اوس راہ دراز میں کوشش کر رہا ہے مطلب یہ ہے
 کہ اصل میں جذب اور کشش تو دیکھو کبریا ہی کی طرف سے ہے اور وہی چاہتا ہے کہ میں تنکے کو اپنے کنار میں
 لے لوں لیکن خود دور کرتے کے پاس نہیں پہنچتا بلکہ اپنی کشش سے تنکے ہی کو اپنی طرف بھیجنے لیتا ہے
 تو جو شخص تنکے کو کبریا کی طرف جاتے ہوئے دیکھتا ہے اور حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ تنکا

یہی کوشش کر کے کہہ لے کہ پاس ہو پناہی طرح سمجھ لو کہ اگر کہیں کسی کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت نہ رہے بھر بھی پیدا ہوتی ہے تو یہ کشش اصل میں اسی طرف سے ہے اس شخص کو اپنا کمال نہ سمجھنا چاہئے آگے اس عاشق صدر جہان کے قصہ کے طرف منتقل ہوتے ہیں۔

این رہا کن عشق آن تشنہ دہان تاقت اندر سینہ صدر جہان

یعنی اس کو چھوڑو کہ اس پہاڑ سے کا عشق صدر جہان کے سینہ میں چمک اٹھا ہے مطلب یہ کہ اس بیان کو چھوڑو کیونکہ صدر جہان کے سینہ میں بھی اپنے عاشق کی طلب پیدا ہو گئی ہے تو اب اوس کا قصہ بیان کرنا چاہتے ہیں دو دو آن عشق و غم آتشکدہ رفتہ در محمدم او مشفق شدہ
یعنی اوس عشق کا دہان اور آتشکدہ کا غم اوس کے محرم میں گیا تو وہ مشفق ہو گیا مطلب یہ کہ اوس عاشق کے دل میں جو عشق کی آگ لگی ہوئی تھی جس سے کہ وہ آگ کا گھر ہو رہا تھا اوس کا اثر صدر جہان کے دل میں بھی گیا جس سے کہ اوس کو دوبارہ توجہ ہوئی۔

لیک از ناموس و پوشش و آبرو شرم نمی آید کہ واجوید ازو
یعنی شرم اور عزت اور آبرو کی وجہ سے اوس کو شرم آتی تھی کہ اوس (عاشق) کو تلاش کرے۔

رحمتش مشتاق آن مسکین شدہ سلطنت زین لطف مانع آمدہ

رحمت اوس کی تو اوس مسکین کی مشتاق ہو رہی تھی اور سلطنت اس لطف سے مانع آگئی تھی مطلب یہ کہ صدر جہان اگر اپنے قلب کی حالت کی طرف نظر کرتا تھا جو کتاب اوس عاشق کی محبت سے پڑ تھا تو اوس کا شوق ہو جاتا تھا اور چاہتا تھا کہ اوس کو کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ کر اپنے سامنے لا کر آ کرے لیکن سلطنت کا رد ہوا اور رعب اوس کو مانع آتا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ ایک غلام کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔

عقل حیران کہیں عجب اور کشیدہ پاکش زالسو بدین جانب رسید

یعنی عقل حیران تھی کہ یہ عجب ہے کہ یہ اوس کو کھینچ رہا ہے پاکش اوس جانب سے اس طرف پہنچ رہی ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ کشش دو لون طرف سے ہو رہی تھی اور دو لون ایک دوسرے کو اپنی اپنی طرف کھینچ رہے تھے اور کشش دو لون طرف سے کامل تھی تو اس کا پتہ نہ چلتا تھا کہ اصل کشش کس طرف سے ہے آگے کرنا عقل کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

ترک جلدی کن کزین ناواقفی لب بہ بند اللہ علم بالخفی

یعنی جلدی کہہ دو کہ یہ جو تو اس سے ناواقف ہے لب بند کر کے اللہ پوشیدہ بات کو زیادہ جانتے والا ہے مطلب یہ کہ عقل کو فرماتے ہیں کہ تو اس کے معلوم کرنے میں کہ کشش کس طرف سے ہے جلدی مت کر کیونکہ تو اس سے ناواقف

ہے تجھے اس کا پتہ چلنا مشکل ہے آگے مولانا لواتے ہیں۔

لب بیست دم ہرے زنیسان سخن تو بہ آرم ہر زمان صد بار من

یعنی ہر دم ایسی باتوں سے لب کو بند کر لیتا ہوں اور ہر گھڑی سو فو تو بہ کر تا ہوں (اس بات کی کہ)

کاین سخن را بعد ازین مد فون کنم آن کشندوی کشدن چون کنم

یعنی کہ اس بات کو اس کے بعد فون کر دیکھا اگر وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے میں کیا کروں مطلب یہ کہ میں نے تو بار بار

تصد کیا کہ اس شہر کی باتیں جیسا کہ وہ پڑ کر آیا ہے بیان نہ کیا کروں مگر قضا و قدر کی وجہ سے تقاضا ایسا ہوتا ہے

کہ مجھے مجبور ہو کر بیان کرنا پڑتا ہے آگے فرماتے ہیں۔

کیست آن کت می کشدائے مہنتی آنکمی نگذاردت کہ دم زنی

یعنی (کوئی پوچھتا ہے) کہ اے ذخیو کہ لے والے وہ کون ہے کہ تجھے کھینچ رہا ہے (مولانا جواب دیتے ہیں) وہ شخص

ہے جو کہ تجھے نہیں چھوڑتا کہ دم مائے مطلب یہ کہ کوئی پوچھتا ہے کہ وہ کون ہے کہ تمہیں بیان کرنے پر مجبور کر رہا ہے

مولانا فرماتے ہیں کہ وہ وہ ذات ہے کہ تمہیں بولنے نہیں دیتا اور اس کی یہ شان ہے کہ

صد عزیمت می کنی بہر سفر می کشاند مر تر اجلے دگر

یعنی تم سفر کیلئے سیکڑھن ارادے کرتے ہو (مگر) وہ دم کو دوسری جگہ کھینچ لجاتا ہے آگے اس کی حکمت بیان

نہاتے ہیں۔

زان بگرداند بہر سو آن لگام تا خبر یا بد ز فار سراسر اسب خام

یعنی وہ ہر طرف کو لگام اس لئے پھرتا ہے تاکہ تو آواز گھوڑا سوار کی خبر پائے مطلب یہ کہ جب تو آواز گھوڑے پر

کوئی شہسوار سوار کی کرتا ہے تو اس کے لگام کو کبھی اس طرف نہ کرنا ہے اور کبھی اس طرف نہ کرنا ہے تاکہ وہ ٹھکرا

دکے اور جان لے کہ کوئی شہسوار اوپر بیٹھا ہوا ہے پس اسی واسطے حق تعالیٰ ہمارے ارادوں کو بدل اور

توڑ دیتے ہیں تاکہ ہم سمجھ لیں کہ ہمارے اوپر کوئی زبردست اور قوی ہاتھ ہے کہ جو ہم سے بہت زیادہ با اختیار ہے۔

اسب زیرک سار زان نیکو پیست کو بھی داند کہ فارس پرویت

جو شیر یا گھوڑا اس لئے نیک قدر ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اس پر سوار ہے مطلب یہ کہ جن لوگوں کو معلوم ہے کہ

انکے اوپر زبردست ہاتھ بھی ہے تو اگر انکے ارادے وغیرہ ٹوٹ بھی جاتے ہیں تب بھی ان کو رنج نہیں ہوتا

اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ارادوں کا توڑ دینا اس با اختیار اور با حکمت ہاتھ کا کام ہے کہ جو علام الغیوب ہے۔

اودلت را برد و صد سوار بہ بست بے مرادت کرد پس دل را شکست

یعنی اس نے تمہارے دل کو سیکڑھن خیالوں پر باندھ دیا اور پھر تم کہے مراد کے دل توڑ دیا۔

چون شکست اوبال آن رائے نخست چون نشد ہستی بال اشکن درست
یعنی جب اوس نے اوس پہلے رنے کے بازو کو توڑ دیا تو اوس بازو ٹوٹنے والے کی ہستی کیون ثابت نہ ہوگی مطلب
یہ کہ جب اوس نے تمہاری رائے کو بدل دیا اور تمہارے ارادہ کو توڑ دیا تو اسی سے اوس کی ہستی کا ثبوت ہو گیا۔
چون قضائیش جبل تدبیر شکست چون نشد بر تو قضائے او درست
یعنی جب اوس کی قضائے تمہاری تدبیر کی رسی کو توڑ دیا تو اوس کی قضائے تمہارے ٹکڑا ثبات نہ ہوگی مطلب یہ کہ جب
اوس نے اپنی قضائے تمہاری تدبیر توڑ دی تو اسی سے معلوم ہو گیا کہ اوس کی قضائے تمہارے جاری ہے آگے اسی مضمون
کو سرد رائے ہیں۔

قصدون اور ارادوں کا توڑنا آدمی کو اس بات کی خبر کرنیکے واسطے ہے
کہ مالک اور قاضی خدا تعالیٰ ہی ہے اور کبھی کبھی انسان کے
ارادہ کو فسخ نہ کرنا اس لئے ہے تاکہ اوسکی طبیعت ارادہ کرینیکی خوگر

رہے اور پھر اس کو تنبیہ ہوتی رہے

عزیم و قصد ہا در ماجر گاہ گاہ راست می آید ترا
ارادے اور قصد عالم میں کبھی کبھی تمہارے لئے ٹھیک ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم جو قصد
کرتے ہو وہی ہو جاتا ہے۔

تا بہ طبع آن دلت یت کند بار و یگو نیت را بشکند
یعنی تاکہ اوس کے لالچ میں تمہارا دل ارادہ کرے تو دوسری مرتبہ حق تعالیٰ تمہارے ارادہ کو توڑ دے۔
در بکلی بے مراوت داشتے دل شدے فو میدا مل کے کاشتے
یعنی اور اگر بالکل تم کو بے مراوت کھتے تو دل نا امید ہو جاتا وہ امید کب ہوتا۔

ور نہ کار پرے اہل از غوریش کے شدے پیدا بر و مقہوریش
یعنی اور اگر کبھی تم کو نگاہ کیو جسے (جلاہد کیا کرتا تھا اوس) امید (کو) نہ کرتا تو اس پر اپنی مقہوری کب ظاہر ہوتی مطلب
یہ کہ جب انسان کوئی ارادہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اوس کو پورا فرمادیتے ہیں جس سے دل اوس کا بڑھتا ہے اور وہ دوبارہ

پھر قصد کرتا ہے اور دوسری مرتبہ میں اس کے قصد کو توڑ دیتے ہیں تاکہ اس کو حق تعالیٰ کی عظمت اور قوت کا کھانا
ہو جاوے اور یہ بھی ممکن تھا کہ کوئی قصد بھی پورا نہ ہو اگر تا جس سے حق تعالیٰ کی قوت کا پوری طرح مشاہدہ ہو جائے
مگر اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ مایوس ہو کر قصد کرنا بھی چھوڑ دیتا تو اس عظمت اور جبروت کا اظہار نہ رہتا آگے
نہہ راتے ہیں۔

عاقلانہ را بے مراد و بیائے خویش با خبر گشتند از مولا کے خویش

یعنی عاقل لوگ اپنی بے مراد ہو گئی و جبر سے اپنے مولا سے با خبر ہو گئے مطلب یہ کہ جو لوگ عاقل تھے جب انہوں نے
اپنی بے مرادیاں دیکھیں تو اس سے حق تعالیٰ کی عظمت کی معرفت ان کو حاصل ہوئی جیسا کہ حدیث میں ہے۔
عرفت ربی بعظم العزائم۔

بے مرادی شد قلاؤ ز بہشت حفت الجنتہ شہوای خوش سمرشت

یعنی ناکامی بہشت کی رہبر ہو گئی اے نیک ذات حفت الجنتہ کو کن مطلب یہ ہے کہ دیکھو حدیث میں ہے کہ
حفت الجنتہ بالمکاسمہ (گھیر دی گئی ہے جنت تکلیفوں سے) تو قصد کرنے کے بعد ناکامی ہونے سے زیادہ اور کیا
کمر وہاں ہو گئی جو ادب و راضی را وہ انشاء اللہ ضرور جنت میں جاوے گا اس سے ناکامی کا یہ جنت پر ناخوشاں ظاہر ہے
چون مرادات ہمہ اشکستہ پاست پس کسے پاست کہ کام اور پاست
یعنی جبکہ سب کی مرادیں شکستہ ہا ہیں پس کوئی جو جو گا کہیں کا کام ہماری ہے مطلب یہ کہ جب سب لوگوں کی امیدیں اور
ارادے توڑ دیے ہیں تاکہ اکثر ٹوٹ جاتے ہیں تو کوئی ذات یقیناً ایسی بھی ہے کہ جو ان ارادوں کو توڑنے والی ہے اور اس کے
کل ارادے پورے ہوتے ہیں۔

پس شدند اشکستہ پاش این صادقان لیک کو خود آن شکست عاشقان

یعنی اسلئے یہ صادق لوگ جن تعالیٰ کے شکستہ ہا ہیں لیکن وہ عاشقوں کی شکست کہاں ہے (اسلئے کہ)

عاقلانہ اشکستہ اش از اضطرار عاشقان اشکستہ با صبر اختیار

یعنی عاقل لوگ تو اس کے شکستہ جمہوری سے ہیں اور عاشق لوگ صبر اختیار کے ساتھ شکستہ ہیں مطلب یہ ہے کہ
عقل اور تواضع ارادوں میں جو جمہوری کے ناکام اور شکستہ پاست ہوتے ہیں ان کو قصد کرتے ہیں اور توڑ دیا جاتا ہے اور عشاق
ہیں انہوں نے جب دیکھا کہ ہمارے ارادے بالکل دوسرے کے ہاتھ میں ہیں تو وہ اپنے اختیار سے بھی ادنیٰ کے سہو
ہو گئے اور اپنے ارادوں کو ادنیٰ کے سپرد کر دیا تو عقل اور عشاق دونوں شکستہ ہا اور نامراد اور ناکام ہوئے مگر دونوں
میں فرق ہے وہ ظاہر ہے۔

عاقلانہ نش بندگان بندی اند عاشقان شکر و قدسی اند

یعنی عاقل لوگ اوس کے قید کردہ غلام ہیں اور عاشق اودن کے غلام (شکری اور قندی ہیں)۔

انتہا کرنا ہمارا غفلان انتہا طوعا ہمارا سید لان

انتہا کرنا (یعنی آؤ تم مجھ را) ہمارا طوعا کی ہے اور انتہا طوعا (یعنی آؤ خوشی سے) ہمارا شوقی مطلب یہ ہے کہ ہم غفلان ہیں اور کار خادق ہیں اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں اودن کی بھی عقل کچھ نہیں چلتی اور وہی ہوتا ہے جو حق تعالیٰ چاہتے ہیں مگر وہ اوس کو مجبور آتے ہیں اور جو عاشق ہیں وہ جب اپنے ارادہ کے غفلان ارادہ حق دیکھتے ہیں تو وہ راضی برضا ہو جاتے ہیں اور جیسا کہ پہلے اپنے ارادہ پر خوش تھے اسی طرح اب ارادہ حق پر راضی اور خوش ہوتے ہیں آگے ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کفار کو قید میں دیکھا جن کو مسلمان کشان کشان لا رہے تھے اودن میں بعض وہ تھے کہ جو مسلمان ہونے والے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اودن لوگوں پر تعجب ہے کہ جو جنت کی طرف زنجیروں اور طوقوں میں باندھ کر لاتے جاتے ہیں تو دیکھتے کہ وہ جنت کی طرف آتے پر راضی نہ تھے۔

شرح حسیبی

کہ بھی بردند و ایشان در فقیر
می نظر کردند دروے زیر زیر
بر رسول صدق دنیا ہنوا لب
زانکہ در زنجیر ہستہ من اند
می برد از کافران شالین بقہر
نے شفاعت میرسد از سرورے
عالی را می برد حلق و گلو
زیر لب طعنہ زنان بر کار شاہ
خود دل این مرد کم از خارہ نیست
با دوسہ عریان و سست قدم جان
یا از ختر باست یا خود جاد و نیست
تحت ماسد سرنگون از تخت او
جادوے کردیم ما ہم چون ز رفت

وید پیغمبر کے جوق اسیر
دیدشان در بند آن آگاہ شیر
تا بھی غائب ہر یک از غضب
زہرہ نے با آن غضب کہ دم زند
می کشاند شان موکل سوئے شہر
نے فدائے می ستاند نے زرے
رحمت عالم بھی گویند و او
با ہزار انکار می رفتند راہ
چارہا کہ دیم و این جا چاہ نیست
ما ہزاران مرد کا رالپ ارسلان
این چنین در ماندہ ایم از کجروی است
بخت ما را بردید آن بخت او
کار او از جادوے گر گشت زفت

از پستان و از خدا و خواستیم
 دانم که حق در است است از ما و داد
 این دعا بسیار کردیم و صدقات
 که اگر حق است او پیدا شد کن
 چون که داد دیدیم او متصور بود
 این جواب ما است که آنچه خواستید
 باز این اندیشه را از مکر خویش
 این تفکر ما هم از او بار برست
 خود چه شد که غالب آمد چند بار
 ما هم از ایام بخت آور شدیم
 بازمی گفتد اگر چه او شکست
 زانکه بخت نیک اور او شکست
 کو با شکسته نمی مانست به هیچ
 چون نشان مومنان معلولی است
 گر تو مشک و عنبر می رانستی
 در شکسته ناگهان سر گیند
 که گند خود مشک با سر گین قیاس
 وقت برگشت حدیسه رسول
 ناگهان اندر حق قشع ز نعل
 آمدش پیغام از دولت که رو
 کاندین خواهری بنقدت فتماست
 بس که آخر جو که داگر دیدت گفت
 قلعه اسم کرد آن دو بقعه
 ورنه باشد آن تو بنگه کاین فریق
 زهر خور می را چو شکسته می خوردند

که بکین ما را اگر ناراستیم
 نصرش ده نصرت اورا بجو
 پیش لات و پیش عزیزی و منات
 گرنه باشد حق زبون ما کن
 ما هم غلست بدیم او نور بود
 گشت پیدا که شما ناراستید
 کور می کردند در نفع از ذکر خویش
 که صواب او شود در دل درست
 هر کس را غالب آورد روزگار
 بار بار بروی منقطع آمدیم
 چون شکست ما نبود آن نشست و بخت
 داد صد شادی پنهان زیر دست
 که نه غم بودش در آن نه هیچ پتبع
 لیک در اشکست مؤمن خوبی است
 عالم از فیح در مکان پر کنی
 خانهها پر گند کرد و سر بسر
 آب را با بول و اطلس با پلاس
 در تفکر بود و غمگین و ملول
 دولت انا فتحنا ردها دل
 تو ز منع این طغی غمگین مشو
 ملک فلان قلعه فلان بقعه تراست
 بر قرینند بر نصیر از دوی چه رفت
 شد مسلم و ز غنائم نفعها
 بر عشم ورنه بخت مفتون و عشیق
 خار عشم بار او را شتر میچرند

به حسین غم نه از بهر شرح
 آبخنان شادند اندر قعر چاه
 در فقری هر یک صد شهریار
 هر کجا دلبر بود غم بهمنشین
 گفت پیغمبر که معراج مرا
 آن من بر چرخ و آن اول نشیب
 تبس نه بالانه پستی رفتن است
 نیست راج چلنے بالا است و زیر
 کارگاه گنج حق در میستی است
 حاصل این شکست ایشان ای کیا
 آبخنان شاداند در ذل و تلف
 برگ بے برگ همه اقطاع اوست
 آن یک گفت ارچنان است آن فرید
 چونکه او مبدل شد است و شادیش
 پس بقره دشمنان چون شاد شد
 شاد شد جانش که بر شیران نر
 پس بدانستیم که آزاد نیست
 در نه چون خندد که اهل آبخنان
 این نمی گفتند در زیر زبان
 تا موکل نشود در ما جبر
 گرچه نشنید آن موکل این سخن
 بوی پیرایان یوسف را ندید
 آن شیاطین بر عنان آسمان
 آن محسوس خفته و تکیه زده
 آن خور و حلوا که روزیش است باز

این تسافل پیش ایشان چون درج
 که همین ترسند از سخت و کلاه
 در خزان فاقه صد همچون بهار
 فوق گرد و دست بنی زیر زمین
 نیست بر معراج یوسف اجتناب
 ز آنکه قرب حق بروست از حبیب
 قرب حق از جنس هستی برتن است
 نیست رانی زود دهنی دور است و در
 غره هستی چه دانی نیست چیت
 می نماند هیچ با شکست ما
 همچو ما در وقت اقبال و شرف
 فقر و خواری افتخار است و علو است
 چون بخندید او چو ما را بسته دید
 نیست زین زندان و زین آزادیش
 چون ازین فتح و ظفر پیر باد شد
 یافت آسان نصرت و دست و ظفر
 جز بد نیادل خوش و دل شاد نیست
 بر بد و نیک اند مشفق مهربان
 آن اسیران با هم اندر محبت آن
 این سخن در گوش آن سلطان رسد
 رفت در گوشه که بدان من لدن
 آنکه حافظ بود یعقوبش شنید
 نشوند آن سر لوح غیب دان
 آمده سرگرداو گردان شده
 آن نه کائناتمان او باشد و از

نجم ثاقب گشتہ حارث دیوران کہ بہل دزدی ز احمد مرستان
اے دویدہ سوتے دکان از بنگاہ ہیں مسجد و بجور زنی آلہ

یہاں سے ایک قد شروع کرتے ہیں جس کو مناسبت سے آئینا طعنا اور کرہا کے جزو ثانی سے تفصیل
اوس کی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو مقید دیکھا کہ وہ روتے پیٹتے
الہجائے جارہے ہیں اور آپ نے اولاً تنبیہیں دیکھا تو وہ آپ کو کچی نظروں سے دیکھتے جاتے تھے اور نتیجہ
اوس کا یہ ہوتا تھا کہ ہر ایک مارے غصہ کے آپ پر دانت پیستا اور چونٹ کاٹتا تھا مگر کسی کی یہ تاب
نہیں تھی کہ باوجود اس قدر غصہ کے دم مار سکے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ زنجیر گران میں مقید ہیں سپاہی
اون کو کافرستان سے شہر اسلام کی طرف جبراً لے جا رہا ہے جو کہ نہ فدیہ لے سکتا ہے نہ رشوت اور نہ
کسی سردار کی سفارش ہی ممکن ہے اس حالت میں وہ کہتے تھے کہ لوگ ان کو رحمت اللعالمین کہتے ہیں حالانکہ یہ
لوگوں کے گلے کاٹتے ہیں غرض کہ نہایت ناگواری کے ساتھ وہ راستہ قطع کر رہے تھے اور چیکے چیکے جناب بھول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر طعن زنی کرتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے تدبیر کی مگر کچھ نہ بن پڑا علاوہ اسکے
ایک نقص یہ بھی ہے کہ اس شخص کا دل بھی سنگ خارا سے کم سخت نہیں ہے ہم ہزاروں تنجو اور بہادر شیر تھے
لیکن ان چند ننگے اور کمزور اور ادا دھوئے لوگوں کے مقابلہ میں یوں عاجز ہو گئے اس کا سبب یا تو ہماری
مگرہی ہے یا بد نصیبی یا ہم پر جادو کیا گیا ہے انکے طالع نے ہمارے طالع کو شکست دی اور ان کے تخت
نے ہمارے تخت کو اولٹ دیا پھر کہتے تھے کہ اگر انکو جادو سے مستح ہوئی تھی تو ہم نے بھی تو جادو کیا تھا
ہمارا جادو کیوں نہ چلا پھر کہتے تھے کہ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم نے خدا سے اور بتوں سے دعا کی تھی کہ
اگر ہم باطل پر یوں تو ہمارے بیخ کنی کر دی جائے اور ہم مین اور اس مدعی نبوت میں جو حق پر ہو اوس کو مستح
دیکھا دے اور مرد کجا دے یہ دعا ہم نے بہت کی تھی اور لات وغری و منات کے سامنے بہت سے چڑھائے
بھی چڑھائے کہ اگر وہ حق پر ہے تو اوس کو فتح دیکھا دے اور اگر باطل پر ہو تو اس کو ہم سے مغلوب کیا جائے
اب جبکہ ہم نے دیکھا تو ان کو فتح ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم باطل پر ہیں اور وہ حق پر ہم سر اسر ظلمت
ضلالت ہیں وہ سراپا نور ہدایت اور یہ جواب ہے اوس دعا کا جو ہم نے کی تھی اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہم
باطل پر ہیں اوس کے بعد پھر اس خیال کو دل سے مٹاتے اور اوس کو اپنے حافظہ سے بھولتے تھے اور کہتے تھے
کہ ہمیں جی یہ بات نہیں بلکہ یہ ہماری بد نصیبی ہے کہ ہم شکست ہوئی اور یہ خیال قائم ہو گیا کہ وہ حق پر ہے
اگر وہ غالب آگیا تو کیا ہوا دو ایک مرتبہ تو زمانہ بکری کو غالب کر دیتا ہے آخر ہم کو بھی تو نماز سے خوش نصیبی
حاصل ہوئی ہے کہ ہم بہت سی مرتبہ اس پر غالب آئے ہیں پھر کہتے تھے کہ ہمیں جی یہ تو کچھ ادبیری بات کیونکہ

لکھ چاؤن کو بھی شکست ہوتی ہے مگر اون کی شکست ہماری شکست کی طرح بری اور پست نہیں کیونکہ اون کی خوش قسمتی سے اون کو اس شکست میں بھی پوشیدہ خوشی حاصل ہوتی ہے اور اون کا عمدہ نصیب اون کو مستحق میں چھپا کر سیکڑوں خوشیاں عطا کرتا ہے اور یہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اون کی صورت سے شکست کھانا ظاہر نہیں ہوتا اور شکست کھانے والوں کی صورت سے ان کی صورت نہیں ملتی کیونکہ نہ اون کو کم ہوتا ہے نہ پیچ و تاب اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ مؤمنین کی علامت ایک قسم کی مغلوبی ہے کہ وہ جھگڑاؤں کے منہ نہیں گلتے اس لئے کبھی کبھی اون کو شکست ہو جاتی ہے لیکن ان کی اس شکست میں بھی ایک خوبی ہوتی ہے۔ اور اس میں بھی منافع مضمر ہوتے ہیں برخلاف کفار کی شکست کے کہ اس میں سراسر بُرائی ہوتی ہے اس کو ایک مثال حسی سے یوں سمجھو کہ اگر تم مشک کو توڑ دو تو اس کے ٹوٹے میں خوبی ہے کہ عالم بہک اور خوشبو سے معطر ہو جاوے گا اور اگر گدھے کی لید کو توڑ دو تو اس میں خرابی ہے کہ تمام گھروں میں اس کی بدبو پھیل جائے گی پس مؤمن کی شکست مشک کی شکست کے مشابہ ہے اور کفار کی شکست گدھے کی لید کی مثل پھر مسلمانوں کی شکست کو کفار کی شکست پر کون قیاس کر سکتا ہے کیونکہ ایسا قیاس کرنا شکست مشک کا شکست مرگین پر اور پانی کا پیشاب پر اور اٹلس کا ٹاٹ پر قیاس کرنا ہے جو کہ کوئی عاقل نہیں کر سکتا۔ اب ہم ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ شکست میں مؤمنوں کی مصلحت ہوتی ہے صلح حدیبیہ چونکہ بظاہر دہرب کر ہوئی تھی اس لئے جناب رسول اللہ کو گور و فکر و غم و طلال تھا آپ راہ ہی میں نئے کہ آپ کے حق میں دولت اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا اور کانقارہ بجا اور آپ کو حق سبحانہ کا پیغام پہنچا کہ آپ اس فتح کے روک لینے سے غلگین نہ ہوں (اسی ظاہری ذلت میں بھی آپ کیلئے فتوح موجود ہیں لیجئے فلاں زمین آپ کی ہے فلاں قلعہ آپ کا ہے اب دیکھ لیجئے کہ جب آپ لوٹے میں تو سنی قرطبہ اور سنی نصیر پر کیا کزری اور انھوں نے کیسی شکست کھائی اور کیوں نگران کا ملک آپ کے قبضہ میں آیا (یہ نومولا کا بیان ہے مگر سنی نصیر اور قرطبہ واقعہ سیر کے بیان پر صلح حدیبیہ سے مقدم ہوا ہے لہذا اس کو فتح فیبر و فتح مکر و غیرہ پر محمول کیا جاوے گا) ان دونوں ریاستوں کی گرد جو قلعے تھے وہ بھی آپ کو مل گئے اور مال غنیمت سے آپ کو بہت سے منافع حاصل ہوئے۔ اب ہم علی سبیل الترتیل کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی نہ ہو تب بھی اس جماعت کا کوئی ضرر نہیں بلکہ پھر بھی انکا نفع ہے کیونکہ اس وقت ان کو کم ہوگا اور غم پر یہ لوگ عاشق ہیں یہ لوگ نہ ذلت کو تشکر کی طرح مزہ لے لیکر کھاتے ہیں اور غار غم کو اونت کی طرح بے تکلف چباتے ہیں اور انکو کوئی حد و نہ نہیں پہنچتا اور یہ حالت اونکی نفس نام کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ اس لئے کہ وہ کسی خوشی کا ذریعہ ہے تاکہ اس خوشی کے نہ ہونے سے غم بد مزہ ہو جائے اور یہ پستی ہی اون کے لئے ملوث ہوتی ہے۔ یہ لوگ کوئین کی تہ میں اس قدر غوش ہوتے ہیں کہ تحت و تاج سے ڈرتے ہیں ان میں کا ہر شخص فقیر کی میں بھی ایک

عظیم الشان بادشاہ ہوتا ہے اور خزانہ فاقہ ہی میں سیکڑوں بہار کی مانند خندان ہوتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ ان کا محبوب انکے ساتھ ہوتا ہے اور اس حالت میں ان کو اس سے زیادہ قرب ہوتا ہے اور جہاں کہیں کسی کا محبوب اس کے ساتھ ہم نشین ہوتا ہے وہ اس جگہ اوس کیلئے آسمان سے بھی اوپر ہوتی ہے نہ کہ زمین کے نیچے خواہ زمین کی تہ ہی کیون نہ ہو اس پر ایک حدیث یاد آئی سنو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تغفلوا عنی علی یونس بن صتی یعنی میں معراج میں آسمان پر گیا تھا اور یونس فخر دریا میں شکم ماری میں گئے تھے تو میری اس حالت کو ان کی اس حالت پر ترجیح دو دو کیونکہ وہ اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ قرب حق مدار فضیلت ہے اور وہ موقوف نہیں ہے بلندی و پستی پر بلکہ وہ اس حساب سے باہر ہے وہ اوپر یا نیچے جانے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ قید ہستی سے چھوٹنے سے حاصل ہوتا ہے تو اس کا تفاوت تو بیشک مدار تفصیل ہو سکتا ہے مگر بلندی و پستی مدار نہیں بن سکتی کیونکہ فانی کیلئے تعلی و شغل حسی دونوں برابر ہیں نہ اوس کے لحاظ سے جلدی کوئی شے ہے نہ دیر۔ نہ قرب حسی کوئی چیز ہے نہ بعد حسی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ خزانہ حق سبحانہ جہاں بنتا ہے وہ فنا ہی ہے لہذا وہ فنا ہی سے حاصل ہوتا ہے تم کو جو کہ ہستی کے درجہ میں مبتلا ہو اس لئے تم نہیں سمجھ سکتے فنا کی چیز ہے خیر تو اون قیدیوں نے یہ کہا کہ ان لوگوں کے شکست ہم لوگوں کی شکست سے نہیں ملتی کیونکہ یہ لوگ ذلت اور بربادی میں یوں خوش ہوتے ہیں جیسے ہم لوگ بیروج و اقبال کے زمانہ میں سامان بے سامانی اٹھی جاگیر ہے فقر و ذلت ان کے لئے موجب فخر و شغل ملو ہے دوسرے نے یہ گفتگو سن کر کہا کہ یہ تمہارا ایمان غلط ہے اگر وہ ایسا ہوتا تو ہم کو مقتید دیکھ کر نہت کیوں کہ یہ حالت تو اون لوگوں کی ہوتی ہے جو دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لیتے ہیں اور ان کی کیا ایلاٹ ہو جاتی ہے اور دنیا کے قید خانے اور اوس کی آزادی سے اون کو مطلق خوشی نہیں ہوتی پس اگر وہ ایسا ہوتا تو اس سے اس کو کیوں خوشی ہوتی کہ اس نے اپنے دشمنوں کو مغلوب کر لیا اور اس فتح و فخر سے وہ بھول کر گیا کیوں ہو گیا۔ اور اس سے اس کو کیوں خوشی ہوتی کہ اس نے ایسے بہادر و ن پر آسانی سے فتح پائی اس سے معلوم ہوا کہ وہ علاقہ دنیا سے آزاد نہیں ہے اور دنیا ہی سے خوش ہوتا ہے ورنہ ہنستا کیوں کیونکہ عالم سلوی سے تعلق رکھنے والے اچھے بُرے سب لوگوں پر شفق و مہربان ہوتے ہیں اون کو کسی کی تکلیف سے خوشی نہیں ہوتی وہ قیدی آپس میں یہ بحث اور گفتگو چپکے چپکے کر رہے تھے تاکہ سپاہی نہ سن لے اور ہم پر حملہ کرے اور جا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دے خیر یہ مقصد تو اٹکا حاصل ہو گیا کہ سپاہی نے یہ گفتگو نہ سنی لیکن دوسرا مقصد کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ معلوم ہو یہ نہ حاصل ہوا اور اگرچہ اس سپاہی نے جو ان پر تعینات کیا گیا تھا یہ گفتگو نہ سنی مگر جناب رسول اللہ کے گوش قلب میں ہو کہ اون کو حق سبحانہ

کی طرف سے عطا ہوا تھا باعلام اکی یہ بات پہنچ گئی اور یہ امر کہ بعد نہیں دیکھو پیرا میں یوسفی کا حال اوس کی خوشنود معلوم کر سکا مگر یعقوب علیہ السلام نے دور سے سونگھی شیاطین آسمان تک پہنچ کر لوح محفوظ کی غیب کی باتیں نہیں سن سکتے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف لگائے سوئے ہوتے ہیں اور اسرار غیبیہ اگر ارونکے گرد گھومتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ علو اسی کو ملتا ہے جس کی روزی کشادہ ہوتی ہے۔ اوسے نہیں ملتا جی اونگلیاں لمبی ہوں۔ لہذا شہاب ثاقب شیاطین کیلئے پہرہ دار ہوا کہ خبر دار چوری مت کرو اگر اسرار کا شوق ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو۔ اور اوان سے حاصل کرو۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تم جو طلب رزق کے لئے صبح سے محض دوکان پر جاتے ہو یہ اسی ہی بے قاعدہ کوشش ہے جیسے کہ تحصیل اسرار کیلئے شیاطین کی اسے جھوڑا اور صحیح طریقہ اختیار کرو۔ یعنی مسجد میں جا کر خدا سے روزی مانگو اور جو طریقہ وہ بتائے اس طریقہ سے حاصل کرو۔

شرح شبیری

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا قید یون کو دیکھ کر مسکرا کر انا اور یہ فرمانا کہ مجھے اوس قوم پر تعجب ہے کہ جو جنت کی طرف زنجیروں کے

ذریعہ سے کھینچے جاتے ہیں

دید پیغمبر کے جوق اسیر کہ ہی بردند ایشان در نیر
یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قید کو بھی جہت کو دیکھا کہ (لوگ) اوان کو لجا رہے ہیں اور وہ چلا رہے ہیں۔
دید شان در بند آن آگاہ شیر می نظر کردند دروے زیر زیر
دیکھا اوان کو قید میں اوس خبر دار شیر نے کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نیچے ہی نیچے نظر کر رہے ہیں۔
تا ہی خائید ہر یک از غضب بر رسول صدق دند اہنا و لب
یہاں تک کہ ہر ایک غصہ کی وجہ سے بچے رسول پر دانتوں اور ہونٹوں کو چارہ ہوا تھا۔
زہر ہونے با آن غضب کہ دم زنند زانکہ در زنجیر قہرہ من اند
یعنی باوجود اوس غصہ کے یہ مجال نہیں کہ دم مار سکیں اسلئے کہ دس من کی زنجیر قہر میں تھے مطلب یہ کہ چونکہ جاری

بھاری زنجیروں میں بند سے پھٹے تھے اسلئے باوجود غصہ آنیکے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔
 می کشاندیشان موکل سوی شہر می برد از کافرستان شان بقبر
 یعنی سپاہی اونکو شہر کی طرف لے گئے مگر راتھا اور زبردستی اونکو کافرستان سے لجا رہا تھا۔ اور وہ کہہ رہے تھے
 نے فدائے می ستاند نے زرے نہ شفاعت میر سدا از سر درے
 یعنی نہ تو فدیہ لیتے ہیں اور نہ روپیہ نہ کسی سردار کی شفاعت پہنچتی ہے۔

رحمت عالم ہی گویند او عالمی رانی برد حلق و گلو
 لوگ اون کو رحمت عالم کہتے ہیں (حالانکہ) ایک عالم کا حلق اور گلا کاٹتے ہیں۔
 باہزار انکار می رفتند راہ زیر لب طعنہ زنان بر کار شاہ
 یعنی ہزاروں انکار کے ساتھ راستہ چل رہے تھے اور شاہ (عالم) کے کام پر منہ ہی منہ بین طعنہ مار
 رہے تھے (اور کہتے تھے)۔

چارہ کر دیم و اینچا چارہ نیست خود دل این مرد کم از خارہ نیست
 یعنی ہم (پہلے) بہت علاج کیا کرتے تھے اور اس جگہ علاج ہی نہیں اس شخص (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم)
 کا دل پتھر سے کم نہیں۔ مطلب یہ کہ اگر پہلے ہم کسی مصیبت میں پھنستے تھے تو کوئی زکوٰۃ علاج کر لیا کرتے تھے
 مثلاً کسی سے سفارش کر لی یا مہربان سے دیدار کیا مگر یہاں کچھ بس چلتا ہی نہیں اور کہتے تھے۔

ماہزاران مرد کارالب ارسالان بادوسہ عریان و سست و نیم جان
 یعنی ہم ہزاروں کام کے آدمی شیران دلیہ رویتن ننگوں اور سست اور نیم جانوں کے ساتھ۔

این چنین دماندہ ایم از کجرو نیست یا ز اختر ماست یا خود جادوی مست
 یعنی ایسے عاجز رہ گئے یہ کجروی کی وجہ سے ہے یا ستاروں کی وجہ سے ہے یا کوئی جادو ہے مطلب یہ کہ وہ اپنے
 مغلوب ہونے پر تعجب کرتے ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں بہادر اور مرد کاران تھوڑے جھوکوں ننگوں سے کس طرح
 مغلوب ہو گئے اب یہ مغلوب ہونا یا تو ہماری کجروی کی وجہ سے ہے یا ان کا ستارہ غالب ہے اور ہمارا
 مغلوب اور یا انھوں نے کوئی جادو کیا ہے جس سے کہ یہ ہوا۔

بخت مارا بر در پید آن بخت او سخت ماستد سرنگون از تخت او
 یعنی ہمارے بخت کو اس کے بخت نے چھا ڈیا اور ہمارا تخت اون کے تخت کی وجہ سے اونداھا ہو گیا (آگے
 پھراس پر بھی تعجب کرتے ہیں۔

کارا و از جادوے گرگشت زفت جادوے کر وہم ما ہم چون نرفت

یعنی اونکا کام اگر جادو کی وجہ سے عظیم ہو گیا تو ہم نے بھی تو جادو کیا کیون نہیں چلا۔

تفسیر اس آیت کی کہ اِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ یعنی

کفار کہتے تھے کہ اے اللہ ہم مین اور محمد مین سے جو کوئی حق پہنچاؤ گی

مدد فرما اور یہ بات اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ اپنے کو حق پر جانتے تھے

اور اب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتح مند ہوئے تو اون کو تعجب ہوا

از بیتان و از خدا و خواستیم کہ بکن مارا اگر ناراستیم

یعنی (وہ کہتے تھے کہ) ہم نے بتوں سے اور خدا سے درخواست کی تھی کہ ہم کو جازا اگر ہم ٹیڑھے ہیں۔

وان کہ حق درست است از ما واد نصرتش وہ نصرت اور انکو

یعنی جو ہم مین اور اون مین سے حق پر اور سید ہا ہو اوس کو مدد دے اور اوس کی مدد دہونڈہ۔

این دعا بسیار کردیم و صلوات پیش لات و پیش عزرائی و منات

یہ دعا ہم نے بہت کی اور خیر خیرات سامنے لات کے اور عزرائی کے اور منات کے

کہ اگر حق است او پیدا اش کن گرنبا شد حق ز بون ماشن کن

کہ اگر وہ حق پر ہے تو اوس کو غالب کر دے اور اگر نہ ہو تو اوس کو ہمارا مغلوب کر دے۔

چونکہ وایدیم او منصور بود ماہمہ ظلمت بدیم او نور بود

جبکہ ہم نے دیکھا تو وہی فتح مند تھے۔ ہم بالکل اندھیرے تھے اور وہ نور تھے۔

این جواب ماست کانچو خاستید گشت پید کہ شما ناراستیہ

یعنی یہ ہمارا جواب ہے کہ جو کچھ تم چاہتے تھے ہو گیا کہ تم ٹیڑھے ہو (مولا نا فرماتے ہیں)۔

باز این اندیشہ را از فکر خویش گور میکردند دفع از ذکر خویش

یعنی پھر اس سوچ کو اپنے فکر سے اندھا اور اپنے ذکر سے دفع کر دیتے تھے مطلب یہ کہ جب اون کو یہ

خیال ہوتا تھا کہ یہ اثر ہماری دعاؤں ہی کا ہے جس کا صریح مطلب یہ تھا کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ہی حق پر ہیں تو وہ اس بات کو پھر اپنے او نہیں تو ہات او خیالات مین پڑ کر دفع کر دیتے تھے کیونکہ اگر یہ

خیال غالب ہو جاتا تو مسلمان ہی نہ ہو جاتے اور یوں کہنے لگا کرتے تھے۔
 کاین تھن کر ماہم ازاد بار درست کہ صواب او شود در دل درست
 یعنی کہ فکر بھی ہمارے ادبار ہی سے پیدا ہوا ہے کہ اس کا حق پر ہونا ہمارے دل میں ثابت ہوا۔
 خود چہ شد گر غالب آمد چند بار ہر کسے را غالب آرد روزگار
 خود کیا ہو گیا اگر وہ چند بار غالب آگئے (کیونکہ) زمانہ ہر شخص کو غالب کر دیتا ہے۔ مطلب ادن کا یہ تھا کہ
 اس سے مومنین کا حق پر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

ماہم از ایام بخت آرد شدم بار بار بروئے مظہر آدمیم
 یعنی ہم بھی ایام کی وجہ سے نصیب در ہو چکے ہیں بار بار اوس پر فخر ہوتے ہیں مطلب یہ کہ وہ کہتے تھے کہ اگر یہ
 اس مرتبہ غالب ہی آگئے تو کیا ہوا ہم بھی تو ادن پر بار بار غالب آچکے ہیں۔

باز می گفتند اگر چه او شکست چون شکست ما نبود آن زشت و نیست
 یعنی پھر کہتے تھے کہ اگر چه او انھوں نے شکست پائی (لیکن) وہ ہماری شکست کی طرح بُری اور ذلیل نہیں تھی۔

ز آن بخت نیک اورا در شکست داد و صد شادی پنهان زیر دست
 یعنی کیونکہ نیک نصیب نے او کو شکست میں سیکڑ دن پوشیدہ خوشیاں نیچے ہی نیچے دیدیں۔

کو با شکستہ نمی دانست هیچ کہ نہ غم بودش در آن نے پیچ پیچ
 یعنی کہ وہ شکست کھاتے ہوئے بالکل مشا بہ نہیں تھے کیونکہ اوس شکست میں نہ اُن کو غم تھا نہ پریشانی۔

بحون نشان مومنان مغلوبی است لیک در اشکست مومن خوبی است
 یعنی جب نشان مومنون کا مغلوبی ہے لیکن مومن کی شکست میں خوبی ہے مطلب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ مومن

جھگڑاؤ آدمی سے ایسا بھاگتا ہے جیسے بکری بھیڑ سے تو دیکھئے مومن ہونے کی نشانی یہ ہوتی کہ وہ جھگڑوں سے
 بھاگے اور ڈرے اور اس شکست کھانے ہی میں اوسکی خوبی ہے اگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں۔

گر تو مشک و عنبری را بشکستی عالی از فیج و ریحان پر کنی
 یعنی اگر تو مشک و عنبر کو توڑ لو تو ایک عالم کو خوشبو کے پھیلنے سے پر کر دو

در شکستی تا گہان سرگین خر خانہ با پر گند گرد و سدر سمر
 یعنی اور اگر تو نے تا گہان گندے کی لید توڑ دی تو تمام گھر بالکل گندہ ہو جاوین گے۔

کہ کند خود مشک با سرگین قیاس آب را با بول اطلس با پلاس
 یعنی گوبر کو مشک کے ساتھ کون قیاس کرتا ہے پانی کو پیشاب کے ساتھ اور اطلس کو ٹاٹ کے ساتھ

مطلب یہ ہے کہ زمین کا شکست کھانا تو ایسا ہے جیسے کہ چہ اور شک کا ٹوٹنا کیونکہ شکست میں ہی ان کے مراتب عالی ہوتے ہیں۔ اور کفار کا شکست کھانا ایسا ہے جیسا کہ پانچاؤ کا کل جانا کہ یہ لوگ شکست کی حالت میں خسرالہ دنیا و آلا حسرتہ کا مصداق ہو جاتے ہیں۔

بھید اس کا کہ واپس آنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیبیہ سے

بے مراد ہو کر اور حق تعالیٰ کا اوسکو فتح فرمانا کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا

صورۃ میں شکست تھی اور اصل میں فتح تھی جیسا کہ مشک کا ٹوٹنا

کہ بظاہر ٹوٹنا ہے اور معنا اوسکے فوائد اور کمالات کی تکمیل ہے

وقت برگشت حدیبیہ رسول در تفکر بود غمگین و ملول

یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے لوٹنے کے وقت فکر میں تھے اور ملول تھے۔

ناگہاں اندر حق شمع رسل دولت اِنَّا فَتَحْنَا زُورُ وُحُل

یعنی ناگہاں شمع رسل (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے حق میں دولت اِنَّا فَتَحْنَا زُورُ وُحُل بکایا مطلب

یہ کہ وہ ان کی واپسی کے وقت سورۃ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا پڑھا۔

آمدش پیغام از دولت کہ رو تو ز منہ این ظفر غمگین مشو

آیا اونکے پاس پیغام دوبار سے کہ جاؤ تم اس فتح کے نہ ہونے سے غمگین نہ ہو۔

کاندرین خواری بقدرت فتح راست - نک فلان قلعہ فلان بقدرت راست

یعنی کہ اس خواری میں قدرت میں بہت سی فتحیں ہیں وہ فلان قلعہ اور فلان زمین تمہارے لئے ہے مطلب

یہ کہ ارشاد ہوا کہ اس ظاہری خواری کے رنجیدہ مت ہو اسلئے کہ تم کو دوسری جگہ فتح عظیم ہونے والی ہے

بسنگراخر چونکہ واگر دید قنعت برقریظہ پر نصیر ازوے چہ رفت

یعنی دیکھ لو آخر وہ جلدی سے جب واپس ہوئے قریظہ اور نصیر پر اوسکی طرف سے کیا گذرا۔

قلعہ اہم گرد آن دو بقعہ شہد سلم و از غنائم نفع

اون دونوں زمینوں کے گرد قلعے بھی بنائے ہو گئے اور غنیمتوں سے بہت سے نفع مطلب یہ کہ حدیبیہ سے

لوٹنے کے بعد جو شیخ کا وہ وہ تھا وہ بھی قریظہ اور بنی نفیر کے فخر جو نے سے پر ایمان آگے وہ ان کے ہاں رہے ہیں
 ورنہ باشد آن تو بنگر کاین فسرین بر عشم ورنجند مفتون و عشیق
 یعنی اور اگر نہ ہو وہ (شیخ) تو دیکھو کہ طفرق ہے کہ غم اور رنج پر سر لفتہ اور عاشق ہیں۔

زہر خواری را چو شکو مخورند خار غبار اچو اختر میسرند
 یعنی ذات کے زہر کو شکم کی طرح کھاتے ہیں اور غم کے کانٹوں کو اونٹ کی طرح چرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ
 مولانا فرماتے ہیں کہ اگر دستہ و غیرہ نہ ہوتی تب بھی یہ حضرات خوش ہی تھے اسلئے کہ یہ ظاہری ذلت کو ذلت
 نہیں سمجھتے تھے اور غم کے گہرے نہیں تھے تو پھر بھی شکست میں خوش رہتے۔

بہر عین غم نہ از بہر نرسج این تسافل پیش ایشان چون صرغ
 یعنی خاص غم ہی کیو اسطے نہ خوشی کے واسطے یہ ہستی اونکے سامنے مثل مرتوں کے ہے مطلب یہ ہے کہ
 حضرات جو اس خواری اور نمونہ داشت کرتے تھے تو اس میں یہ نیت نہ ہوتی تھی کہ ان نمونہ کو اٹھاؤ گے
 تو خوشی حاصل ہوگی بلکہ وہ ان نمونہ کو نمونہ ہی کیلئے اٹھاتے تھے۔

آ پنجان شاد اندر قمر جاہ کہ ہمیں ترسند از تخت و کلاہ
 یعنی وہ کنوین کے گڑھے میں اس طرح خوش ہیں کہ تخت و تاج سے ڈرتے ہیں۔

در فقیری ہر یکے صد شہر یار در خزان فاقد صد ہجوں بہار
 یعنی فقیری میں ہر ایک سو بادشاہ ہے اور موقوف کے خزان میں مثل بہار کے ہے مطلب یہ کہ فقر و
 فاقد میں وہ اس قدر خوش ہیں جتنا کہ سو بادشاہ اپنی اپنی سلطنت پر خوش ہوتے ہیں اور یہ اسلئے ہے۔

ہر کجا دلبر بود خود ہم نشین فوق گرد و نست نے زیر زمین
 یعنی جس جگہ کہ دلبر اپنا ہم نشین ہو وہ آسمان کے اوپر ہے نہ کہ زمین کے نیچے مطلب یہ کہ اگر کسی کا محبوب
 و مطلوب کسی زمین کے گڑھے میں ہو سکے پاس بیٹھا ہو تو وہ جگہ اس کے لئے زیر زمین نہ ہوگی بلکہ وہ تو
 اس کو آسمان سے بھی بلند پایہ اور عالی مرتبہ سمجھے گا پس اسی طرح چونکہ ان حضرات کو اس ظاہری ذلت
 و خواری میں بھی محبت حق حاصل تھی لہذا وہ اس کو ذلت نہ سمجھتے تھے بلکہ ان کے نزدیک یہی سلطنت
 اور بادشاہی تھی آگے مولانا ایک حدیث کی تفسیر فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے
 یونس ابن ماریہ نے فلسط میں دو کیونکہ اگرچہ ان سے ایک خطا اجتہادی ہوئی لیکن چونکہ وہ ان بھی محبت
 حق حاصل تھی تو یہ خطا بھی ان کے لئے موجب نقص نہیں ہو سکتی۔ تو دیکھئے اس حدیث سے بھی معلوم ہو گیا
 کہ اگر قرب حق حاصل ہے تو ظاہری ذلت و خواری کا کچھ اعتبار نہیں۔

تفسیر حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ لا تفضلونی

علی یونس ابن مہتا

گفت پیغمبر کہ معراج مرا نیست بر معراج یونس اجتہا

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری معراج کو یونس علیہ السلام کی معراج پر کوئی بزرگی نہیں۔

آلین من بر چرخ و آئین او نشیب

یعنی میرا معاملہ آسان بہ تھا اور اون کا معاملہ نشیب بن اسلئے کہ قرب حق کا حساب باہر ہے۔

قرب نے بالادہ پستی رفتن است

قرب حق از حبس ہستی رستن است

قرب نہ تو ادھر جانا ہے نہ نیچے جانا ہے قرب حق کا ہستی کی قید سے چھوٹنا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کا قرب

یہی نہیں ہے کہ جو آسان بہڑے وہ زیادہ مقرب۔ بلکہ اصل قرب وہ جہنم کا حاصل ہونا ہے اس میں

جو زیادہ بہڑھا ہوا ہو گا وہی زیادہ مقرب ہو گا۔

نیست راجہ جائے بالا پست و زیر

یعنی نیست کیلئے کیا اور نیچے جگہ اور کیلئے جگہ اور نیست کیلئے نہ جلدی ہے نہ دوری ہے نہ در ہے۔

کار گاہ گنج حق در ہستی است

غزۃ ہستی چہ دانے نیست چیست

یعنی حق تعالیٰ کے کارخانہ کا خزانہ عدم میں ہے تو مغرور ہستی کا ہے تو کیا جانے کہ فنا کیلئے مطلب یہ ہے کہ

جب قرب کا مدار فنا ہے اور مرتبہ فنا میں نہ اونچائی ہے نہ نیچائی نہ دیر ہے نہ جلدی اسلئے کہ وہاں تمام

بائین فنا پر ہیں اس سے تو زیادہ قرب معلوم نہیں ہوتا کہ کوئی دیر اور اوپر چلا گیا ہاں اگر دوسرے دلائل سے

افضلیت معلوم ہو اس کو مابین گے یہاں کوئی پرشبہ نہ کرے کہ اس سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مفضل

ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضور کی افضلیت پر تو دلائل قطعیہ قائم ہیں بلکہ مقصود مقام کا یہ ہے کہ حضور کو دوسرے

انبیاء پر اس طرح افضلیت نہ دیا جائے کہ جس سے دوسرے انبیاء کا نقص معلوم ہو آگے چہرہ اچھین قیدیوں کا

مقولہ ہے۔

حاصل این اشکست ایشان ای کیا

می نمازند بیج با اشکست ما

یعنی حاصل یہ کہلے دانان لوگوں کی شکست ہماری شکست سے بالکل مشابہ نہیں (کیونکہ)

آنچنان شادانہ در زل و تلف

ہمچو مار در وقت اقبال و شرف

یعنی یہ لوگ ذلت اور تعلق ہونے میں ایسے خوش ہیں جیسے کہ ہم اقبال اور شرف کے وقت میں۔
 برگ بے برگ کی ہمراہی اقطاع اوست فقر و خواری افتخارست و علو است
 یعنی تمام بے سامانی کا سامان اونکی جاگیر میں اور فقر و خواری فر ہے اور بڑائی ہے۔
 آن کیے گفت ارچنان است آن فرید چون بخندید او چو مارا بستہ دید
 یعنی اوس ایک نے کہا کہ اگر وہ کیٹا ایسے ہیں تو کیوں نہیں جب اونھوں نے ہمیں بند ہوا دیکھا۔
 چونکہ او مبدل شد است و شادیش نیست زین زندان وزین آزادیش
 یعنی جبکہ وہ بدل چکے ہیں اور اونکی خوشی اس قید خانہ (دنیا) اور اوس کی آزادی سے نہیں ہے۔
 پس بقہر دشمنان چون شاد شد چون ازین فتح و ظفر پدید شد
 یعنی پھر دشمنوں کی مقہور ہونے سے کیوں خوش ہوئے اور اس فتح و ظفر سے کیوں بھول گئے (بلکہ بات یہ ہے)
 شاد شد جانش کہ ہر شیران نر یافت آسان نصرت و فتح و ظفر
 اونکی جان خوش ہوئی کہ شیران ہر پر آسانی سے نصرت اور فتح اور ظفر پائی۔
 پس بدانتیم کو آزاد نیست جز بدینا دل خوش و دل شاد نیست
 پس ہم نے جان لیا کہ وہ آزاد نہیں سوائے دنیا کے دل خوش اور دل شاد نہیں۔
 ورنہ چون خند کہ اہل آنجہان بر بدو نیک اند مشفق مہربان
 یعنی ورنہ کیوں ہنستے کہ اوس جہان والے تو بڑے اور اچھے سب پر مشفق اور مہربان ہیں مطلب یہ ہے کہ جب
 اون قیدیوں میں سے ایک نے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا کی ذلت و خواری راحت و آرام کی کچھ
 پرواہ نہیں ہے اور آخرت کے عیش و آرام کی بنا پر اس ذلت و خواری ہی میں خوش ہیں تو ادین میں سے
 ایک اور بولا کہ اگر یہ ایسے ہوتے تو ہم کو قید میں اور مصیبت میں دیکھ کر خوش نہ ہوتے کیونکہ اوس جہان والوں کو تو کسی
 کچھ غرض نہیں ہوتی تو اون کے خوش ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ دنیا دار ہیں اور دنیا کے حاصل ہو جانے پر کہ
 اون کو تانا مال و دولت مل گیا اور بڑے بڑے دیروں پر آسانی سے فسخ حاصل ہوئی خوش ہیں۔
 این بھی گفت در زیر زبان آن اسیران باہم اندر بحث آن
 یعنی وہ قیدی آپس میں اوس بحث میں یہ باتیں منہ ہی منہ میں (اسلئے) کہہ رہے تھے۔
 تمامو کل نشود برما جہد این سخن در گوش آن سلطان نہد
 تاکہ سہا ہی دشن لے اور ہم پر کوفے اور اس بات کو اوس سلطان کے کان میں رکھ دے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا طعن کرنے والو کی بات پر آگاہ ہو جانا

گرچہ شنید آن موکل امین سخن رفت در گوشے که بدان من لدن

یعنی اگرچہ اوس سپاہی نے اس بات کو نہ سنا (مگر) اوس کان میں جو (حق تعالیٰ) کے نزدیک تھا پہونچتی آگے مولانا اس معلوم ہو جانے کی چند نظیریں لاتے ہیں۔

ہوئے پیرا بان یوسف مانند آنکہ حافظ بود یعقوب بش شنید

یعنی یوسف علیہ السلام کے پیرا ہن کی خوشبو کو اوس شخص نے جو کہ حافظ تھا نہ دیکھا اور یعقوب علیہ السلام نے سوچا ایسا۔

آن شیاطین بر عنان آسمان نشوند آن ستر لوح غیب دان

یعنی وہ شیاطین آسمان کی بلندی پر غیب کے جاننے والے کی طرح کے جھوک نہیں سن سکتے۔

آن محمد خفته و تکیہ زوہ آمدہ سرگرداو گردان شدہ

یعنی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے اور تکیہ لگائے ہوئے اور اسراروں کے گرد و قربان ہوئے ہوئے۔

آن خور و حلا کہ روزیش است باز آن نہ کا نگشتان او با شدر دواز

یعنی حلوادہ کھاتا ہے کہ جس کی روزی کا شادہ ہوا اور وہ نہیں جس کی اونگھیں لمبی لمبی ہیں مطلب یہ کہ کسی بات کا معلوم کرنا اور حاصل کر لینا اس پر موقوف نہیں ہے کہ جو قریب ہو اوس کو ہی حاصل ہو جایا کرے بلکہ

اکثر اوقات قریب ملے کہ پتا بھی نہیں چلتا اور دوسرے کو دور ہی بیٹھے بیٹھے سب خبر ہو جاتی ہے۔

نجم شاقب گشتہ حارث دیوران کہ بہل دروی زا احمد سرستان

یعنی چکرار ستارہ گہبان اور شیاطین کا ہونگے والہ ہے کہ چوری کو پھوڑا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اسرار کوئے مطلب یہ کہ شیاطین باوجودیکہ آسمان تک پہونچ جاتے ہیں اون کو اسرار حق کی خبر نہیں ہوتی اور

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا ہی میں تمام اسرار کی اطلاع ہو جاتی ہے آگے مولانا فرماتے ہیں۔

اے دویدہ سوئے دکان از پگاہ ہیں بسجد رو بجو رزق آکر

اے دوڑے ہوئے دوکان کی طرف مجھ سے ہاں مسجد میں جا اور رزق خداوندی کو ڈھونڈو مطلب یہ کہ مولانا خطاب کرتے ہیں کہ اے لوگو یہ ضروری نہیں ہے کہ دوکان پر جا کر تم کو رزق مل ہی جاوے بلکہ رزق جن ملے

خداوندی سے ملتا ہے اور خود رضای اصل رزق ہے تو اوس کو تلاش کر۔



شرح سیبی

بس رسول آن گفت شان را فهم کرد
 مرده اندایشان و لوسیده دنا
 خود کیندایشان که مگر در شکاف
 انچه کا زاد بودید و مکین
 اے نیازیده بملک و فاندان
 نقش تن را تافتاد از بام طشت
 بنگرم در غوره می بینم عیان
 بنگرم سر عالمی بینم نهان
 من شمارا وقت ذرات است
 از حدوث آسمان بے عمد
 من شمارا سرنگون می دیده ام
 نوندیدم تا کنم شادی بدان
 بسته قبر خفی و انگه چه قبر
 این چنین قندے پیر از نهر از عدد
 بانشاط آن زهری گردید نوش
 من نمی کردم غذا از بهر آن
 کاین جهان جیفه ست مردار و خویص
 سگ نیم تا پیر جسم مرده کنم
 زان همی کردم صفوف جنگ چاک
 زان نمی بزم گلو بلای بشر
 زان همی بزم گلو بے چندتا
 گر شاپردانه و اساز جمل خویش
 من همی رانم شمارا همچو مست

گفت آن خنده نبودم از نبرد
 مرده کشتن نیست مروی پیش ما
 چونکه من با بگشتم اندر مصاف
 من شمارا بسته می دیدم چنین
 نبرد عاقل اشتی بر نروبان
 پیش چشم کل آت آت گشت
 بنگرم در نیست شے بینم عیان
 آدم و حوا نرسیده از جهان
 دیده ام پابسته و مگوس و پست
 آنچه دانسته بدم افزون نشد
 پیش ازان کز آب و گل پاکیده ام
 این همی دیدم دران اقبال تان
 قند می خوردید در وے و جوار
 خوش نبود شجیت حسد آید برو
 مرگ تان خفیه گرفته هر دو گوش
 تا نظریا بم فرو گیرم جهان
 بر چنین مردار چون باشم حریص
 عیسیم آیم که تا زنده اش کنم
 تا رها نم من شمارا از هلاک
 تا مرا باشد که در و نشد و حشر
 زان گلو با عالمی یاد روا
 پیش آتش می کیند این جمل کیش
 از درا قادن در آتش بادوست

آنکه خود را فتح پاینداشتید
یکدیگر با جسد جدی خواندید
قهری کردید اندر عین قهر
دزد و قهر خواج که دوزر کشید
گر ز خواج آن زمان بگریختی
قشهری دزد مقهوریش بود
عنا لبی بر خواج دام او شود
ایک تو بر خلق چیره گشته
آن بقاصد منزه کم درمیشان
بین عنان در کش پئے این منزه
چون کشانندت بدین شیوه بدام
عقل ازین غالب شدن که گشت شاد
تیز چشم آمد خرد بینا پش
گفت پیغمبر که مستند از منون
از کمال حرم و سوراقلن خویش
درفه دادن شنیده در کمون
دست کوتاهی ز کفار لعین
قصه عهد حدیبیه بخوان
نیز اندر عنا لبی هم خویش را
ماریت از رمیت آمد خطاب
زان نمی خندم من از زنجیر مان
زان همی خندم که بازنجیر و غل
اے عجب کز آتش بے زینهار
از سوسه دوزخ بنجیر گران
هر مقلد را درین ره نیک و بد

تخمس منحوسی خودی کاشتید
سوسه اثر در با فرسی را ندید
خود شما مقهور قهر شیر دهر
او دران مشغول خود دالی رسید
که بر دوالی حشر ایگخته
زانکه قهر او سر او را بود
تا رسد دالی و بستاند قود
در نبرد و عنا لبی آغشته
تا ترا در حلقه می آرد کشان
در مران تا تو نگر دی منحرم
حلقه بینی بعد از ان اندر زحام
چون درین غالب شدن دید او فساد
که خدایش سر مه کرد از کل خویش
اهل جنت در خصوصت باز بون
تے ز نقص و بدولی وضعف کیش
حکمت لولا رحال مؤمنون
فرض شد بهر خلاص مؤمنین
کف اید یکم تمامت زان بدان
دید او مغلوب دام کبریا
گم شد او و الله اعلم بالصواب
که بگردم ناگهان شبگیر تان
می کشم تان سوسه در دستان و گل
بسته می آریم تان تا سبزه زار
می کشم تان تا بهشت جاودان
هم چنان بسته بحضرت می کشد

جملہ در زنجیر و بیم و استلا
فی کشندہ این راہ را بیگار واد
چہ کہن تا نور تور خشان شود
کو دکانرا میبری بکتب بزور
چون شود واقف بکتب میود
میرود و کودک بکتب پیچ پیچ
چون کند و کیسہ دانست دست مزد
چہ کن تا مزد طاقت در رسد
انگیزا کہ با مقلد گشتہ را
این محب حق ز بہر علت
این محب را یہ لیک از بہر شیر
طفل را از حسن او آگاہ نے
وان دگر خود عاشق دایہ بود
پس محب حق با مید و ترس
وان محب حق ز بہر حق کماست
گر چنین دگر چنان چون طالب است
گر محب حق بود لغیرہ
یا محب حق بود لغیرہ
ہر دور این جستجو بازان سراست

میروند این رہہ بغیر اولیا
جز کسانے واقف از اسرار کار
تا سلوک و خدمت آسان شود
زانکہ ہستند از فوائد چشم کور
جانش از رفتن شگفتہ می شود
چون ندید از مزد کار خویش بیج
انگیزہ بیخواب گرد و شب چو زرد
بر مطیعان و نگہت آید حسد
انگیزا طوعا صفا بہر شتہ را
وان دگر را بے عرض خود خلعت
وان دگر دلدادہ بہر این ستیر
غیر شیر اورا از دل خواہ نے
بے عرض در عشق یک را یہ بود
دفتر تقلید میخواندند زس
کہ ز اغراض و ز علقتا جداست
جذب حق اورا سوئے حق جاذب است
کے مینال دائم اسن خیرہ
لا سواہ حنا نفاس مینہ
این گرفتاری دل زان دلہراست

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی ہاتھوں کو بند کر دیا کہ میرا حسن
جنگ کے سبب نہیں ہے کیونکہ کفار وہ ہیں اور فتنے روحانی نے انکو گلا دیا ہے اور میرے کو مارنا ہمارے
نزدیک کوئی بہادری نہیں ہے کہ ہم خوش ہوں یہ تو کیا بلا ہیں میری کو یہ حالت ہے کہ اگر میں جنگ میں
یا دل جانوں تو ہاتھ کا جگر شق ہو جائے نیز جس وقت تم آزاد تھے اور اپنے مقام میں تم کو پوری قوت
حاصل تھی میں اسی وقت سے تم کو یوں ہی مقید دیکھتا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ تم خدا کے مخالف ہو اور
اوس سے جنگ کرنا چاہتے ہو اور خدا کے مقابل میں کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا لہذا ایک دن مقید ہونا

یا ما امانا یا اطاعت کر لینا ضرور ہے غرض کہ تمہاری مغلوبیت لازم ہے کسی عنوان سے ہونے لگو جو کہ اس حکومت اور خاندان پر مغرور ہو جو کہ یون ہی زائل ہونے والا ہے جیسے اونٹ کو میڑھی پر قرار نہیں ہوتا خوب شن رکھو کہ جب سے کہ میرا نقش تن فنا ہوا ہے اوس وقت سے میرے نزدیک ہر وہ شخص جو جوئے والی ہے اور جو تن کیوجہ سے محبوب بھی موجود اور پیش نظر ہوگی (تنبیہ طشت ابرام افتادون کے معنی راظاہر ہونے اور مشہور ہونے کے لئے ہیں مگر یہ معنی بظاہر یہاں درست نہیں اسلئے ہم نے د معنی لئے ہیں جو اوپر لکھے گئے غرض ان معنی میں بھی یہ لفظ مستعمل ہوا یا نہ ہو عی از استلزام معنی منقول اس معنی کو مستلزم ہوں۔ واللہ اعلم) اب میرے علم کی وسعت کی یہ حالت ہے کہ غوشہ انگوٹھیں شراب کا مشاہدہ کرتا ہوں اور دم ٹکانہ دو کو دیکھتا ہوں یہ تو میرے علم متعلق بمتقلبات کی حالت ہے اب منو کہ جب میں عالم غیب پر نظر کرتا ہوں تو اوس میں ایک عالم کو محض پاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ ہنوز آدم و حوا کا بھی وجود نہیں ہوا یعنی اس حالت کا نظارہ بھی میری پیش نظر ہے غرض کہ ماضی و مستقبل ہر دو کے متعلق میرا علم بہت وسیع ہے گو محدود ہے یہ تو سری موجودہ حالت ہے اب میں اس سے بھی ترقی کر کے دیکھتا ہوں کہ جس وقت میثاق کے وقت انسان کو آدم علیہ السلام کی پشت سے جینو ٹیڈ بھی شکل میں نکالا گیا تھا میں نے اوسی وقت تم کو اجالا پالستہ اور اوندھے منہ اور بست رکھ لیا تھا اور آسمانوں کے وجود سے میرے اس علم میں کوئی ترقی نہیں ہوئی جو مجھے پہلے تھا۔ ہاں کجبال و تفصیل کا فرق ہو سکتا ہے مثلاً مجھے یہ معلوم تھا کہ جھکوبی بنایا گیا ہے اور جھکو دشمنوں پر غلبہ یا جاوگیا پس اس واقعہ سے اس علم کا مصداق متعین ہو گیا اور اجمال کی تفصیل ہو گئی مگر کوئی معتد بہ جدید علم زائد نہیں ہوا ہاں تو میں کہتا ہوں کہ میں قبل اس کے کہ اب و گل سے پرورش پاؤں اجمالاً تم کو مغلوب اور سرنگن دیکھ چکا تھا کوئی نئی بات نہیں دیکھی کہ خوش حوں میں تو تم کو پیشتر ہی دیکھ چکا تھا کہ تم قہر مخفی میں مقید ہو اور قہر بھی کیسا کچھ کہ تم قند کھاتے تھے اور اوس میں زہر ملا ہوا تھا کہ وہ یہ حالت زیادہ خطرناک ہے کہ اس میں تنبیہ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اگر کسی پر غوشے میں ملا ہو یا تنہا ہو تو اوس سے آدمی بچ سکتا ہے اور جو زہر مغرب شے میں ملا ہو اوس سے بچنا ہر اہایت دشوار ہے اب تم بھوکہ جب قناریسی ہو کہ اوس میں دشمن نے زہر ملا دیا ہو اور کوئی اوس کو مزہ لینے کہ کھا رہا ہو تو اوس پر تم کو حملہ ہو سکتا ہے ہرگز نہیں پس تم خوش خوش زہر کھا رہے تھے اور موت تمہارے کان پر کڑے ہوئے تھے اور میں دیکھ رہا تھا تو مجھے تمہاری حالت پر کیا رشک ہو سکتا تھا۔ میں نے اسلئے جہاں نہیں کیا ہے کہ میں فارغ ہو کر دنیا بھر پر قبضہ کر لوں کیونکہ یہ جہاں مردار اور بہت کم قیمت ہے ایسے مردار پر میں کیا حرص کرتا میں کتنا نہیں کہ مردہ پر تسلط حاصل

کروں بلکہ میں عیسیٰ ہوں اور میرا کام مردوں کو زندہ کرنا ہے لہذا میں صغیلے جنگ کو اس لئے چیرتا
 بھاڑتا تھا کہ تعین ہلاکت سے بچاؤں اور میں لوگوں کے گلے اسلئے نہیں کاٹتا کہ مجھ کوئی شان و شوکت
 حاصل ہو اور لاؤش کر میرے پاس ہو بلکہ میں اسلئے کاٹتا ہوں کہ میرے ایسا کرنے سے مخلوق کے
 گلے نچ جائیں اگر تم پر دانہ کی طرح اپنا نادانی سے آگ کے سامنے اپنے پر کرتے ہو تو میں تم کو نہایت
 جرات کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے بچاتا ہوں اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ہم کو
 بھی تعین حاصل ہوئی ہیں موصی کو تم اپنی فتح سمجھتے ہو یہ فی الحقیقت تعین نہیں ہیں بلکہ تم اپنی غوی
 کایاچا کہ ہے جو تم آپس میں ایک دوسرے کو پوری کوشش سے بلاتے ہو اور اڑدے کے منہ میں چاہیے
 ہو تم دوسروں کو مغلوب کرتے ہو مگر اس طلب میں خود تمہاری مغلوبی پہنان ہے اور شیر زمانہ تم کو مغلوب کر رہا
 ہے یہ امر بدین مثال کے آسانی سے سمجھ میں نہ آجیگا اسلئے ہم اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں فرم
 کر کہ ایک چوہے نے ایک امیر کو مغلوب کیا اور اشرافیان لے لیں وہ ایسا کر رہا تھا کہ اچانک سپرٹنڈنٹ
 پولیس آگیا اور گرفتار کر لیا اب تم بھوک اس کا اس امیر کو مغلوب کرنا خود اس کی مغلوبی تھی یا نہیں دیکھو
 اگر وہ پہلے ہی امیر سے بھاگتا اور اسے نہ چھیڑتا تو یہ سپرٹنڈنٹ پولیس اس پر دوش کیوں لاتا۔ پس
 معلوم ہوا کہ چور کا غلبہ فی الحقیقت اس کی مغلوبی تھا اس لئے کہ اس کی غلبہ ہی نے اس کی گردن
 ماری ہے جب تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ چور کا غلبہ خود اس کے لئے جال میں جانا ہے اور اس کا نتیجہ ہوتا
 ہے کہ سپرٹنڈنٹ پولیس پہونچکر اس سے قصاص لیتا ہے تو اب بھوک تم جو مخلوق پر لڑائی میں غلبہ
 ہوتے ہو اور تم کو غصے سے اتصال ہوتا ہے تو یہ فعل حق سبحانہ قصدا کرتے ہیں کہ ان کو تم سے شکست
 دلاتے ہیں تاکہ تم کو پابستہ زنجیر کر کے کھینچیں دیکھو اپنے گھوڑے کو روکنا اور ان بھاگنے والوں کا
 تعاقب نہ کرنا کہ تم بہت موت نہ مارے جاؤ کیونکہ اگر تم ایسا کر دے تو تم جال میں پھنس جاؤ گے اور جب
 اس تدبیر سے تم کو جال میں پھنسا لیا جاوے گا تو پھر تم پر جماعت کثیرہ کا دفعہ حملہ ہوگا اور تم مارے جاؤ گے
 اب تم سوچو کہ عقل ایسے غالب ہونے سے کہ جو خوش ہو سکتی ہے جبکہ وہ اس غلبہ میں اس قدر نقصان
 دیکھ رہی ہے عقل پیش میں نہایت تیز نظر ہے کہ وہ جس حق سبحانہ نے اس کی آنکھ میں اپنے نور کا
 سرمہ لگایا ہے اور اس سے وہ ابتدا کار میں نیچو کو دیکھ لیتی ہے۔ اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے المؤمن یہرب من الد الخصاص یعنی مومن جھگڑاؤ اور مجاہدوں کو گون سے
 بھاگتے ہیں کیونکہ یہ مغلوبی اور کمالات حزم اور سورۃ النظم نفس خود پر مبنی ہوتی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں
 نفس کی شرکت ہو جائے اور اپنی کمی اور کمزوری یا مذہب کی کمزوری کی بنا پر نہیں ہوتے خیر یہ گفتگو تو

استطاردی تھی اب سو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکست میں کیا راز تھا پس بعد از مغلوبیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ طور پر (بذر بیجہ وحی) غلبہ کفار کی حکمت یہ تھی لو (ارجال مومنون) جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے تم کو جنگ سے اس لئے روکا ہے کہ کفار مکہ میں کچھ لوگ خفیہ طور پر ایمان رکھتے تھے اور اونکا تم کو علم نہ تھا پس بہت قریب ہے کہ لڑائی کی صورت میں تم اون کو نقصان پہونچا بیٹھتے اور اس سے ضرر دینیو یا دینی لاقی ہوتا اس سے بچنے کیلئے ہم نے لڑائی نہ ہونے دی۔ خلاصہ یہ کہ مومنین کو بچانے کیلئے کفار پر دست درازی نہ کرنا فرض ہوا تھا اس کی تصدیق کے لئے قصہ حدید میرے قرآن میں پڑھ جس کا تتمہ کف ایدیکم الخ ہے پس اس مغلوبی میں بھی مسلمانوں ہی کی فتح تھی کیونکہ مسلمان ضرر سے بچنے کفار کا اس میں کوئی فائدہ نہ تھا کہ وہ تو بالآخر مغلوب ہوئے ہی زیادہ سے زیادہ یہ مغلوبی کچھ دنوں کے لئے ملتوی ہوئی جو ان کے لئے محض بے سود تھی سو اس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ مغلوب تھے نہ کہ مغلوب کفار۔ اور یہ بات اون کو غلبہ کی صورت میں بھی حاصل تھی چنانچہ فرمایا گیا ہے مَا سَمِیْتَ اِذْ سَمِیْتَ وَلَکِنَّ اللّٰهَ رَکَّبٰ حَسْبَ سَمَیَاتٍ ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض جاہر تھی سبحانہ تھے اور کرنے والا حق سبحانہ تھا پس ان کے لئے فتح و شکست دونوں برابر ہیں نہ فتح ان کی شجاعت سے ہوئی نہ شکست انکی بزدلی سے پھر ان کو نہ فتح کی خوشی ہو سکتی ہے نہ شکست کا رنج وہ ہر حال میں راضی برضائے حق ہیں جب حالت یہ تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں فتح پر خوش نہیں ہوتا اور اس لئے نہیں ہنستا کہ میں نے دفعۃً تم پر حملہ کر کے گرفتار کر لیا بلکہ اسلئے ہلستا ہوں کہ تم کو پابہ زنجیر باغ جنت کی طرف لیجا یا جا رہا ہے اور میرے ہنسنے کا باعث یہ تعجب ہے کہ زبردستی تم کو آتش دوزخ سے بچا کر ابدی بہشت میں لیجا رہا ہوں کہ تم مغلوب ہو کر ہی ایمان لے آؤ اور بہشت کے مستحق بن جاؤ اب مولانا فرماتے ہیں کہ راہ امید بہشت و خوف دوزخ میں ہر مقلد کی یہی حالت ہے کہ اس کو باندھ کر حق سبحانہ کی طرف لایا جاتا ہے یہ لوگ خوف و تکلیف دوزخ کی زنجیر دن میں بندھے ہوئے خدا کی طرف جاتے ہیں بجز اولیاء کے کہ وہ بخوشی جاتے ہیں مقلد میں اس راستہ کو نہایت ناگوار کی کے ساتھ طے کرتے ہیں اور اہل اللہ جو کہ واقف از بین خوش خوش جاتے ہیں جب یہ فرق معلوم ہو گیا تو اب تم کو چاہیئے کہ تم بھی مجاہدہ کر کے نواباطن حاصل کرو تاکہ یہ راہ روی اور اطاعت حق تم پر آسان ہو جائے اور ناگوار نہ ہے۔ دیکھو تم بچوں کو زبردستی مکتب میں لیجاتے ہو کیونکہ وہ اوس کے فائدہ سے ناواقف ہوتے ہیں لیکن جبکہ وہ واقف ہو جاتے ہیں تو خود دوش و دوش کر جاتے ہیں اور مکتب میں جانے سے اون کو نہایت خوشی ہوتی ہے نیز چونکہ بچہ اپنی محنت کا صلہ نہیں دیکھتا اسلئے نہایت چپ چاپ کے ساتھ مکتب میں جاتا ہے اور جبکہ وہ اپنی محنت کے صلہ میں پٹوں میں پیسے ڈالتا ہے تو

چورہ کی طرح رات بھر جاگتا ہے اور کہتے ہیں کہ کب صبح ہو کہ میں مکتب میں جاؤں اور پیسہ کماؤں پس تم بھی کوشش کرو تا کہ تم کو بھی تمہاری اطاعت کا صلہ ملے اور اس وقت تم کو اپنے سے زیادہ طاقت کرنے والوں پر رشک آئے یعنی کچائے کر ہمت کے نہایت رغبت پیدا ہو جاوے جب یہ معلوم ہو گیا کہ طاعتین دو قسم کے ہیں۔ کچہ قسراً طاعت کرتے ہیں۔ خواہ وہ قاسر معاضہ ہو یا کچہ اور اور کچہ طبع کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ ایسا طوعاً اور کرہاً۔ بین اتوفیخ و تقسیم کیلئے ہے نہ کہ شک و تشکیک کیلئے اور انیت اگر ہا مقلدین کو خطاب ہے۔ اور ایسا طوعاً صافی و درون اور پاک باطن لوگوں کو اہل اللہ خدا سے بدون غرض جبر مغفقت کے اور محض اسلئے کہ وہ اس کا مستحق ہے محبت کرتے ہیں اور مقلدین اس سے غرض سے محبت کرتے ہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ بچہ بھی دایہ سے محبت کرتا ہے اور اس کا عاشق بھی مگر بچہ دودھ کیلئے اس سے محبت کرتا ہے۔ مگر عاشق خود اس کے کمال پر مفتون ہے بچہ کو اس کے حق سے واقفیت بھی نہیں ہوتی اور اس سے اس کو بجز دودھ کے اور کچھ مطلوب نہیں ہوتا۔ اور دوسرا خود اسی پر عاشق ہوتا ہے اور اس کی اور کوئی غرض ہی نہیں ہوتے پس جو لوگ خدا سے بطبع انعام و یا خوف آلام محبت کرتے ہیں یہ کتاب تقلید کا سبق پڑھتے ہیں اور مقلدین ان کو اس سے کیا نسبت جو خدا سے خدا ہونے کے سبب محبت کرتے ہیں اور غرض سے بالکل کیسو ہیں یہ ان میں باہمی فرق ہے لیکن واقع میں ولادت حق خود ایک کمال ہے خواہ طبع ہو یا بلا طبع گوشتانی اول سے اعلیٰ ہے پس خواہ ایسا ہو یا دلیا جبکہ وہ طالب ہے تو وہ مطلوب حق ہے اور حق سبحانہ نے اس کو اپنی طرف کھینچا ہے اور اگر کوئی حق سبحانہ سے بغیرہ محبت کرے اور مقصد یہ ہو کہ اس کا نفع اس کو ہمیشہ کھینچے یا اس سے لذت لالغیرہ محبت کرے اور اس کی مفارقت سے ڈرنے کوئی صورت ہو دودھ کو طلب محمود ہے اور حق سبحانہ ہی کی طرف سے ہے اور اولہ کے دلوں کو اسی دلبر نے چھینا یا ہے لہذا دونوں کو اتنا اور سعید البخت ہیں (اللہم اجعلنا منہم)

شرح شبیری

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اون قیدیوں کے دل کی

بات کو معلوم کر لینا

پس رسول ان گفت شان را فہم کرد گفت آن خندہ بنودم از نبرد

یعنی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے اوس کہنے کو سمجھ لیا۔ اور فرمایا کہ میری وہ مہنتی لڑائی کے وجہ سے نہ تھی یعنی میں اس لئے نہیں ہنسنا تھا کہ مجھے اس لڑائی میں فتح ہو گئی اس لئے کہ یہ کچھ خوش ہو گئی بات ہی نہیں کہ شکر مردہ اندایشان و بوسیدہ فنا خردہ کشتن نیست مردی پیش ما یعنی وہ لوگ تو مردہ ہیں اور بوسیدہ اور فنا ہونے والے مردہ کو مار ڈالنا ہمارے نزدیک مردانگی نہیں ہے۔

خود کیندایشان کہ مسگرد و شگاف چونکہ من پافشرم اندر مصاف یعنی خود وہ تو کیا بین چاند پھٹ جائے جبکہ بین لڑائی کے اندر پاؤں جھاؤں مطلب یہ کہ بھلا میں تمہارے مغلوب ہونے سے تو کیا ہی خوش ہوتا کیونکہ میری تو وہ شان ہے کہ اگر میں لڑائی میں ایک قدم ہاروں تو چاند جیسا عظیم الجثہ ہاتھ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے۔

اٹھے کا زاد بودید و کمین من شمارا بستہ می دیدم چنین یعنی جس وقت کہ تم آزاد اور اپنے اپنے ٹھکانوں میں تھے میں تم کو اسی طرح بندھا ہوا دیکھ رہا تھا مطلب یہ کہ خوش اوس شے پر ہوتے ہیں کہ توقع کے خلاف خوشی کی بات ہو جاوے اور تمہارا قید ہونا اور یہ کہ تم میرے سامنے اس طرح بندھے ہوئے آؤ گے مجھے پہلے سے معلوم تھا تو پھر خوشی کی کیا بات تھی۔

اے ہمازیدہ ہلاک و خاندان نزد عاشق اشتہ برنردبان اے ملک اور خاندان ہراترائے ہوئے (یہ) عاقل کے نزدیک (مثل) ایک اونٹ کے ہے سیر می پر۔ مطلب یہ کہ دنیا کے ملک اور خاندان ہراترانا ایسا بے جوڑ ہے جیسے کہ اونٹ کا سیر می پر ہونا بے جوڑ ہے۔

نقش تن راتا فتاداز بام طشت پیش چشم کل آت آت کشت یعنی نقش تن کا طشت جب بام سے گرا تو میری آنکھ کے سامنے ہر آنے والی چیز آگئی تھی۔ مطلب یہ کہ جب اس تن کا ظہور ہوا ہے اور یہ تمام عالم پیدا ہوا ہے مجھ کو درجہ روحانیت میں تمام ضروری باتوں کا علم ہو گیا تھا۔

بنگرم درخوڑہ می بینم عیان بنگرم در نیست شے بینم عیان یعنی میں کچا انگور دیکھتا ہوں تو شراب کو ظاہر طور پر دیکھ لیتا ہوں اور نیست میں نظر کرتا ہوں تو شے دیکھ لیتا ہوں ظاہر طور پر مطلب یہ کہ جو چیز ہونے والی ہوتی ہے تو قبل از وجود وہ مجھے کشوف ہوجاتی ہے بنگرم سرعالمے بینم نہان آدم و حوا نرستہ از جہان یعنی میں بوسیدہ دیکھتا ہوں تو ایک مخفی عالم کو دیکھتا ہوں (اوس حال میں) کہ آدم و حوا علیہما السلام جہان سے پیدا نہ ہوئے تھے۔

من شمارا وقت ذرات الست دیدہ ام پابستہ و منکوس و پست

میں تم کو ذرات الست کے وقت سے پاؤں بندھے ہوئے اور اوندھے ذلیل دیکھ رہا تھا۔
از حدوث آسمان بے عمدہ انجہ دانستہ ہر دم افزون نشد
یعنی آسمان بے ستون کے پیدا ہونے سے پہلے میں جو کچھ جانچ چکا تھا وہ نیا وہ نہیں ہوا مطلب یہ کہ عالم
کی پیدائش سے پہلے ہی مجھے ضروری امور کا علم اجمالی ہو چکا تھا۔

من شمارا سرگون می دیدہ ام پیش از ان کتاب و گل پالیدہ ام
یعنی میں تم کو اس سے پہلے کہ میں آب و گل سے پرورش پاؤں اوندھا دیکھ رہا تھا۔
نوندیدم تا کنم شادی بدان این ہی دیدم در ان اقبال تان
یعنی میں نے کوئی نیا نہیں دیکھا ہے جو میں اس کی وجہ سے خوشی کروں اس کو میں بختارے نصیب میں دیکھ رہا تھا
بستہ قہر خفی وانگہ چہ قہر قندی خور دید در می درج زہر
یعنی اس حال میں کہ قہر خفی کے بستہ تھے اور کیسا کچھ قہر تم قند کھا رہے تھے اور اس میں زہر داخل تھا مطلب
یہ کہ تم قہر پوری تھے اور اس میں عیش و عشرت کر رہے تھے حالانکہ وہ عیش و عشرت ہی تمہارے لئے سم تان
تھا آگے ایک اس کی مثال دیتے ہیں۔

این چنین قندے پراز زہر از عدد خوش بنوشد چت حسد آید برو
یعنی اگر ایسے زہر کی بھری ہوئی قند دشمن کھائے تو تمہیں کیا اور اس پر حسد آئے مطلب یہ کہ حصہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا وہ عیش و آرام اصل میں زہر تھا اور تم اس میں مہلک تھے تو اس کی تو ایسی
مثال ہے کہ ہمارا دشمن زہر ملی ہوئی قند کھانے لگے تو کیا نہیں اور سپر حسد آدیا کہ یہ قند اس کو نہ ملے اور نہیں
مل جائے اور کیا اس قند کے مل جانے پر نہیں کوئی خوشی ہو سکتی ہے۔

بانشاط آن زہری کرو می بنوش مرگ تان خفیه گرفتہ ہر دو گوش
یعنی عیش کے ساتھ تم وہ زہر پی رہے تھے اور موت خفیہ طور پر تمہارے دونوں کان پکڑے ہوئی
تھی (اور نہ مانتے ہیں)۔

من نمی کردم غزا از بہر آن تا ظفر یا بم فرو گیرم جہان
یعنی میں لڑائی اس واسطے نہیں کرتا تھا کہ فتح پاؤں اور ملک لیٹوں (کیونکہ)
کاین جہان حیف است مردار حقیق بر چنین مردار چون ہاشم حریص
یعنی یہ جہان ہوا و رونا پاک اور بے قیمت ہے تو ایسے مردار پر میں کیونکر حریص ہوں (اسلئے کہ)
سگ نیم تا پر چسم مردہ کنم عسیم آیم کہ تازندہ اشش کنم

یعنی میں کہتا تو نہیں کہ مردہ کی کھال اوکھاڑ دن عیسیٰ ہوں میں آتا ہوں تاکہ زندہ اس کو کروں مطلب یہ کہ مجھے
اس مہوار دنیا کی کیا ضرورت تھی کہ جو میں اس کے لئے قتل و قتال کرتا بلکہ

زان بھی کروم صفوں جنگ چاک تار با تم مر شمارا از ہلاک
یعنی میں لڑائی کی صفوں کو اس لئے چاک کر رہا تھا تاکہ تم کو ہلاکت سے چھڑاؤں۔

زان بھی بزم گلو ہا کے بشر تار با بشد کرد فر حشر
یعنی میں لوگوں کے گلے اس لئے نہیں کاٹتا تھا کہ میرے لئے کرو فر اور انجام ہو جاوے (بلکہ)

زان بھی بزم گلوے چند تا زان گلو با عالمے یا بد رہا

یعنی میں چند گلے اس واسطے کاٹ رہا تھا تاکہ ان گلوں سے ایک عالم رہائی پاوے۔
گر شہا پروانہ وار از جہل خویش پیش آتش می کیند این جہل کیش
یعنی اگرچہ تم پروانہ کی طرح اپنے جہل کی وجہ سے آگ کے سامنے یہ تمام مذہب کر رہے تھے۔

سن بھی را تم شمارا با مچوست از در افتاد و در آتش با دو دست

یعنی میں تم کو آگ میں گرے سے دونوں ہاتھوں سے مست کی طرح ہٹا رہا ہوں مطلب یہ کہ جس طرح مست
کو بچایا کرتے ہیں کہ اسے غریب خبر نہیں ہوتی اسی طرح فرماتے ہیں کہ میں تم کو بچا رہا ہوں۔ امام بخاری نے

ایک روایت نقل کی ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مشی کثل رجل استوفد ناراً فلما اضاءت ما حولہ اجل الفرائش وھذا

الدواب التي تقع فی النار یقعن فیہا وجعلہا لمحجزھن ویغلبنہ فیتھمن

فیہا فانما آخذتہ لمحجزکم عن النار وانتم تفتقھون۔ اسی روایت کے معنیوں کو مولانا

اس جگہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جو تم سے لڑتا تھا وہ ملک گیری کے لئے نہیں بلکہ

تم اپنے مذہب کی باتیں کرتے آگ میں گھسے جاتے ہو اور میں تم کو اس سے ہٹانا چاہتا ہوں۔

آنکہ خود را فتح پاینداشتید خشم منوے خود می کاشتید
یعنی جس کو تم اپنے لئے فتح سمجھتے تھے وہ تم اپنی مٹوسی کا بیج لورہے تھے۔

یک دیگر را جد و جد می خواندید سوئے اثر در ہا فرس می راندید
یعنی ایک دوسرے کو کوشش اور کوشش سے ہلا رہے تھے اور اثر دہا کی طرف گھوڑا چلا رہے تھے۔

قہر می کروید اندر عین قہر خود شما مقہور قہر شیر دہر

یعنی تم عین قہر میں غلام کر رہے تھے خود تم شیر زاد کے قہر کے مقہور تھے مطلب یہ کہ تم خود قہر حق میں مبتلا تھے

اور اوپر ظلم کر رہے تھے آگے اس مضمون کو ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں۔

بیان اُس کا کہ ظالم عین ظلم کرنے کے وقت مقہور ہے

دُزد قہر خواجہ کر دوز کشید اور دُزدان مشغول خود والی رسید
یعنی چور نے خواجہ پر ظلم کیا اور دُزد پہلے لے لیا وہ اسی میں مشغول تھا کہ حاکم خود پہنچ گیا۔

گزر خواجہ آں زمان بگر کینچی کے برد دالی حشر ایچھی
یعنی اگر خواجہ سے اس وقت بھاگ جاتا تو اوپر حاکم بگم جمع کو ڈالتا۔

تباہری دُزد مسخو ریش بود زانکہ قہر او سرا اور اربود
چور کا ظلم اسی کی مغلوبیت ہوئی اسلئے کہ اسی کا قہر اوسکے سر کرے گیا۔

غالی بر خواجہ نہ دام ادشود تار سد والے دبستاند خود
خواجہ پر غالب ہو جانا اسی چور کے لئے جالی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ حاکم پہنچتا ہے اور جلا لیتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

ایک تو بر حسیل چیرہ گشتہ در نہر در عنالی آغشتہ

یعنی کہ شخص جو ایک مخلوق پر غالب ہو رہا ہے اور مقابلہ اور غالب ہونے میں ملایا ہو ہے تو
آن بقاصد منہزم کروست شان تا ترا در حلقہ می آرد و کشان

یعنی ادس (حق تعالیٰ) نے قصہ آلودن (لوگون) کو بہت کر دیا تاکہ جنگجو حلقہ میں کھینچا ہوا لادے مطلب
یہ کہ حق تعالیٰ نے جو تجھے غالب اور او کو مغلوب بنایا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ تو خوب ظلم کرے تاکہ
پھر تجھے ایک دم سے گرفتار کر لیں لہذا تجھے چاہیے۔

مین عنان در کش ہے این منہزم در مران تا تو نگر دی منہزم
یعنی ہاں اس بہت ہونے والے کے پیچھے سے باگ کھینچ لے (سواری کو) چلاست تاکہ تو مقطوع نہ ہو جاوے

مطلب یہ کہ ان مغلوبوں پر ظلم کرنا چھوڑ دے اسلئے کہ کہیں ان پر ظلم کرنے سے تجھ پر وبال نہ آجائے۔
چون کشان مدت بدین شیوہ مدام حل بیی بعد از ان اندر زحام

یعنی جب جبکہ تو تعداد و قدر اس طریقہ سے جال میں کھینچ لیں گے تو اس کے بعد تو اندر زحام کے اندر حل دیکھے گا۔
عقل ازین غالب شدن کے گشت شاو چون درین غالب شدن دیدار فساد

یعنی عقل اس غالب ہونے سے کب خوش ہوتی جبکہ اس غالب ہونے میں اس نے فساد دیکھا۔

تیز چشم آمد خرد بینائی پیش کہ خدایش سرمرہ گرد از کحل خویش
یعنی عقل انجام میں تیز چشم ہوتی ہے جبکہ خدا نے اسکا سرمرہ اپنے سرمرہ سے کیا۔ مطلب یہ کہ عقل
انجام میں ہے اور حق تعالیٰ نے اسے بصیرت عطا فرمائی ہے وہ پہلے ہی دیکھ لیتی ہے کہ اس غالب ہونے میں
بجز فساد کے کچھ نفع نہیں لہذا اس سے وہ کبھی خوش نہیں ہوتی۔

گفت پیغمبر کہ مستند از فنون اہل جنت در خصوص تہ ساز بون
یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نون کی وجہ سے اہل جنت جھگڑوں میں عاجز ہوتے ہیں
از کمال حزم و سوراظن خویش نے نقص و بددلی وضعف کیش
اپنے کمال احتیاط اور برائی کے اندیشہ کو جو ہے نہ کہ کسی اور بددلی اور مذہب کے ضعیف ہو نیکی وجہ سے مطلب
یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو نیک لوگ ہیں وہ جھگڑوں میں ہمیشہ خود ہی مغلوب ہو جاتے
ہیں اور یہ مغلوب ہونا کسی نقصان اور بددلی کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

دشمنہ وادان شنیدہ در کون حکمت لولا رجال مومنون
یعنی غلبہ دینے میں وہ پروردگار ہی لولا رجال مومنون کی حکمت کو ٹھنڈے ہو گئے تھے۔

دست کوتاہی ز کفار لعین فرض شد بہر خلاص مومنین
کفار لعین سے ہاتھ روکنا مومنین کے چھکارہ کے واسطے فرض ہوا۔

قصہ حدیبیہ بخوان کہ ایام یکم پورے کو اسی وجہ سے جان۔ مطلب یہ کہ اوپر کہا ہے کہ
نیک لوگ جھگڑوں میں ہمیشہ خود ہی مغلوب ہو جاتے ہیں۔ اور یہ مغلوب ہونا کسی احتیاط کی وجہ سے ہوتا ہے
اب یہاں اس کی ایک نظر بیان کرتے ہیں کہ دیکھو حدیبیہ میں جو بظاہر مسلمان مغلوب ہو گئے اس کی حکمت
وہ تھی جو کہ آیت لولا رجال مومنون الا یہ میں بیان کی گئی ہے کہ اگر مومنین مغلوب نہ ہوتے تو مکہ میں
جو پوشیدہ ایمان والے مسلمان موجود تھے وہ بھی اس لڑائی میں مارے جاتے اور پھر مسلمانوں پر اسکا وبال
پڑتا۔ لہذا حق تعالیٰ نے دونوں طرف سے ہاتھ روک لئے اور قتال نہ ہونے دیا تو دیکھئے کہ انکی مغلوبیت
میں کس قدر عظیم الشان مصلحت تھی آگے فرماتے ہیں۔

نیز اندر غالبی ہسم خویش را دید او مغلوب دام کبیریا
یعنی غلبہ کی حالت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو حق تعالیٰ کے جال کا مغلوب دیکھا (اسلئے کہ)
مارمیت از رمیت آمد خطاب گم شدہ او اللہ اعلم بالصواب

یعنی ماریت از صیت کا خطاب آیا تو آپ فنا ہو گئے واللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ جھگڑوں میں تو اپنے
کو مصلحت کی وجہ سے مغلوب کر ہی لیتے تھے مگر غلبہ کی حالت میں بھی وہ اپنے کو مغلوب ہی سمجھتے تھے جیسا کہ درجہ
از صیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی رمی کو حق تعالیٰ نے اپنی ہی رمی فرمایا جس سے کہ درجہ کمال خدا
اور اتحاد اصطلاحی معلوم ہوتا ہے تو یہاں بھی باوجودیکہ غلبہ تھا لیکن دست قدرت حق سے مغلوب ہی ہے
آگے پھر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدیوں سے ارشاد ہے۔

زان نمی خندم من از زنجیر تان کے مجرم ناگہان شہگیر تان
یعنی میں بخدا کی زنجیر سے اس وجہ سے نہیں ہنستا کہ میں تمہارا ناگہان رات کا پکڑنے والا ہو گیا (بلکہ)
زان بھی خندم کہ باز زنجیر و گل میں اس لئے ہنستا ہوں کہ قید و زنجیر کے ساتھ تم کو بارخ اور پھول کی طرف کھینچ رہا ہوں
اے عجب کر آتش بے زنجیر بستی می آردیم تان تا سبزہ زار
تعجب ہے کہ بے پناہ آگ سے میں تم کو سبزہ زار کی طرف کھینچتا ہوں لا رہا ہوں۔

از سوئے دوزخ بزنجیر گران می کشم تان تا بہشت جاودان
یعنی دوزخ کی طرف سے بھاری زنجیر کے ساتھ میں تم کو بہشت جاودانی کی طرف لا رہا ہوں آگے مولانا
فرماتے ہیں۔

ہر مقلد را درین رہ نیک بد ہم چنان بستہ بچفرت می کشد
یعنی ہر مقلد کو اس نیک (بہشت) اور بد (دوزخ) راستہ میں اسی طرح باندھے دھکے باز گاہ باری تک
کھینچ رہے ہیں (مقلد سے مراد عوام ہیں)۔

جملہ در زنجیر میس و استلا می روند این رہ بغیر اولیاء
یعنی سب خوف اور استحسان کی زنجیر میں یہ راہ چل رہے ہیں سوائے اولیاء اللہ کے (کہ وہ اپنی رضا سے
چل رہے ہیں)۔

می کشند این راہ را بیگار وار جز کسانے واقف از اسرار کار
یعنی اس راستے کو (عوام) بیگار کی طرح کھینچ رہے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو کام کے اسرار سے واقف ہیں
جہ کہن تا نور تو رخشان شود تا سلوک و خدمت آسان شود
یعنی کوشش کرتا کرتا نور روشن ہو جائے اور ناکہ تھکے سلوک اور خدمت آسان ہو جائے آگے اس کی
ایک مثال دیتے ہیں۔

کو دکان را میبری کتب بندور زانکہ مستند از فوائد چشم کو

یعنی چون کو زبردستی کتب لیجائے ہو اسلئے کہ وہ فوائد (کتب) سے اندھے ہیں۔

چون شود واقف بکتب می رود جاننش از رفیق شگفتہ می شود

یعنی جب (فوائد کتب) سے واقف ہو جاتا ہے تو کتب کی طرف دوڑتا ہے جان اس کے (کتب) جانے سے شگفتہ ہوتی ہے۔

میرود کو دک بہ کتب پیچ پیچ چون ندید از مزد کار خوشیج

یعنی کتب میں گھبراتا ہوا جاتا ہے جبکہ وہ اپنے کام کی مزدوری ہی نہ دیکھے۔

چون کتب در کیسہ دانگے دست زد انگھے بے خواب گردد ہموچو دزد

یعنی جب بٹوہ میں ایک پیسہ مزدوری کار کو لیتا ہے تو اس وقت چور کی طرح رات کو بے خواب ہو جاتا ہے یعنی پھر تو شوق کتب میں رات کو نیند بھی نہیں آتی آگے مولانا فرماتے ہیں۔

چہ کن تا مژد طاعت در رسد بر مطیعان انگہان آید حسد

یعنی کوشش کرتا کہ طاعت کی مزدوری پہنچے اس وقت جبکہ طاعت کرنے والوں پر غلبہ ہو یعنی کوشش کر کے کچھ حاصل کر اس وقت تجھے اپنے سے زیادہ لوگوں پر غلبہ ہوگا اور چاہے گا کہ میں بھی ایسا ہی ہوں

ایتنا کر ہا مفت گذشتہ را ایتنا طوعا صفا بسرشتہ را

یعنی مقلد کیلئے تو ایتنا کرھٹا ہے اور صفا سے ملے ہوئے کے لئے ایتنا طوعا ہے۔

این محب حق زہر عسلے وان دگر را بے غرض خود خلتے

یہ (عوام) احق تعالیٰ کے محب کسی علت کی وجہ سے ہیں اور اس دوسرے (یعنی اولیاء) کو خود ایک دوستی ہے آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔

این محب را یہ لیک از بہر شیر وان دگر دلدادہ بہر این شیر

یعنی یہ (بچہ) دایہ کا عاشق ہے لیکن دودھ کے واسطے اور وہ (زوج دایہ) اس عورت کا دلدادہ ہے لیکن

طفل را از حسن او آگاہ تے غیر شیر اور از دو خواہ تے

یعنی بچہ کو اس کے حسن کی خبر نہیں ہے اور بولے دودھ کے اس کو اس سے کچھ مطلب نہیں ہے۔

وان دگر خود عاشق دایہ بود بے غرض در عشق یک را یہ بود

اور وہ دوسرا (زوج دایہ) خود دایہ کا عاشق ہوتا ہے بغیر کسی غرض کے عشق میں ایک رائے والا ہوتا ہے آگے بہر تفریع منہ لگاتے ہیں۔

پس محب حق بامید و بترس دفتر تقلید نہ خواند بدرکس
پس جو خدا محب امید اور خوف کی وجہ سے ہے وہ سبق میں دفتر تقلید کو پڑھ رہا ہے۔

وان محب حق زیر حق کجاست کہ ز اعراض وز علتہا جداست
یعنی وہ محب حق جو حق ہی کے واسطے ہو کہاں ہے جو کفر ضلوع اور علو سے جدا ہے۔

گر چنین و گر چنان چون طالب است جذب حق اور اسوے حق جاذب است
اگر اس طرح خواہ اوس طرح جب طالب ہے جذب حق اوسکے لئے حق کی طرف جاذب ہے۔ مطلب یہ کہ اوپر
عوام کی محب حق کو باغرض تملایا تھا اور لطا ہر اوس کی کچھ مذمت کی تھی لہذا عوام کو اوس سے کچھ پاس ہوئے
اوسکو دفع فرماتے ہیں کہ غرض کے ساتھ بے غرضی کے ساتھ جس طرح بھی ہو جب طلب ہوگی تو اوس طرف
سے کشش بھی ہوگی اور وہ کشش ایک دن مقصود تک پہونچا بھی دیگی لہذا اصل چیز طلب ہے۔ اوس کو
پیدا کرنا چاہئے۔

گر محب حق بود لغیرہ کے یں ال دامن خیرہ
یعنی اگر محب حق خیر حق کی وجہ سے ہوگا تو اوس کی خیر سے ہمیشہ کب ہو پختا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی
بہشت وغیرہ کی وجہ سے محب حق ہے تو اوس کو اس وقت تو بہشت مل ہی نہیں رہی ہے اور محب اس وقت
ہے تو یہ محب لغیرہ کی ایک درجہ میں محب لغیرہ ہوا۔

یا محب حق بود لغیرہ لا سواہ خائف من مبین
یا محب حق خاص حق کے واسطے ہو اور حق کے سوائے کسی سے ڈرنے والا نہ ہو۔

ہر دورا این جستجو بازان سرست این گرفتاری دل زان دلبرست
دونوں کی جستجو میں اسی طرف سے ہیں اور یہ دلی گرفتاری اوس دلبر ہی کی وجہ سے ہے۔

شرح حبیبی

آمدیم اینجا کہ در صدر جهان گم بودے جذب آن عاشق نہان
ناشکلیبا کے بُدے ادا و فراق کے دوان باز آمدی سوئے وثاق
میل معشوقان نہا نست دستیر میل عاشق باد و صد طبل و نفیر
یک حکایت ہست اینجا ز اعتبار لیک عاجز شد بخاری ز انتظار
ترک آن کردیم کہ در جستجو ست تاکہ پیش از مرگ بیندوئے دوست

تار ہداز مرگ یا بد او نجات
ہر کہ دمدا و نباشد دفع مرگ
کار آن کارست ای مشائست
صد نشان صدق ایمان لے جوان
گر نشد ایمان تولے جان چنین
ہر کہ اندر کار تو شد مرگ دوست
چون گراہت رفت آن خود مرگ نیست
چون گراہت رفت مردن نفع شد
دوست حق مست او کسے کش گفت او
گوش دار اکنون کہ عاشق نی رسد
بستہ عشق اور انجمل من مسد
زانکہ دید دوست مست آب حیات
دوست نبود کہ نہ میوہ آتش نہ برگ
کاندراں کارار رسد مرگت خوشست
آئید آید خوش ترا مرگ اندران
نیست کامل رو بجو اکمال دین
بر دل توبے گراہت دوست دوست
صورت مرگ مست و نقلان کرد نیست
پس در مست آمد کہ مردن دفع شد
کہ توئی آہن من و من آہن تو
بستہ عشق اور انجمل من مسد

جب سلسلہ گفتگو جذب محبوب تک پہنچا تو پھر ہم کو عاشق صدر جہان کا قصد یاد آگیا اور ہم اس گفتگو سے اس
مضمون تک پہنچ گئے کہ اگر صدر جہان میں اس عاشق کا جذبہ مخفی نہ ہوتا تو وہ فراق سے بے صبر نہ ہوتا اور
دوڑا ہوا گھر واپس نہ آتا مثنویوں میں بھی محبت ہوتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں مگر وہ مخفی ہوتے
ہے اور عاشقوں کی محبت بہ ہزار شور و شبنون اور ڈنگے کی چوٹ ہوتی ہے اس مقام پر قیاس کے لئے
ایک حکایت یاد آگئی لیکن ہم اس کو اسلئے بیان نہیں کرتے کہ بخاری انتظار کرتے کرتے مجبور ہو گیا ہے اور
اہم نے اسلئے چھوڑ دیا کہ وہ صدر جہان سے ملنا چاہتا ہے اچھا ہے کہ رہنے سے پہلے وہ اپنے دوست
سے ملے اور اس طریقہ سے موت سے بچ جائے کیونکہ دیدار یار میں آب حیات کی طرح خاصیت احیا ہے اب
مولانا یہاں سے دو سکے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر دیدار یار میں موت کو دفع کرنیکی
قدر نہ ہو تو وہ دوست ہی نہیں کیونکہ وہ ان آثار دوستی مفقود ہیں اور یہ بات صرف حق سبحانہ ہی میں
ہے کسی فانی میں نہیں لہذا محبوب وہی ہے اور کوئی نہیں دوست اور محبوب کے تو یہ شان ہے اور کہنے کے
قابل وہ کام ہے کہ اگر اس حالت میں موت بھی آجائے تو وہ بھی اچھی ہو اور یہ کام طلب حق سبحانہ ہے
اسی لئے حق سبحانہ نے صدق ایمان کی علامت یہ قرار دی ہے کہ تم کو موت محبوب ہو کیونکہ اگر ایمان ایسا
نہیں تو ہمزناقص اور محتاج اکمال ہے اس کو کامل کرنے کی ضرورت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ
محب صادق وہی سمجھا جاتا ہے جو دوست کیلئے جان سے بھی درمخیز کرے۔ چنانچہ جو لوگ تمہارے کام
میں مرنا پسند کرتے ہیں تمہارے نزدیک سچے دوست وہی ہیں اور انھیں سے تم کو خالص محبت ہے

اب یہ سمجھو کہ جب موت سے نفرت نہ رہی تو وہ موت ہی نہیں بلکہ صورت موت ہے اور واقع میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ اور جبکہ نفرت نہ رہی تو موت سراسر نفع ہو جاتی ہے لہذا یہ کہنا صحیح ہے کہ موت دفع ہو گئی۔ پس دوست دوہین اولاً اور حقیقتہً تو حق سبحانہ اور دنیا میں وہ شخص جو یوں کہے کہ تو میرا اور میں تیرا اچھا اب سنو کہ عاشق عشق کے سبب مرنے کی رتی میں سدا ہوا آتا ہے۔

شرح شبیری

معشوق کا عاشق کو اس طرح جذب کرنا کہ نہ عاشق کو اس کا علم ہے اور نہ امید و وہم اور اس جذبے کے سوائے خوف کے جو کہ نا اُمیدی کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے مع ہمیشہ رہتے طلب کے

کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا

آمدیم اینجا کہ در صدر جهان گر نبودے جذب آن عاشق نہان
یعنی اس جگہ آگئے ہم کہ اگر صدر جهان میں اس عاشق کا جذب پوشیدہ نہ ہوتا۔
ناشکیبا کے بڑے اداانہ فراق کے دوان باز آمدے سوی وفاق
یعنی وہ فراق کی وجہ سے بے صبر کب ہوتا اور گھر کی طرف دوڑتا ہوا واپس کیوں آتا مطلب یہ کہ صدر جهان ہی کا جذب تھا کہ اس کا عاشق دوڑتا ہوا اس کے پاس چلا آیا ہاں فرق اتنا تھا۔
میل معشوقان نہانست و سیر فیل عاشق باد و صمد طبل و نفیر
یعنی معشوقوں کا میلان تو پوشیدہ اور مستور ہے اور عاشقوں کا عشق سیکڑوں طبل اور زل و شور کے ساتھ ہے۔

ایک حکایت ہست اینجا را اعتبار لیک عاجز شد بخاری ز انتظار
یعنی ایک حکایت اس جگہ عبرت کے واسطے ہے لیکن بخاری انتظار کی وجہ سے عاجز ہو رہا ہے۔
مطلب یہ کہ ہم اس حکایت کو بیان کرنے میں جو کچھ اس کو اپنے محبوب تک پہنچنے کا سخت انتظار ہے

اس لئے اوسى کے قصہ کو بیان کرتے ہیں۔
 ترک آن کر دیکم کو درستی دوست
 یعنی اوس حکایت کو ہم نے ترک کر دیا کیونکہ وہ (عاشق) جستجوئے (محبوب) میں ہے تاکہ مرنے
 سے پہلے وہ دوست کے چہرہ کو دیکھ لے۔

تار ہزار مرگ ویا بداد نجات
 زانکہ دید دوست است آب حیات
 یعنی تاکہ وہ مرنے سے چھوٹ جاوے اور نجات پالے کیونکہ دیدار دوست آب حیات ہے۔
 ہر کہ دید او تنہا شد دفع مرگ
 دوست بنو کہ نہ میوہ است و نہ برگ
 یعنی جو شخص کہ اوس کا دیدار موت کا دفعیہ نہ ہو وہ دوست نہیں ہے کہ اوس کے اندر نہ میوہ ہے نہ
 پتہ ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص کہ ایسا ہو کہ اوس کے دیدار سے موت نہ جائے تو وہ اصل میں دوست
 ہی نہیں کیونکہ حقیقت میں دوست حق تعالیٰ ہیں اور ظاہر ہے کہ جب اوس کا دیدار ہو گیا تو فنا
 کا کہیں نام نہیں رہ سکتا پھر تو بقاء ہی بقاء ہے۔

کار آن کارست ای مشاق مست
 کاندر ان کار ار رسد مرگت خوش است
 یعنی اے مشاق مست کام تو وہ کام ہے کہ اوس کام میں تم کو موت آجاوے تو اچھا ہے یعنی اصلی کام
 تو وہ ہے کہ اگر اوس کو کرتے وقت انسان مر جاوے تو کوئی خوف اور ہراس نہ ہو۔
 شد نشان صدق ایمان ای جوان
 آنکہ آید خوش تر مرگ اندران
 یعنی اے جوان صدق ایمان کی نشانی وہ ہے کہ تجھے اوس کے اندر موت بھلی معلوم ہے
 گر شد ایمان تو اے جان چنین
 نیست کامل رو بجو اکمال دین
 یعنی اور اگر نہیں ہے اے جان ایمان تیرا ایسا تو کامل نہیں ہے جا ایمان کا کامل ہونا تو ہونڈہ آگے
 اس کی ایک مثال ہے۔

ہر کہ اندر کار تو شد مرگ دوست
 بر دل تو بے کراہت دوست است
 یعنی جو شخص کہ تیرے کام میں موت کا دوست رکھنے والا ہو جائے تو تمھارے دل پر بے کراہت کے
 دوست در ہی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی تمھارے کام میں مرتے تک کی پرواہ نہ کرے تو دیکھو تمھارا اصلی
 دوست وہی ہو گا تو اسی طرح اگر کوئی شخص راہ حق میں مرتے سے نہ گھبراوے تو وہ بھی یقیناً حق تعالیٰ کا
 دوست اور محبوب ہو جاوے گا۔

چون کراہت رفت آن خود مرگ نیست
 صورت مرگ است تھلا اگر دل نیست

یعنی جب کراہت جاتی رہی وہ خود موت ہی نہ رہی صورت موت کی ہے اور ایک منتقل ہونا ہے۔
چون کراہت رفت مردن نفع شد پس درست آمد کہ مردن دفع شد
یعنی جب کراہت جاتی رہی تو مردن نفع ہو گیا پس درست آیا کہ مردن دفع ہو گیا یعنی جب مرنے سے کراہت
ہی نہ رہی بلکہ مرنے پر رہنا ہو گئی تو وہ مردن نہ رہا۔

دوست حق است آن کسے کش گفت کہ تو ی آں من و من آں تو
یعنی دوست حق کا ہے وہی کہ ادسکو حق نے کہہ دیا کہ تو میرا اور میں تیرا اس سے مراد اتحاد اصطلاحی ہے
گوش دارا کنون کہ عاشق میرسد بستم عشق اور انجیل من مسد
یعنی سنو کہ اب عاشق پہنچتا ہے عشق نے اس کو کھجور کی رکھا مینا باندھ رکھا ہے مطلب یہ کہ عشق ادسکو
کشان کشان محبوب تک لے جا رہا ہے۔

شرح حبیبی

جون بدیدا و چہرہ صبر نہان
بچو چوب خشک او فکاد آن تنش
ہر چہ کردند از بخور و از گلاب
کار ناید در بخار اہر بخور
شاہ چون دید آن زعفر روی او
گفت عاشق دوست چوید تیز تفت
عاشق حقی و حقی آنست کہ
صد چہ تو فانی ست پیش آن نظر
سایہ و عاشقی بر آفتاب
چونکہ سر برزد مشرق قرص خور
از در دل چونکہ عشق آید درون
بچو شیر خور و با آہو دو چار
بچو زور پیش تند باؤ
جب اس نے صدر جہان کا چہرہ دیکھا تو ایسی حالت ہو گئی جیسا کہ اوس کی مدح پر واز کر گئی ہو اور

گو یا پریدش از تن مرغ جان
سر و شد از فرق تا سرنا خنش
نے بجنبد و نیامد در خطاب
جنز کہ بوئے آن شد با فرد نور
پس فرد آمد ز مرکب سوئے او
چونکہ معشوق آمد آن عاشق برفت
چون بیا بد از تو نبود تار مو
عاشقی بر نفی خود خواہ گمر
شمس آید سایہ لا گرد شتاب
نر ستارہ ماند و نر شب اثر
عقل رخت خویش اندازد برون
گشت آہو بے خبر افت از دار
فہم کن و اشرا علم بالاد

خشک لکڑی کی طرح اوس کا جسم بے حس و حرکت ہو کر گر پڑا سر سے لیکر تاخن پائیک سرد ہو گیا بہت کچھ دھڑیل دی گئیں بہت گلاب چھڑکا گیا لیکن نہ اوس نے حرکت کی اور نہ بولایا بات یہ ہے کہ بخارا میں اوس کے لئے کوئی کچھ کار آمد نہیں بحمد صدر جہان کی بوسے ہوئی ہے جو اوس کو ہوش میں لاسکتی ہے جب بادشاہ نے اوس کا زرد چہرہ دیکھا تو سواری سے اتر کر اوس کے پاس آیا اور نہایت افسوس سے کہا کہ عجیب حالت ہے عاشق اپنے محبوب کو بہت جاسکا ہی کے ساتھ ڈھونڈ رہتا ہے مگر جب وہ ملتا ہے تو یہ چل دیتا ہے اب تم کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے دیکھو تم عاشق ہو لہذا بھاری شان یہ ہونی چاہئے کہ اوس کے سامنے تمہاری ہستی بال برابر بھی نہ باقی رہتی چاہئے تو جو اوس محبوب حقیقی کا عاشق ہوتا ہے اس سے معلوم ہونا چاہئے کہ تو اپنی فنا پر عاشق ہے اور تو اپنے کو مٹانا چاہتا ہے کیونکہ جب وہ جلوہ نما ہوگا تو بال برابر بھی تیرا وجود باقی نہ رہیگا اسلئے کہ اوس نظر کے سامنے تیری کوئی حقیقت نہیں تم سے سیکڑ دن مٹ چکے ہیں پس اگر یہ مقصود ہو تب تو اس راہ میں قدم رکھنا اور اگر خودی مطلوب ہو تو اس راہ میں تیرا کام نہیں عاشق حق ہونیکی صورت میں تو ایک سایہ ہوگا جو کہ آفتاب کے عیش کا دم بھرتا ہے پس جب آفتاب آئے گا سایہ فوراً فنا ہو جائے گا ایک سایہ کیا جبکہ آفتاب نکلتا ہے تو نہ سنا رہتا رہتے ہیں نہ رات کا نشان باقی رہتا ہے ۵

چو سلطان عزت علم در کشد جہان سر بحیب عدم در کشد
اسی طرح سمجھو کہ جب دروازہ دل سے عشق آتا ہے تو عقل اپنا اسباب نکال کر دل کو اوس کے لئے خالی کر دیتی ہے عقل کی عشق کے سامنے ایسی مثال ہے جیسے ہرن کی شیر کے سامنے جب شیر ہرن کے سامنے آتا ہے تو ہرن بیہوش ہو کر گر جاتا ہے نیز عقل کی قوت کی عشق کے سامنے ایسی ہی مثال ہے جیسے پھر کی قوت کی آندھی کے سامنے خوب سمجھ لو اور ٹھیک بات خدا کو معلوم ہے۔

شرح شبیری

بخاری عاشق کا صدر جہان کی خدمت میں پہونچنا

چون بدیدا و چہرہ صدر جہان گویا پریش از تن مرغ جان

یعنی جب اوس نے صدر جہان کا چہرہ دیکھا تو گویا کہ بدن سے اوس کا مرغ جان اوڑ گیا۔

ہمچو جب خشک افتاد آن تنش سرد شد از فرق تا سرناختش

یعنی ایک سو کھی لکڑی کی طرح اوس کا وہ تن گر گیا اور سر سے ناخن کے سرے تک سرد ہو گیا۔
 ہرچہ کردند از بخور و از گلاب نے بجنید و نیامد در خطاب
 جتنا کہ دہڑے اور گلاب پاشی کی نہ لانا خطاب میں آیا (آگے بولانا نہ دیتے ہیں)۔

کار ناید در بخت را ہر بخور جز کہ بوئے آن مشہ وافر و نور
 یعنی بخار میں ہر دھڑے کام نہیں دیتی سولے اوس نور اور دبدبہ والے بادشاہ کی خوشبو کے۔

شاہ چون دید آن مزعہ روئے او پس فرو آمد زمر کب سوئے او
 یعنی بادشاہ نے جب اوس کا وہ زعفرانی چہرہ دیکھا تو سواری سے اوس کے پاس آ کر آیا۔

گفت عاشق دوست جوید تیر تفت چونکہ معشوق آمد آن عاشق برفت
 یعنی کہنے لگا کہ عاشق محبوب کو جلدی جلدی تہہ ٹہہتا ہے اور جبکہ محبوب آ گیا تو عاشق چلیا۔ بولانا فرماتے ہیں

عاشق حقی و حق آنست گو چون بیاید از تو بنود تار مو
 یعنی تو حق کا عاشق ہے اور حق وہ ہے کہ اگر وہ آوے تو تجھ میں سے ایک بال بھی باقی نہ رہے (بلکہ)

صد جو تو فانی ست پیش آن نظر عاشقی بر نفی خود خواہر مگر
 یعنی تجھ جیسے توسیکڑوں اوس نظر کے سامنے فانی ہیں تو اسے میان تو اپنی فنا پر عاشق ہے یعنی تو نے

جو اوس سے محبت کی ہے اور اوس کی محبت میں سیکڑوں تجھ جیسے فنا ہو چکے ہیں تو شاید تو اپنے فنا کو نے پر
 عاشق ہے اور اپنی فنا کو چاہتا ہے۔

سایہ و عاشقی بر آفتاب شمس آید سایہ لاگر دشتاب
 یعنی تو سایہ ہے اور آفتاب پر عاشق ہے تو آفتاب آدھیا تو سایہ معدوم ہو جادھیا جلدی سے (قوسی طرح

جب تم حق قرارے پر عاشق ہو تو اوس کی تھلی کے ٹھوکے وقت تم بھی اسی طرح فنا ہو جاؤ گے)

چونکہ سر بر زدم شرق قرص خور نرستارہ ماند نے از شب اثر
 یعنی جبکہ سور شید کی سید نے مشرق سے سر نکالا تو نہ ستارہ رہتا ہے اور نہ رات کا کچھ اثر رہتا ہو (اسی طرح)

از در دل چونکہ عشق آید درون عقل رخت خویش اندازد و برون
 یعنی جبکہ عشق دل کے دروازہ سے اندر آ جاتا ہے تو عقل اپنا اسباب باہر ڈال دیتی ہے یعنی عقل خست

ہو جاتی ہے آگے اس کی ایک مثال ہے۔
 ہنچ شیر خورد با آہو دو چار گشت آہو بے خبر افتاد زار

شل اوس شیر کے جو کسی ہرن سے دو چار ہوا اور ہرن بے خبر ہو گیا اور کزدر ہو کر گر گیا مطلب یہ کہ اسی طرح

عشق کے آنے کے وقت عقل بھی کمزور ہو جاتی ہے آگے ای کی ایک دوسری مثال ہے۔

ہم جو زور پشہ پیش تند باد قہم کن واللہ اعلم بالاراد
یعنی جیسے کہ تیز ہوا کے سامنے پتھر کا زور ہوتا ہے سمجھا اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والے ہیں ٹھیک بات کو
مطلب یہ کہ جس طرح کہ تیز ہوا کے سامنے پتھر کی کچھ نہیں چلتی بس اسی طرح حضرت عشق کے سامنے بیچاری
عقل کی کچھ نہیں چلتی۔ آگے پتھر کی ہوا کے سامنے نہ چلے پر ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح سیبی

دز سلیمان گشت پست داد خواہ
بر شیا طین آدمی زاد و پری
کیست آن گم گشت کش فطرت نجست
بے نصیب از باغ و گلزاریم ما
پشہ باشد در ضعیفی خود مثل
شہرہ تو در لطف و مسکین پری
مفتہی مادر کمی و گسری
دست گیر لے دست تو دست خدا
داد و انصاف از کہ می خواہی بگو
ظلم کرد دست و خراشیدہ است روت
کو ذ اندر جس و در زنجیر ماست
پس بعد ما کہ ظلمے پیش برو
ظلم را ظلمت بود اصل و عضد
دیگر ان بستہ با صفا دند و بند
دیو در بند است استم چون نمود
تا نالہ خلق سوئے آسمان
تا نگر دو مضطرب چرخ و سہا
تا نگر دو از ستم جانے سقیم

پشہ آمد از حدیقت و ز گیاہ
کا کے سلیمان محدث می گسری
مرغ و ماہی در پناہ عدل تست
داد و دہ مارا کہ بس زاریم ما
مشکلات ہر ضعیف از تو حل
شہرہ ما در ضعف و اشکستہ پری
اے تو را طباق قدرت منتهی
داد و دہ مارا ازین عزم کن جدا
پس سلیمان گفت ای انصاف جو
کیست آن ظالم کہ از باد بردت
ای عجب در عہد ما ظالم کجاست
چونکہ ما زادیم ظلم آن روز مر و
چون بر آمد نور ظلمت نیست شد
نک شیا طین کسب خدمت می کنند
اصل ظلم ظالم ان از دیو بود
ملک دان داد است مارا کن نکان
تا ببالا بر نیابد و دہا
تا نہ لرزد عرش از انالہ تقسیم

زان تہادیم از مسالک ندیبے تا نیا یدیر فلک با یارے
 منکرانے مظلم سوئے آسمان کا سمانے شاہ داری در زمان
 گفت پیشہ داد من از دست باد کو در دست ظلم ہر ماہ کشاد
 باز ظلم او بہ تنگے اندریم بالب بستہ از خوئی نمی خوریم
 ظلم او بر ما صریح ست عیال نیست مارا چارہ کردن جز بیان
 داد ما و انصاف ما بستان ازو اے کریم غنا دل اگر ارام خو

جس قصہ کی طرف ہم نے او پر اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ باغ اور گھاس وغیرہ میں سے ٹھہر آیا اور حضرت
 سلیمان علیہ السلام کے اجلاس میں دھوئی دار کیا جس کی تفصیل یہ ہے اے سلیمان آپ شیاطین پر
 اور آدمیوں پر اور میں دہریہ پر سب پر انصاف پھیلاتے ہیں پرندے اور چھلیاں بھی آپ کے پناہ
 عدل میں ہیں غرض کہ آپ کے انصاف کی وسعت کہاں تک بیان کروں اتنا کہنا کافی ہے کہ کوئی ایسا
 گمراہ نہیں جو آپ کے فضل کا طالب نہ ہو آپ ہمارا انصاف کریں ہم بہت تباہ حال ہیں ہم باغات سے
 متنع نہیں ہو سکتے ہم کمزوری میں ضرب المثل ہیں اسلئے ہم خود کچھ نہیں کر سکتے ہماری مشکلات تو آپ ہی
 سے حل ہونگی کیونکہ ہر کمزور کی مشکل آپ ہی سے حل ہوتی ہے جس قدر ہم ضعف اور عجز میں مشہور ہیں اس قدر
 آپ عنایت اور مسکین پروری میں مشہور ہیں آپ قدرت کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں اور ہم عجز کی انتہائی تہ ہیں
 آپ ہمارا انصاف فرمائیں اور ہمیں اس نسخے سے چھڑائیں آپ کا ہاتھ گویا کہ خدا کا ہاتھ ہے آپ ہماری
 دستگیری فرمائیں پس سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے طالب انصاف چھڑ تو کس سے انصاف چاہتا ہے
 بیان کر وہ کون ظالم ہے جس نے غزوہ میں آکر تجھے ستایا ہے اور تیرا منہ نوچا ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ
 تجھ پر ظلم ہو کیونکہ ہمارے زمانہ میں کون ظالم ہے جو ظلم کرے جس قدر ظالم ہیں سب جیل خانہ میں محبوس ہیں
 جب ہم پہلا ہوئے تھے ظلم تو اسی روز مرجع تھا آپ کون ایسا پیدا ہو گیا کہ ہمارے ہوتے اس نے تجھ پر
 ظلم کیا ہو گا وعدہ ہے کہ جب روشنی آتی ہے تو تاریکی نائل ہو جاتی ہے پس ہمارے نور عدل کے سامنے
 تاریکی کہاں اور جب تاریکی نہیں تو ظلم کیسا کیونکہ ظلم کا منشا تو اندھیری ہے دیکھ لو کچھ شیاطین تو
 بیگاریں بیڑے ہوئی ہیں اور کام کر رہے ہیں اور جو باقی ہیں وہ بیڑیوں اور جیل خانوں میں مقید ہیں اور
 سنو جس قدر ظلم ہوتے تھے سب کا منشا ابلیس تھا سو وہ محبوس ہے پھر ظلم کیسے ہو گا کہ تو خدا کے قادر مطلق
 نے ملک کسی لئے دیا ہے کہ مخلوق ظلم سے رو کر حق سبحانہ سے فریاد نہ کرے اور ادا دل کی آہوں کا دہول آسمان
 پر نہ جائے تاکہ آسمان اور ستارے اس سے پریشان نہ ہوں اور تیم کے رونے سے عرش نہ جھڑھے اور

ستم سے کوئی جاندار دکھیا نہ ہو اسی لئے ہم نے ملک میں ایک امن دینے والا قانون مقرر کیا ہے تاکہ کوئی
فریاد آسمان پر نہ جائے اور کہہ دیا گیا ہے کہ کوئی مظلوم آسمان کی طرف نہ دیکھے اس لئے کہ خدا کا خلیفہ
زمین میں موجود ہے جو ہر قسم کے امن کا ذمہ دار ہے پھر جو بارہا کہ میں ہمارے ہاتھوں فریاد کرتا ہوں
کیونکہ وہی ہاتھوں کو ہمارے پیچھے پڑی ہے ہم اوس کے ظلم سے بہت تنگ ہیں اور ہونٹ سیبے
ہوئے اپنا ہونٹ پیتے ہیں اوس کا ظلم ہم پر کھلا ہوا اور شاہ ہے اور ہم اوس کا کوئی علاج نہیں کر سکتے
بجز اس کے کہ حضور کی خدمت میں رو نارو بین آپ ہمارا اور اوس کا انصاف کیجئے اور اوس سے
ہمارا بدلہ لیجئے آپ کریم ہیں عادل ہیں اکرام آپ کی خصلت ہے۔

امحق بایکہ از جان بشنوی
مشنو از خصیے تو بے خصم دگر
حق نیاید پیش حاکم در ظہور
ہاں وہاں بے خصم قول و لیکر
خصم خود را رویا و روی من
خصم امن یادست اور حکم تست
پشہ افغان کرد از ظلمت بیا
پاشخش گو و بکن دفع عدو
پشہ بگرفت آتزمان راہ گر پز
باش تا ہر دورا نم من قصا
خود سیاہ این روز من از دو دوست
کو بر آرد از نہاد من دمار
چون حنا آید شود جوئیہ دلا
لیک زاول آن بقا اندر فناست
نیست گرد چون کند نورش ظہور
کل شیء ہا لک الا وجہ
ہستی اندر نیستی خود طرف ایست
چون قلم انجا رسید شد شکست

پس سلیمان گفت ای زیبا دوی
حق من گفتہ است ہاں ای داد
تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور
خصم تنہا اگر بر آرد صد نفیر
من نیارم روز فرمان تافتن
گفت قول تست بر ہاں درست
بانگ زد آتشہ کہ لے باد صبا
ہین مقابل شو بخصمت رو برو
باد چون بشنید آتشیہ تیرین
پس سلیمان گفت لے پشہ کجا
گفت لے خند مرگ من در پوداوست
او چو آمد من کجا یا ہم ترار
ہم چنین جو یائے دگاہ خدا
گرچہ آن وصلت بقا اندر بقاست
سایہ ہائے کہ بود جو یائے نور
عقل کے ماند جو باشد سرودہ او
ہا لک آمد پیش و جہش ہست و نیست
اندرین محضر خسرو باشد ز دست

اس پر سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے خوش کلام حق سبحانہ کے حکم کو دل سے سننا چاہئے مجھ سے حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ تم کو ایک فریق کی بات بغیر دوسرے فریق کے دشمنی چاہئے کیونکہ جب تک مدعی اور مدعا علیہ سامنے نہ ہوں حاکم پر حق ظاہر نہیں ہو سکتا پس ایک فریق تنہا کتنا ہی چلائے دوسرے فریق کے بغیر اس کی بات ہرگز نہ سننا چو کہ میں حکم حق سے روگردانی نہیں کر سکتا اسلئے تم اپنے مدعا علیہ کو میرے پاس لاؤ اس نے کہا کہ آپ کا ارشاد نہایت درست ہے میرا مدعا علیہ ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے آپ اس کو بلا سکتے ہیں اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے آواز دی کہ اے باد صبا مجھ سے تیرے ظلم سے فریاد کی ہے تو جواب دی کہ لئے حاضر ہو۔ اور اپنے مدعی کے سامنے آؤ اس کی بات کا جواب دے اور اس کے دعوے کی تردید کر جب ہوا نے یہ حکم سنا تو فوراً زلزلے کے ساتھ حاضر ہوئی اس کے آتے ہی پھر روفو چکر ہو گیا اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے مجھ کہان چلاؤ اچھے تو میں تمہارا دونوں کا فیصلہ کروں اس نے کہا جناب یہ تو میری موت ہے۔ اور اسی کے دشمنین سے میرا دن تاریک ہے جب وہ آئی تو میں کہان چھیر سکتا ہوں کیونکہ وہ تو مجھے تباہ کر دیگی جب یہ معلوم ہو چکا تو جس طرح اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عشق کے سامنے عقل نہیں تھیر سکتی ہون ہی اس سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ طالب خدا اور خدائے تعالیٰ کی بھی یہی شان ہے کہ جب حق سبحانہ تجلی فرماتے ہیں تو طالب نیست ہو جاتا ہے اگرچہ یہ وصل سرا سر بقا ہے لیکن اس سے پہلے فنا ہونا ظاہری ہے اور بقا اس فنا ہی میں ہے تجلی حق سبحانہ کے سامنے بندہ کا فنا ہو جانا ایسا ہی ہے جیسے کہ یہ طالب نور ہوا اور جب نور ظاہر ہوئے تو وہ نیست ہو جائے عقل اس کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے پس اس کی تجلی کے سامنے وہ کیا ٹھہر سکتی ہے بات یہ ہے کہ بحر اس کی ذات کے اور تمام اشیاء مضحل اور فنا ہیں اور جتنے هست یا نیست ہیں اس کی ذات کے سامنے سب ہالک ہیں پس یہ عجیب طرفہ ماجرا ہے کہ هستی نیستی جمیع ہیں اس معاملہ میں عقلمین ہاتھ سے جاتی رہیں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا جب تسلیم یہاں تک نہ ہو پنا تو ٹوٹ گیا اجتماع وجود و عدم کی صورت یہ ہے کہ وجود انکا عطائی ہے اور عدم اصلی پس ہر ممکن اپنے وجود عرضی کی حالت میں بھی بالنظر الی الذات معدوم ہے جیسے چاند کی نفس تاریک ہے مگر آفتاب کی روشنی سے روشن۔ تو وہ ایک ہی حالت میں تاریک بھی ہے اور روشن بھی مگر چونکہ جہات مختلف ہیں اس لئے اجتماع وجود و عدم اور نور و ظلمت جائز ہے۔



شرح شبیری

مُحَمَّد کا ہوا کے ہاتھ سے سلیمان علیہ السلام کے دربار میں انصاف چاہنا

پشہ آدم اور حدیثہ اور گیارہ وز سلیمان گشت پشہ داد خواہ
یعنی ایک پشہ باغ اور گھاس مین سے آیا اور سلیمان علیہ السلام سے پشہ انصاف کا طالب ہوا۔
کائے سلیمان معدلت فی گسری بر شیا طین و آدمی زاد و دپری
کہ لے سلیمان ہم انصاف کو شیا طین اور آدمی زاد اور جنات پر بچھاتے ہو۔

مرغ و ماہی در پناہ عدل تست کیست آن گم گشت کش فضل تجست
یعنی پرندہ اور مچھلی مین تمہارے عدل کی پناہ مین ہیں وہ کون گم گشت ہے جس کو آپ کے فضل نے
نہیں تلاش کیا۔

داد دہ مارا کہ بس زاریم ما بے نصیب از باغ و گلزاریم ما
یعنی ہمارا انصاف کیجئے کہ ہم بہت ہی عاجز ہو چکے ہیں اور باغ اور گلزار سے بے نصیب ہوئے ہیں
مشکلات ہر ضعیف از تو حل پشہ باشد در ضعیف خود مثل
یعنی ہر ضعیف کی مشکلات آپ سے حل ہیں اور پشہ ضعیف مین خود ضرب المثل ہوتا ہے۔

شہرہ مادر ضعف و اشکستہ پیری شہرہ تو در لطف و مسکین پروری
یعنی ہم ضعف اور شکستہ پر ہونے مین مشہور ہیں اور آپ ہر مافی اور مسکین کی پرورش کر رہے
میں مشہور ہیں۔

اے تو در طباق قدرت منتهی منتہی مادر کے دگر ہی
یعنی اے وہ ذات کہ آپ قدرت کے مراتب مین پورے ہیں اور ہم کی اور گمراہی مین پورے ہیں۔
داد دہ مارا ازین غم کن جدا دست گیر اے دست تو دست خدا
یعنی ہمارا انصاف کیجئے اور اس غم سے ہم کو جدا کیجئے اور دستگیری کیجئے اے وہ ذات کہ آپ کا ہاتھ
خدا کا ہاتھ ہے۔

پس سلیمان ؑ گفت اے انصاف جو داد و انصاف از کی خواہی گو
یعنی سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے انصاف کے طالب تو داد و انصاف کس سے چاہتا ہے بتا۔

کیست آن ظالم کما ز باد بر دوت ظلم کرد دست و خراشید است دوت
یعنی وہ ظالم کون ہے جس نے کون کی وجہ سے ظلم کیا ہے اور تیرے چہرہ کو پھیل ڈالا ہے۔
اے عجب در عہد ما ظالم کجاست کونہ اندر حبس و در زنجیر ماست
یعنی توجہ ہے کہ جہاں میں اسی ظالم کہاں ہے جو کہ ہماری قید اور ہماری زنجیر میں نہیں۔
چونکہ باز ایدیم ظلم آنروز و فرد پس بعد ما کہ ظلمے پیش برود
یعنی جس دن ہم پیدا ہوئے تھے اسی دن ظلم کر گیا تھا پھر ہمارے زمانہ میں کون ظلم کو آگے لایا۔
چونکہ برآمد نور ظلمت نیست شد ظلم را ظلمت بود اصل و عصف
یعنی جب نور آگیا تو ظلمت فنا ہو گئی اور ظلم ظلمت کیلئے جزا اور بار ہو جاتا ہے (توجہ ظلمت ذریعہ ظلم کیسا)
تک شیطا طین کسب و خدمت می کنند دیگران بسته با صفا دند و بند
یعنی کچھ جنات کو کمالی اور خدمت کرتے ہیں اور باقی زنجیروں اور قید میں بندھے ہوئے ہیں۔
اصل ظلم ظالم ان از دیو بود دیو در بند ماست استم چون نمود
یعنی ظالموں کے جزا تو شیاطین سے تھی اور شیاطین قید میں ہیں تو ظلم کس طرح کیا۔
ملک زان دادا مست مارا کن فکان تانست لہ خلق سوئے آسان
یعنی حق تعالیٰ نے ہم کو اسلئے ملک دیا ہے تاکہ خلق آسان کی طرف نہ روئے یعنی سب کی فریادیں ہم
سے ہو جاوے۔

تا ببالینا یزد و دودھا تا نگرود مضطرب چرخ و سہا
یعنی ناکہ اوپر کودھوین (فریاد کے) نہ آؤین اور ناکہ آسمان اور سہا (نام ہے ایک ستارہ کا) مضطرب
(فریاد کی وجہ سے) نہ بھٹان۔

تا نہ لرزد عرش از نالہ تسیم تا نگرود از ستم جانے مقیم
یعنی تاکہ شہیم کے نالہ سے عرش نہ ہلے اور تاکہ ستم سے کوئی جان بیمار نہ ہو۔

زان نہا ایدیم از مالک مذہبے تانیا پد بر فلک ہایار بے
یعنی اسی واسطے ہم نے ملک رانی کے طریقے بتائے ہیں تاکہ آسمان پر کوئی فریاد نہ آوے۔

منگرائے مظالم سوئے آسان کاسمانے شاہ داری در نہان
یعنی اے مظالم آسمان کی طرف مت دیکھ کیونکہ ایک آسمانی بادشاہ زمانہ میں تو رکھتا ہے۔

گفت پرشہ داد من از دست باد کو دود دست ظلم بر ما برک شاد

یعنی پھرنے کہاکہ میری زیادتی کے ساتھ سے ہے کہ اس نے ظلم کے درون ہاتھ پھیر کھولے ہیں۔
 ماذ ظلم او بہ تنگی اندریم بال بستانہ از و خون می خوریم
 یعنی ہم اس کے ظلم سے تنگی کے اندر ہیں اور چپ چاپ اس کی وجہ سے خون کھا رہے ہیں۔
 ظلم او بر ما صریحست و عیان نیست مارا چارہ کردن جز بیان
 یعنی اس کا ظلم ہم پر صریح اور ظاہر ہے اور ہمارے پاس سوائے بیان کرنے کے کوئی علاج نہیں ہے۔
 داد ما انصاف ما بستان ازو اے کر بے عاقلے اگر ام خو
 یعنی ہماری فریاد اور انصاف اس سے لے لے کر ہم منصف اگر ام کی خصلت والے۔

سلیمان علیہ السلام کا مظلوم مجھ کو مدعا علیہ کے حاضر کرنے

کیلے حکم فرمانا

پس سلیمان گفت اے زیاد دی ابرحق باید کہ از جان بشنوی
 پس سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے مجھے جہنم بھنا ہٹ والے تجھے چاہئے کہ خدا کے حکم جان سے سنئے۔
 حق بمن گفت است بان ای دادو مشوا از خصمے تو بہ خصمے دگر
 یعنی حق تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ انصاف کے کرنے والے ایک فریق سے بغیر دوسرے فریق کے مت مننا
 تانیا ید ہر دو خصم اندو حق نیاید پیش حاکم در ظہور
 یعنی جب تک کہ دونوں فریق سامنے نہ آویں حاکم کے سامنے حق ظاہر نہیں ہوتا۔
 خصم تنہا گر بر آرد مدفیر بان و بان بے خصم قول ادگیر
 یعنی تنہا ایک فریق اگرچہ سیکڑوں شہر و غل نکالے خبردار بے دوسرے فریق کے اس کا قول مت قبول کرو۔
 من نیارم روز فرمان تافتن خصم خود را رویا و رویے من
 یعنی میں حکم حق سے منہ نہیں پھیر سکتا۔ تو جا اور میری طرف اپنے مقابل کو لا۔
 گفت قول تست برمان درست خصم من با درست او در حکم تست
 یعنی مجھ کو لا کہ آپ کا فرمان ٹھیک دلیل ہے (مگر) میرے مقابل ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے۔
 بانگ زد انشم کہوے باوصبا پشہ افغان کرد از ظلمت بیا
 یعنی اس بادشاہ نے آواز دی کہ اے باوصبا پھرتے تیرے ظلم کی وجہ سے سر یادی ہے آ۔

ہیں ممت ابل شو بخصمت روبرو پاشخس گو و بکن دفع عرو
یعنی ہانا اپنے دشمن کے آگے سامنے ہو کر مقابل ہوا اور اس کا جواب دے کر دشمن کو دفع کر
باد چون بشنید آید تیر تیر پشہ بگرفت آن زمان ماہ گریز
یعنی ہولنے جو سنا تو وہ تیز تیز آئی تو مجھ نے اوس وقت بھاگنے کا راستہ لیا۔
پس سلیمان گفت لے پشہ کجا پاش تا بر ہر دو راکم من قضا
یعنی پس حضرت سلیمان نے فرمایا کہ لے پشہ کہاں۔ پشہ دنا کہ میں دونوں پر حکم چلاؤں۔
گفت لے شہرگ من از لوداوست خود سیہ این روز من از دوداوست
مجھ نے کہا کہ لے بادشاہ میری موت اوسی کے ہوتے سے تو ہے اور میرا یہ دن اکی کے دھوین سے
تو سیام ہے۔

اوچو اکد من کجا یا بم تزار کو بر آرد از نہاد من دمار
یعنی جب وہ آگئی تو میں کہاں قرار پاسکتا ہوں کیونکہ وہی تو میرے جسم میں سے ہلاکی کو نکالتی ہے۔ اگے
مولانا سمراتے ہیں۔

ہم چنین جو یلے در گاہ خدا چون خدا آید شو و حیرندہ لا
یعنی اسی طرح درگاہ خداوندی کا طالب ہے کہ جب حق تعالیٰ ظہور فرماتے ہیں تو طالب فنا ہو جاتا ہے۔
گرچہ آن وصلت بقا اندر بقا است لیک زاول آن بقا اندر فنا است
اگرچہ وہ وصل (جس میں کہ یہ طالب فنا ہو گیا ہے) بقا اندر بقا ہے لیکن اول سے وہ بقا ہی فنا میں ہے۔
مطلب یہ کہ اگرچہ اس وصل حق کے بعد جس میں کہ یہ فنا ہو گیا ہے بقا ہی بقا ہے مگر یہ بقا بھی تو فنا ہی ہو کر حاصل
ہوتی ہے لہذا فنا ہونا ضروری ہوا۔ آگے اوسی کی ایک مثال دیتے ہیں۔

سایہ ہائے کبود جو یائے نور نیست گرد و چون کند نورش ظہور
یعنی جو سائے کبود کے طالب ہوتے ہیں جب اوس نور کا جو شظہور کرتا ہے تو وہ فنا ہو جاتے ہیں۔
عقل کے ماند چو باشد سردہ او کل شیئی ہالاک الاوجہ
یعنی عقل کب رہے جب ظہور کرنے والا وہ ہو تمام چیزیں ہلاک ہونے والی ہیں مگر اوس کی ذات۔
ہالاک آمد پیش و ہمیش هست و نیست ہستی اندر نیستی خود طرذالیت
یعنی اوس کی ذات کے سامنے تمام هست و نیست ہلاک ہونے والے ہیں اور ہستی میں ہستی ہو تا خود ایک عجیب
بات ہے مطلب یہ کہ جب اوس کے سامنے سب نیست ہیں تو انکو هست کہنا ایک تعجب فیض امر ہے۔

اندرین محضر خرد باشد دوست چون تلمیذ اینجا رسیدہ شد شکست
یعنی اس جگہ مطمئن باتہ ہے حاجی راہین اور جب تلم اس جگہ پہنچا تو ٹوٹ گیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہاں عظمت
و جلال حق کا بیان تھا لہذا اس جگہ پہنچا تو ٹوٹ گیا یعنی اس کی بابت کچھ نہ لکھ سکا لہذا اس مضمون کو یہیں
تک چھوڑ کر صدر جہان کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

شرح سببی

باز گردم جانب صدر جہان
بر گرفتش سر نہاد اندک نثار
می کشید از پیشہ اش در بیان
بانگ زد و دگوش او شہ کا ی گدا
جان تو کا ندر فراتسم می طپید
اے بدیدہ در فراتسم گرم و سرد
مُرخ خانہ اشترے را بے خرد
چون بخاند مرغ اشتر پانہاد
خانہ مرغ ست عقل و ہوش نا
ناق چون سر کردہ آب گلش
کرد فضل عشق انسانہ افضل
جابل ست او اندرین مشکل شکار
کے کنا را ندر کشیدے شیر را
ظالم ست او پر خود و بر جان خود
جہل او مر علمہا را بویستاد
دست او گرفت کاین رفتہ دشت
چون بمن زندہ شود آن مردہ تن
من کتم او را ازین جان محتشم
جان ناخرم نہ بیند روئے دوست

در نوازش عاشق خود را نہان
بر رخساری کردا شک تر نثار
اندک اندک از گرم صدر جہان
زرنثار آور دست دامن کشا
چونکہ ز نہارش رسیدم چون امید
با خود آ از بے خودی دبا ز گرد
رسم ہانش بختانہ می برد
خانہ ویران گشت و سققت اندر قتاد
ہوش صالح طالب ناقد خدا
نے گل آخاماندنی جان و دلش
زین فزون جوئے ظلم ہست و جہول
می کشد خرگوشش شیرے در کنار
گر بد استی و دودے شیر را
ظلم بین کہ عہد بہا گوئے بہر
ظلم او مر عدلہا را شد رشاد
انگھے آید کہ من دم بخشمش
جان من باشد کہ رو آرد بمن
جان کہ من بخشم بہ بیند بخشمش
جز یہاں جان کا اصل او از کہے او

در دم قصاب دار این دوست را
گفت ای جان رسیدہ از بلا
ای خود ما بنجو دی و مستیت
با تو بے لب این زمان من نو بنجو
ز انجو آن لب با این دم می رد
گوش بے گوش می درین دم بر کشا
چون صلا وصل بشنیدن گرفت
نہ کم از خاکست کز عشوہ صبا
کم ز آب نطفہ بنود کز خطاب
کم ز بادے نہ کشد از امر کن
کم ز نارے نیست کز امر سلام
کم ز جو بے نیست در دفع عدو
کم ز سنگ کوہ بنود کز ولاد
زین بھی بگذر نہ آن مای عدم
بر چہید و بر طپید و شاد شاد
بشگفید از امر او و شاد شد

تا ہلدا آن مغز نغز این پوست را
وصل را ما در کشا و حکم الصلا
لے ز ہست ما ہمارہ ہستیت
راز ہائے کہنہ می گویم شنو
بر لب جوئے نہان بر می دم
بہر راز یفعل اللہ مایشا
اندک اندک مرده جنید کن گرفت
سبزہ پوشد سر بر آرد از فنا
یوسفان ز ایند رخ چون آفتاب
در رحم طاؤس مرغ خوش سخن
گلستان شد بر خلیل خوش کلام
گشت اثر دہائے منکر ز امر ہو
ناقہ کان ناقہ ناقہ زاد زاد
عالے زاد و بزاید دم بدم
یکد و چہرے زد سجود اندر قناد
در وصال از بند ہجر آزاد شد

اچھا اب ہم صدر جهان کی طرف لوٹتے ہیں جو اپنے عاشقی پر خفیہ طور پر عنایت کرتے ہیں معرود تھا سو اپنے
اوس کو لیا اور اوس کا سر پہنی آغوش میں رکھ لیا۔ اور اوس کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگا۔ اوس کو اپنی عنایت
سے رفتہ رفتہ بیہوشی سے ہوش میں لا کر گویائی میں لا رہا تھا۔ آخر کار اوس نے اوس کے کان میں کہا کہ دیکھ میں
اشرفیان تیرے دینے کو لایا ہوں تو داس کھول لیجی تجھے پر وہ عنایات کرنے کو تیار ہوں جن کا تو طالب ہے۔
تو ہوش میں آکر ان سے تمتع ہونے کے قابل بن تیری جان جو کہ میرے فراق میں بے قرار تھی اب جبکہ میں اوس کی
اندک کیلئے ہونچ گیا کیوں بھاگ گئی اے شخص جس نے میرے فراق میں ہر قسم کی محکلفین اٹھائی ہیں تو ہوش میں
آ اور حواس درست کر۔ اب بولا نا فرماتے ہیں کہ یہ تو صورت افسانہ تھی اب حقیقت افسانہ سنو اور اوس کے
لے اولاً بطور تمہید کے یہ سمجھ کر مرغ خانہ حماقت سے ایک اونٹ کو جہان کے طور پر اپنے گھر لا تا ہے پس جب کہ اونٹ
اوس کے گھر میں پاؤں رکھتا ہے تو اوس کا گھر تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور چھت بیٹھ جاتی ہے پس یہی حالت

اوس شخص کی ہے جو طالب خدا ہو اوس کی عقل ایک ڈر ہے مرغ کا اور حق سبحانہ اوس کے لحاظ سے ایسے
 ہیں جیسے فائدہ مرغ کے لحاظ سے اونٹ (یہ تمثیل محض تقریباً نہ کیلئے ہے ورنہ ہر دو نسبتوں میں کوئی نسبت
 ہی نہیں)۔ پس جب حق سبحانہ اوس کے وجود پر تجلی فرماتے ہیں تو پھر نہ جسم باقی رہتا ہے نہ جان دل سے
 ہے چو سلطان عزت علم و رکش جہان سرعید عدم و رکش

جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سمجھو کہ عظمت عشق نے انسان کو ہوا بفضل بنا دیا کیونکہ یہ اس کا تحمل نہ تھا
 اور خواہ مخواہ اوس کے بار کو اپنے سر لے لیا اسی زیادہ طلبی کے سبب اوس نے ظلم و جہول کا خطاب
 پایا۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے۔ انا نحنا الامانة على السموات والارض فابدين ان يحملنها
 واشققن منها وحملها الانسان انه كان ظلوماً جهولاً واقعی وہ اس کٹھن شکار
 میں جاہل ہے اور ایسا ہے جیسا کہ ایک خرگوش شیر کو نعل میں لے اور خرگوش کا ایسا کرنا اوس کی
 جہالت ہے کیونکہ اگر وہ شیر کو جانتا اور دیکھتا ہوتا تو ہرگز اوسے نعل میں نہ لیتا اور جبکہ وہ کرتا ہے تو خود
 اپنے اندر اور اپنی جان پر صریح ظلم کرتا ہے لیکن یہ ظلم ہزار عدلون پر سبقت رکھتا ہے اور یہ جلی ہزار
 عدلون کا دوست اور یہ ظلم ہزاروں عدلون کا راہ نما ہے نیز یہ استعڑاوی مضمون تو ختم ہوا اب قصہ سنو
 اوس نے اوس کا ہاتھ پکڑا بدین خیال کہ اس مردہ میں اوس وقت جان آئے گی جبکہ میں اسے زندہ کرونگا
 اور جبکہ میرے ذریعہ سے زندہ ہوگا تو گویا کہ میری جان میری طرف رخ کرے گی۔ یعنی اوس کی زندگی
 میری زندگی ہوگی۔ میں اسے اس نئی جان سے جو میں دینے والا ہوں معزز و ممتاز کروں گا اور وہ جان
 جو کہ میں اسے دون تھاؤں میری بخشش کو دیکھے گی یہ جان جو اب تک تھی یہ نہیں دیکھ سکتی کیونکہ یہ نا محرم
 ہے اور جان نا محرم دیدار بار کے قابل نہیں۔ اوس کے قابل وہی ہے جو کوئے دوست سے ملی ہو۔ میں
 قصائی کی طرح اوس کے اندر بھونک بھردوں گا تاکہ اوس کا مغز پوست کو چھوڑ دے

اور پوست چاکر مغزی مغزہ جاوے اوس کے بعد کہا کہ اسے شخص جس کی جان بلا سے
 پروا نہ کر گئی ہے اب بلا کا وقت جانا رہا اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے وصل کا دروازہ تیرے لئے
 کھول دیا ہے تو آ اور اس سے شمتع ہو اور اہلے وہ شخص جس کی بخود ہی اورستی کا سبب ہمارا وجود ہے
 اور جس کی ہستی ہمیشہ ہماری ہستی سے وابستہ ہے میں اس وقت تجھے سے بدوں تکلم راز کہنا چاہتا
 ہوں تو سن کیونکہ وہ لب اور وہ زبان جس سے میں راز کہتا ہوں اس تکلم ظاہری سے آبی ہیں وہ تو باطنی نہر
 یعنی دل پر مضامین کا القا کرتی ہے اچھا اب تو بھی وہ کان کھول جو حقیقت میں کان ہیں اور وہ لازم جیسے
 قدرت خدا ظاہر ہو جبکہ عاشق نے اعلان وصل سننا شروع کیا تو آہستہ آہستہ حرکت شروع کی وہ

کیونکہ زندہ ہو جائے آخر عاشق خاک سے تو کم نہیں پس جبکہ خاک عشوۂ صبا سے زندہ اور سبز پوش ہو جاتی ہے تو اگر عاشق الطاف محبوب سے زندہ ہو جاوے تو کون سی تعجب کی بات ہے نیز وہ آب لطف سے تو کم نہیں پھر جبکہ حکم کن سے اوس سے بوسن اور آفتاب رو پیدا ہوتے ہیں تو عاشق کی زندگی کیا حیرت انگیز ہے نیز وہ بھاسے تو کم نہیں کہ امر کن سے ہم مین مورد اور خوش گفتار جاوے بن جاتے تھے۔ (چونکہ پندون مین سفر ہوائی غالب ہوتا ہے اسلئے مولانا نے مورد کا مادہ ہوا قرار دیا و انشاء طرہ) تو عاشق کیونکہ زندہ ہو جاوے نیز وہ آگ سے تو کم نہیں کہ وہ یا ناک کوئی بدد آگ و سلا ما علی ابد اہیم سن کر غلیل کے لئے بلع بن جاتی ہے نیز وہ کڑی سے تو کم نہیں کہ وہ مافعت فرعون کیلئے حکم خداوندی اٹھائے کمروہ بن جاتی ہے نیز وہ بہار کے پتھر سے تو کم نہیں جس نے ایک اوشی جن دی جس سے ایک اور اوشی پیدا ہوئی اچھا سب کو چھوڑو آخر وہ علم سے تو کم نہیں جس سے ایک عالم پیدا ہوا اور برابر پیدا ہوتا رہتا ہے جبکہ یہ صورت ہے تو بھر عاشق کا زندہ ہو جانا کیا تعجب ہے۔ ہاتھ صوم عاشق حق سبحانہ کا۔ خیر تو اوسے حرکت کی اور اوٹھا اور تڑپا اور خوش ایک دم مرتبہ وجد مین گھوما اور پاؤں مین گر پڑا اوس کا چہرہ کیلئے بہت خوش ہوا اور بھول کی طرح کھل گیا اور وصال مین پہونچکر قید فراق سے چھوٹ گیا۔

شرح شبیری

معشوق کا اپنے بیہوش عاشق کو نوازا تا کہ وہ بیہوش مین آجاوے

باز گرم جانب صدر جہان در نوازش عاشق خود را نہان

یعنی مین پھر صدر جہان کی طرف لوٹتا ہوں کہ اوس نے اپنے عاشق بیہوش کو نوازا۔

برگر نقش سر نہا داند کسار بر رخس می کرد اشک تر نثار

یعنی اوس کا سر لیکر گو دین رکھا اور اوس کے چہرہ پر تر آنسو نثار کئے۔

می کشید از نہ بیہوشی اش در بیان اندک اندک از گرم صدر جہان

یعنی صدر جہان اوس کو تھوڑا تھوڑا گرم کی وجہ سے بیہوشی سے بیان مین لا رہا تھا۔ یعنی چاہتا تھا کہ بولے

بانگ زد دور گوش او شدہ کائے گدا زرنثار آوردمت دامن کشا

یعنی اوس بادشاہ نے اوس کے کان مین آواز دی کہ اے گدا مین تیرے پاس سونا نثار کرتے کیلئے لایا ہوں

دامن کھول (زرنثار سے مراد صدر جہان کے الطاف و گرم ہیں)۔

جان تو کا ندر فراقم می طلبد چونکہ زہار شرسیم چون رسید
یعنی تیری جان میرے فراق میں تڑپ رہی تھی تو جبکہ میں اوس کے پاس جلدی سے پہنچا کیونکہ جہاگ تھی۔
اے بدیدہ در فراقم گرم و سرد باخود آئے بے خودی و باز گرد
یعنی اے میرے فراق میں گرم و سرد کو دیکھئے جو بے خودی سے خودی میں لوٹ آئے۔ ایک مثال دیتے ہیں۔
مرغِ حنا اشتہ را پیخزد رسمِ جہانش بخانہ می برد
یعنی ایک خانگی مرغ ایک اونٹ کو بے عقلی کی وجہ سے اوس کی رسمِ جہان کی وجہ سے گھر لیجاتا ہے۔
چون بخانہ مرغِ اشتہ پانہساد خانہ ویران گشت و سقت اندر قناد
یعنی جب مرغ کے گھر میں اونٹ نے پاؤں رکھا تو گھر ویران ہو گیا اور چھت گر پڑی۔
خانہ مرغِ مست عقل و ہوش ما ہوش طالبِ نادر خدا
یعنی بہارِ عقل و ہوش مرغ کا گھر ہے اور نیک ہوش نادر خدا کے طالب ہیں۔ (نادر سے مراد عشق ہے)
نادر چون سرگرد در آب و گلشن نے گل آنگام اندولے جان و دانش
یعنی نادر نے جب تلخ کیا اوس (ہوش) کے آب و گل میں تو نہ اوس جگہ اوس کی مٹی رہی اور نہ اوس کا جان و دل یا
جاہل مست و اندین مشکل شمار می کشد ز گوش شیرے در کنار
یعنی اس مشکل شمارین وہ جاہل ہے کہ ز گوش ایک شیر کو گود میں لیتا ہے۔
کے کنار اندر کشیدے شیر را گردانستے و دیدے شیر را
یعنی شیر کو کب گود میں لے سکتا تھا اگر شیر کو جانتا اور دیکھ لیتا۔
ظالم است او بر خود و بر جان خود ظلم بین کز عداہ گوی بزد
یعنی وہ اپنے اوپر اور اپنی جان پر ظالم ہے ظلم دیکھو کہ انصافوں سے سبقت لے جا رہا ہے۔
جہل او مر علم را استاد ظلم او مر عداہ را شد رشا
یعنی اوس کا جہل علموں کا استاد ہے اور اوس کا ظلم انصافوں کے لئے رہبر ہے مطلب یہ ہے کہ شخص
عشق حق اپنے اوپر لیتا ہے وہ بظاہر گویا کہ اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے کیونکہ جب عشق آدیتا تو وہ اوس کو فنا اور
نیست و نابود کر دیتا۔ اور اوس نے جہانی بڑی چیز کو اپنے اوپر لے لیا ہے اوس کی وجہ یہ ہے کہ اوس کو عقل و
جلال حق کی پوری طرح خبر نہیں لیکن اوس کا یہ ظاہری ظلم لاکھوں انصافوں سے بہتر ہے اور اوس کا یہ جہل
لاکھوں علموں سے برتر ہے آگے صدرِ جہان کا مقولہ ہے۔
دست او بگرفت کلین رفتہ دیش انگھے آید کہ من دم بخشش

یعنی صدمہ چال نے اوس کا ہاتھ پکڑا کہ اوس کا یہ سانس گیا بچا اوس وقت آگے گھا کہ میں اوس کو سانس بخشوں گا

چون بمن زندہ شو داکس مردہ تن جان من باشد کہ رد آرد بمن
یعنی جب وہ مردہ تن میری وجہ سے زندہ ہو گا تو گویا کہ وہ میری جان ہوگی جو کہ میری طعن متوجہ ہوگی۔
من کنم اور ازین جان مختشم جان کہ من مختشم بہ بین مختشم
یعنی میں اوس کو اس جان سے باشکوکت کروں گا اور جو جان کہ میں بخشوں گا وہ میری بخشش کو دیکھے گی۔ مطلب یہ کہ اوس کے پہلے ہوش و حواس تو جاتے رہے اب جو ہوش میری وجہ سے آدینکے اوس سے میری بخشش اور اللطاف و کرم کو دیکھے گا بس اسی طرح جب حق تعالیٰ بندہ کو خود بصیرت عطا فرماتے ہیں تو بندہ اوی بصیرت سے عظمت و جلال حق کا مشاہدہ کرتا ہے ورنہ اوس کے قوی اس متا بل کہاں۔

جان نا محرم نہ بیت دردی دوست جز همان جان کامل و از کوئی دوست
یعنی نا محرم جان محبوب کے چہرہ کو نہیں دیکھ سکتی سوائے اوس جان کے کہ اوس کی اصل اوی کو چہ ہے۔
دردم قصاب و ارا ین دوست را تا ہلد آن مغز لغزش پوست را
یعنی میں قصاب کی طرح اس دوست کے اندر چھونکھٹا تاکہ اوس کا وہ مغز عمدہ کھال کو چھوڑ دے۔ مطلب یہ کہ قصاب کھال کے اندر چھونکھٹا کرتے ہیں تاکہ جو جان باقی رہی ہے وہ بھی نکل جائے تو اسی طرح وہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اوس کے اندر روح چھونکتے ہیں تاکہ اوس کی یہ نفس جان اس ناست کو چھوڑ کر ہماری طرف متوجہ ہو۔
گفت ای جان پیسہ از بلا وصل را ما در کشادیم الصلا
یعنی فرطے ہیں کہ اے جان جو کہ بلا کی وجہ سے بھاگی ہوئی ہے ہم نے وصل کے لئے دروازہ کھول دیا ہے آؤ مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ اے وہ جان جو کہ ہمارے عشق میں مبتلا ہو کر اپنے کو کھو چکی ہے اب ہم نے وصل کیلئے دروازہ کھول دیا ہے آؤ وصل حاصل کرو۔

اے خود ما بخود می و مستیت لے زہست ما ہمارہ ہستیت
اے وہ شخص کہ ہمارا وجود تیری بخود می و مستیت ہے اور ہماری ہستی کی وجہ سے ہمیشہ تیری ہستی ہے۔
تا قے لب این زمان من فو بنو راز ہائے کہنہ می گویم شنو
یعنی تیرے ساتھ میں اس وقت بے لب کے فو بنو بنے رازوں کو کہتا ہوں شن۔
زانکہ آن پہا ازین دم می رد بر لب جوئے نہاں بر می دم

یعنی اس لئے کہ وہ لب اسی دم سے پیدا ہوتے ہیں اور پوشیدہ اندی کے کنارہ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہم تم سے اسی زبان ظاہری سے کچھ باتیں بیان کرتے ہیں اسکے ذریعے سے تمہارے قلب پر ظلم اور فتنہ طاری ہو سکے۔
 گوشش بیگوشی دریندم بہ کشا بہر راز یفعل اللہ ما یشاء
 یعنی بے سنسنے کے کان یفعل اللہ ما یشاء کے راز کے واسطے کھولے مطلب یہ کہ اذن رازوں کے لئے یہ ظاہری کان بھی کافی نہیں ہیں اذن کے لئے بھی گوشش قلب کی ضرورت ہے۔

چوں صلائے وصل پشنین گرفت اندک اندک مردہ جنبیدن گرفت
 یعنی جب وصل کی آواز سننا شروع کی تو مردہ نے تھوڑا تھوڑا ہلنا شروع کیا یعنی جب اس عاشق نے سنا کہ وصل محبوب کا وقت قریب ہے تو اس کے ہوش و حواس کچھ درست ہوئے اور اس نے ہلنا شروع کیا مولانا زکریا نے
 نے کم از خاکست کز عشوہ صبا سبزہ پوشد سر بر آواز فنا
 یعنی وہ (عاشق) خاک سے تو کم نہیں ہے کہ (خاک نے) صبا کے عشوہ کی وجہ سے سبزہ پہن لیا۔
 کم ز آب لطف نبود کز خطاب یوسفان ز ایندخ جوں آفتاب
 یعنی وہ لطف کے پانی سے کم نہیں کہ خطاب (حق) کی وجہ سے یوسف پیدا ہوتے ہیں (جن کے) چہرے آفتاب کی طرح ہوتے ہیں۔

کم ز بادے نے کہ شد از امر کن در رحم طاؤس مرغ خوش سخن
 یعنی وہ بھلا سے کم نہیں ہے کہ جلد کر کے کئی وجہ سے رحم کے اندر موما خوش آواز ملانے ہو گئے۔
 کم ز ناسے نیست کز امر سلام گلستان شد بر خلیل خوش کلام
 یعنی وہ آگ سے تو کم نہیں ہے جو کہ امر حق کی وجہ سے خلیل خوش کلام پر گلستان ہو گئی تھی۔
 کم ز جو بے نیست در دفع عدو گشت اثر در ہائے منکر ز امر تو
 یعنی کڑی سے تو کم نہیں کہ وہ دشمن کے دفع کرنے میں ایک اثر دہائے ہیبت ناک ہو گئی تھی۔
 کم ز سنگ کوہ نبود کز ولاد ناوہ کان ناوت نہاوت ز اور زاد
 یعنی بہاؤ کے پتھر سے تو کم نہیں ہے کہ ولادت کی وجہ سے اس نے ایک ایسی آوہی جی کہ بر لٹھی نے ایک لڑکچہ جانا
 مطلب یہ کہ جب محبوب کی آواز سے اور اس کے حکم سے یہاں چیزوں میں جان پڑ جاتی ہے اور وہ
 جانداروں جیسا کام کرنے لگتی ہیں تو اگر اس شخص کو محبوب کی آواز سے ہوش آگیا تو کیا تعجب ہے آگے
 مولانا سناتے ہیں۔

زین ہمہ بگذرن آن مایہ عدم عالمے زاد و بزیار دم بدم

یعنی ان سب کو چھوڑ دیا اوس مایہ عدم نے ایک عالم کو نہیں جتنا ہے اور ہر گھڑی جن رہا ہے۔ مطلب یہ کہ ان چیزوں کے ہاں نہ رہا جانے سے کیوں تعجب کرتے ہو جبکہ سارا عالم ہما عدم سے موجود ہوا ہے تو یہ بھی اسی عدم کی حالت میں موجود ہو گئے۔

برجمید و بر طمید و شاد و شاد و یکد و چسپ و شے زد و سجود اندر قناد

یعنی کودا اور تڑپا خوش خوش نہ ایک پکڑ لگا کر سجدہ میں گر پڑا۔

بشکفید از روے او و شاد و خند و در وصال از بند بجز آزاد شد

یعنی اوس (صدر جہاں) کے چہرہ کی دم سے کھل گیا اور خوش ہو گیا اور وصال (کی حالت) میں سجدہ کی قید سے آزاد ہو گیا۔

شرح چہیبی

گفت اے غمخوارے حق جان را مطلق
اے سہرا فیل قیامت نگاہ عشق
اولین خلعت کہ خواہی داد نم
گر چہ میبدانی بصورت حال من
صدر جہاں بار اے صدر فرید
آن سیمیں تو و آن اصنافے تو
آن خوشیدن کم و بیش مرا
قلب ہائے من کہ آن معلوم تست
بہر گشت مانجے و شوخ غترہ
اولا بشنو کہ چون ماندم زشت
ثانیاً بشنو کہ اے صدر رودود
ثالثاً تا از تو بیرون رفتہ ام
رابعاً چون سوخت مارا مزہ
خامساً از ہجرت اے صدر جہاں
سادساً از شش ہجرت بلوائے تو

مشکر کہ باد آمدی زان کوہ قاف
اے تو عشق عشق وے و دعاہ عشق
گوش خواہی کہ بنی بر روز نم
بندہ پر در گوش کن اقبال من
زار زوے گوش تو جو شمش برید
وان بسمہائے جان افزائے تو
عشوہ حبان بداندیش مرا
پس پذیرفتی تو چون نقد در دست
حلبہا در پیش حلت ذرہ
اول و آخر ز پیش من چہبت
کہ بسے جستم ترا ثانی بنود
گوئی ثالث ثالثہ گفتہ ام
می ندانم خامسہ از رابعہ
از حواس خمسہ بودم در زیاں
گوئی بارید بر من غم دو تو

سایح از ثامن ندائیم ضا لہ ام
ہر کجا یابی تو خون بر خاک ہا
گفت من رعوت دین بانگ حنین
من میان گفت و گویہ می تنم
گر بگویم فوت میسر دویجا
می فت از دیدہ خون دل شہا
این بگفت و دیدہ در شد آن خفیف
از دلش چندان بر آید ہائے وہو
خیرہ گویاں خیرہ گریاں خیرہ خند
شہر ہم ہمرنگ او شد اشک یز
آسمان می گفت آندم ہا زمین
عقل حیران کہ چہ عشق ست و چہ حال
چرخ بر خواندہ قیامت نالہ

خون ہمگی گرید فلک از نالہ ام
پے بری باشد یقین از چشم ما
زایر خواہد تا سبارد بر زمین
یا بگریم یا بگویم چون کنم
ور بگریم چون کنم شکر و ثنا
بین چہ افتادہ است از دیدہ مرا
کہ برو بگریست ہم دون ہم شریف
حلقہ کرد اہل بخارا گر داد
مرد وزن خورد و کلاں حیران شدند
مرد وزن در ہم شد و چنان رست خیز
گر قیامت را ندیدستی بہ بین
کہ نسراق او عجب تر یا وصال
تا مجستہ بر در دیدہ جامہ را

عاشق نے پاؤں سے اٹھ کر کہا کہ اے نایاب زمانہ اور اے کعبہ جان خدا کا شکریہ کہ تو کہہ قات
فراق سے واپس آیا اور اے معشر عشق کے اسرائیل اور عشاق کو زندہ کرنے والے اور اے وہ شخص کہ
جس پر عشق بھی عاشق ہے اور اے عشق کے مطلوب پہلا خلعت جو آپ مجھے عطا فرمائیں وہ یہ ہونا چاہیے
کہ آپ میرے منہ سے کان لگائیں تاکہ میں الم فراق کو بیان کر کے دل کی بجز اس نکالوں۔ گو آپ صفائی
باطن سے میری حالت جانتے ہیں مگر میری زبان سے سن لیجئے۔ سنئے لاکھوں مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ اس
آرزو میں کہ آپ میری بات سنیں میرے حواس باختہ ہو گئے ہیں آپ کا شننا اور کان لگا کر متوجہ ہونا
اور آپ کا جان افزا تبسم اور آپ کا میری معمولی سی معمولی بات کو سننا جو محض میری جان بندانہ لیش کا
دروہ کھا تھا جس کے ذریعہ سے وہ آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھی اور یہ کہ آپ نے میرے ان نقائص
کو جو آپ کو معلوم ہیں بسا اوقات خوبیوں کی طرح قبول فرمایا ہے اور یہ کہ ایک گستاخ اور مغرور شوخ
کیسے۔ اور دن کے حلم آپ کے حلم کے مقابلہ میں ایک ذرہ ہیں یہ تمام باتیں مجھے اس در خواست
پر جرأت دلاتی ہیں اچھا سنئے اول تو یہ بات ہے کہ جب سے میں آپ کے جال سے نکلا ہوں مجھے آگے
پہچے کی کچھ خبر نہ رہی۔ دوم یہ کہ میں نے بہت کچھ ڈھونڈھا اور سر مارا مگر آپ کا ثانی نہ ملا۔ سویم یہ کہ

جب سے میں آپ کے پاس سے گیا ہوں میں ایسا ہو گیا تھا جیسا کہ کافر نصرانی کہ مطلوبیت میں آپ کا
شریک نہیں آیا۔ چہارم یہ کہ جب سے میری خرمین جان پر بجلی گری ہے اور آپ سے جدا ہوا ہوں مجھے
کچھ خبر نہ رہی تھی کہ چوتھے اور پانچویں میں امتیاز دربارہٴ بنجم یہ کہ آپ کے بحر میں میرے حواس خمسہ
معطل ہو گئے۔ ششم یہ کہ بدوں آپ کے دیدار کے شش جہت سے مجھ پر غم کی موسلا دھار بارش
ہوتی تھی میں بالکل بے خبر تھا۔ اور مجھے ساتویں اور آٹھویں میں تیز نہ تھی۔ میرے نالوں پر آسمان خون
روتا تھا۔ جہاں کہیں آپ کو زمین پر خون ملے گا تو جبکہ آپ کھوج لگائیں گے تو یقیناً وہ میری آنکھ کا خون
ثابت ہو گا۔ میری یہ گفتگو اور یہ آواز گریہ ناک رعد ہے جو اب کو چاہتی ہے کہ زمین پر بر سے یعنی مجھے اس
بیان سے رونا آتا ہے اب میں گفتگو اور رونے کے درمیان پھنسا ہوا ہوں۔ گفتگو کروں یا رڈوں کیسا
کروں اگر میں گفتگو کرنا ہوں تو روتا جاتا ہے اور اگر رڈوں کو آپ کا شکراہ آپ کی تعریف کیونکر کروں
میری آنکھوں سے خون دل بہتا ہے مجھے دیکھئے یہ کیا گرا یہ کہہ کر زار زار رونا شروع کیا اور یوں رو یا کہ
اوس کے رونے پر ادنیٰ واعلیٰ سب روتے تھے اور اوس کے دل سے اس قدر نالہ و فغاں نکلے کہ تمام
اہل بخارا اوس کے گرد جمع ہو گئے زبان سے بے لگتی باتیں کرتا تھا آنکھوں سے بے حد روتا تھا اور کبھی
بے انتہا ہنس تا تھا غرضیکہ عجیب حالت تھی جس کو دیکھ کر سب لوگ حیران تھے شہر کے لوگ بھی اوس کی طرح
روتے تھے اور عورتیں اور مرد سب گڑ گڑ ہو گئے تھے اور قیامت کی سی حالت ہو گئی تھی آسمان ہریان
حال زمین سے کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے قیامت نہیں دیکھی تو لے یہ دیکھ لے۔ عقل حیران تھی
کہ اس کا عشق اور اس کی حالت کس قدر عجیب ہے۔ اور سوچتی تھی کہ اس کا فراق عجیب تر ہے
یا وصال۔ آسمان قیامت نامہ پڑھ رہا تھا اور اوس کے ایک ایک واقعہ کو اس پر منطبق کر رہا تھا۔
یہاں تک کہ کہکشاں نے کپڑے پہنا ڈالے تھے۔

شہ شہیری

بیہوش عاشق کا ہوش میں آنا اور محبوب کی ثنا اور شکر کرنا

گفت اے عنقائے حق جانرا مطاف شکر کہ ہاز آمدی زبان کوہ قاف

یعنی عاشق نے کہا کہ اے حق کے عنقا اور جان کے طواف کی جگہ شکر ہے کہ آپ اوس (استغناء کے) کوہ قاف
سے واپس آ گئے۔ مطلب یہ کہ عاشق کہتا ہے کہ محبوب خدا کا شکر ہے تمہاری وہ حالت بے اعتنائی اور استغناء

کی گئی اور مجھ پر مہربان ہوئے۔
 اے سرفیل قیامت گاہ عشق اے تو عشق عشق دلے دلخواہ عشق
 یعنی اے عشق کے قیامت گاہ کے سرفیل اے وہ شخص کہ تم عشق کے مشوق ہو اور اے محبوب عشق۔
 اول این خلعت کہ خواہی دادم گوش خواہم کہ نہی بر روزم
 یعنی اول خلعت جو آپ مجھے دیں گے وہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ میری بات پر کان رکھیں مطلب یہ ہے کہ
 وہ اپنے محبوب کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے کہ وہ شخص جو کہ عشق کی قیامت کے وقت مرد کونزدہ
 کرنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ سب سے اول انعام جو مجھ پر ہو وہ یہ ہو کہ آپ میری باتیں سن لیں۔
 گرچہ میدانی بصفوت حال من بندہ پرور گوش کن اقبال من
 یعنی اگرچہ آپ پر گریہ کی وجہ سے میری حالت کو جانتے ہیں (مگر) اے بندہ پرور میری باتوں کو سن لیں
 صدر ازاران بازارے صدر فرید زار زوے گوش تو ہو ششم پرید
 یعنی اے صدر یکتا لاکھوں دفعہ تیرے کان کی آرزو میں میرے ہوش اڑ گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ مجھے
 جہانی میں جب تیرا میری باتوں کو سنانا یاد آیا ہے تو میرے ہوش اڑ گئے ہیں۔
 آن سمیعے تو آن اضغائے تو وان تبسہائے جان افزائی تو
 یعنی تیرا وہ سنانا اور تیرا وہ کان لگانا اور وہ تیرے جان کے بڑھانے والے تبسم۔
 آن نیوشیدن کم و بیش مرا عشوہ جان باندیش مرا
 یعنی وہ میرے کم و بیش کو سنانا اور میری جان باندیش کے مکروں کو سنانا۔
 قلب ہائے من کہ آن معلوم گشت پس پذیرفتی تو چون نقد درست
 یعنی میرے دل کے کہوٹوں کو جو تجھے معلوم ہیں تو نے بہت مرتبہ مثل عمدہ کہے کے قبول کیا ہے۔
 بہر گستاخے و شوخ غترہ طہا در پیش حلت درہ
 یعنی گستاخی اور ماشنی کی شوخی کے واسطے تمام علم تیرے علم کے سامنے ایک ذرہ ہیں۔ مطلب یہ
 کہ ماشنی کی شوخی اور گستاخی کے برداشت کرنے کیلئے تمام علم کافی نہیں ہیں مگر تیرے علم نے انکو
 سمجھ برداشت کیا ہے تو اور حسب علم تیرے علم سے گھٹے ہوئے ہیں۔
 اولاً بشنو کہ چون نامزد گشت اول و آخرز پیش من چہیت
 یعنی اول تو سن کہ جب میں کند (خدمت) سے جہا بھا تو اول و آخر میرے آگے سے جانا رہا۔ مطلب
 یہ کہ جب میں آپ کی خدمت سے جہا ہوا ہوں مجھے اول و آخر کی کچھ خبر نہیں رہی۔

ثانیاً بشنو تو اسے صدر و دود کہ جسے تہمت ثانی نہ بود
یعنی اسے صدر محبوب دوسری بات ہے سن کہ میں نے بہت ڈھونڈھا مگر تیرا کوئی ثانی نہیں تھا۔
ثالثاً تا از تو بیرون رفته ام گوینا ثالث ثالثہ گفت ہم
یعنی تیسرے کے کہ جب سے تیرے پاس سے گیا ہوں گویا ثالث ثالثہ کہا ہے میں نے مطلب یہ کہ چونکہ آپ
میرے اصلی محبوب ہیں اور میں آپ سے جدا ہو کر دوسری جگہ گیا تو ایسا ہو گیا جیسا کہ نصاریٰ محسوب
حقیقی کو چھوڑ کر محبوبان مجازی کی طرف التفات کرتے ہیں۔

را بجا چون سوخت مارا حذر ع می ندانم خامسہ از را بعہ
چوتھے یہ کہ جب ہماری (قرب) کی کھیتی جل گئی تو میں پانچویں کو چوتھے سے نہیں جانتا مطلب یہ کہ جب
آپ کا قرب جاتا رہا تو پھر مجھے اس قدر بخودی نے گھیرا کہ مجھے چاروں پہنچ میں بھی امتیاز نہ رہا۔
خامساً در محبت لے صد جہاں از حواس خمسہ بودم در زیان
اور پانچویں لے صد جہاں تیری جذباتی ہیں جو اس خمسہ سے نقصان میں تھا۔
سادساً از شش جہت بے رویتو گوینا بارید بر من غم دو تو
یعنی چھ شش جہت سے بے چہرہ تیرے کے گویا کہ مجھ پر دو ہوا غم برسا۔

سابعاً از ثامن ندانم ضالہ ام خون بھی گرید فلک از نالہ ام
یعنی ساتویں کو آٹھویں سے نہیں جانتا گمراہ ہوں اور فلک میرے نالہ کی وجہ سے خون روتا ہے مطلب
یہ کہ میرے نالہ کا اثر آسمان تک پہنچا۔

ہر گجایابی تو خون بر خا کہا بے بری ہا شد یقیناً از چشم ما
یعنی جس جگہ کہ تو خاک پر خون پاؤں لگا یقیناً ہماری آنکھ سے نشان لے جاوے گا۔ یعنی جہاں کہیں
خون پڑا عباد کی جگہ تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ ہم اور میری کو روئے ہوسے گئے ہیں۔

گفت من رعیت این بانگ و منیں زابر خواہد تا بسار و بر زمین
یعنی میری باتیں اور یہ آوازیں رعیتیں اور ابراہیم سے چاہتی ہیں کہ زمین پر میرے مطلب یہ کہ جب میں باتیں
کرتا ہوں تو مجھے رونا آتا ہے اور ان باتوں کا تقاضا ہوتا ہے کہ میں خوب روؤں۔

من میاں گفت و گریہ می کنم یا بگویم یا بگویم چون کنم
یعنی میں نے اور گفتگو کرنے کے درمیان میں کہنے رہا ہوں کہ روؤں یا باتیں کروں کیا کروں۔
گر بگویم فوت می گرد و بکا و بگویم چون کنم شکر و ثنا

یعنی اگر باتیں کرتا ہوں تو رونافوت ہوا جاتا ہے اور اگر دیکھتا ہوں تو قریب اور شکر کس طرح کروں۔
 میفت لدا دیدہ خون دل شہبا بین چہ افتادہ سمت از دیدہ مرا
 یعنی اے بادشاہ آنکھوں سے خون گری رہا ہے دیکھو میری آنکھوں سے کیا گرا ہے۔

این بگفت و گریہ در شد آن خجیف کہ برو بگریست ہم دون ہم شریف
 یعنی یہ کہا اور وہ خجیف رہنے میں ہوا (اس طرح) اگر اس پر کہینہ بھی روئے اور شریف بھی۔
 از دلش چندان برآمد ہائے و ہوا حلقہ کرد اہل بخت را گرداو
 یعنی اس کے دل سے اس قدر ہائے و ہونٹکی کا اہل بخت ہانے اسکے گرد حلقہ لگا لیا۔

خیر گویان خیر گریاں خیر خند مردوزن خورد و کلاں حیران شدند
 یعنی بے ڈر ہنگام کہنے والا اور بے ڈر ہنگام رونے والا اور بے ڈر ہنگام ہنسنے والا عورت و مرد بھڑٹے اور ڈرے حیران ہوئے۔
 شہر ہم ہم رنگ او شد اس شک ریز مردوزن در ہم شدہ چون رستخیز
 یعنی تمام شہر بھی اسی کی طرح رونے والا ہو گیا عورت اور مرد آپس میں قیامت کی طرح طے ہوئے۔ مطلب
 یہ کہ جس طرح قیامت میں کسی کو ایک دوسرے کی خیر نہ ہوگی اسی طرح سب کے سب اس کے دیکھنے میں
 لگے ہوئے تھے کسی کو ایک دوسرے کی خیر نہ تھی۔

آسمان می گفت آندم باز بین گر قیامت راندیدستی بہ بین
 یعنی آسمان اسوقت زمین سے کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے قیامت کو دیکھا ہو تو دیکھو۔

عقل حیران کہ عشق مست و چہ حال کہ فراق او عجب تر یا وصال
 یعنی عقل حیران تھی کیسا عشق ہے اور کیا حال ہے کہ فراق اس کا زیادہ عجب ہے یا وصال مطلب یہ کہ
 عقل کہتی تھی کہ یہ فراق میں بھی رو تا ہی پھر تا تھا وصال میں بھی رو رہا ہے تو کوئی حالت زیادہ عجب ہے۔
 چرخ بر خواندہ قیامت نامہ را تا مجسمہ بر در یدہ جامہ را
 یعنی آسمان قیامت نامہ کو پڑھ رہا تھا اور کہکشاں ان تک کپڑے پہنا رہے تھے۔ (ان کے کولانا قیامتیں)۔

شرح حبیبی

باد و عالم عشق را بیگانگی ست و اندران ہفتاد و دو دیوانگی ست
 سخت پہناست و پیدا چرخ جان سلطانان جان در حشرش
 غیہ ہفتاد و دو ملت کیش او سخت شاہان تختہ بندی پیش کو

مطب عشق این زند وقت سماع
پس چہ باشد عشق در بانی عدم
بندگی و سلطنت معلوم شد
کاشکے مستی زبانی داشتے
ہر چہ گوئی لے دم ہستی ازان
آفت اہلک آن حالت قال
من چو با سودا بیانش محرم
سخت مست و بنجود و آشفست
بان و بان ہشدار برناری دمی
عاشق و مستی و بکشاہ زبان
چون زراز و نازاد گوید زبان
سترچہ در بنید و پیشم آذرست
چون پیشم تا سرش پہناں گم
زعم انقم گیرم او ہر دو گوش
گویش رو گرچہ ہر دو شیدہ
گوید و مجبوس جسم ست این تنم
گویش زان پیش کہ گردی گرو
گوید از جام لطیف آشام من
چون بیاید شام و دزد جام من
زان عجب بہنہ دنام نمی دمام

بندگی بند و خداوندی صداع
در شکستہ عقل را آنجا فدم
زین دو پردہ عاشقی مکتوم شد
تا ز مستان پروہا برداشتے
پردہ دیگر برو بستی بدان
خون بخون شستن بحال ہست و محال
روز و شب اند قفس درمی دمم
دوشش لے جان برچہ پہلو خفتہ
اولا برچہ طلب کن محرمی
اللہ اللہ اشتہ بر نرد بان
یا جمیل الستہ خواند آسمان
تو بھی پوشیش اور سوا ترست
سر بر آرد چون علم کانیک منم
کائے مدمن چو نش می پوشی ہوش
ہمچو جان پیدا می و پوشیدہ
چوں مے اندر بزم خدبک می ترنم
تا نیاید آفت مستی برو
پایہ روزم تا نماز شام من
گویش وادہ کہ تا مدت شام من
زانکہ سیری نیست منجور را دمام

(تذنیب ص ۱۲۸) ان اشعار کی تشریح میں حضرت مجدد الملتہ والدین کی ایک تحریر ہے جو کہ شرح شبیری میں
درج ہے۔ مگر میں نے انکی شرح دوسرے عنوان سے کی ہے تاکہ اس عنوان سے بھی واقفیت ہو جاوے
اور فائدہ تام ہو بسا سنو کہ۔ یہاں سے مولانا صفات عشق بیان کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں عشق بھی
عجیب چیز ہے کہ تمام دنیا سے نرالا ہے کہ اس کے آثار دیگر موجودات کے آثار سے نہیں ملتے۔ عالم میں
اگر کسی میں ایک قسم کی دیوانگی ہوگی تو اس میں بہتر طرح کے جنون ہیں۔ ایک صفت اس کی یہ ہے کہ
ذاتاً نہایت مخفی ہے مگر حیرت اس کی ظاہر ہے اور ایک وصف اس کا یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کو بھی باوجودیکہ
وہ سلطانان جہان ہیں اوس کی تنہا ہے اور وہ اس سے مستغنی نہیں ایک بات اس میں یہ ہے کہ اوس کا

سلک تمام مذاہب و مذاہب سے جداگانہ ہے مثلاً سخت شاہی اوس کے نزدیک ایک قید ہے اور کسی سلک میں نہیں اگر ہو تو ضرور اس میں اس کی آمیزش ہوگی اور یہ اوس کا مقصد ہی ہوگا چونکہ اسکی شان سب سے نرالی ہے اس لئے مطرب عشق (یعنی خود عشق) اقوالی میں یہ راگ گاتا ہے یعنی زبان حال یہ کہتا ہے کہ تابعیت ایک قید ہے اور متبوعیت درد سہری جب مطلق عشق کی یہ حالت پہنچیں عشق مجازی بھی داخل ہے تو خاص بحر عالم غریب یعنی حق سبحانہ کا عشق کیا ہوگا اور اوس کی صفات مختصر کس قدر عجیب ہوں گی سچ تو یہ ہے کہ اس کی حالت تک عقل کی رسائی ناممکن ہے اب مولانا اس کی خفا کیوجہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل وجہ خفا کی یہ ہے کہ لوگوں کو بندگی و سلطنت کا حال معلوم ہوا لہذا کسی نے بندگی اختیار کی اور کسی نے سلطنت اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ عشق کو ان دونوں سے نفرت ہے ایک کو وہ قید کہتا ہے دوسرے کو درد سہری تو وہ ان کے ساتھ جمع نہ ہو سکا لہذا مخفی رہا۔ اور یہ ہر دو اس کا حجاب بن گئیں کسی ہمت اور باخود کی تو کیا مجال ہے کہ وہ اوس کی حالت بیان کر سکے کاش خود بخود ہی کے زبان ہوتی۔ اور وہ خود اپنی حالت بیان کرتی جس کے سبب بخودوں اور بخود عشق کی حالت معلوم ہوتی۔ رہا کلام حسن کا منشا ہستی ہے اوس سے تو اوس کی حالت پرے طور پر منکشف نہ ہوتی بلکہ اس سے اوس کی حالت پر ایک اور پردہ پڑ جاتا ہے اور قال اوس حال کے منافی ہے اس لئے کہ ان کا تعلق ہستی سے ہے پس اوس چیز سے جو کہ ہستی سے تعلق رکھتی ہے اوس حجاب کو دور کرنا جو کہ خود بھی ہستی سے تعلق رکھتا ہے یوں ہی ناممکن ہے جیسے خون کو خون سے دھونا۔ ہاں میں چونکہ اوس کے سودا یہوں کا محرم راز ہوں اس لئے اوس کی حالت سے واقف ہوں اور رات دن اوس کی حقیقت کی سمجھنے کی لاطائل کو شش کرتا ہوں۔ مولانا جو میں کہہ تو گئے کہ میں راز عشق سے واقف ہوں مگر پھر ان کو تنبیہ ہوا اسلئے فرماتے ہیں کہ تو نہایت مست اور بخود اللہ آشفہ ہے بتاؤ وہی تو رات کس کر ڈٹ سوتا تھا دیکھ خبردار ایک لفظ ٹٹنے سے مت لگانا ایسی ہی اگر ضرورت ہے تو اولاً کوئی محرم راز تلاش کر بھر جو جی میں آئے کہہ کچھ مضائقہ نہیں تو عاشق اور مست ہوا دوسری زبان کھلی ہو کس قدر عجیب اور بے جوڑ بات ہے بھائی بھوکو تو اس سے پول ہی حیرت ہوتی ہے جیسے اونٹ کے میٹرھی پر چڑھنے سے بھلا اس کے راز و نیاز زبان کیونکر بیان کر سکتی ہے حالانکہ اس کی تسر کی آسمان تعریف کرتا ہے اور بھارتا ہے تو یا جمیل السترا دلے خوب پوشیدہ کہہ کر بھارتا ہے یہاں تک تو اخفائے راز عشق کی ضرورت بیان کی تھی اب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اگر بلا اختیار و بلا اضطراب اس کے آثار ظاہر ہو جا دیں تو

مضانہ نہیں کیونکہ اس کا چھپنا قدرت سے باہر ہے کہ عشق و مشک رائتوں ہفتن اس کو یوں بیان
فرماتے ہیں کہ راجی کیسا اخفا بھلا کہیں مکن سے کیونکہ اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے آگ کو روٹی یا دون
سے چھپاؤ تو جس طرح کہ وہ اس سے نہ چھپے گی بلکہ اور ظاہر ہوگی یوں ہی تم چاہتے ہو کہ ہم اسے بالکل
چھپائیں مگر وہ اس سے اور ظاہر ہوتا ہے اب خطاب سے تکلم کی طرف التفات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ جب میں اس کو مخفی کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ جھنڈے کی طرح سر بلند کرتا ہے اور کہتا ہے
تو گو دیکھ لو میں ہوں غرضیکہ وہ میرے منشا کے خلاف میرے کان پکڑ کر ملتا ہے اور کہتا ہے کہ
بیہودہ تو مجھے چھپانا چاہتا ہے اچھالے چھپا دیکھوں تو کیسا چھپانے والا ہے جب میں اس کا غفہ
دیکھتا ہوں تو بھنت لجا کرتا ہوں ادا کہتا ہوں کہ گو آپ غفہ میں ہیں اور جان کی طرح مخفی ہو کر بھی
آپ ظاہر ہیں میں اس کا انکار نہیں کرتا اھ نہ آپ کے ظہور کو میں روک سکتا ہوں مگر آپ تشریف
لے جائیے اور غوطہ نہ کو مخفی کیجئے اس پر کہتا ہے کہ یہ میرے اختیار میں نہیں میں اگر چاروں میں مجھوں
ہوں مگر نہ یہ جس میرے ظہور کیلئے مانع ہے اور نہ عدم ظہور میرا اختیاری ہے پس میری مثال ایسی
ہے جیسے شراب شکرے میں مجھوں ہوا اور سر محفل تالیاں بجا رہی ہو اگر میں اس کو اس عنوان سے منع کرتا
ہوں تو اس کا یہ جواب ملتا ہے جو تم سن چکے ہو اور اگر یوں کہتا ہوں کہ دیکھو یہ شیوہ اچھا نہیں ہے
اس میں مصیبت میں چھنس جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ جوش مستی میں میرے منہ سے نامناسب
باتیں نکلیں گی اور لوگ دشمن ہو جائیں گے اور میرا ضرر خود آپ کا ضرر ہے اور میری دشمنی آپ کی
دشمنی پس قبل اس کے کہ تم میری مستی کے سبب کسی مصیبت میں چھنسو بہتر یہ ہے کہ جا کر چھپ رہو
تو جواب یہ ملتا ہے کہ تم ایک لطیف آشام شخص ہو۔ تنگ ظرف اور کم ظرف نہیں ہو لہذا میں
کسی تنگ ظرف اور کم حوصلہ شخص کے پیرا کی شراب نہیں بلکہ ایک نہایت نفیس چنے والے کی جا
کی شراب ہوں۔ اس لئے مجھے اندیشہ نہیں کہ تم اول نول بگو گے لہذا میں نہ مخفی ہو سکتا ہوں اور نہ
جدا ہو سکتا ہوں۔ میں تم سے شام تک تمہارے ساتھ رہوں گا یعنی میرا اور تمہارا تو زندگی جھکا ساتھ
ہے اور موت سے پہلے تمہیں نہیں چھوڑ سکتا غرض کہ تم سے بھی کام لیتا ہوں اور تمہیں بھی کرتا
ہوں۔ وہ ہسکیاں بھی دیتا ہوں مگر عشق ہے کہ بدن ظاہر ہوئے نہیں رہتا ایسی حالت میں اگر
افشارے راز ہو جاوے تو مجبوری ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ عشق کہتا ہے کہ میں شام تک تمہارے
ساتھ رہوں گا اور مرتے دم تک تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا میں کہتا تھا کہ تیرا کبھی بیچان نہ چھوڑوں گا جب
شام موت محل پیرا لہ چرانے اور مجھے عشق سے جدا کرنے آئے گی تو میں کہوں گا لا میرا پیرا لہ بھی شام

نہیں ہوئی اور میرے مرنے کا وقت نہیں آیا کیونکہ عشاق کیلئے موت نہیں ہے
ہرگز نہ میرا آئندہ دلش زندہ شد عشق الخ

واقعی یہ شراب ایسی چیز ہے کہ اس سے کبھی جی نہیں بھرتا۔ یہ تو بڑی چیز ہے شراب محسوس سے بھی بادل ہ
گسار سیر نہیں ہوتے اس لئے عرب نے شراب کو دام کہا ہے کہ کسے خوار اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔
اب مولانا پھر اوصاف عشق کی طرف انتقال کرتے ہیں اور کہتے ہیں
عشق جو شد ہادہ تحقیق را الخ

شرح شبیری

باد و عالم عشق را بیگانگی اندر و جفت او در و دیوانگی

یعنی عشق کو دونوں عالم سے بیگانگی ہے اور اس کے اندر بہتر جنون ہیں بہتر سے مراد کثرت ہے یعنی
بہت سے جنون ہیں۔ مطلب یہ کہ عشق کے خواص سب موجودات عالم سے نالے ہیں اور اس میں بے شمار
جنون ہیں یہ بیان ہے اور اس کے بعض خواص کا کہ دونوں عالم کے مصالح کا مخدوش بولہ یہاں یہوشی پکار
یہوشی متعارف سے بھی یہ ہوشی دوسری نوع کی ہے۔

سخت پہناست و پیدا چرخش جان سلطانان جان در حشرش

یعنی وہ بہت پوشیدہ ہے اور اس کی حیرت ظاہر ہے اور جان کی بادشاہوں کی جان اس کی تمنا
میں ہے مطلب یہ کہ عشق میں جو حیرت ہوتی ہے وہ باعتبار اپنی کثرت کے عوام سے پہنان ہے کیونکہ وہ ذوق
ہے اور عوام اس ذوق سے خالی ہیں اور باعتبار بعض آثار کے ظاہر ہے چنانچہ ظاہر ہے اور شاہان جان
یعنی انبیاء اور اولیاء اس کے شوق میں ہیں پس حسرت مجازاً بمعنی تمنائے ہے۔

خیر ہفتاد و دو ملت کیش او تخت شاہان تختہ بندی پیش او

یعنی بہتر و نیکوں سے اس کا مذہب جڑا ہے اور بادشاہوں کا تخت اس کے سامنے قید خانہ ہے
مطلب یہ کہ تمام مذاہب سے الگ اس عشق کا مذہب ہے۔ مذاہب باطلہ سے الگ جو نا تو ظاہر ہے
کیونکہ عشق امر حق ہے اور ممکن ہے کہ ہفتاد و دو سے مراد صرف مذاہب باطلہ ہی لئے جاویں اور اگر
قطع نظر عد سے تمام مذاہب لئے جاویں تو مذہب حق سے جفا ہو نا اس طرح ہے کہ مذہب کو مقصد
اور قلی ہے اور یہ محبوب اور حالی ہے اور تقابیر دونوں کا ظاہر ہے اور عشق ایسی چیز ہے کہ بادشاہوں کا
تخت و تاج اس کے سامنے بجائے جس کے عیسیٰ کلفت دہ ہے۔

مطرب عشق این زند وقت سماع **بندگی بند و خداوندی صدراع**
 یعنی سماع کے وقت عشق کا مطرب یہ بجا رہے کہ بندگی ایک قید ہے اور خداوندی دوسرے۔ مطلب
 یہ کہ سماع کے وقت مطرب حق پران حال عشق کی صفت میں یہ کہتا تھا کہ تا بعیت تو ایک قید ہے اور تبعیت
 دوسرے چنانچہ ظاہر ہے یعنی عشق دونوں سے ارفع ہے اور اس میں دونوں سے آزادی ہے کیونکہ یہ
 دونوں فرع ہیں محمود ہستی کے اور عشق میں فنا اور ہستی ہے۔
پس چہ باشد عشق در پائے عدم در شکستہ عقل را آنجائز دم
 یعنی پس عشق کیا ہے ایک در پائے عدم ہے کہ اس کو عقل کے قدم ٹٹے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ اس
 ثابت ہوا کہ عشق کیا چیز ہے وہ ایک در پائے فنا ہے در پائے تشبیہ باعتبار عقل غرق ہونے کے ہے
 اور جس لمحہ در پائے کوئی عامل قدم نہیں رکھ سکتا اس میں بھی عقل شکستہ قدم ہے اور اس کی اوسیں
 رسائی نہیں چنانچہ فنا کا فوق العقل ہو نا ظاہر ہے۔

بندگی و سلطنت معلوم شد زین دو پردہ عاشقی مکشوم شد
 یعنی بندگی و سلطنت معلوم ہو گئی اور عاشقی ان دونوں پردوں سے پوشیدہ ہے مطلب یہ کہ اس تقریر
 بالا سے بندگی و تابعیت اور سلطنت و متبوعیت کا حال معلوم ہو چکا ان دونوں حجابوں سے عشق مکشوم
 ہے کہ وہاں دونوں کا گذر نہیں سہی لئے ان دونوں کو حجاب کہد یا اور انھیں دونوں کی کیا تخصیص ہے
 جو علت ان دونوں کی رسائی نہ ہونے کی ہے یعنی ان دونوں کا فرع ہونا ہستی کیلئے اسی علت
 سے جنی اشیا وجود یہ ہیں سب کا عدم و ظل معلوم ہو گیا اسی کو فرماتے ہیں۔

کاشکے ہستی زبانے داشتے تازہستان پر دہا برداشتے
 یعنی کاش ہستی ایک زبان رکھتی تاکہ تمام موجودات سے پردوں کو اٹھا دیتی۔ مطلب یہ کہ بجائے اسکے
 کہ ہم بعض اشیا وجود یہ کا بیان کر رہے ہیں کاش خود ہستی کے زبان ہوتی تو وہ اپنی حقیقت
 بیان کر کے تمام اشیا کی حقیقت خاص اس امر میں بیان کر دیتی کہ عشق تک کسی کی رسائی نہیں
 آگے نہ سہاتے ہیں۔

ہرچہ گوئی اے دم ہستی ازالا پردہ دیگر برو ہستی بدال
 یعنی اے ہستی کے کلام تو اس عشق سے جو کچھ بیان کرے تو اس پر ایک دوسرا پردہ باندھ دیتا
 ہے جان لے۔ مطلب یہ ہے کہ اس ہستی کے زبان ہونے سے بھی حقیقت عشق کی منکشف نہ ہوتی
 پس بعنوان خطاب فرماتے ہیں کہ اے ہستی کے کلم یعنی اے ہستی متکلم تو فرضاً عشق کے اون خواص کو

کہ وہاں کسی ہستی کا گزند نہیں جتنا بھی بیان کرے اس سے یہ ہوتا کہ تو اس پر ایک اور حجاب ڈال دیتی یعنی یہ بیان خود ایک حجاب ہو جانا اور حجاب میں عدم انکشاف ظاہر ہے اور یہ حجاب اس لئے ہو جاتا کہ
آفت اور اک کا ن قال است محال خون بخون شستن محال است محال

یعنی اور اک کا مانع وہ قال اور حال ہے اور خون کا خون سے نہ ہونا محال ہے مطلب یہ کہ اور اک عشق کی آفت یعنی مانع بھی درجہ چہرے میں قال اور حال اور یہ بیان ہستی قال ہوتا اس لئے حجاب ہوتا چنانچہ قال کا مانع ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق ایک حال ہے اور قال اس کا مضاف اور حال سے مراد غیر حال عشق ہے جو عشق سے ادون ہے اور ظاہر ہے کہ ادنیٰ کا حصول اور اک اعلیٰ کیلئے کافی نہیں اور عکس کافی ہے اس لئے ایسا حال بھی مانع ہو گا۔ آگے ایک مثال ہے تکلم ہستی کے مانع حجاب ہو سکتے کی بھی جس طرح خون کو خون سے نہیں زائل کر سکتے اسی طرح دوسرے حجب اس حجاب یعنی تکلم ہستی سے زائل ہوتے آگے اسی قال کا کشف عشق کے لئے کافی نہ ہونا بیان کرتے ہیں کہ۔

من چو با سودا نیان شش محرم روز و شب اندر قفس درمی دم
یعنی میں جب عشق کے سودا نیوں کا محرم ہوں تو رات دن بچہ میں چھونک رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ میں بوجہ اتصاف عشق کے صرف اس کے سودا نیوں یعنی عشاق کا محرم ہوں اور مخاطبین سودا نی عشق نہیں ہیں اس لئے اون کے سامنے قال سے اس کی تحقیق کرنا ایسا ہے جیسا کہ قفس میں چھونک کرنا یعنی عبث ڈلا طائل آگے اس قال میں اپنا کسی قدر مغلوب ہونا اور با وجود اس مغلوبیت کے اس قال کے ترک کا مناسب ہونا بیان کرتے ہیں۔

سخت و مست و نہ خود آشفته دوش لے جان بر چہرہ سلو خفته
یعنی تیز اور مست اور نہ خود اور پریشان ہو رہا ہے تو لے جان تو کل کس پہلو پر سویا ہے۔

بان وہان ہشدار برناری دے اولاً بر چہرہ طلب کن محرمے
یعنی بان ہان سنہل کہ تو کوئی آواز نہ نکالے اولاً اودھ اور کوئی محرم تلاش کر۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کو خطاب فرما رہے ہیں کہ تو بہت ہی تیز اور مست اور نہ خود آشفته ہو رہا ہے جان یعنی اے نفس تو کس پہلو پر سویا تھا کہ تیرے ہوش درست نہیں ہوئے ہاں ہوش کو سنبھال اور اس قسم کی ایک بات بھی منہ سے مت نکال بلکہ اولاً اس بیخوشی سے نکل اور کسی محرم کو ڈھونڈ پھر اس سے کہنے کا مضاف نہیں اور علاوہ محرم نہ ہونے کے ایک اور مانع بھی اس قال کا پایا جاتا ہے۔ آگے اس کا بیان ہے کہ۔

عاشق و مستی و بکشاہ زبان اللہ اللہ اشتہرے بر نرد بان

یعنی عاشق اور سستی اور زبان کھلی ہوئی اندر اندر ایک اونٹ ہے بیڑھی پر مطلب یہ ہے کہ عاشق ہو کر
 اور سستی عشق لئے ہوئے اور پھر زبان کھولے ہوئے یہ اجتماع المنا فیین ہے جیسا کہ شتر کا نر زبان پر
 ہونا عاقلۃ اجتماع المنا فیین ہے آگے اسی قال کا نامناسب ہونا دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ۔
 چون زراز و ناز او گوید زبان یا جمیل الستر خواند آسمان
 یعنی جبکہ عشق کے راز و ناز کو زبان بیان کرتی ہے تو آسمان یا جمیل الستر بڑھتا ہے مطلب یہ کہ جب
 عشق کے اسرار و اطوار زبان قال ظاہر کرتی ہے تو آسمان بھی جبکہ صعود عمل کے وقت اوس پر طلوع ہوتا
 ہے اس اظہار قال سے تو حش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے یا جمیل الستر استرہ یعنی اے ستار حسن الستر
 اس را کہ پوشیدہ کر دیجئے اور اس قائل کے قلب میں سکوت کا انکار کر دیجئے یہاں تک مولانا نے حکیمانہ
 رائے دی ہے کہ اس کا اخفا کرنا چاہئے آگے آثار عشق کا آثار حکمت پر غلبہ ہو گیا ہے اوس غلبہ اور حش
 میں کہتے ہیں کہ۔

ستر چہ در پشیم و پینہ آدرست تا ہی پوشیش او پیدا ترست
 یعنی چھپانا کیسا کہ اون اور روئی میں آگ ہے جتنا کہ تو اوس کو چھپاتا ہے وہ زیادہ ظاہر ہے۔
 چون کہوشتم تا سترش پہناں کم سر بر آرد چون علم کا نیک منم
 جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اوس کے عہد کو پوشیدہ کروں تو وہ علم کی طرح سر نکالتا ہے کہ پر میں
 ہوں مطلب یہ کہ کیسا اخفا اس راز کی تو ایسی مثال ہے جیسے اون اور روئی میں آگ کہ اوس کے اندر
 مخفی کرنے سے زیادہ ظاہر ہوگی کہ پہلے تو اپنی ہی جگہ میں تھی روئی کے اندر کہنے سے روئی کی چیز کو بھی کھینچ
 بلکہ اوس کے نواح کو بھی تو بہت ہی پھیل گئی اسی طرح جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اوس کے راز کو مخفی
 کروں تو وہ پرچم بلند کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ دیکھو میں یہ ہوں مراد اس ظہور سے وہ ظہور نہیں جس کے
 اصدار سے اوپر منہ کیا گیا ہے کہ وہ تو اثر ہے اظہار مکتب کا بلکہ یہ دوسرا ظہور ہے جس کا اصدار حضرت
 حق سے ہوا ہے یعنی خود وجود واجب کا ظہور تنکوینی مظاہر کو نیہ میں اور اوس میں ایک قسم کا انتقال
 ہے یعنی گو میں عشق کا اخفا کرتا ہوں مگر خود ہی اوس کا اس طرح ظہور ہو رہا ہے کہ وجود حق ظاہر ہے
 اور چونکہ یہی ظہور وجود عشاق حق کی نظر میں ظہور اسرار عشق ہے اسلئے اس کا نام ظہور عشق رکھا گیا
 ہے وہ اس حیثیت سے مستور ہے کہ عشاق کی نظر میں بھی وجود کا ظہور عین عشق اس بنا پر اس مضمون کو جتنا کہ
 لایا گیا کہ اخفا اور جب میں کوشش کرتا ہوں اور اسی مضمون کی آگے تاکید ہے کہ۔

رغم انغم گیر دم ناگاہ کوشش کلمہ مدخ چوش نی پوسی بہوش

یعنی کہ باوجود میری ناگوارگی کے وہ عشق ناگہاں میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ اے پاگل تو اس کو کیوں کر چھپاؤں گا چھپا کر مطلب یہ کہ وہ عشق علی رغم نفی میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ مختل البدن تو راز عشق کو کیونکر مخفی کرتا ہے مخفی کردہ مخفی ہو ہی نہیں سکتا جبکہ وجود واجب کا خود ظہور ہو چکا اور وہی راز عشق کا ظہور ہے اور اس کو ظہور راز عشق کہنا ایسا ہے جیسا بعض اہل حال نے لکھا ہے کہ وحدۃ الوجود کا اخفا کیوں کیا جاوے جبکہ لا الہ الا اللہ کا وہ دلول ہے اور لا الہ الا اللہ کا اعلان منائر اور منابر اور محاریب میں کیا جاتا ہے آگے ایک مکالمہ ہے جو اسی معنی پر مبنی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا بطون عرش عشق کو رائج کہہ رہے ہیں تو غائب بھی کہ باوجود ظہور کے پھر وہ باطن ہی ہے اور استدعا بھی کہ محبوب حقیقی سے اسی کی درخواست کرتے ہیں اور محبوب حقیقی اوس کے ظہور کو رائج کر رہا ہے اور حقیقت یہ ظہور اور بطون دونوں مجتمع ہیں پس یہ محض عنوانا مکالمہ ہے معنوں میں مزاحمت نہیں اور مجموعہ کلامین سے یہ بتلانا ہے کہ اگر بصیرت ہو تو حق تعالیٰ کا ظہور وجود عشاق کی نظریں عین شہود ہے اور اگر بصیرت نہ ہو تو ہر شے حجاب مقصود ہے وہ مکالمہ یہ ہے۔

گویش رو گر چہ بر جو شیدہ ہنچو جان پیدائی و پوشیدہ

یعنی میں اوس کو کہتا ہوں کہ جا اگرچہ تو اوہل رہا ہے لیکن جان کی طرح ظاہر اور پوشیدہ ہے تو مطلب یہ کہ میں اوس عشق سے کہتا ہوں کہ تو مجھ پرانکا کرتا ہے کہ تو مخفی نہیں کر سکتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ تو ظاہر ہو ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ تو اگرچہ ظہور میں جو شہ کر رہا ہے لیکن روح کی طرح من وجہ ظاہر ہے اور من وجہ باطن تو ظہور تام تو تیرا نہ ہوا چنانچہ ظاہر ہے کہ وجود حق آثار سے ظاہر ہے مگر کہنے اوس کی نامعلوم پس پورا ظاہر نہ ہوا بلکہ غلبہ بطون ہی کو رہا۔

گوید و مجوس خم مست این خم چوں مے اندر نرم خبناک میزخم

یعنی وہ کہتا ہے کہ میلا بدین خم کے اندر قید ہو رہا ہے میں شراب کی طرح ہزم کے اندر تالیاں بجا رہا ہوں مطلب یہ کہ وہ جواب میں کہتا ہے کہ میرے ظہور کو ترجیح ہے اس لئے کہ میں مشابہ مئے انگور کے ہوں جو مرتبہ بطون فی الغیب سے نزول کر کے متلبس بالدن یعنی موضوع در خم ہو جاوے اور پھر ہزم میں آکر مستی اور تالیاں بجانے کا سبب بن جاوے جو صاف ظہور ہے اسی طرح بطون سے میرا تہ معنی وجود یعنی ذات مجاز امظاہر میں ظاہر ہو گیا اور محسن اس مجاز کا اعتبار ہے جانب مشبہ بہ کا کہ اوس کا تعین مصداق تن کا ظاہر ہے۔

گویش زان پیش کہ گزدی گرو تانیاید آفتی برو

یعنی میں اوس سے کہتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ تو گروی ہو (مستور ہو جا) تاکہ سستی کی آفت اوس پر نہ آوے۔ مطلب یہ کہ پھر میں اوس سے بطور استدعا کہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ تو اداک خلافت کا مہم جوئی یعنی مدرک ہو جاوے اپنے کو بااختیائے ممکن یعنی مکمل کے پس عامل زان پیش کا مقدر ہے اور مخفی اس لئے کرے تاکہ اوس مدرک پر سستی کی آفت نہ آجائے یعنی اندیشہ ہے کہ یہ ظہور وجود ظہور شہود تک کسی شخص کے اعتبار سے پہونچ جاوے اور وہ مغلوب اس کے ہو کر آفت شیطانی میں مبتلا نہ ہو جائے اس لئے اس ظہور کو مستور کر لے۔

گوید از جام لطیف آشام من یار روزم تا نماز شام من

یعنی کہتا ہے کہ ایک لطیف جام پینے کی وجہ سے میں دن کا یار ہوں اپنے نماز شام تک مطلب یہ کہ وہ جواب میں کہتا ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو قیامت خاصہ یا عامہ تک تو یہ ظہور ضرور ہی رہیگا۔ الا قول باعتبار کل واحد والثنائی باعتبار المجموع اس کو اس عنوان سے فرماتے ہیں کہ مظاہر کے واسطے سے جس کو جام لطیف آشام سے اس لئے تعبیر کیا کہ مئے کا ظہور بواسطہ جام کے ہوتا ہے کہ اوس میں وہ مئے لطیف بھر بھر کہہ پیتے ہیں مجازاً آلاء اشائیدن کو آشنائندہ کہہ دیا۔ پس وہ جام مظہر ہوتا ہے مئے کا اسی طرح ان مظاہر کے واسطے سے تجلی وجود موجب سیرا بنے طالبان تجلی ہوتی ہے غرض یہ کہ ان مظاہر کے واسطے سے نماز شام یعنی اختتام آجال تک تو میں نہار کا قرین یعنی تجلی اور ظاہر ضرور ہی رہوں گا پھر نفع صورت پر باطن محض ہو جاؤں گا اور تیری درخواست بھی پوری کر دوں گا گو پھر ظہور ثانیاً ہو جاوے مگر خیر ایک بار تو بطون محض ہو جاوے پیکار ہاں مکالمہ ختم ہو گیا ہے اور محبوب ہی کی بات درخواست کنندہ کی ایک تسلی منظوری پر مہماد معین پر غالب رہی۔ اب مولانا جو شش عشق میں اس وعدہ مذکورہ منظوری بطون کے متعلق کہتے ہیں کہ -

چون بیا ید شام و دزد و جام من گونیمش وادہ کہ نامد شام من

یعنی جب شام آوے گی اور میرے جام کو چروا دیگی تو میں اس سے کہوں گا کہ واپس دیدے کیونکہ میری شام نہیں آئی ہے۔ مطلب یہ کہ جب وہ شام نہ وجود آوے گی اور میرے جام یعنی میری ہستی کو کہ ایک منظر خاص ہے وہ شام نہان خانہ عدم میں بھٹی کر ناپا سکیگی تو میں اوس شام سے کہوں گا کہ جہ رانی کہ کے میرا جام واپس دے کہاں لے چکی کیونکہ میری شام نہیں آئی یعنی تو جہر چند کہ شام ہے مگر تو میری شام نہیں ہے پس تیرا نام میری شام کا آنا نہیں ہے میرا جام تو نہیں لے سکتی۔ مطلب یہ کہ میری قیامت فنا کے مرتب میں آچکی ہے اور اس فنا کے بعد بقائے سرمدی نصیب ہو چکی ہے اب میں استثنائاً شام شام

میں داخل ہوں حاصل یہ ہو کہ یہ جو وعدہ بطون محض کا ہے یہ عام کے اعتبار سے ہے مجھے محبوب حقیقی مخفی نہ ہو گا کیونکہ میری درخواست بھی انہیں کے اعتبار سے تھی جن کے لئے ظہور محفل ابتلا یافت شمع تھا دست منہم آگے ایک حسن تعلیل ہے کہ -

زبان عرب بہنا و نام مے مدام زنا کہ سیر می نیست میخو را مدام
یعنی عرب نے شراب کا نام اسلئے مدام رکھا ہے کیونکہ شراب پینے والے کو کبھی سیری نہیں ہوتی مطلب یہ کہ میں اسلئے اس سے اپنا جام داپس لے لوں گا کہ اس میں شراب تجلی دائمی بہوں کیونکہ شراب کو عربی میں مدام کہتے ہیں اسلئے کہ وہ چھوٹی نہیں دانتا پی جاتی ہے پس اس کا مقتضی بھی یہی ہے کہ میرا شراب کبھی منقطع نہ ہو - اور عدم واپسی میں انقطاع لازم آتا ہے اسلئے بھی مجھ کو واپس ملنا ضرور ہے یہاں مضمون مقصود مقام ختم ہو گیا آگے ان مضامین کے حسن پر نظر کر کے ایک تفریع فرماتے ہیں کہ -

شرح حبیبی

عشق جو شد بادہ تحقیق را	او بود ساقی نہاں صدق را
چون بجوئے تو بتوفیق حسن	بازہ آب جان بود ابرق تن
چون بیفزاید مئے توفیق را	قوت مے بشکند ابرق را
آب گرد ساقی و ہمست آب	خود بگو و اللہ اعلم بالصواب
پر تو ساقیست کاندر شیرہ رفت	شیرہ بر جو شیرہ و قصاں گشت رفت
اندرین معنی پیرس آن خیرہ را	کہ چناں کے دیدہ بودی شیرہ را
بے تفکر پیش ہر دانشدہ ہست	آنکہ با گردندہ گردانندہ ہست

منجملہ خصوصیات عشق کے ایک یہ خصوصیت ہے کہ وہ حقیق تحقیق کو جو ش دیتا اور صدیقین یعنی اولیاء اللہ کا ملین کو وہ شراب تحقیق خفیہ طور پر پلا کر انکو محقق بناتا ہے اگر حق سبحانہ کی امداد و توفیق خیر نہ ہائے شامل حال ہو اور تم اس شراب کو طلب کرو تو یہ شراب تمہاری روح کے لئے آب حیات کا کام دے اور جسم اوس کے لئے شیشہ بن جاوے - یعنی تم بحیات روحانی زندہ ہو جاؤ اور یہ شراب تمہارے رگ و پے میں سرایت کر جاوے اور جبکہ حق سبحانہ مئے توفیق اضافہ فرمائیں اور مزید توفیق عطا فرمائیں تو یہ شراب ابھی تیزی سے شیشہ جسم کو بالکل توڑ دے اور عروق جسمانیہ سے تمہارا تعلق بالکل منقطع ہو جائے اوس وقت تمہاری یہ شان ہو کہ شراب اور ساقی اور مست سب ایک ہو جائیں یعنی باسور

اللہ نظر سے تمام غائب و فنا ہو جائیں اور تم فانی فی الحق ہو جاؤ پس اب کہہ دو کہ خدا خوب حقیقت حال سے واقف ہے اور اس مضمون کو ختم کر داب ہم تمہیں ایک مفید بات بتلاتے ہیں وہ یہ کہ شراب میں یہ اثر ذاتی نہیں بلکہ پر تو ساقی و تصرف حق سبحانہ ہے کہ یوں جو شان و رقصاں گھوم رہے ہو لوگ تصرف حق سبحانہ کے منکر ہیں اور ان سے پہچو کہ شراب کی حقیقت شیرہ ہی تو ہے پھر بتاؤ شیرہ میں گنے کبھی صیفت دیکھی ہے جبکہ نہیں دیکھی تو ضرور یہ جدید پیدا ہوتی ہے لہذا یہ ایک اثر حادث ہے اور ہر جاننے والے کے نزدیک یہ امر بدیہی ہے کہ تصرف (بالفتح) کے لئے ایک متصرف (بالکسر) ہے اور ہر اثر کے لئے ایک موثر ضروری ہے پس وہ کون ہے وہ حق سبحانہ ہے کیونکہ اس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب ان آثار کی طرح محتاج موثر ہیں اور ان کو خود ضرورت موثر ہے لہذا وہ کیا بالذات موثر ہو جس میں پس ثابت ہوا کہ موثر بالذات حق سبحانہ ہی ہیں اب ایک واقعہ سنو جس سے اس کی تصدیق ہو کہ فاعل و موثر حقیقی صرف حق سبحانہ ہیں یکساں جو انے بر نے عاشق شدہ است انہ (ف) قصہ آئندہ کے اس مدعا پر دلالت کی یہ وجہ ہے کہ عاشق اسباب متعارفہ للوصول الی المطلوب سے کامیاب نہ ہو سکا اور اسباب مضافہ سے کامیاب ہوا اس سے معلوم ہوا کہ کوئی اور ذات ہے جس کے قبضہ میں اسباب ہیں اور جو کہ اسباب و مسببات میں موثر ہے نیز دفتر چہارم میں معشوقہ کے حق سبحانہ کے تصرف کی بحث چھیڑی ہے۔

شرح شربیری

عشق جو شد بادہ تحقیق را اولو و ساقی نہان صدیق را
یعنی عشق شراب تحقیق کو جوش دیتا ہے اور وہ صدیق کے لئے پوشیدہ ساقی ہوتا ہے مطلب یہ کہ ان مضامین حسنہ کا منشا عشق ہے اور وہ ایسی ہی چیز ہے کہ بادہ تحقیق کو جوش میں لاتی ہے اور وہ عشق صدیقین یعنی اولیاء عارفین کیلئے ساقی اس شراب روحانی کا بن جاتا ہے۔

چون بگوئی تو ہونیق حسن بادہ آب جان بود ابریق تن
یعنی جب تو توفیق حسن کے ساتھ ڈھونڈھے گا تو شراب جان کیلئے پانی ہو جاوے گی اور بدن ٹوٹا بھگا مطلب یہ کہ جب تو توفیق خیر و خلوص کے ساتھ اوس کا طالب بن جاوے گا تو یہ شراب نہ کور و روح کے لئے آب حیات بخش بن جاتی ہے اور جسم اوس کا ابریق ہو جائے جس کے اندر شراب رہتی ہے اور جسم کا اوس آثار عشق ہونا ظاہر ہے۔

چون بیفزاید مے تو نسیق را قوت مے بشکند ابرق را
یعنی جب توفیق کی شراب کو بڑھا تا ہے تو شراب کی قوت لوٹے کو توڑ ڈالتی ہے مطلب یہ کہ پھر جب
وہ عشق شراب توفیق کو زائد کر دیتا ہے یعنی آثار عشق کے زیادہ غلبہ کرتے ہیں تو شراب کا زور اس
ابرق تن کو توڑ ڈالتا ہے یعنی آثار کثرت کے کہ مناسب تن کے ہیں مغلوب ہو جاتے ہیں اور آثار
توحید کے غالب ہوتے ہیں۔

آب گرد و ساقی وہم مست آب خود بگو و اللہ اعلم بالصواب
یعنی پانی ہی ساقی بھی ہو جاتا ہے اور مست بھی ہو جاتا ہے خود کہہ دو اللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ
پس وہی پانی جیسا مشروب تھا وہ ساقی بھی ہو جاتا ہے اور مست آب یعنی شراب بھی ہو جاتا ہے
یعنی تائید مرتبہ التفات سے رخصت ہو جاتا ہے اور اگر حقیقت اوس کی سمجھ میں نہ آوے تو تم اللہ
اعلم بالصواب کہہ دو انکار مست کر دو۔

پر تو ساقی مست اندر شیرہ رفت شیرہ بر جوشیدر قصاں گشت لغت
یعنی ساقی ہی کا سایہ ہے جو کہ شراب میں گیا شراب نے جوش کیا اور خوب ناچنے لگی مطلب یہ کہ یہ جو
اس شیرہ یعنی شراب میں مستی آگئی یہ پر تو ساقی یعنی محبوب حقیقی کا ہے کہ اوس نے اوس میں یہ اثر دیا
جس سے شیرہ جوشان اور رقصاں ہو گیا۔

اندرین معنی بہر س آن خیرہ را کہ چنین کے دیدہ بودی شیرہ را
یعنی اس معنی میں کوئی اوس بیہودہ سے پوچھے کہ اوس نے شیرہ کو ایسا کبھی دیکھا تھا مطلب یہ کہ جو لوگ
اس عشق ہو ہو بکے منکر ہیں عہد ہی کو خالق افعال کہتے ہیں کا لفظ اسفند والمعبرۃ ایسے خیرہ میاں
سے اس مضمون کے بارہ میں ذرا پوچھو تو کہ تو نے شیرہ کو ایسا مست کنندہ کب دیکھا تھا چنانچہ نفس
محبت مکتسب مع الحق کے مدعی وہ بھی ہیں جو بوجہ ضعیف ہونے کے مشابہ شیرہ کے ہے مگر وہ دیکھیں
کہ کیا اون کی اس محبت میں بھی جوش اہل اللہ کی سی محبت کا ہے پھر اگر یہ ہو ہو ب من اللہ نہیں ہے
بلکہ مکتسب ہے تو دوسرے مکتسب اوس کے برابر کیوں نہیں آگے اس مضمون کی تعلیم کرتے ہیں کہ اسی
تصرف پر کیا منحصر ہے سب تصرفات اوس خالق حقیقی ہی کی طرف سے ہیں پس فرماتے ہیں کہ۔

بے نفس کر پیش ہر دانندہ است آنکو باگردندہ گردانندہ است
یعنی بلا کسی سوچ کے ہر جاننے والے کے سامنے یہ بات ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ متحرک ہے مطلب یہ کہ بلا تفکر
یعنی براہ ہر ہر ذی علم کے سامنے یہ بات ثابت ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ کوئی نہ کوئی متحرک ہوتا ہے اور

انتہا اوس کا عقلاً حضرت حق تک پہنچنے پر دہی متصرف حقیقی ہوا اگے اس پر مولانا ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص ایک عورت پر عاشق تھا اور اوس کو جلدائی میں ایک مدت گزرتی تھی اتفاق سے ایک مرتبہ باغ میں اوس کی معشوقہ مل گئی تو وہ عاشق طالب وصل ہوا لیکن چونکہ وہ معشوقہ عقیفہ تھی اس لئے اوس نے بچنا چاہا تو عاشق نے کہا کہ یہاں کون ہے سوائے ہوا کے اور تو کوئی نظر نہیں آتا معشوقہ نے کہا کہ اسے باؤلہ نے ہوا کو تو چلتے ہوئے دیکھا مگر یہ نہ دیکھا کہ اوس کا چلائے والا بھی ہے اور ہماری ساری حرکتوں کو وہ بھی دیکھ رہا ہے تو دیکھئے معلوم ہوا ہر حرکت کا محرک ضرور ہے چوہو اس مقام کی تقریر حضرت قبلہ حکیم الامتہ دام ظلہم نے خود بھی تحریر فرمائی تھی لہذا اُس کو بعینہ ذیل میں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوا۔ - وھو ھذا - قولہ "بادو عالم عشق را بیک گانگی - الی قولہ" یہ تفکر پیش بردارندہ بہت - حاصل اشعار کا یہ ہے کہ عشق کو دونوں عالم سے اجنبیت ہے یعنی اُس کے خواص سب موجودات دو عالم سے نالے ہیں اُس میں بے شمار جنون ہیں یہ بیان ہے اُس کے بعض غماز کا کہ دونوں عالم کے مصلح کا معنی ہوش ہے اور یہاں بیہوشی ہے اور بیہوشی متعارف سے بھی یہ بیہوشی دوسری نوع کی ہے اور اُس میں جو حیرت ہوتی ہے وہ باعتبار اپنے کُنہ کے عام سے پہنچا ہے کیونکہ وہ ذوقی ہے عام اُس ذوق سے خالی ہیں اور باعتبار بعض آثار کے ظاہر ہے چنانچہ ظاہر ہے اور شاہانِ جان یعنی انبیاء و اولیاء اس کی تمنا اور شوق میں ہیں پس حسرت مجازاً بمعنی تنہا کے ہے اور تمام مذاہب سے الگ اُس عشق کا مذہب ہے مذاہب باطلہ سے الگ ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق امر حق ہے اور ممکن ہے کہ ہفتاد و دو سے مراد صرف مذاہب باطلہ ہجائے جاویں اور اگر قطع نظر عدد سے عام مذاہب ہجائے جاویں تو مذہب حق سے جدا ہونا اس طرح ہے کہ مذہب تو کتب اور عقلی ہے اور یہوہوب اور حالی ہے اور تغائر دونوں کا ظاہر ہے اور عشق ایسی چیز ہے کہ بادشاہوں کا تخت و تاج اس کے سامنے بجائے جس کے معنی تکلیف دہ ہے۔ سماع کے وقت مطرب حق بزبانِ حال عشق کی صفت میں یہ کہتا تھا کہ تابعیت تو ایک قید ہے اور متبوعیت دردِ سر ہے چنانچہ ظاہر ہے یعنی عشق دونوں سے ارفع ہے اور اُس میں دونوں سے آزاد ہے کیونکہ یہ دونوں فرع ہیں صحوہ ہستی کے اور عشق میں فنا و نیستی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ عشق کیا چیز ہے ایک دریائے فنا ہے دریا سے تشبیہ باعتبار محلِ خرق ہونے کے ہے اور جس طرح دریا میں کوئی عامل قدم نہیں رکھ سکتا اس میں بھی عقل شکستہ قدم ہے اور اوس کی اُس میں رسائی نہیں چنانچہ فنا کا فوق العقل ہونا ظاہر ہے اور اس تقریر سے بندگی و تابعیت اور سلطنت و متبوعیت کا حال معلوم ہو چکا

ان دونوں حجابوں سے عشق مکتوم ہے کہ وہاں دونوں کا گذر نہیں اسی لئے ان دونوں کو حجاب کہہ دیا اعلان ہی
دو کی کیا تخصیص ہے جو علت ان دونوں کی رسائی نہ ہونے کی ہے یعنی ان دونوں کا فرع ہونا ہستی کے
لئے اسی علت سے جتنی اشیا وجودیہ ہیں سب کا عدم دخل معلوم ہو گیا اسی کو فرطے میں کہ بجائے اس کے
کہ ہم بعض اشیا وجودیہ کا بیان کر رہے ہیں کاش خود ہستی کی زبان ہوتی تو وہ اپنی حقیقت بیان کر کے
تمام اشیا کی حقیقت خاص اس امر میں بیان کر دیتی کہ عشق تنگ کسی کی رسائی نہیں آگے فرماتے
ہیں کہ اس سے بھی حقیقت عشق کی منکشف نہ ہوتی پس بعنوان خطاب فرماتے ہیں کہ اسے ہستی کے تکلم
یعنی اسے ہستی مشکلم تو فرما عشق کے اُن خواص کو کہ وہاں کسی ہستی کا گذر نہیں جتنا بھی بیان کرے
اس سے یہ ہوتا کہ تو اس پر ایک حجاب اور ڈال دیتی۔ یعنی یہ بیان خود ایک حجاب ہو جاتا۔ اور حجاب میں
عدم انکشاف ظاہر ہے اور یہ حجاب اس لئے ہو جاتا کہ اور اس عشق کی آفت یعنی مانع بھی دو چیزیں ہیں
قال اور حال اور یہ بیان ہستی قال ہوتا اس لئے حجاب ہونا چنانچہ قال کا مانع ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق
ایک حال ہے اور قال اُس کا مضاد اور حال سے مراد غیر حال عشق ہے جو عشق سے اودن ہے اور ظاہر ہے کہ
اودنی کا حصول اور اک اعلیٰ کے لئے کافی نہیں اور عکس کافی ہے اسلئے ایسا حال بھی مانع ہو گا آگے ایک
مثال ہے تکلم ہستی کے رافع حجاب نہ ہو سکنے کی یعنی جس طرح خون کو خون سے نہیں نائل کر سکتے۔ اسی طرح
دوسرے حجب اس حجاب یعنی تکلم ہستی سے نائل نہ ہوتے۔ آگے اسی قال کا کشف عشق کے لئے کافی ہوتا
بیان کرتے ہیں کہ میں بوجہ اتصاف بہ عشق کے صرف اُس کے سودا میں یعنی عشاق کا محرم ہوں اور غافلین
سودا میں عشق ہیں نہیں اس لئے اُن کے سامنے قال سے اس کی تحقیق کرنا ایسا ہے جیسا نفس میں پھونک
مارنا یعنی عبث و لا طائل۔ آگے اس قال میں اپنا کسی قدر مغلوب ہونا اور باوجود اس مغلوبیت کے اس
قال کے ترک کا مناسب ہونا بیان کرتے ہیں پس اپنے نفس کو خطاب فرماتے ہیں کہ تو بہت ہی تیز و مست
دیخود و آشفق ہو رہا ہے اے جان یعنی اے نفس تو کس پہلو پر سویا تھا کہ تیرے ہوش درست نہیں ہوئے
ہاں ہوش کو سمجھال اور اس قسم کی ایک بات بھی منہ سے مت نکال بلکہ اولاً اس بیہوشی سے نکل اور کسی
محرم کو ڈھونڈھ پھر اُس سے کہنے کا مضائقہ نہیں اور علاوہ محرم کے نہ ہونے کے ایک اور مانع بھی اس قال
کا پایا جاتا ہے آگے اس کا بیان ہے کہ عاشق ہو کر اور ہستی عشق لئے ہوئے اور پھر زبان کھولے ہوئے
یہ اجتماع المتنافیین ہے جیسا شاعر نازدبان پر ہونا عادتہ الاجتماع المتنافیین ہے۔ آگے اسی قال کا
نامناسب ہونا اور دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ جب عشق کے اسرار و اطوار کو زبان قال ظاہر کرتی
ہے تو آسمان بھی جبکہ معبود عمل کے وقت اس پر مطلع ہوتا ہے اس اظہار قال سے توحش کرتا ہے اور دعا کرتا

ہے۔ کہ یا جمیل الستراسترا یعنی اے ستار حسن السترا سراز کو پوشیدہ
 کر دیجئے اور اس قائل کے قلب میں سکوت کا انقاء کر دیجئے یہاں تک مولانا نے حکیمانہ رائے دی ہے
 کہ اس کا انخار کرنا چاہئے۔ آگے آنا عشق کا آثار حکمت پر غلبہ ہو گیا اس غلبہ و جوش میں کہتے ہیں کہ
 کیسا انخار اس راز کی تو ایسی مثال ہے جیسے اون اور روئی میں آگ کہ اس کے اندر مخفی کرنے سے زیادہ
 ظاہر ہوگی کہ پہلے تو اپنی ہی جگہ میں قحی روئی کے اندر رکھنے سے روئی کے چیز کو بھی گھیر لیا بلکہ اس کے فواج
 کو بھی تو بہت ہی پھیل گئی اسی طرح جب میں کو شش کرتا ہوں کہ اس کے راز کو مخفی کروں تو وہ پرچم بلند ہو جائے
 ظاہر ہوتی ہے کہ دیکھو میں یہ جوں مراد اس ظہور سے وہ ظہور نہیں جس کے اصدار سے اوپر منع کیا گیا ہے کہ
 وہ تو اٹھتا ہے انہماکت سے بلکہ یہ دوسرا ظہور ہے جس کا اصدار حضرت حق سے ہوا ہے یعنی خود وجود واجب
 کا ظہور کو بینی مظاہر کو نبی میں اور اس میں ایک قسم کا انتقال ہے یعنی گو میں عشق کا انخار کروں مگر خود ہی
 اس کا اس طرح ظہور ہوتا ہے کہ وجود حق ظاہر ہے۔ اور چونکہ یہی ظہور وجود عشاق حق کی نظر میں ظہور
 اسرار عشق ہے اس لئے اس کا نام ظہور عشق رکھا گیا عوام سے وہ اس حیثیت سے مستور ہے مگر عشاق
 کی نظر میں یہی وجود کا ظہور عین عشق کا ظہور ہے اس بنا پر اس مضمون کو بعنوان استدراک لایا گیا کہ
 کیسا انخار الخ اور جب میں کو شش کرتا ہوں الخ اور اسی مضمون کی آگے تاکید ہے کہ وہ عشق علی رغم انفی
 میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ غفل الدماغ تو راز عشق کو کیونکر مخفی کرتا ہے لے مخفی کر وہ مخفی ہو ہی
 نہیں سکتا جبکہ وجود واجب کا خود ظہور ہو چکا اور وہی راز عشق کا ظہور ہے۔ اور اس کو ظہور
 عشق کہنا ایسا ہے جیسا بعض اہل حال نے لکھا ہے کہ وحدۃ الوجود کا انخار کیوں کیا جائے جبکہ
 لا الہ الا اللہ کا وہ مدلول ہے اور لا الہ الا اللہ کا اعلان منائر اور منابر اور محاریب میں کیا جاتا ہے آگے
 ایک مکالمہ ہے جو اسی مخفی ہمیشگی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا بطون سر عشق کو رائج کہہ رہے ہیں
 و تو عا بھی کہ باوجود ظہور کے پھر وہ باطن ہی ہے اور استدعاؤ بھی کہ محبوب حقیقی سے اسی کی درجۃ
 کرتے ہیں اور محبوب حقیقی اس کے ظہور کو رائج کہہ رہے ہیں اور درحقیقت یہ ظہور و بطون دونوں مجتمع ہیں
 پس یہ محض عنوانا مکالمہ ہے مضمون میں مزاحمت نہیں اور مجموعہ کلام میں سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ اگر
 بصیرت ہو تو حق تعالیٰ کا ظہور وجود عشاق کی نظر میں عین شہود ہے اور اگر بصیرت نہ ہو تو ہر شے
 حجاب مقصود ہے وہ مکالمہ یہ ہے کہ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ تو جو مجھ پر انکار کرتا ہے کہ تو مخفی نہیں
 کر سکتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ تو ظاہر بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تو اگرچہ ظہور میں جو شش کر رہا ہے لیکن
 روح کی طرح من و جہ ظاہر ہے اور من و جہ باطن تو ظہور تام تو تیرا نہ ہوا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ وجود حق

آٹا سے ظاہر ہے مگر کنہ اس کی نامعلوم پس پورا ظاہر نہ ہوا۔ بلکہ غلبہ بطون ہی کو رہا وہ جواب میں کہتا ہے کہ میرے ظہور کو ترجیح ہے اس لئے کہ میں مشابہتے انکس کے ہوں جو مرتبہ بطون فی الغلبہ سے نزول کر کے متلبس بالکنہ یعنی موضوع درختم ہو جائے اور پھر مذم میں آکر سستی اور تالیان بجانیکا سبب بن جاوے جو صاف مظهر ہے اسی طرح بطون سے میرا تن مبینی وجود یعنی ذات مجازاً مظاهر میں ظاہر ہو گیا۔ اور محسن اس مجاز کا اعتبار ہے جانب شبہ بہ کاکہ اس کا تعین مصداق تن کا ظاہر ہے پھر میں اس سے بطور استعدا کرتا ہوں کہ قبل اس کے کہ تو ادراک خلائق کا مریون یعنی درک ہو جاوے اپنے کو باخفائے ممکن مخفی کر لے۔ پس عامل زان پیش کا مقدر ہے اور مخفی اس لئے کر لے تاکہ اس درک پر سستی کی آفت نہ آجائے یعنی اندیشہ ہے کہ کبھی یہ ظہور وجود ظہور شہود تک کسی شخص کے اعتبار سے پہنچ جاوے اور وہ مغلوب السکر ہو کر آفت شطیح میں مبتلا نہ ہو جاوے اس لئے اس ظہور کو مستور کر لے وہ جواب میں کہتا ہے کہ خواہ کچھ ہی ہو قیامت خاصہ یا عامہ تک تو یہ ظہور ضرور ہی سہے گا الاول باعتبار کل واحد والثانی باعتبار المجموع اس کو اس عنوان سے فرماتے ہیں کہ مظاہرہ کوی اسطر سے جس کو جام لطیف آشام سے اس لئے تعبیر کیا کہ مئے کا ظہور بواسطہ جام کے ہوتا ہے کہ اس میں وہ مئے لطیف بھر بھر کر پیتے ہیں مجازاً آل آشامیدن کو آشامندہ کہہ دیا پس وہ جام بمنظر ہوتا ہے مئے کا اسی طرح ان مظاہر کے واسطہ سے تجلی وجود موجب سیرالی طالبان تجلی ہوتی ہے۔ غرض یہ کہ ان مظاہر کے واسطہ سے نماز شام یعنی اختتام آجال تک تو میں نہاں کا قرین یعنی تجلی اور ظاہر ضرور ہی رہوں گا پھر نفع صورت پر باطن محض ہو جاوے گا۔ اور تیری درخواست بھی پوری کر دوں گا گو پھر ظہور ثانیاً ہو جاوے مگر خیر ایک بار تو بطون محض ہو جاوے گا۔ یہاں مکالمہ ختم ہو گیا اور محبوب ہی کی بات درخواست کنندہ کی ایک تسلی منظوری پر معاد معین پر غالب رہی۔ اب مولانا جو ش عشق میں اس وعدہ مذکورہ منظوری بطون کے متعلق کہتے ہیں کہ جب وہ شام موعود آوے گی اور میرے جام یعنی میری ہستی کو کہ ایک منظر خاص ہے وہ شام نہاں خاندہ میں مخفی کرنا چاہے گی تو میں اس شام سے کہوں گا کہ ہر بانی کر کے میرا جام واپس دے کہاں لے چلی کہو میری شام نہیں آئی یعنی تو ہر چند کہ شام ہے مگر تو میری شام نہیں ہے پس تیرا آنا میری شام کا آنا نہیں ہے میرا جام تو نہیں لے سکتی مطلب یہ کہ میری قیامت فناء کے ترتیب میں آچکی ہے اور اس فناء کے بعد بقا و سرمدی نصیب ہو چکی ہے اب میں استثناء الامن شاء اللہ میں داخل ہوں۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ جو وعدہ بطون محض کا ہے یہ عالم کے اعتبار سے ہے مجھ سے محبوب حقیقی مخفی نہ ہو گا کیونکہ میری درخواست بھی انھیں کے

اعتبار سے بھی جن کے لئے ظہور محفل ابتلاء یافت شطح تھا دست مہم آگے ایک حسن لتعلیل ہے کہ میں اس لئے
اُس سے اپنا جام واپس لے لوں گا کہ اُس میں شراب نکلی دہائی پیوں کیونکہ شراب کو عری میں عام کہتے ہیں
کیونکہ وہ چھوٹی نہیں۔ داکا پائی جاتی ہے پس اس کا مقضا بھی یہی ہے کہ یہ شراب کبھی منقطع نہ ہو۔ اور
عدم واپسی میں انقطاع لازم آتا ہے اس لئے بھی واپس ملنا جبکہ مقصود ہے یہاں مضمون مقصود مقام
ختم ہو گیا آگے ان مضامین کے حسن پر نظر کر کے ایک تفریع فرماتے ہیں کہ ان مضامین حسنہ کا منشاء
عشق ہے اور عشق ایسی چیز ہے کہ وہ مادہ تحقیق کو جوش میں لاتی ہے اور وہ عشق صدیقین یعنی
اولیاء حارثین کے لئے ساتی اس شراب روحانی کا بن جاتا ہے۔ جب تو توفیق خیر و خلوص کی ساتھ اسکا
طالب بن جاوے تو یہ شراب مذکور روح کے لئے آب حیات بخش بن جاتی ہے اور جسم اس کا ابرق
ہو جاتا ہے جس کے اندر شراب رہتی ہے اور جسم کا محل آثار عشق ہونا ظاہر ہے۔ پھر جب وہ عشق شراب
توفیق کو زائد کر دیتا ہے یعنی آثار عشق زیادہ غلبہ کرتے ہیں تو اُس شراب کا زور اس ابرق تن کو توڑ
ڈالتا ہے یعنی آثار کثرت کے کہ مناسب بن کے ہیں مغلوب ہو جاتے ہیں اور آثار توحید کے غالب ہوتے
ہیں۔ پس وہی پانی جیسا مشروب تھا وہ ساتی بھی ہو جاتا ہے اور ست آب یعنی شارب بھی ہو جاتا ہے
یعنی تائید مرتبہ التفات سے رخصت ہو جاتا ہے اور اگر حقیقت اُس کی سمجھ میں نہ آوے تو تم اللہ اعلم بالصواب
کہدو۔ انکارت کرو۔ اور یہ جو اس شیرہ یعنی شراب میں سستی آگئی یہ بد تو ساتی یعنی محبوب حقیقی کا ہے کہ
اُس نے اس میں یہ اثر دیا اور یہ ظاہر ہے جس سے شیرہ و شان اللہ قصاں ہو گیا اور جو لوگ اس عشق مودہ
کے مکمل ہیں عبدی کو خالق افعال کہتے ہیں کافلاً سفتہ و المعتزلہ ایسے خیرہ و بے باک سے اس مضمون کے
بارہ میں ذرا پوچھو تو کہ تو نے شیرہ کو ایسا مست کنندہ کب دیکھا تھا چنانچہ نفس محبت مکتسب من الحق
کے مدعا وہ بھی ہیں جو بوجہ ضعیف ہونے کے مشابہ شیرہ کے ہے۔ مگر وہ دیکھیں کہ کیا آگئی اس محبت میں
بھی یوحش اہل اللہ کی سی محبت کا ہے پھر اگر یہ مودہ من اللہ نہیں ہے بلکہ مکتسب ہے تو دوسرے
مکتسب اس کی برابر کیوں نہیں آگے اسی مضمون کی تعمیر کرتے ہیں کہ ایک اسی تصرف پر کیا منحصر ہے
سب تصرفات اسی خالق حقیقی کی طرف سے ہیں پس فرماتے ہیں کہ بلا تفلک یعنی براہ ہرزی علم کے سامنے
یہ بات ثابت ہے کہ ہر تحرک کے ساتھ کوئی نہ کوئی تحرک ہو تا ہے اور انتہا اس کا عقلاً حضرت حق تک ہے
پس وہی تصرف حقیقی ہوا۔ اتہنی۔

شرح حبیبی

روز و شب بخواب بخواب بخواب بخواب
 می ندادش روزگار دل دست
 خود چرا دارد ز اول عشق کین
 تا گریزد آنکه بیر و تی بود
 آن رسول از رشک گشته رابن
 نامه را تصحیف خواندے نابش
 از غبارے تیرہ گشته آن صبا
 پر مرغ از ترفن قصہ سوخته
 لشکر اندش را رایت شکست
 آخرش بشکست کہ ہم انتظار
 گاہ گفتے نے حیات جان ما است
 گاہ اواز نیستی خوردے برے
 کہ خیال دلبرش ہمدردے
 جو شش کردے گرم چشمہ اتحاد
 برگ بے برگ کی لبسوے اقباحت
 شہروان را رہنما چون ماہ شد
 اے بسا شیرین روان رد ترش
 آن خموشان سخن گوارا بین
 نیست یکسان حالت چالاکشان
 آن یکے عکین دگرستانان بود
 زانکہ پہنانست بر تو حال شان
 کے بہ بیٹی حالت صد توئے را
 خاک ہم یکسان روان شان مختلف

یک جوانے برزے مجنون پدہ است
 بیدل و شور پدہ ہم مجنون دست
 بس شکنجہ کو عشقش بر زمین
 عشق از اول چسراغونی بود
 چون فرستائے سولے پیش زن
 در بسوے زن بنشتے کامشش
 در صبا را پیک کردے دروفا
 رقمہ گر بر پر مرغے دوختے
 را ہبائے چارہ را غیرت بہست
 بود اول موٹس غم انتظار
 گاہ گفتے کا مین ہلاکے بے دوست
 گاہ ہستی زوہر آوردے سوے
 محاکہ فریادش بگرہوں بر شدے
 چونکہ بر وے سرد گشتے این نہاد
 چونکہ با بے برگے غیبت بساخت
 خوشہائے فکرش بریکہ شد
 اے بسا طوطے گویائے خمش
 رو بگورستان دی خامش نشین
 یک اگر یک نگہی خاکشان
 شحم و لحم زندگان یکسان بود
 تو چہ دانی تانہ نوشی قال شان
 بشنوی از قال ہائے وہوئے را
 نقش شان یکسان بصد ہاتھف

آن یکے پر مرد و ان پر ناز با
بانگ مرغان بشنوی اندر مطاف
آن یکے از رخ و دیگر از نشاط
پیشش آن آواز با یکسان بود
وان درخت دیگر از باد سحر
نانو سر و شید و پو شید دیگر
جوش صدق و جوش ترویر دریا
رود مانع دست آور و شناس
چشم یعقوب بان همور و شن کند
کز بخاری دور ماندیم لے پسر

ہم چنین یکسان بود آواز با
بانگ اسپان بشنوی اندر مصاف
آن یکے از خقد دیگر زار تباط
ہر کہ دور از حالت ایشان بود
آن درختے چند از جنم ہر
لبس غلط گفتم زد یک مردہ ریگ
جوش و نوش ہر گشت گوید ہیا
گر نداری دیدہ ہائے ریشناس
آن دماغ کہ بران گلشن تند
ہین بگو احوال آن خستہ جگر

ایک جوان ایک عورت پر دیوانہ ہو گیا تھا اور اس وجہ سے نہ رات دن کھاتا تھا اور نہ سوتا تھا وہ دلدادہ
اور شوریدہ اور دیوانہ اور مست تھا مگر اس کو زمانہ وصل میسر نہ آتا تھا عشق نے اس کو بہت کچھ سزا دی تھی
پوچھو گے کہ اس نے ایسا کیوں کیا وجہ یہ ہے کہ ابتداء میں عداوت ظاہر کرنا اس کی عادت ہے اس پر ہم
سہاں کر دے گا چھا ابتداء میں وہ غنی کیوں ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امتحان ہو جائے اور عشق
صادق اور یوں اس میں تیز ہو جائے اور یہ گدھا گال ہاؤنڈ تو کدو کی لٹا تھی کہ جب وہ کوئی قاصد عورت کے پاس
بھیجتا تو وہ رسول خود عاشق ہوتا جاتا اور رشک سے اس کے حق میں بیش زنی کرتا اور اگر اس کا
منشی عورت کے پاس کوئی خط لکھتا تو عورت کا پیشکار اس کو ادلت پلٹ پٹھ دیتا تاکہ اس کے دل پر
اثر نہ ہونے پائے اور اگر ہاد صبا کو قاصد بنانا تو وہ بھی خیار سے مکدر ہو جاتی اور اس کا لہجہ ہر نہ لاتی اگر
کسی مرغ نامہ بر کے پر میں خط باندا کر بھیجتا تو پر مرغ رتو کی حرارت سے جل جاتا مرغ فیکہ غیرت عشق نے
امتحان کے لئے مقصد بر آری کی تمام رائیں بند کر دیں اور لشکر فکر کے جھنڈے کو توڑ پھوڑ کر اس کو
شکست دیدی یعنی کوئی تدبیر اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی ابتداء میں اس نے غم انتظار تھا مگر اب وہ بھی درہم بہیم
ہو گیا کون درہم بہیم ہو گیا وہ انتظار جو اس کو بھٹلے ہوئے تھا پس وہ عجیب منق میں مبتلا تھا کبھی کہتا
تھا کہ کیا بلائے ہے درماں پیچھے لگ گئی کبھی کہتا تھا نہیں جی بلائے ہے درماں کیوں ہے یہ تو ہمارے
جان کی لئے زندگی ہے کبھی ہستی غلبہ کرتی تھی اور خواہشات کا جوم جو تاتھا کبھی فنا سے متمتع ہوتا تھا
برصائے محبوب پر ماضی ہوتا اور اپنی خواہشات کو اس کے تابع کر دیتا کبھی اتنا چلاتا کہ شور و فساد آسمان تک

پہونچنا اور کبھی خیال سے یکساں حاصل کرتا اور شورشیں موقوف کرتا جبکہ اپنا وجود اسے بے مزہ معلوم
 ہوتا تو چشمہ اتحاد کو محنت جوش ہوتا اور فنانی محبوب کا طالب ہوتا۔ الحاصل جبکہ اوس نے بے سامانی
 غربت سے میل کیا تو سامان بے سامانی اوس کو حاصل ہو گیا۔ اوس کی فکر کی خوشی خاشاک خیالات
 بیہودہ سے صاف ہو گئے اور خیالات حسہ رہ گئے اس طریقہ سے وہ ناواقفوں اور عشق سے
 نا محرموں کا ہادی ہو گیا اور اون کے لئے ایک بہتر نمونہ بن گیا۔ اب مولانا مضمون ارشادی کی نظر
 انتقال فرماتے ہیں اور اہل اللہ اور مدعیان ولایت میں تیز کر کے کی ضرورت اور اس کا طریقہ بیان
 فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں بعض تو بظاہر طوطی کی طرح بولتے ہیں مگر باطن میں
 خاموش ہیں بظاہر خوش ہیں مگر باطن میں غموں کا انبار لگا ہوا ہے اور بہت سے ایسے ہیں کہ بظاہر ہر کہ میں
 مگر دل میں خوش و غم ہیں نیز تم قبرستان میں جاؤ اور تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھو اور اوس شہر خوشان
 کے رہنے والوں کو دیکھو گو بظاہر تم کو سب یکساں معلوم ہوں گے مگر سب کی حالت یکساں نہیں ہے
 اور دیکھو زندوں کی چربی اور گوشت وغیرہ یکساں ہے لیکن باہم فرق ہے ایک خوش ہے دوسرا غمیدہ
 تم کو اون کی اصلی حالت نہیں معلوم ہو سکتی جب تک کہ تم اون کی گفتگو نہ سیکو کہ اون کی حالت تم سے
 پوشیدہ ہے جو بدن ظاہر کے معلوم نہیں ہو سکتی اب تم ترقی کر کے کہتے ہیں کہ گفتگو سے بھی صحیح حالت
 نہیں معلوم ہو سکتی کیونکہ اوس سے تو صرف آواز معلوم ہوتی ہے حالت خفیہ کا حال اوس سے یقینی طور پر
 کیسے معلوم ہو سکتا ہے اور سنو صورتیں اور نگاہیں تصویریں یکساں ہیں مگر اوصاف متضاد ہیں ہماری خاک بھی
 یکساں ہے لیکن ارواح مختلف ہیں غلے بڑا آوازیں نفس صورت میں یکساں ہیں لیکن باہم متضاد
 بھی ہے ایک پُرورد ہے تو دوسری ناز بھری دیکھو تم جنگ میں گھوڑوں کی آوازیں بھی سننے ہو ماراڑنے
 میں جانوروں کی بھی تو آواز ہوتی ہے تو دونوں یکساں ہیں مگر گھوڑوں کی آوازیں کینے سے ناشی ہیں در
 جانوروں کی آپس کے ارتباط طویل سے اور گھوڑوں کی آوازیں رنج سے ناشی ہیں اور جانوروں کی خوشی
 سے مگر چٹھس دان کی حالت سے ناواقف ہے وہ تیز نہیں کر سکتا۔ اوس کے نزدیک ہر دو آوازیں برابر
 ہیں اور سنو ایک درخت کلہاڑے کے صدر سے ہلتا ہے اور دروازہ باز دھری سے پس باوجود کہ ہلنے
 میں دونوں یکساں ہیں مگر ہر دو حرکتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے چونکہ اتحاد صورت کے ساتھ اختلاف
 اوصاف ہوتا ہے اور اوصاف متضاد ہوتے ہیں اسلئے مجھے جسام سے بہت کچھ دھوکے ہوئے ہیں کیونکہ سرشت
 درطبع کی ہوتی ہاڑی پکتی ہے کیا معلوم اوس میں کیا چیز پک رہی ہے دیکھو لوگوں کا ظاہری جوش و خروش
 تم کو اپنی طرف بلائے گا۔ مگر اس میں بعض جوش صادق ہو گا اور بعض جوش فریب اور دکھاوا۔ اوس وقت

تم کو بغرض ہو جانے کا بہت بڑا احتمال ہے پس اول تو تم کو چشم باطنی سے کام لینا چاہئے اور اگر پہانے والی آنکھیں نہ ہوں تو کوئی دماغ حاصل کرنا چاہئے جو ہر ایک کی جو کوہ پچا ہوتا ہو یعنی وہ دماغ جو گلشن عشق یا گلشن محبوب حقیقی سے تعلق رکھتا ہو اور عشاق کے آنکھوں کو روشن کرتا ہو خواہ اس طرح کہ تم خود اپنے کو ایسا بنالو اس طرح کہ شیخ کا دامن پکڑو (والا دل الظہر) اچھا اب اُس عاشق خستہ جگر کی حالت بیان کرنی چاہئے کیونکہ بخاری کا قصہ تو بہت دور چلا گیا۔

شرح شبیری

اوس عاشق دراز ہجر اور بسیار امتحان کی تھکا

ایک جولے بزنے مجنون ہدست روز و شب بخواب و بیدار آمد دست
یعنی ایک جوان ایک عورت پر دیوانہ ہو گیا تھا رات دن بخواب اور بے کھانے کے تھا۔

بیدل و شوریدہ ہم مجنون دست می ندادش روزگار وصل دست
یعنی بیدل اور پریشان اور مجنون اور دست زمانہ وصل کا اوس کو اپنا ہاتھ نہ دیتا تھا۔

بس شکنجہ کرد عشقش بزرین خود چرا دار در زاول عشق کین

یعنی عشق نے اوس کو زمین پر بہت کھینچا تھا (مولانا بطور سوال کے فرماتے ہیں) کہ عشق اول ہی کیوں کینہ رکھتا ہے۔

عشق از اول چہرا خنے بود تا اگر یزد آئینکے سیر نے بود

یعنی عشق اول ہی سے کیوں غنی ہوتا ہے (خود ہی جواب دیتے ہیں) تاکہ جو شخص باہر کا ہے بھاگ جاوے۔ مطلب یہ کہ عشق اول ہی سے جو سختیاں شروع کر دیتا ہے اوس میں یہ مصلحت ہے کہ جو عاشق صادق ہے وہ تو ہوا و حمد ان سختیوں کے بھی کہیں نہیں جاوے گا اور جو عاشق صادق نہیں وہ گمراہ کر لے گا یا گمراہ

چون فرستائے رسولے پیش زن آن رسول از رشک گشتی را بہر زن

یعنی اگر عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجا تو وہ قاصد رشک کی وجہ سے راہزن ہو جاتا مطلب یہ کہ قاصد صاحب خود عاشق ہو جاتے تھے۔

در بسوئے زن بنشتی کا تبش نامہ را تصحیف خواندی نایبش

یعنی اور اگر عاشق کا منشی عورت کی طرف (اُس عاشق کی طرف سے) کچھ لکھتا تو اوس عورت کا نام

اوس کو بگاڑ کر پڑھتا۔

ور صبا را پیک کر دے در وفا از غبارے تیر و گشتی آن صبا
یعنی اور گر صبا کو وفا میں قاصد بناتا تو وہ صبا کسی غبار کی وجہ سے تار پیک ہو جاتی۔

رقعہ گر بر پر مرنے دوختی پڑ مرنے از رفت رقعہ سوختی
یعنی اور اگر کسی جانور کے پر میں کوئی رقعہ سی دیتا تو رقعہ کی گرمی کی وجہ سے جانور کا پر جل جاتا۔
را چہ لائے چارہ را غیرت بخت شکر اندیشہ را رایت شکست

یعنی تدبیر کے رستوں کو غیرت (عشق) نے باندھ دیا اور اندیشہ کے لشکر کا جھنڈا توڑ دیا۔ مطلب یہ کہ اب وہاں تک وہم کی بھی رسائی نہ تھی اور کوئی تدبیر وصل وہم میں بھی نہ آتی تھی۔

بود اول موسم غم انتظار آخرش بشکست کہ ہم انتظار
یعنی اول تو انتظار (محبوب) غم کا نہیں تھا (لیکن) آخر اوس کو بھی توڑ دیا کیونکہ انتظار کہاں تک۔

گاہ کفنی کا این بلائے بے دوست گاہ کفنی نے حیات جان ماست
یعنی کبھی کہتا کہ یہ بلائے بے دریاں ہے اور کبھی کہتا کہ نہیں میری جان کے لئے زندگی ہے۔

گاہ ہستی زویر آوردی سرے گاہ اواز بستی خوردی برے
یعنی کبھی تو ہستی اوس میں سے سرز کا لٹی اور کبھی ہستی سے وہ پھل کھاتا مطلب یہ کہ کبھی تو یاد محبوب

میں بالکل فنا ہو جاتا اور کبھی اوس کو اپنے بھی ہوش و حواس نہ رہتے۔

گاہ فریادش بگردوں بر شدی گہ خیال دلبرش ہمدم بدی
یعنی کبھی تو اوس کی فریاد آسمان تک پہنچتی اور کبھی دلبر کا خیال اوس کا ساتھی ہوتا۔

چونکہ بر دے سر دگشتے این نہاد جوش کر دے گرم چشمہ اتحاد
یعنی جبکہ اوس کے اوپر یہ ذات ٹھنڈی ہو جاتی تو اتحاد کا تیز چشمہ جوش کرتا۔ مطلب یہ کہ اگر کبھی جوش

عشق کم ہو جاتا تو محبوب سے وصل کا جوش ہوتا۔

چونکہ یابی بر گے غربت بساخت برگ بے برگی بسوئی او بتاخت
یعنی جبکہ غربت کی بے سامانی کے ساتھ موافقت کی تو بے سامانی کا سامان اوس کی طرف دوڑا۔

خوشبائے فکر تش بیگاہ شد شب رواں را رہنا چوں ناہ شد
یعنی اوس کی فکری خوشی صاف ہو گئی رات کے چلنے والوں کی لئے چاند کی طرح رہنا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ ملاؤں کو جانتا تھا اور اکثر عشاق رات کو نہیں سوتے تو اوس کا عشق اس قدر ٹھہر گیا تھا کہ یہ

اور عشاق کو بھی عشق کے راستے مبتلا تھا۔

اے بساط طوطے کو پائے خموش

اے بسا شیریں روان روتزش

یعنی بہت سی طوطیاں حقیقت میں بولنے والی ہیں اور اظاہر میں خاموش ہیں اور بہت سے شیریں جان (مگر) روتزش میں مطلب یہ کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ وہ بظاہر خاموش رہتے ہیں لیکن ان کی یہ خاموشی ہی بولان ہے اس لئے کہ انکی حالت ہی سے ان کی باتیں معلوم ہوتی ہیں آگے اس کے ایک مثال یہ ہیں

رو بگورستان دے خامش نشین

آن خموشان سخن گویا بہ بین

یعنی قبرستان میں جا اور ایک دم چپکائیٹھ اور ان میں باتیں کرنے والے خاموش لوگوں کو دیکھو۔

لیک اگر کیزنگ بینی خاک شان

نیست یکسان حالت چالاک شان

لیکن اگر ان کی خاک یکساں دیکھو تو ان کی چستی کی حالت یکساں نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگر تمہارے سے کچھ سب کی یکساں دیکھو تو ان کے اندرونی حالت تو یکساں نہیں ہے اس سے عبرت حاصل کرو اس کی ایسی مثال ہے۔

آں یکے غمگین دگر شادان بود

لحم و شحم زندگان یکسان بود

یعنی گوشت پوست زندوں کا یکساں ہوتا ہے مگر ایک غمگین اور دوسرا خوش ہوتا ہے۔

تو چہ دانی تانہ نوشی قال شان

زانکہ نہانست بر تو حال شان

یعنی تو کیا جانے جب تک کہ تو ان کی باتیں نہ سنے اس لئے کہ چھپاؤں کا حال تو پوشیدہ ہی ہے۔

بشنوی از قال ہائے وہوے را

کے بہ بینی حالت صد توے را

یعنی باتوں میں ہائے وہوے کو سنے مگر تنہا کی حالت کو کب دیکھے گا۔

نقش مایکسان بصد ہا متصف

خاک ہم یکساں رواں شان مختلف

یعنی نقش ہمارے یکساں ہیں اور اعضا و کیسا متصف ہیں خاک بھی یکساں ہیں اور جان انکی مختلف ہے (خاک سے مراد ظاہر میں ہے)۔

ہم چنیں یکساں بود آواز ہا

آن یکے پردہ و آن پرناز ہا

یعنی اسی طرح آواز میں یکساں ہوتی ہیں اور وہ ایک دوسرے جبری ہوئی ہوتی ہے اور وہ دوسری ناز دے جبری ہوئی ہوتی

بانگ اسپان بشنوے اندر صاف

بانگ مرغان بشنوے اندر مٹا

یعنی گھوڑوں کی آواز زرد آبی میں سننے ہمارے پردہ و از میں جانوروں کی آواز سننے ہو۔

آن یکے از حقد و دیگر از تباط

آن یکے از رنج دیگر از نشاط

یعنی وہ ایک کہنہ کیونکہ ہوتا ہے اور دوسری حالت کیونکہ سے اور وہ ایک کہنہ کیونکہ سے اور دوسری خوشی کیونکہ سے۔

ہر کہ دور از حالت ایشان بود پیشمش آن آواز ہا یکسان بود
یعنی جو کوئی کہ اونگی حالت سے دور ہوتا ہے تو اس کے سامنے وہ سب آوازیں یکساں ہی ہوتی ہیں۔

آن درختے جنبد از زخم تبر و ان درخت دیگر از باد سحر

یعنی وہ ایک درخت کلہاڑی کے زخم سے ہلتا ہے اور دوسرا درخت صبح کی ہوا کی وجہ سے ہلتا ہے۔

بس غلط کشتم زدیک مرد ریگ زانکہ سر پوشیدہ می جو شید بیگ

یعنی ایک بیکار دیگ کی وجہ سے بہت غلط ہو گیا میں اس لئے کہ ہنڈ یا ڈھکی ہوئی جوئی کر ہی تھی مطلب یہ کہ بہت لوگوں کے ظاہری بدن کو دیکھ کر دھوکہ ہو چکا ہے کیونکہ اندر کی حالت کا تو کچھ پتا نہیں چلا بس دھوکہ کھا گئے۔

جوش و نوش ہر کست گوید بیا جوش صدق و جوش تیر در پیا

یعنی جوش و نوش ہر شخص کا جو کھتا ہے کہ اصدق کا جوش دھوکا اور بیا کا جوش یعنی ہر کس و ناگس کی طرف کہنہ پتا ہے۔

گر نداری دید ہائے روشناس رودماغ دست آور روشناس

یعنی اگر تو پہچاننے والی آنکھ نہیں دیکھتا تو جا کوئی دماغ بڑا کایہ پچانتے والا لا۔

آن دماغ کہ بران گلشن تند چشم یعقوبان ہم اور روشن کند

یعنی ایسا دماغ جو اس گلشن پرستے اور یعقوبوں (یعنی عاشقوں) کی آنکھ کو بھی روشن کرے مطلب یہ کہ ایسے دماغ کو تلاش کرو جو محبوب کا بھی پتہ لے اور تمہاری آنکھ بھی روشن کرے۔

ہین بگو احوال آن خستہ جگر کز بخاری دور ناندیم لے پسر

یعنی ہاں اوس خستہ جگر کا حال بیان کر دے کہ بھولے صاحبزادے ہم بخاری سے تو دور ہو گئے یعنی بخاری کا قصہ دور گیا اب اسی کو بیان کر لو۔

شرح حبیبی

از خیال وصل گشتہ چون خیال	کان جوان در جستجو بہفت سال
عاقبت جوئندہ یا بندہ بود	سایہ حق بر سر بندہ بود
عاقبت اندر رسی در آب پاک	چون ز چاہے می کئی ہر روز خاک

جلو انداز این اگر تو نگر دی
 سنگ بر آبن زوی آتش بخت
 آنکه روزی نیستش بخت و نجات
 کان فلان کس کشت کرد و بزدانست
 بلغم با عور و ابلهین لعین
 صد هزاران انبیا و رهروان
 این دور گیرد که تاریگی دهد
 پس کسا که نان خورد دل شاد او
 پس تو اے ادبار رو هم نان خورد
 صد هزاران خلق ناهنای خوردند
 تو بدان نادر کجا افتاده
 این جهان پر آفتاب و نور ماه
 که اگر حق است پس کوروشنی
 جملہ عالم شرق و غرب آن ندیافت
 چه رها کن رو بایوان و کرم
 جی ملوکا نیک فلاحت کشف کرد
 پس چرا کارم که اینجا خوف هست
 ہی من استیزه رور و کار کن
 هر که استیزه کند بر سرفست
 وانگو او نخواست کشت و کار را
 زمین زبان بگذر ز مانی بازران
 چون درے می کوفت اواز سلطنت
 جست از عیم عس او شب بباغ
 گفت سازنده سبب را آن نفس
 ناشناسا تو سببها کرده

هر چه می کارش روزے بدر دی
 این باشد ورنه باشد نادرست
 شکر و عقاش نکرد نادرست
 وان صفت برد و صدف گوهر نداشت
 سیود نادرشان عباد تہا و دین
 ناید اندر حنا طر آن بد گمان
 در و لش ادبار چو این کے نہد
 مرگ او گردد بگیرد در گلو
 تا نیفتی بچو او در شور و مشر
 زور می یا بند و جان می پرورند
 گرنہ محرومی و ابلہ نادہ
 تو بہشتہ سرفرو بردہ بچاہ
 سر زچہ بردار بنگر اے دنی
 تا تو در چاہی نخواہد بر تو نافت
 کم ستیز این جاہاں کا بلع شوم
 در فلان سال و طغ کشتش بخورد
 پس چرا افشا نم این گندم ز دست
 ہا تو کل کشت کن بشنو سخن
 آں چنان کو بر نخیزد تا ابد
 پر کند کوری تو انبار را
 جانب احوال آن عاشق جوان
 عاقبت دریافت روزی غلوتے
 یار خود را یافت با شمع و چہر بلغ
 اے خدا تو ر حتم کن عرس
 از در دوزخ بہشتہ بردہ

بہر آن کردی صلب این کار را تا اندازم خوار من یک خارا
در شکست پائے بخشد حق پرے ہم ز قعر چاہ بکشاید درے
ہر چہ آن بر تو کراہیت بود چون حقیقت سنگری حجت بود
تو مبین کہ بر درختی یا بجاہ تو مرا بین کہ من مفتاح راہ
مگر تو خواہی باقی این گفتگو لے اتنی در دفتہ چہارم بجو

ہاں تو بات یہ ہے کہ وہ جوان سات سال تک کوشش کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وصال کی دہن میں سر پانچاں بن گیا یا یوں کہو کہ بہت لاغر ہو گیا لیکن سایہ رحمت حق سبحانہ بندہ کے سر پر ہے اس لئے ظالم صادق محروم نہیں رہتا انجام کار اوس کا مطلوب اوسے مل ہی جاتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی دروازہ کو کھٹ کھٹاؤ گے تو کبھی نہ کبھی اوس میں سے آدمی جو تمہارا مطلوب ہے ضرور نکلے گا اب میں کہتا ہوں کہ جبکہ تم کسی کے کوچہ میں بیٹھو گے تو کبھی نہ کبھی ضرور وہ شخص تمہیں ملیگا علیٰ ہذا جب کسی کنوئیں کے پتھری پتھری مٹی نکالتے رہو گے تو انجام کار تم صاف پانی تک پہنچ جاؤ گے یا محسوس جاتے ہیں تم نہ مانو تو ادب بات ہے کہ جب آدمی کوئی کوشش کرتا ہے تو اوس کا ضرور سے ضرور ملتا ہے دیکھو جب پتھر لوہے پر مارا جاوے گا تو آگ نکلے گی یہ ضرور ہوتا ہے اور اگر کسی عارض کے سبب ایسا نہ ہو تو یہ ایک اتفاقی امر ہے لیکن جس شخص کی قسمت میں خوش قسمتی اور ملا سے خلاصی نہیں ہوتی اوس کی قفل ہمیشہ اتفاقیات پر نظر کرتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ دیکھو فلاں شخص نے بویا تھا مگر کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا اور فلاں شخص مصیبت اور فحشا کر دیا میں سے سبب لایا۔ مگر خالی نکلی۔ بلغم باعور اور ابلیس نے کس قدر عبادت کی مگر اون کی دینداری اور عبادت نے اون کو کچھ بھی فائدہ نہ دیا اس شخص کے خیال میں لاکھوں انبیاء و صالحین کی تو حالت نہیں آتی ہاں ان دونوں کو پکڑے ہوئے ہے جو ظلمت پیدا کرنے والے ہیں بات یہ ہے کہ یہ بد بخت ہے اور بد بختی کا نتیجہ یہ ہونا ہی چاہئے اس سے کوئی کہے کہ احمق بہت سے ایسے لوگ بھی تو ہیں کہ جو خوش خوش کھاتے ہیں مگر وہ کھانا اون کے لئے سبب موت ہو جاتا ہے اور گلے میں پھنس جاتا ہے پس سمجھیں تو روٹی بھی موت کھانا کہ تو بھی اون کی طرح خوابی میں نہ پڑ جائے ارے بھلے مانس جس طرح لاکھوں آدمی روٹی کھاتے ہیں اور قوت جسمانی دردمانی حاصل کرتے ہیں یوں ہی کوشش کرنے والے کامیاب بھی تو ہوتے ہیں اور جس طرح بعض کھانے والے مرتے ہیں۔ یوں ہی بعض کوشش کرنے والے بھی محروم رہتے ہیں پس اگر تو محروم اور احمق کا بچہ نہیں ہے تو ان دو میں کہاں جا پڑا ان کو چھوڑا اور کامیابوں پر نظر کر اور جبکہ تو انہیں دونوں پر نظر کرے گا تو ضرور

تو قوی اور گدے کا بچہ ہے تیری حالت یہ ہے کہ عالم درہوپ اور چاندنی سے جیسے مگر توان کو چھوڑ کر کنوئیں کے اندر سر جھکا کر بیٹھ گیا ہے اس پر کہتا ہے کہ اگر فی الواقع چاند اور سورج نکلے ہوئے ہیں تو روشنی کہاں سے آئے پانچ کنوئیں سے سر باہر نکال اور دیکھ لے کہ تمام عالم نے مشرق سے لیکر مغرب تک روشنی حاصل کر رکھی ہے اور جب تک تو کنوئیں میں ہے اوس وقت تک تو تجھ پر روشنی نہیں پڑ سکتی کنوئیاں چھوڑ مصلحت اور باغات میں جا وہاں تجھے روشنی ملے گی فوج کھنی مت کر کیونکہ کج بجھی خوشی کی علامت ہے۔ دیکھ تو یہ نہ کہہ کر فلاں نے فلاں سال کھیتی کی تھی مگر کچھ بھی حاصل نہ ہوا اور اس کی ساری کھیتی مٹیوں کھائیں پس میں کیسے کھیتی کروں اور کیوں گیہوں کھیروں دیکھ ہم کہتے ہیں کج کھیتی مت کر جا کام کر کہنا ماں اور خدا کے بھروسے کھیتی کر انشاء اللہ اور اس کا اچھا پھل ملے گا یاد رکھ جو کج بجھی کرتا ہے یوں سر کے بل گرتا ہے کہ قیامت تک اوٹھنا نصیب نہیں ہوتا اور جو بوتا جوتا ہے اور توہمات باطلہ کی بنا پر اوٹھیں چھوڑتا نہیں وہ تیری آنکھوں میں خاک چھونک کر غلے کے انبار لگاتا ہے خلاصہ یہ کہ اعمال صالحہ میں کوشش کر دو اور نتیجہ کو پیش نظر نہ رکھو بلکہ اون کو خود مطلوب سمجھو نتیجہ ضرور ملے گا انشاء اللہ تعالیٰ اچھا اسے کچھ دیکھ کیسے چھوڑا اور اس جوان عاشق کی قصہ کی طرف لوٹو اوس نے کوشش نہ چھوڑی چنانچہ ایک روز وہ بے خطر دروازہ کھٹ کھٹار ہا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوسے خلوت میسر ہوئی تفصیل اوس کی یہ ہے کہ کو تو ال آرہا تھا اوس کے خوف سے وہ بھاگا اور ایک باغ میں گھس گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ اوس کا محبوب شمع و چراغ سمیت موجود ہے اوس وقت اوس نے مسبب الاسباب سے کہا کہ اے اللہ تو اس کو تو ال پر رحمت کر تیری بڑی شان ہے کہ نوئے اُن استیاء کو سبب بنا دیا جن پر میرا گمان بھی نہیں تھا اور دوزخ سے نکال کر بہشت میں لے آیا تو نے ان کو اس لئے اس کام کا سبب بنایا کہ میں کانٹے کو بھی حقیر نہ سمجھوں۔ اور سمجھوں کہ اس میں بڑی حکمتیں ہیں گو مجھے معلوم نہیں جس طرح کہ میں نہ جانتا تھا کہ کو تو ال وغیرہ وصال کا سبب بن جائیں گے مگر وہ سبب بن گئے واقعی اوس کی بڑی قدرت ہے کہ وہ ایک ضد کو دوسری ضد کا سبب بنا دیتا ہے چنانچہ شکست پاتے پر کام لیتا ہے اور کنوئیں کی تہ میں رہائی کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اب تم سمجھو کہ جو اشخاص تم کو مکر وہ اور ناخوش معلوم ہوتے ہیں ان کی اگر حقیقت معلوم کر دو گے تو وہ رحمت ثابت ہوں گے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جب تم کو میری قدرت معلوم ہو گئی تو اسباب ظاہرہ کو مطلع نظر نہ بناؤ۔ اور یہ نہ دیکھو کہ تم درخت پر ہو یا کنوئیں میں بلکہ کوشش کئے جاؤ اور پھر بر نظر رکھو کیونکہ حلال مشکلات تو میں ہوں۔ اور میرے نزدیک کنوئیاں اور درخت سب برابر ہیں اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہاں تک دفتر سوم ختم ہوا اگر پورا قصہ دیکھنا ہو تو دفتر چہارم میں

تلاش کرو۔ الحمد للہ علی اتمام هذا الشرح للسفر الثالث من اللثنوی المعنوی

شرح شبیری

عاشق کا معشوق کو پالینا اور بیان اس کا کہ ڈھونڈنے

والا پانے والا ہوتا ہے کہ من طلب شیئاً وجد

حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے

کان جوان در جستجو بدہفت سال از خیال وصل گشتہ چون خیال

یعنی وہ جوان سات برس تک تلاش میں رہا۔ اور وصل کے خیال کی وجہ سے خیال کی طرح ہو گیا تھا۔

سنا یہ حق بر سر بندہ بود عاقبت جو یکتا پایا بندہ بود

یعنی حق تعالیٰ کا سایہ بندہ کے اوپر ہوتا ہے اور طالب انجام کار پانے والا ہوتا ہے۔

گفت پیغمبر کہ چون کوئی درے عاقبت زان در بر و ن آید

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی دروازہ کو کوڑے کے آخر اوس دروازہ سے ایک نہر نکالو

چون نشینی بر سر کوئے کسے عاقبت بیی تو ہر سہلے کسے

یعنی جب تو کسی شخص کے کوچہ پر بیٹھ جائے تو آخر کار تو کسی نہ کسی کا منہ دیکھے گا۔

چون ز چاہے می گئی ہر روز خاک عاقبت اندر سید آب پاک

یعنی جب تم ایک کنوئیں سے ہر روز مٹی نکالو گے تو آخر کار پاک پانی پر پہنچ جاؤ گے۔

جملہ دانستہ این اگر تو نگر دی ہر چہ می کارش رونے بدروی

یعنی سب جانتے ہیں اگرچہ تو یقین نہ کرے کہ جو کچھ کہ تو بوسے گا اوس کو ایک دن کاٹے گا۔

سنگ بر آہن ز دی آتش بخت این بہ باشد ورنہ باشد نار دست

یعنی پتھر کو لوہے پر آگ پیدا ہوگی۔ یہ بات اکثر ہوتی ہے اور اگر نہ ہوتا رہے۔

آئینہ روزی نیست از بخت و نجات ننگ و عقاش مگر نادرات

یعنی جس شخص کی روزی اور بخت اور نجات نہ ہو اوس کی عقل بجز نادرات کے اور کسی چیز کو نہیں دیکھتی۔

کال فلاں کس کشت کرد و بر بنداشت
یعنی کہ فلاں شخص نے کھیتی کی اور بھل دیا دھایا اور فلاں شخص سپی لے گیا اور سپی موتی نہیں کھتی تھی۔
بلعسم باعور و ابلیس یعنی سودنا مدشان عباد تہا و دین
یعنی بلعسم باعور اور ابلیس ملعون کو اون کی عبادتیں اور دین نافع نہ ہوئے۔

صد ہزار ان انبیاء و رہروان ناپدا اندر حق اطرا آن ہدگان
یعنی لاکھوں انبیاء و سالکین اوس بدگمان کے دل میں نہیں آتے۔

این دور اگیر دک تاریکی دہد ورد لش ادبار جز این کے نہد
یعنی ان دونوں (بلعسم باعور اور شیطان) کو لیتا ہے تاکہ تاریکی دین ادبار اوس کے دل میں سوائے
اس کے کب لکھتا ہے مطلب یہ ہے کہ جو کم نصیب ہوتا ہے اور جس کی قسمت میں کچھ نہیں ہوتا۔
اوس کی نظر اون لوگوں پر ہوتی ہے جن کو کہ مجاہدات اور ریاضات سے کچھ نفع اتفاقاً نہیں ہوا تو وہ
شخص ایسے لوگوں کو نظیر میں پیش کر کے کہا کرتا ہے کہ میاں فلاں نے کیا تھا آخر کو کہا نفع ہوا بجز اسکے
کہ مردود ہوئے۔ حالانکہ اون دو ایک مرد و دین کے علاوہ لاکھوں ایسے ہوتے ہیں جن کا انہیں
مجاہدات و ریاضات سے کام چل گیا ہے مگر یہ شخص اون کو نہیں دیکھتا۔ اور اس طریقے سے شیطان
اوس کی رہنمائی کرتا ہے اور کام نہیں کرنے دیتا۔

بس کسا کہ نان خوردش دادو مرگ او گردو بگیسردو رگلو
یعنی بہت سے لوگ دل خوش ہو کر روٹی کھاتے ہیں اون کے لئے موت ہو جاتی ہے اور گلیں ٹانگ جاتی ہے
پس تو اے ادبار و دہم نان محوز تا نیفستی پیچو او در شور و شتر
پس اے بدہمت و روٹی بھی مت کھا تاکہ کہیں اوس کی طرح شور و شریں نہ پڑ جاوے۔ (مگر یہاں تو
یوں کہنے لگتے ہو کہ)۔

صد ہزار ان خلق ناہنہ بخورند زور می یا بسند و جان می پروردند
یعنی لاکھوں مخلوق روٹی کھاتی ہے زور پاتے ہیں اور جان کو پالتے ہیں۔
تو بدان ناہد کج افتادہ گر نہ محسرونی و ابلہ زادہ
یعنی تو اوس اتفاقی بات پر کہاں پڑا ہوا ہے اگر تو محروم و ابلہ زادہ نہیں ہے۔

این جهان پُر آفتاب و نور ماہ تو بہشتہ سرفرو بردہ بچاہ
یعنی یہ جہان آفتاب اور چاند کے نور یعنی اولیا و امرا سے بھرا ہوا ہے اور تو اپنے سر کو گویں کے

اندھے کو ڈالے ہوئے ہے (اور کہہ رہا ہے کہ)۔
 کہ اگر حقیت پس کو روشنی
 میسائی گم گئی ہے تو روشنی کہاں ہے (مولانا فرماتے ہیں) اے کہنے کنوئیں سے سراوٹھا اور دیکھ
 جملہ عالم شرق و غربان نور یافت
 یعنی تمام عالم مشرق اور مغرب نے اوس نور کو پالیا لیکن تو جب تک کنوئیں میں ہے وہ تجھ پر
 نہ چمکے گا۔

چہرہ ہاکن رو با یوان و کروم کم ستیز این جابدان کا لیلج شوم
 یعنی کنوئیں کو چھوڑا اور محلوں اور انگوروں میں جا اس جگہ کہ لڑکیوں کہ جھگڑا کرنا نخوس ہے۔ مطلب یہ کہ
 اولیاء اللہ کے انوار سے تمام عالم بھرا ہوا ہے اور تمام لوگ اوس سے مستفید ہو رہے ہیں مگر تم دنیا
 میں لگے ہوئے ہو اور اگر تم سے کوئی اوس نور کو بیان کرتا ہے کہ اوس نے چار دانگ عالم کو احاطہ کر
 رکھا ہے تو تم دنیا ہی میں لگے ہوئے کہتے ہو کہ اگر یہ بات ٹھیک ہے تو وہ نور ہم کو کیوں نہیں نظر آتا
 تو اوس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کنوئیں میں مٹا لگا کر پوچھو کہ آفتاب کہاں ہے تو میاں کنوئیں
 سے سر نہ نکالو اور پھر دیکھو اسی طرح تم دنیا کو ترک کر دو تب اون کے انوار نظر آدیں۔

ہین لگو کا نیک فلاںے کشت کرد در فلاں سال و مگ گشتش بخورد
 یعنی ہاں یوں مت کہو کہ فلاں شخص نے فلاں سال میں کھیتی کی تھی اور اوس کی کھیتی کو ٹڈیاں کھا گئیں
 (ابنذا)

پس چرا کام کہ اینجا خوف هست پس چرا افشام این گند مز دست
 یعنی پھر میں کیوں بون یہاں تو خوف ہے اور اس گھیوں کو ہاتھ سے کیوں ڈالوں۔
 ہیں مکن استیزہ رور و کارکن ہا تو کل کشت کن بشنو سخن
 یعنی ہاں لڑائی مت کہ جا جا کام کر تو کل کے ساتھ کھیتی کر ہاتھ من مطلب یہ کہ خدا پر بھروسہ کر کے
 کام میں لگو اس کو مت دیکھو فلاں داصل ہو گیا تھا اور فلاں نہیں ہوا اور اپنے مرشد سے الجھوت کیونکہ
 ہر کہ استیزہ کند بر سرفت آن چہاں کو بر نخیزد تا ابد
 یعنی جو شخص کہ جھگڑا کرتا ہے وہ ایسا سر کے بل گرتا ہے کہ ہمیشہ کو نہیں اٹھتا۔
 وانکہ او نگذاشت کشت و کار را پر کند کو رہی تو انبار را
 یعنی جس شخص نے کھیتی کو اور بوئے کو نہ چھوڑا وہ باوجود تیری محرومی کے انبار کو پُر کرے گا۔ مطلب

یہ کہ جو شخص کام میں لگا رہے گا وہ آخر مقصود تک پہنچ ہی جاوے گا۔
 زمین بربان بگذر زمانے بازاراں جانب احوال آن عاشق جوان
 یعنی اس بیان کو تھوڑی دیر کیلئے چھوڑ دو اور پھر اس عاشق جوان کی طرف چلاؤ۔
 چون درے کی کوئی اواز سہلوتے عاقبت دریافت روزے خلوتے
 جبکہ وہ تسلی سے ایک ہی دروازہ کو کوٹ رہا تھا تو آخر کار حسرت پالی۔
 جست از نیم عسل و شرب بلوغ یار خود را یافت با شمع و چراغ
 یعنی کوئی وال کے خوف سے رات کو وہ باغ میں کودا تو اپنے یار کو مع شمع اور چراغ کے پایا۔
 گفت سازندہ سبب را آن نفس لے خدا تو رحمتے کن بر عس
 یعنی اسباب کے بننے والے سے اس وقت کہنے لگا کہ لے خدا تو کوئی رحمت کیجیو۔
 ناشناسا تو سبب پا کردہ از در دوزخ بہشت برودہ
 یعنی آپ نے اسباب نامعلوم کئے ہیں اور دوزخ (بجرا کے دروازہ سے) جہنم کو بہشت (اول)
 میں لے گئے ہیں آپ۔

بہر آن کردی سبب این کار را تا ندارم خوار من یک خار را
 یعنی اس کام کو آپ نے اس لئے سبب کیا ہے تاکہ میں ایک کانٹے کو بھی ذلیل نہ رکھوں مطلب یہ
 کہ کوئی وال کو جو میں ظالم اور ذلیل سمجھتا تھا آپ نے اسی کو میرے لئے خوشی کا سبب بنا دیا تو یہ
 اس لئے کہ تاکہ میں چھوٹے سی چھوٹی چیز کو بھی ذلیل نہ سمجھوں کیونکہ
 در شکست پائے بخشہ حق ہے ہم ز قعر چاہ ہکشا بد درے
 یعنی پاؤں کے ٹوٹنے میں حق تعالیٰ پر بخشہ دیتے ہیں اور کنوئیں کے گڑھے میں بھی ایک دروازہ
 کھول دیتے ہیں۔

بہر کہ او بر تو کراہیت بود چون حقیقت بنگری رحمت بود
 یعنی جو چیز کہ تم پر مکر وہ ہو جب تم حقیقت دیکھو تو وہی رحمت ہووے (آگے مقرر حق تعالیٰ
 کا ہے)۔

تو مسبین کہ بر درختی یا بجاہ تو مرا بین کہ منم مفتاح راہ
 یعنی تو یہ مت دیکھ کہ درخت پر ہے یا کنوئیں میں تو ہم کو دیکھ کہ میں مفتاح راہ ہوں۔ مطلب
 یہ کہ اس کو مت دیکھ کہ تم کو کجاہات و ریاضات سے نفع ہوا ہے یا نہیں بلکہ تجھے چاہئے کچھ

بھروسہ رکھے۔ آگے بولانا منہ پاتے ہیں۔
 اگر تو خواہی باقی لین گفتگو
 اے اجی در دفتر چارم بگو
 یعنی اے بھائی اگر تم اس بات کا بقیہ چاہتے ہو تو چوتھے دفتر میں ڈھونڈو ہو یعنی اس
 حکایت کو ہم نے دفتر چارم میں پورا کیا ہے۔

الحمد للہ کہ کلیہ دشمنی دفتر ثالث کا راجہ رابع اختتام کو پہنچا

والحمد للہ علی ذلک

۲۳ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ یوم جمعہ